سُوکھے گلاب

ل لاہور بسنت منا رہے تھے۔ رنگ برنگی پتنگیں آسمان میں ناچ رہی تھیں۔ ہر طرف شور و
غا تھا' بو کاٹا' ڈھیل دے ڈھیل.......... کھینچا مار.......... سدی.......... . مانجھا.......... بو کاٹا"
را لاہور آج کا دن اور رات چھتوں اور بلند مقامات پر گزارتا ہے ہر اہل دل کا دل خوشیوں سے
مور' ہر شخص ہنستا مسکراتا نظر آتا ہے' بلند و بالا ایوانوں سے لے کر کچے مکانوں تک' میدان'
رک' سرکاری عمارتیں' تاریخی عمارات' سب زندہ دلان لاہور کی قدیم روایات کی آئینہ دار
سوس ہوتی ہیں۔

امتیاز بھی چھت پر تھا' آنکھیں آسمان پر ہاتھوں میں ڈور.......... شانو چرخی پکڑے ہوئے تھی
ور امتیاز کی ہدایت پر مانجھا اور سدی' کھول اور لپیٹ رہی تھی۔ اچانک وہ خوشی سے چیخ پڑی "بو
کاٹا" اسی وقت نیچے سے روبینہ کی آواز سنائی دی۔

"شانو نیچے آ.......... اماں بلا رہی ہے۔"

"آئی باجی.......... . ابھی آئی۔" شانو نے کہا اور چرخی نیچے رکھ دی۔

"او شانو کی بچی چرخی سنبھال .... او جلدی کر.........." امتیاز نے ایک پتنگ سے پیچ
ال دیا تھا۔

"اماں آ رہی ہوں' بھائی جی"

"او پکڑ.......... او پکڑ جلدی سے او خدا کی بیل .... دھت تیرے کی۔" "امتیاز جلدی
بلدی مانجھا کھینچنے لگا۔ اس کی گڈی کٹ گئی تھی۔

"او کیا کروں بھائی جی۔" شانو نے معصومیت سے پوچھا۔

"او چرخی اٹھا کر میرے سر پر مار دے تجھ سے چرخی رکھنے کو کس نے کہا تھا.........." "نیچے
سے پھر بینا کی آواز آئی اور شانو جلدی سے نیچے کی طرف چل پڑی۔

"کٹ گئی.......... !" برابر کی چھت سے نکے نے امتیاز کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"او یار گڈی کٹ گئی ناک تو نہیں کٹی ہے۔ چار گڈیاں کاٹنے کے بعد کٹی ہے۔ ابھی دیکھ کیسا
بدلہ لیتا ہوں" امتیاز نے نئی پتنگ کے کنے باندھتے ہوئے کہا۔

امتیاز بھائی میں آجاؤں چرخی پکڑنے" نکا بولا۔

"ایں او آجا یار.......... ادھر سے ہی آجا.......... ادھر کدھر جا رہا ہے۔" امتیاز نے نکے کا
اتھ پکڑ کر اسے دوسری چھت سے اپنی چھت پر اتار لیا۔

نیچے گھر کے دروازے سے چوہدری نواز اندر داخل ہوا تھا۔ زبیدہ نے جلدی سے صحن
کھڑی چارپائی بچھا دی اور نواز بیٹھ گیا۔

"کہاں سے ہو آئے چوہدری صاحب" زبیدہ نے پوچھا۔

"او بھئی' بس ایسے ہی بہار دیکھنے نکل گیا تھا آج تو چاروں طرف بہار ہی بہار ہے۔" نواز
کر بولا پھر چونک کر کہنے لگا "امتیاز گھر پر نہیں ہے۔"

"چھت پر ہے' گڈی لڑا رہا ہے" زبیدہ نے منہ بنا کر کہا اور چوہدری اسے دیکھ کر ہنسنے لگا

"تو کیوں بگڑ رہی ہے' زبیدہ سارا لاہور گڈی لڑا رہا ہے۔"

"تم نے اسے اور بگاڑ دیا ہے چوہدری صاحب' کام کا نہ کاج کا......... گڈی اور ڈور میں
خرچ ہوتے ہیں۔"

"او چھوڑ زبیدہ......... پیسے خرچ ہوتے ہیں تو ہونے دے اس کا باپ زندہ ہے ابھی او
کاج بھی لگ ہی جائے گا۔ تو دیکھ لینا بہت بڑا افسر بنے گا ایک دن راستے سے گزرنے والے
کریں گے اسے......... یہ لمبی گاڑی کھڑی ہو گی ہمارے دروازے پر۔"

باورچی خانے سے روبینہ نے جھانک کر پوچھا......... "ابا جی .... چائے پیو گے"۔

"او پتر......... چائے بھی کوئی پینے والی چیز ہے او کوئی لسی شسی ہو تو پلا......... !"

"نہ چوہدری صاحب نہ' حکیم جی نے لسی تو بالکل منع کر دی ہے وہ تمہیں نہیں
گی......... " زبیدہ جلدی سے بولی۔

"او چھوڑ دے حکیم جی کو' ان کا کام اور کیا ہے یہ نہ کھاؤ یہ نہ پیو......... او بھئی سب
حکمت والا تو وہ ہے جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے لے روبینہ پتر......... تیری ماں نے کرفیو
ہے لے آ پتر چائے لے آ۔"

"ابھی لائی ابا" روبینہ نے کہا اور کچھ دیر کے بعد روبینہ نے چائے کی دو پیالیاں لا کر ایک
کو دی اور ایک باپ کو' اسی وقت اوپر سے نکے کی آواز ابھری۔

"بو کاٹا......... "! اور چوہدری کے ہاتھ سے پیالی گرتے گرتے بچی' اندر کے کمرے سے نو
شانو بھاگ کر باہر نکلی اور پھر ماں اور بڑی بہن کو دیکھ کر کتاب ہاتھ میں لئے واپس جانے لگی
سے اسے آواز دی......... !"

"شانو......... پتر شانو......... ادھر آ بھئی' کمرے میں کیا کر رہی ہے۔"

"سبق یاد کر رہی ہوں اباجی......... " شانو شکایتی لہجے میں بولی۔

"کل تو چھٹی ہو گی پتر......... سبق کل یاد کر لینا۔"

"اماں اور باجی نے کہا اوپر کیا کر رہی ہے' نیچے آکر سبق یاد کر۔"

"او کیوں ظلم کرتے ہو تم لوگ بچی پر......... اسے بھی بسنت منانے دو۔" نواز نے
پیالی کی گرم چائے پرچ میں انڈیل کے اسے جلدی جلدی پینے لگا پھر پیار سے بچی کے سر
پھیر کر اٹھتا ہوا بولا۔

"چل پتر......... ہم بھی گڈی اڑائیں گے......... آجا......... !" وہ اوپر جانے والی
ڑھیوں کی طرف بڑھ گئے۔ باورچی خانے سے نوجوان روبینہ نے جھانک کر شوخی سے پوچھا۔

"میں بھی آجاؤں ابا جی۔"

"آجا پتر......... نواز نے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے کہا اور روبینہ باورچی خانے سے نکل کر
نوں آنکھیں بند کر کے سیڑھیوں کی طرف مسکراتی ہوئی چل پڑی وہ زبیدہ کے غصے بھرے چہرے
سے نگاہ......... چرا رہی تھی۔

"جاؤ......... سب گڈی اڑاؤ......... ہانڈی جلتی ہے تو جلنے دو......... میں بھی ہانڈی نہیں
یکھوں گی"......... زبیدہ نے کہا اور ان کے جانے کے بعد خود بھی مسکرانے لگی۔

☆ .... ☆ .... ☆

جمال حسین نے رکشہ دروازے پر رکوایا اور پھر رکشہ والے کو پیسے دیتے ہوئے بولا "تھوڑا
تھ لگوا دو چوہدری صاحب اندر کوئی اور نہیں ہے۔" رکشہ والا اپنے لئے چوہدری صاحب کے
لفاظ سن کر پھول گیا اور خوشدلی سے نیچے آکر بولا۔

"کوئی بات نہیں ہے بھائی جی' چلو سنبھالو......... " جمال نے رکشہ والے کے ساتھ ٹیلی
یژن کا کارٹن سنبھالا اور دونوں اسے اٹھائے ہوئے گھر کے اندر داخل ہو گئے جمال نے پہلے کمرے
میں کارٹن رکھوایا رکشہ والے کا شکریہ ادا کر کے اسے دروازے تک چھوڑنے آیا پھر جلدی سے
واپس اندر داخل ہو گیا اتنی دیر میں اس کی ماں ڈبے کے پاس پہنچ گئی تھی......... جمال نے اندر
کی طرف منہ کر کے آواز لگائی۔ "حریم......... حریم جلدی سے آؤ بھئی۔" یہ آواز لگا کر وہ
جلدی جلدی ٹیلیویژن کو ڈبے سے نکالنے لگا۔

"تو لے آئے تم ٹی وی .. .. "تمہارے ابا حشر کر دیں گے۔" رحمت بی بی نے بیٹے کو
گھورتے ہوئے کہا۔

"تھوڑی مدد کراؤ اماں......... ابا جی فضل چاچا کی دکان پر بیٹھے ہوئے ہیں کون جانے کب چل
پڑیں ان کے آنے سے پہلے کام کر لینا ہے۔" اتنی دیر میں اندرونی کمرے سے ایک بے حد خوب
صورت لڑکی ایک بغل میں دبی بیساکھی کے سہارے اندر داخل ہوئی اور ٹی وی دیکھ کر خوشی سے
اچھل پڑی۔

"ٹی وی......... ؟" وہ مسرت سے بولی۔

"پورے اکیس انچ کا......... کلر" جمال مسرت سے بولا پھر خالی ڈبہ اٹھا کر بولا۔ "اسے کہاں
چھپاؤں......... "

"ٹی وی سامنے ہو گا تو ڈبہ چھپانے سے فائدہ......... " رحمت بی بی نے منہ بنا کر کہا۔

"اوہو اماں......... ڈبہ چھپانے کے لئے جگہ بتاؤ......... ابا آجائیں گے......... "

"دو چھتی پر ڈال دو بھائی جی .... ابا کوئی اوپر تھوڑی چڑھیں گے........."

"حریم نے کہا اور جمال اس سے اتفاق کر کے ڈبہ اٹھا کر باہر لے بھاگا......... رحمت بی
نے پریشانی سے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کھڑا ہو گیا چار چھ دن کا جھگڑا......... جینا حرام ہو جائے گا۔"

"اماں......... اب تو کوئی گھر ایسا نہیں ہے جہاں ٹی وی نہ ہو۔ ابا اس گھر کو خالی ہی ر
چاہتے ہیں۔" حریم نے قریب آکر پیار سے ٹی وی دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو میں کیا کروں کوئی میں منع کرتی ہوں......... مگر!"

اتنی دیر میں جمال دین دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کے اندر داخل ہوا اور ٹی وی کو جگہ
سے گندا کرنے لگا۔

"ارے ارے......... یہ کیا کر رہے ہو بھائی جی........." مٹی اندر چلی جائے گی.........
حریم حیرت سے بولی۔

"نہیں جائے گی جو کچھ میں کر رہا ہوں اس میں بچت ہے۔"

"کیا بچت ہے۔" حریم حیرت سے بولی لیکن جمال جواب دیئے بغیر نئے ٹی وی کی شکل بگا
رہا۔ جب اس کی اچھی خاصی شکل بگاڑ دی تو اسے ڈرائنگ روم کے ایک گوشے میں ایسی جگہ
دیا گیا جہاں باسانی اسے چلایا جا سکتا تھا۔

یہ سب کچھ غلام حسین کی وجہ سے ہو رہا تھا۔ غلام حسین زمانہ ساز اور اول درجے کا کنج
آدمی تھا۔ تھوڑی سی زمینیں تھیں جن کی آمدنی آتی تھی جمال حسین اور حریم دو بچے تھے'
تھی خود جمال حسین ایک اچھی فرم میں ملازم تھا لیکن غلام حسین پیسہ پیسہ دانتوں سے پکڑتا
گھر میں کچھ بھی نہ آنے دیتا تھا جب کہ جمال ضروری اشیاء سے گھر کو سجانا چاہتا تھا' فریج خری
لایا تو غلام حسین نے آسمان سر پر اٹھا لیا' بمشکل تمام جمال حسین نے برف کی مد میں سا
اخراجات کا تخمینہ کر کے حساب بتایا اور ایک لمبی بچت کا فارمولا پیش کر دیا تو غلام حسین خام
ہوا......... اس نے کبھی گھاٹے کے سودے نہیں کیئے تھے۔ چوہدری نواز سے اسکول کے ز
کی دوستی تھی جو اب تک برقرار تھی لیکن اس نے اس سے بھی فائدہ اٹھایا تھا حریم خوش شکل
لیکن بچپن میں ایک پاؤں پولیو کا شکار ہو گیا تھا اور اس معذوری نے اس کا سارا حسن چھین
تھا......... بیساکھی کے سہارے چلتی تھی' غلام حسین نے چوہدری نواز کی بیٹی روبینہ سے
حسین کی منگنی کی اور اپاہج حریم کو امتیاز سے منسوب کر دیا اس خیال میں یہ سودا بھی برا نہیں
معذور بیٹی ٹھکانے لگ رہی تھی جمال حسین روبینہ کو پسند نہیں کرتا تھا لیکن باپ کے سامنے بو
کی مجال نہیں تھی ادھر حریم احساس محرومی کا شکار تھی اور جانتی تھی کہ وہ خوبرو امتیاز کے
نہیں ہے۔ اسے اندازہ تھا کہ امتیاز نے اسے صرف اپنی بہن کی وجہ سے قبول کر لیا ہے ورنہ
بیساکھی والی زندہ بیوی کا بوجھ گھسیٹنا پسند کرتا ہے یہ تھی......... غلام حسین کی شخصیت۔

پھر بھونچال نے دروازے پر دستک دی اور سب تیار ہو گئے غلام حسین کمرے میں آیا ت

ی چھوٹی سی چیز نہ تھی کہ نظر نہ آسکے وہ اچھل پڑا۔"

"یہ کیا ہے بھئی.........؟"

"ٹی وی ہے ابا جی۔" جمال نے مسکرا کر کہا۔

"او وہ تو میں دیکھ رہا ہوں مگر کیوں ہے' کہاں سے آیا' یہ پوچھتا ہوں میں۔"

"آپ مجھے بے وقوف ہی سمجھتے رہو گے ابا جی مگر اب میں اتنا بے وقوف نہیں ہوں' جانتے ہو
کتنے کا خریدا ہے میں نے اسے........."

"او کیوں خریدا ہے یہ بتا۔"

"بیچنے کے لئے.........!" جمال نے جواب دیا۔

"ایں........." غلام حسین اب ذرا مسکرایا تھا۔

"ہاں ابا جی......... کل تین ہزار دو سو کا خریدا ہے ساڑھے چار مہینے چلا ہوا ہے اس ماڈل کے
ٹی وی کی قیمت ہے دس ہزار آٹھ سو......... صفائی کر کے چھ سات ہزار میں یوں نکل جائے گا
یوں.........!" جمال حسین نے چٹکی بجائی اور غلام حسین سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا "ڈبل قیمت
پہ.........؟"

"نہیں تو میں کوئی پاگل ہوں' میرا ایک دوست کراچی جا رہا ہے سارا سامان اونے پونے بیچ رہا
تھا میں نے اس پر ہاتھ مار دیا۔"

"سو تو ٹھیک ہے کوئی خرابی تو نہیں ہے۔"

"چلا کر دیکھا پھر خریدا ہے.........!" جمال حسین بولا۔

"مجھے بھی چلا کر دکھا........." غلام حسین نے کہا اور جمال نے فوراً" موقع سے فائدہ اٹھایا'
ٹی وی کو جھاڑ پونچھ کر آن کر دیا اور پھر سب کو اشارہ کر کے خود بھی وہاں سے چلا گیا۔ غلام حسین
نے آج کھانا بھی ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر کھایا تھا۔ خبریں سننے کے بعد اس نے کہا۔

"او جمال حسین او یار اس میں تو بڑے فائدے ہیں کل سے اخبار بند کر اس کی بچت ہو گی۔
ابھی سال چھ مہینے دیکھتے ہیں اسے بعد میں بیچ دیں گے۔"

"تمہارے فائدے کی چیز ہے ابا جی تو ٹھیک ہے۔" جمال حسین نے سوکھا سا منہ بنا کر جواب
دیا۔"

☆ .... ☆ .... ☆

چوہدری نواز نے مغلپورہ ریلوے ورکشاپ میں عمر گزار دی تھی۔ ہیلپر بھرتی ہوا تھا اور اب
فورمین تھا۔ بوائیلر کی آگ نے اسے اندر سے جھلسا دیا تھا۔ سل کی بیماری لگ گئی تھی پہلی بار بلغم
میں خون آیا تو زبیدہ کا اوپر کا سانس اوپر نیچے کا نیچے رہ گیا۔

"یہ کیا ہے چوہدری صاحب........." وہ دہشت بھرے لہجے میں بولی۔

"ٹماٹر کے چھلکے ہیں اور کیا ہے۔" نواز نے ۔ صاف کرتے ہوئے کہا۔ لیکن روز روز کرتی ہوئی کھانسی سے وہ ڈر گئی اس نے کہا۔

"حکیم کو دکھا ہی دو چوہدری صاحب کھانسی بڑھتی جا رہی ہے"

"او نیک بخت........ ہمارے خاندان بھر کا مزاج بلغمی ہے یہ تو پرکھوں کا ورچہ ہے' ا پرکھوں کا ورچہ ٹھکرا دوں کیا۔"

لیکن کھانسی بڑھتی چلی گئی اور اب کھانسی کے ساتھ ہر بار خون آنے لگا جسے چھپانا اوقات نواز کے لئے مشکل ہو جاتا تھا اس دن بھی وہ بوائیلر کے سامنے کام کر رہا تھا تو بڑے سے کھانسی کا ٹھسکا لگا' ادھر بوائیلر میں آگ کے شعلے بھڑکے ادھر اس کے منہ سے خوا پھواریں ابل پڑیں اس کے ماتحت مہردین نے اسے پانی پلایا تو اس کی حالت کچھ بہتر ہوئی تھ دین نے کہا۔

"خدا کے واسطے چوہدری صاحب' اب تو علاج کرا لو کیوں جان کھو رہے ہو۔"

"یار مہردین تیرا کیا خیال ہے مجھے اپنی فکر نہیں ہے کیا۔ او میرے یار پوری عمر کے ، میں چھٹی نہیں ہے اب ریٹائر ہونے میں وقت ہی کتنا رہ گیا ہے ریٹائر ہونے کے بعد مجھے ج ملے گا وہ میرا نہیں کسی اور کا حق ہے۔"

مگر تمہیں علاج کے لئے چھٹی تو مل سکتی ہے چوہدری۔"

"سمجھنے کی کوشش کر میرے بھائی' یہ افسر بڑے پتھر دل ہوتے ہیں۔ جیسے ہی کسی کو خبر لگ کہ مجھے بڑی بیماری لگ گئی مجھے فورا" ریٹائر کر دیں گے سروس پوری نہ ہو سکے گی اور مج سروس ہر حالت میں پوری کرنی ہے کٹوتی ہو جائے گی کٹوتی۔ او یار دو حج کرنے ہیں مجھے دو حج

"دو حج........ !" مہردین نے پوچھا۔

"تو اور کیا........ دو بیٹیاں ہیں میری' دو بیٹیاں بیاہنی ہیں دو حج ہوئے کہ نہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے چوہدری صاحب........ مگر اب امتیاز بھی تو تمہارا سہارا ہے اپنی نوکری دلوا دو........ اسے ریلوے میں ہی لگا دو........۔"

چوہدری نواز تڑپ گیا........ "ارے کیسی باتیں کرتا ہے مہردین ارے بھائی دل پر گ مار دیا تو نے تو........ بی ایس سی کیا ہے اس نے........ گریڈ ون........ فسٹ کلاس.... وہ افسر بنے گا........ تو دیکھ لینا........ اور تو کہتا ہے کہ میں اسے بوائیلر میں جھ دوں........ ایسے تو گھاؤ نہ لگا میرے یار........ ایسے تو دل نہ دکھا........۔"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا چوہدری صاحب. .. پانی اور لاؤں........ " مہردین شرمندہ ہو کر

"نہیں۔ . . . ٹھیک ہے یہ میرا ہی گلاس ہے نا........"

"ہاں........ . تمہارا گلاس میں نے الگ کر دیا ہے کتنا خون تھوکے گا چوہدری........ مجھ نہیں برداشت ہوتا ...."مہردین غم ناک لہجے میں بولا۔

"مہردین میرے یار........ یہ خون نہیں ہے یہ تو میرے بدن کے بوائیلر میں بھڑکتی آگ

یہی آگ تو میرے بچوں کا مستقبل روشن کرے گی۔"

"کبھی نہیں مانو گے میری بات۔" مہردین بے چارگی سے بولا۔

"او مان لیں گے یار........ کسی دن مان لیں گے او دیکھ دو نمبر سیٹی مار رہا ہے جا جلدی چل اسے دیکھ........ !" چوہدری نواز نے کہا اور مہردین بوائیلر نمبر دو کی طرف چل پڑا۔

☆ .... ☆ .... ☆

بسنت رت بیت گئی' مگر بہت سے نشان چھوڑ گئی نہ جانے کیسے کیسے نشان .... لمحوں کے رت جگے' پھر وہی ویرانے' خوشی تو اپنے اندر ہوتی ہے باہر کچھ نہیں ہوتا' رہی لاہور کی سڑکیں........ وہی جانے پہچانے راستے........ وہی اونچی نیچی عمارتیں جن سے وہ روزانہ کچھ مانگنے نکلتا تھا اور پھر مایوسی کے اندھیرے دل میں سجائے شام کے پنچھیوں کی طرح گھر لوٹ جاتا........ زبیدہ کی سوال بھری آنکھیں روبینہ کے سوال نہ کرنے والے ہونٹ کپکپاتے' ہزاروں سوال کرتے اور اس کا جواب امتیاز کے چہرے پر پا کر مصنوعی حوصلہ افزائی........

"چائے لے آؤں بھائی جی"

آج بھی وہ معمول کے مطابق گھر سے نکلا تھا ملگجا لباس' بڑھا ہوا شیو' پھٹے ہوئے جوتے........ سوراخ شدہ تلوے سے ایک پتھر چبھا تو منہ سے "سی" کی آواز نکل گئی........ نگاہ سڑک کے کنارے بنے ہوئے چھوٹے سے پارک کی طرف اٹھ گئی جہاں فٹ پاتھ پر' اس کا کب کا شناسا موچی بیٹھتا تھا امتیاز نے گہری سانس لی اور موچی کے پاس جا رکا........ موچی نے سر اٹھائے بغیر اس کا جوتا پہچان لیا۔

"ہم کو معلوم تھا صاب........ اس کا تلا ختم ہو چکا ہوگا اتار دو صاب۔" موچی نے کہا۔

"یار خان صاحب........ اس بار اس میں ٹائر کا سول لگانے کے بجائے ٹائر ہی لگا دو........ لاہور سے پنڈی جانے والی بس کے ٹائر بھی اتنے نہ گھستے ہوں گے جتنے اس کے سول گھس جاتے ہیں۔" امتیاز نے جوتا اتار کر موچی کو دیتے ہوئے کہا۔

"ہمارا بات مانو صاب تو اس جوتے کا جان چھوڑ دو خدا قسم ہمارے کو یاد نہیں کہ کتنا بار اسے اوپر سے جوڑا ہے اور کتنا نیچے سے' اصل جوتا خدا جانے کدھر ہوگا۔"

"نہیں خان صاحب' پرانا ساتھی ہے چلنے دو........ اور پھر وہ کہتے ہیں نیا نیا نو دن پرانا سو دن........ "امتیاز نے دونوں جوتے اتارے اور ننگے پاؤں ہو گیا۔ پھر وہ ٹھنڈی زمین پر چلتا ہوا پارک میں داخل ہو گیا اور گھاس کی نمی سے لطف اندوز ہونے لگا اس سے کچھ فاصلے پر دو خوبصورت خواتین ایک پیارے سے بچے کو بچہ گاڑی میں ڈالے آہستہ آہستہ جا رہی تھیں ان کی نگاہ ننگے پاؤں بوسیدہ لباس اور بڑھے ہوئے شیو والے امتیاز پر پڑی تو وہ ایک دم ٹھٹک گئیں۔

"شش شاید........ پاگل ہے۔" ان میں سے ایک نے کہا جو دوسری کی نسبت کم عمر اور

خوبصورت تھی۔ دوسری نے نگاہ بھر کر امتیاز کو دیکھا پھر تاسف سے بولی "حالانکہ نوجوان ہے۔"

"ادھر ہی دیکھ رہا ہے واپس پلٹو......... جلدی......... پہلی نے کہا اور بچہ گاڑی تیزی موڑ کر تیز رفتاری سے مخالف سمت چل پڑی دوسری نے اس کی تقلید کی تھی۔

امتیاز نے پہلے تو انہیں سرسری نگاہ سے دیکھا تھا لیکن پھر اسے احساس ہوا کہ وہ اس کی سے ٹھٹھک گئی ہیں تو وہ غیر اختیاری طور پر انہیں دیکھنے لگا پھر اس نے انہیں کسی قدر بدحو سے واپس پلٹتے ہوئے دیکھا اور اسے حیرت ہوئی لیکن اسی طرح پلٹتے ہوئے بچہ گاڑی کے دوسر حصے سے دودھ کی ایک بھری ہوئی بوتل لڑھک کر نیچے گر پڑی تھی جسے انہوں نے بدحواسی کی سے نہیں دیکھا تھا وہ جلدی سے آگے بڑھا اور دودھ کی بوتل اٹھا کر آواز لگانے لگا۔

"سنئے......... یہ بوتل......... او میڈم......... ارے او میڈم یہ دودھ کی بوتل۔ لیکن دونوں اور تیزی سے چلنے لگیں اور امتیاز کو ان کے قریب پہنچنے کے لئے دوڑ لگانی پڑی۔ وہ دہشت زدہ ہو گئی تھیں۔

"کمال ہے آپ دونوں......... کیا ہوا آپ کو۔ یہ دودھ کی بوتل پھینک دی تھی آپ نے"

"اں......... بوتل......... شکریہ" ان میں سے ایک نے بوتل لے کر کہا امتیاز بچے کو دیکھنے پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بہت پیارا بچہ ہے۔ آپ اپنے خوابوں میں اسے مستقبل کا انجینئر' ڈاکٹر' سائنس داں یا پائلٹ بنا چکی ہوں گی۔ ٹھیک کہہ رہا ہوں نا......... تمام ماں باپ ایسے ہی خواب دیکھتے ہیں میڈم......... خوابوں کی تعبیر الٹی ہوتی ہے تقدیر کے فیصلے بے رحم وقت کے ہاتھوں میں ہیں۔ یہ کچھ نہیں بنے گا۔ اپنی ناکام آرزوؤں کے زخموں سے لہولہان بالاخر یہ ایک دن قبر میں سوئے گا۔ یہ میری پیش گوئی ہے۔ سمجھیں آپ!"

"بھ......... بھائی......... چلئے نا.........!" دوسری لڑکی نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا دونوں سرپٹ ہو گئیں۔ امتیاز کچھ دیر وہیں کھڑا انہیں جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ پھر مسکرا کر و پلٹ پڑا۔ اس نے مستانہ انداز میں آواز لگائی۔

"خان صاحب......... جوتا کس حال میں ہے۔"

" تھوڑا ٹیم لگے گا صاب......... "موچی نے جواب دیا۔ امتیاز پارک کی باڑھ پھلانگ کر کے پاس اکڑوں آ بیٹھا۔ پھر اس نے خان سے کہا۔

"خان صاحب۔ میں صورت سے پاگل لگتا ہوں۔"

"نہیں صاب۔"

"تب پھر تمہارا دماغ ہی کچھ خراب ہے۔ مجھے غور سے دیکھو۔ ہوشمند مجھ جیسے نہیں ہو

موچی نے کوئی جواب نہیں دیا اور اپنا کام کر کے جوتا اس کے سامنے رکھ دیا۔ امتیاز نے جوتا کر دیکھا مسکرایا اور جیب سے کچھ پیسے موچی کو دے کر آگے بڑھ گیا۔ کہیں دور سے آواز آ تھی۔

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

چوہدری نواز کی حالت آج کچھ زیادہ ہی بگڑ گئی تھی۔ جسم سے تازہ خون کی بڑی مقدار حلق کے راستے نکل گئی تھی۔ زبیدہ نے اسے دیکھا اور پریشان ہو گئی۔ اس نے جلدی سے چارپائی صحن میں بچھا کر اس پر چادر ڈالی اور نواز لیٹ گیا۔ زبیدہ نے شانو کو آواز دے کر پنکھا مانگا اور اس کی گھبرائی ہوئی آواز سن کر امتیاز اور روبینہ بھی کمروں سے نکل کر اس کے گرد جمع ہو گئے۔ زبیدہ چوہدری نواز کو پنکھا جھلنے لگی تھی پھر اس نے دلسوزی سے کہا۔

"طبیعت زیادہ خراب ہے چوہدری صاحب۔"

"او کس کی طبیعت خراب ہے بھئی......... ایں' بلاوجہ پریشان ہو گئے' کسی دن زیادہ کام ہوتا ہے تو تھک جاتا ہوں۔ بس اتنی سی بات ہے"۔

"لو......... رنگ پیلا پڑا ہوا ہے۔ میں کہتی ہوں ڈاکٹر کے پاس چلو۔" زبیدہ نے کہا۔

"او چھوڑ ڈاکٹر کو......... ڈاکٹر میرا کیا بگاڑ لے گا۔ پگلی ہے تو۔ میری ذمے داریاں تو دیکھ۔ او بیٹیوں کے ہاتھ پیلے کرنے ہوں تو باپ کے چہرے پیلے پڑ ہی جاتے ہیں۔" چوہدری نے کہا۔ پھر ہنس کر امتیاز سے بولا۔ "او پتر امتیاز......... آج کہیں گیا نہیں۔

"ابا جی......... خدا کے واسطے اپنا علاج کرا لو۔"

"کمال ہے بھئی۔ سب نے ایک ہی رٹ لگا رکھی ہے مجھے کوئی بیماری نہیں ہے پتر۔ بس تھوڑی سی فکریں ہیں۔ تیری نوکری لگ جائے' بہنا کا ڈولا اٹھ جائے۔ حریم کو اپنے گھر لے آوں۔ پھر سے ہٹا کٹا ہو جاوں گا۔ او بیٹا ہم لوگ بیمار نہیں ہو سکتے۔ اصلی مال کھایا ہے ہم نے اور خوب ڈٹ کر کھایا ہے۔ اور ہم غلام حسین کے خاندان سے نہیں ہیں۔" نواز بچوں کو خوش کرنے کے لئے ہنسا۔ "کنجوس مکھی چوس۔"

مرجھائے ہوئے چہرے نواز کی ہنسی کے ساتھ کھل اٹھے روبینہ نے چونک کر کہا۔ "ایک خط آیا ہے بھیا جی تمہارا دینا ہی بھول گئی۔"

"لے کر آ جلدی سے کہاں سے آیا ہے۔" چوہدری نواز نے کہا اور روبینہ اندر چلی گئی پھر اس نے ایک لفافہ لا کر امتیاز کو دیا اور امتیاز اسے بے دلی سے الٹ کر دیکھنے لگا۔

"کس کا خط ہے پتر......... ۔"

انٹرویو لیٹر ہے ابا جی۔" امتیاز نے طنزیہ کہا۔ "میرے اور کمپنیوں والوں کے درمیان یہ کھیل چلتا رہتا ہے۔"

"او نئیں امتیاز' مایوسی کفر ہے۔ دیر سویر تو ہوتی ہی ہے اور زبیدہ میری بات لکھ کر رکھ لے۔ چوہدری امتیاز ولد چوہدری نواز ایک دن بڑا افسر ضرور بنے گا۔ بقلم خود۔"

☆ .... ☆ .... ☆

غلام حسین کو بس نہیں ملی تھی۔ جس کام سے گیا تھا اس میں بڑی تھکن ہو گئی تھی
رکشہ کرنا پڑا اور راستے بھر رکشہ کا میٹر دیکھتا رہا تھا۔ ہر گز پر کھٹاکھٹ رقم کے نمبر بدل رہے
رہا نہ گیا تو بگڑ کر بولا۔

"او بھائی......... یہ رکشہ میں ہوائی جہاز کا میٹر لگوا لیا ہے کیا......... او ادھر سجے ہاتھ پر
ہاتھ پر......... بس ادھر سامنے روک لے۔"

"چوہدری صاب' پٹرول کا بھاؤ بھی دیکھ لو......... ہم کیا کریں۔" ڈرائیور نے رکشہ
ہوئے کہا۔

"او کتنے پیسے بنے ہیں۔ اوئے ہوئے۔ ساڑھے تیئس روپے۔ او بھئی اصل رقم کتنی بنی وہ

"بیس روپے دے دو چوہدری صاب۔"

"او بندہ بن اوئے......... چار کلو میٹر بھی نہیں بنتے۔ او تیرے میٹر کا حساب کیا ہے۔"

"ٹریفک افسر سے جا کر پوچھو چوہدری صاب۔ مہر لگی ہوئی ہے میٹر پر۔ ہمارا ٹیم مت
کرو۔ ویٹنگ چارجز بڑھتے جائیں گے۔" رکشہ والے نے کہا۔

"مہر تو تمہارے دلوں میں لگ گئی ہے۔ ایمان پر لگ گئی ہے۔ ڈاکے ڈال رہے ہو تم لوگ

"او ہم اکیلے ڈاکے نہیں ڈال رہے چوہدری صاب' یہی ہو رہا ہے چاروں طرف بچے تو پالنے
پڑتے ہیں۔"

"ایسی کمائی سے پالتے ہو تم لوگ کیا کرے گی یہ نسل آگے چل کر۔" غلام حسین نے
میں نوٹ ٹٹولتے ہوئے کہا۔ بدقسمتی سے کھلے پیسے نہ نکلے دس دس کے دو نوٹ نکال کر
والے کو دیئے اور بولے "چلو ڈھائی روپے واپس کرو۔"

رکشہ والے نے نوٹ لے کر جیب میں رکھے اور رکشہ آگے بڑھا دیا.....
اوئے' .... ڈھائی......... اوئے ڈھائی روپے .... "مگر رکشہ والا دور نکل گیا تھا۔

غلام حسین سخت غم و غصہ کا شکار ہو گئے۔ "کیا بنے گا بھئی۔ کیا بنے گا ان کا۔ آدھے
بن گئے آدھے ڈاکو......... او خدا انہیں نیکی دے۔" غلام حسین بڑبڑاتے ہوئے گھر
دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ گھر میں داخل ہوئے تو غصے سے کھول رہے تھے۔ حریم نے
لفافہ لا کر دیا اور کہا۔

"ابا جی......... ڈاک سے آیا ہے" غلام حسین نے لفافہ کھول کر دیکھا اور ان کا موڈ بدل
چور نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر لفافے کا کاغذ نکال کر دیکھنے لگے۔ پھر جھلا کر بولے۔

"ایک تو اس انگریزی نے جینا حرام کر دیا ہے۔ او خدا عقل دے اس قوم کو.........
آج تک انگریزوں کے جال سے نہیں نکل سکی" انہوں نے جیب سے دوسرا چشمہ
آنکھوں پر لگایا اور پڑھنے لگے۔ "ٹو......... دی" رحمت بی بی کی ہنسی پر وہ چونکے اور چشمے
سے اسے گھورنے لگے۔

"اب انگریزی پڑھو گے اس عمر میں حریم کو بلا کر پڑھوا لو۔"

تیری تو عقل کھوٹی ہو گئی ہے نواز کی زمین کے ٹکڑے کا کاغذ آیا ہے اس نے فائل مجھے دیدیا
تھا۔ میں نے ایک چکر چلایا ہے چل گیا تو۔" غلام حسین خوش آئند خیالات میں کھو گئے لیکن
رحمت بی بی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔

"بچی جائے گی اس گھر میں اس کا خیال رہے۔"

غلام حسین نے جلدی سے لفافہ شیروانی کی جیب میں ٹھونس لیا پھر رحمت بی بی کو گھورتے
ہوئے بولے۔

"بہو بھی تو لائیں گے اس گھر میں وہ نکما امتیاز کیا دے گا ہمیں ہونہہ۔"

☆ .... ☆ .... ☆

دوسرے دن چوہدری نواز کی حالت بہتر ہو گئی اور وہ معمول کے مطابق ورکشاپ چلا گیا امتیاز
کو آج پھر انٹرویو دینا تھا۔ شیو بنا کر صاف ستھرے کپڑے پہنے وہ باہر نکل آیا راستے میں اسکول کے
بچے دعا پڑھ رہے تھے۔

دور دنیا کا مرے دم سے اندھیرا ہو جائے
ہر جگہ میرے چمکنے سے اجالا ہو جائے

امتیاز کے قدم رک گئے۔ ایک لمحہ رک کر وہ آگے بڑھا پھر کچھ فاصلے پر جا کر بس میں چڑھ
گیا کچھ دیر کے بعد بس رکی اور امتیاز نے نیچے اتر کر لفافہ نکالا اس پر لکھا ہوا پتہ پڑھا اور سامنے
والی عمارت میں داخل ہو گیا۔ لفٹ نے اسے مطلوبہ منزل پر پہنچا دیا اور وہ ایک فرم کے
خوبصورت دفتر میں داخل ہو گیا۔ بڑے سے ہال میں بہت سے امیدوار بیٹھے ہوئے تھے امتیاز بھی
ان کے درمیان جا کر بیٹھ گیا اندرونی آفس کے دروازے پر کھڑا ہوا چپراسی ایک ایک کر کے
امیدواروں کو آوازیں لگاتا تھا پھر امتیاز کا نمبر آ گیا انٹرویو بورڈ مافیا گینگ کی طرح پر اسرار بنا بیٹھا تھا
درمیانی شخص کے سامنے اس کا فائل رکھا تھا اس نے نام پکارا۔

"امتیاز احمد۔"

"بقلم خود۔" امتیاز نے گردن خم کر کے کہا اور بیٹھے ہوئے لوگ چونک کر اسے دیکھنے لگے
درمیانی شخص نے کہا "آپ نے اپنا تجربہ نہیں لکھا۔"

"سترہ انٹرویو دینے کا تجربہ ہے مجھے۔" امتیاز ادب سے بولا۔

"جس ملازمت کے لئے اشتہار دیا گیا ہے اس کا کتنا تجربہ ہے تمہیں۔" سوال کرنے والے کا
لہجہ درشت ہو گیا۔

"اشتہار ہی غلط تھا سر......... آپ نے امیدوار کی عمر کی حد پچیس سال رکھی ہے تعلیم بی
ایس سی' تجربہ کم از کم پانچ سال سر ہمارے ہاں کے تعلیمی نظام میں بی ایس سی کرتے ہوئے ایک
ذہین طالب علم کی کتنی عمر ہو جاتی ہے خواہ وہ زندگی میں کبھی فیل نہ ہوا ہو......... امتحانات کے

نتیجے کتنے وقت میں نکلتے ہیں پھر آپ کے خیال میں اسے نوکری تلاش کرنے میں کتنا وقت
اس کے بعد پانچ سال نوکری کا تجربہ سر وہ کتنے سال کا ہو جائے گا پانچ سال کا تجربہ حاصل
اسے کسی پاگل کتے نے کاٹا ہے کہ وہ لگی نوکری چھوڑ کر آپ کو انٹرویو دینے آئے گا ج
معلوم ہو گا کہ آپ نے نوکری کے لئے پہلے ہی کسی کو منتخب کر لیا ہے۔"

"تو پھر آپ نے وقت کیوں ضائع کیا۔"

"سر اٹھارویں انٹرویو کا تجربہ حاصل کرنے کے لئے۔"

ٹھیک ہے۔ آپ جا سکتے ہیں۔"

"شکریہ" امتیاز باہر نکل آیا باہر بیٹھے ہوئے امیدواروں کو دیکھ کر اس نے سخت لہجے
"آپ میں سے جسے جسے علامہ اقبال کی دعا یاد ہو ہاتھ اٹھا دیجئے بہت سے امیدواروں نے
دیئے تھے۔ "شکریہ کھڑے ہو جایئے اور دعا شروع کیجئے۔ "بات کسی کی سمجھ میں نہیں آئی
بھی ہاتھ اٹھانے والے امیدواروں نے باآواز بلند دعا پڑھنی شروع کر دی۔

لب پہ آتی ہے دعا بن کر تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

امتیاز نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور باہر جانے والے دروازے کی طرف قدم اٹھ
دروازے پر رک کر اس نے گردن گھمائی اور انٹرویو بورڈ کے ارکان کو حیرانی سے باہ
ہوئے پایا تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ اطمینان سے باہر نکل آیا۔

کوئی نئی بات نہیں تھی اس طرح کے انٹرویو کے لاتعداد تجربات تھے اسے بات وہیں
جاتی تھی جہاں پانچ سال تجربہ اور پچیس سال عمر مانگی جاتی تھی گویا یہ کوڈ ورڈ تھا ملازمت
میں سرگرداں احمقوں کے لئے انہیں بتا دیا جاتا تھا کہ عزیزم تمہارے لئے یہاں صرف ا
زیاں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے ہماری تو مجبوری ہے تم کیوں وقت ضائع کرتے ہو۔

پورا دن پڑا تھا وقت گزاری کے لئے لاہور میں بہت سے پارک تھے۔ حکوم
بیروزگاروں کے آرام کے لئے نہایت معقول انتظام کر دیا ہے لیکن بھری پری سڑکوں سے
ہوئے اسے کمال یاد آیا کمال اس کا تعلیمی زمانے کا دوست تھا۔ بہت اچھا ساتھی مخلص دو
کی طرح بے کسی کا شکار نہیں تھا بلکہ گھر سے خوشحال تھا اور تعلیم ختم کرتے ہی اس
کے چھوڑے ہوئے کاروبار کو سنبھال لیا تھا بلکہ اسے مزید ترقی دی تھی اور مال روڈ
الیکٹرونک گڈز کا شاندار اسٹور تھا۔ امتیاز کمال الدین کی طرف چل پڑا۔

مال روڈ کا ایک اپنا مزاج ہے یہاں زندگی ہی الگ ہے امتیاز ان مصروف لوگوں کو
بالآخر کمال الدین کے اسٹور پر جا رکا کمال الدین نے ہمیشہ کی طرح اس کا پرتپاک خیر مقدم

"ہیلو روڈ ماسٹر....... سناؤ لاہور کس حال میں ہے؟ بہت دن کے بعد مال روڈ کی
ہے۔" امتیاز کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

ہو میرے دم سے یونہی میرے وطن کی زینت
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

اسی وقت اسٹور کے اندر سے وہی بچہ گاڑی والی دونوں خواتین باہر نکلیں اور امتیاز کو دیکھ کر
ٹھک گئیں دونوں نے اسے پہچان لیا تھا اور کچھ اس طرح بدحواس ہوئیں کہ جو سامان انہوں
خریدا تھا اس کا پیکٹ ایک لڑکی کے ہاتھ سے گر گیا لڑکی اس طرح خوفزدہ ہوئی تھی کہ اس
پیکٹ نہ اٹھایا جا رہا تھا اور وہ بار بار اس کے ہاتھ سے گر جاتا تھا۔ بمشکل تمام دوسری لڑکی کی
ے اس نے پیکٹ اٹھایا اس دوران وہ مسلسل خوف بھری نظروں سے امتیاز کو دیکھتی جا رہی
پھر پیکٹ اٹھاتے ہی وہ تیز رفتاری سے باہر نکل گئیں۔

"انہیں کیا ہوا بھئی۔" کمال الدین حیرت سے بولا۔

"کچھ نہیں میری رشتے دار تھیں چھوڑو۔ تم سناؤ کاروبار کیسا چل رہا ہے۔"

"بات کچھ ضرور تھی استاد تمہیں دیکھ کر ڈر گئی تھیں مجھے تو ایسا ہی لگا تھا چلو ہو گا کچھ.........
وبار اللہ کے فضل سے ٹھیک ہے یہاں سب کی چاندی ہے وہ دیکھو.........." کمال نے ہنستے
ے اشارہ کیا ایک سوزوکی پک اپ سامان والے اسٹور کے سامنے کھڑی تھی اور اس کے قریب
آدمی کھڑا نوٹ گن رہا تھا۔

امتیاز نے ایک گہری سانس لی اور طنزیہ انداز میں بولا "چاندی۔"

"چاندی بھی نہیں تھی۔ کھرا سونا"......... کمال الدین ہنس کر بولا پھر کہنے لگا "تم سناؤ نوکری
کہیں۔"

کری......... " امتیاز تلخی سے مسکرا دیا۔

"نہیں ملی نا......... اور ملے گی بھی نہیں نہ جانے تم کونسے احمقوں کی جنت میں رہتے ہو
نوکریاں اشتہاروں سے نہیں ملتیں میری جان ان کی بھی دکان لگتی ہے نوکریاں فروخت ہوتی
بیس ہزار' پچاس ہزار' ایک لاکھ اور یہ جو اشتہار چھپتے ہیں یہ نوکریوں کے کمرشل ہوتے ہیں آؤ
دے اوپن ہیں قیمت دو خرید لو اور تم لوگ مفت نوکریاں تلاش کرتے ہو۔"

"ہم سلسلہ وار درس جاری رکھیں گے۔" امتیاز نے مستانہ لہجے میں کہا۔

"بے وقوف یہی کرتے ہیں او بندہ بن میرے یار کب تک سڑکوں پر بھٹکتا رہے گا میری مان کام
روع کر دے یہ بہترین وقت ہے تو صرف ہامی بھر لے باقی ذمہ داری مجھ پر چھوڑ دے۔"

"گویا اسمگلنگ کروں۔"

"افوہ......... پھر وہی مرغ کی ایک ٹانگ او میری جان یہ اسمگلنگ نہیں تجارت ہے ادھر سے
لے جاؤ ادھر سے لے آؤ مال دوسرے کا رسک دوسرے کا کمیشن تمہارا اور پھر سیر الگ کرو
پور' بینکاک' ہانگ کانگ۔"

"ناک کیسے ہی پکڑ لو۔ کیا فرق پڑتا ہے۔" امتیاز ست لہجے میں بولا۔

"او جان عزیز......... کھیپئے اور اسمگلر میں فرق ہوتا ہے تیری سمجھ میں یہ فرق آخر کیسے
ئے گا۔" امتیاز اسے دیکھتا رہا پھر ایک دم مسکرا پڑا اور بولا۔

میرے اللہ برائی سے بچانا مجھ کو
نیک جو راہ ہو اسی راہ پہ چلانا مجھ کو

چلتا ہوں پھر آؤں گا۔"

"او بیٹھ تو سہی چائے منگاتا ہوں۔" کمال الدین نے کہا اور پھر بہت دیر تک وہ امتیاز کو کچھ اور اسمگلر کا فرق سمجھاتا رہا تھا چائے پینے کے بعد امتیاز اٹھ گیا گھر کی طرف سفر کرتے ہوئے کمال الدین کی باتوں پر غور کر رہا تھا۔

بالآخر گھر پہنچ گیا لیکن گھر کے دروازے پر بہت سے لوگوں کو جمع دیکھ کر اس کا دل دھک سے ہو گیا تھا وہ بدحواس سا آگے بڑھا تو اسے مہردین نظر آیا۔ مہردین روتا ہوا آگے بڑھا اور امتیاز سے لپٹ گیا۔

"کہاں چلے گئے تھے امتیاز.......... چوہدری صاحب چلے گئے وہ ہمیں چھوڑ گئے پتر.......... چوہدری صاحب مر گئے۔"

☆ .... ☆ .... ☆

امتیاز کی رگوں میں خون منجمد ہو گیا مہردین کے چند جملوں نے ایک دور فنا کر دیا تھا کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے اتنی قربتیں' ایسے فاصلے بھی بن سکتے ہیں۔ چوہدری نواز عزم و استقلال کا آسمان اس کے سوا اور کون کہہ سکتا کہ "اوئے تو کیوں فکر کرتا ہے امتیاز' تیرا باپ زندہ ہے۔ او بھئی فکر کریں ہم جیسے جن کے باپ مر چکے ہیں نا پتر نا' دل تھوڑا نا کر۔ نوکری کا تو باپ بھی ملے گا۔ ہاں" اور اب نوکری کا باپ مر گیا تھا۔

مہردین رو رو کر نہ جانے کون کونسی داستانیں سنا رہا تھا لیکن امتیاز کے کان ان داستانوں کو نہیں سن رہے تھے اس کے اپنے دل میں ہزاروں داستانیں تھیں مہردین نے کہا۔

"جا پتر اندر جا بھرجائی اور بچیوں کو تسلی دے اب تو ہی انکا سربراہ ہے جا اندر جا..........!"

صحن بھرا ہوا تھا غلام حسین رونے پیٹنے والوں کے سردار تھے اور اپنا فرض پورا کر رہے تھے انہیں ایسے کاموں میں کمال حاصل تھا اور ایسے ہی موقعوں پر ان کے جوہر کھلتے تھے لیکن ان کی دوستی نواز سے تھی امتیاز سے نہیں انہوں نے اپنی مشق جاری رکھی۔

اس کے بعد سب ضمنی باتیں تھیں وہ ہوا جو دستور زمانہ تھا۔ صحن میں ایک چارپائی خالی ہو گئی تھی جسے بھرنے والا اب کوئی نہ تھا۔ سوم ہو گیا تعزیت کرنے والوں کا کام ختم ہو گیا اب اتنا وقت کس کے پاس ہے کہ دوسروں کا اتنا ساتھ دیں کہ وہ اپنا غم بھول جائیں۔ البتہ غلام حسین کی بات مختلف تھی آج بھی وہ رحمت جہاں کے ساتھ آ گئے تھے۔

"میرے لئے میرے یار کی منجی بچھاؤ مجھے اس میں اس کی خوشبو آتی ہے۔" غلام حسین نے کہا اور چارپائی پر بیٹھ گئے امتیاز بھی گھر میں موجود تھا۔ شانو پتر آ میرے پاس آ.......... ! ابا یاد

ہے۔" غلام حسین نے شانو کو بلا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور شانو کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔

"نہ پتر ہم ہیں نا.......... ! نہ رو میرا پتر۔ او بھرجائی تم لوگوں کو اتنا پتہ نہیں چل سکا کہ نواز کو تپ دق ہو گئی ہے تپ دق ایسی بیماری تو نہیں کہ اس کا پتہ نہ چل سکے۔"

"کھانسی ہوتی تھی بھائی جی' خون بھی آتا تھا کہتے تھے کہ ہمارے خاندان کا مزاج بلغمی ہے۔ مانتے کب تھے کسی کی۔" زبیدہ نے غمزدہ لہجے میں کہا۔

"او بھئی اس کی اصل بیماری تو ہمیں پتہ ہے ساری عمر کی کمائی بیٹے کی پڑھائی پر لگا دی۔ پھر بھی دو دن بیٹا اس کا سہارا نہ بن سکا اس کا کم غم ہو گا اسے۔"

"ہاں چاچا جی۔ میں اپنے باپ کی خوشی پوری نہ کر سکا۔" امتیاز نے غمزدہ لہجے میں کہا۔

"او یہ تو کوئی بات نہ ہوئی امتیاز پتر۔ کام ختم ہونے کے بعد افسوس کرنا تو بہت آسان کام ہے او بھائی یہ خوشی کیوں نہ پوری کر سکے' معاف کرنا برخوردار کسی بھی انسان کو اس کی مرضی کی نوکری فوراً' نہیں مل جاتی اور تم نے اکیلے ہی تو تعلیم نہیں حاصل کی ہے تمہارے جیسے بے شمار بندے ہیں ہاتھ پاؤں ہلا کر رزق کماتے ہیں ورنہ ہر محلے سے ایک نواز کا جنازہ روز اٹھے۔" غلام حسین امتیاز پر ابل پڑے۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں چاچا جی۔" امتیاز نے کہا۔

"نہ بھئی.......... وہ بھی ٹھیک تھا میں بھی ٹھیک کہتا ہوں یہ تو کوئی بات نہ ہوئی.........."

"یہ بے چارہ کیا کرے بھائی جی کب سے نوکری کی تلاش کر رہا ہے۔" زبیدہ نے کہا۔

"نوکری نہ کہو بھرجائی۔ افسری کی تلاش ہے اسے۔ او افسری پلیٹ میں رکھی نہیں مل جاتی کمال ہے بھئی۔ ملک کے سارے جوان افسر بن جائیں گے تو ماتحت کون ہو گا۔ رزق کے دوسرے ذریعے بھی تو ہیں او میاں نوکری تلاش کرو' افسری نہیں۔" غلام حسین نے کہا اور امتیاز نے گردن جھکالی۔ غلام حسین کچھ دیر خاموش رہے پھر بولے "تم لوگوں نے نواز کے فنڈز اور گریجویٹی کے بارے میں کیا سوچا۔"

"ابھی تو کچھ نہیں بھائی جی۔" زبیدہ نے کہا۔

"جو سوچو مجھے بتا دینا۔ کہیں بیٹھے بیٹھے اسے بھی کھا جاؤ۔"

غلام حسین نے چائے پی پھر اٹھ گئے۔ چلو رحمت جہاں۔"

غلام حسین کے جانے کے بعد دیر تک ایک عجیب سی خاموشی چھائی رہی تھی پھر زبیدہ نے کہا۔

"بھائی غلام حسین ہمیشہ ہی سے ضرورت سے زیادہ بولنے کے عادی ہیں امتیاز۔ تو ان کی باتوں پر مت سوچنا۔" امتیاز کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی اس نے آہستہ سے کہا۔

"مگر اس بار ان کے تیور بدلے ہوئے ہیں اماں۔ اب ان کی طرف سے ہوشیار ہو جاؤ۔"

زبیدہ ہراساں نظروں سے امتیاز کو دیکھنے لگی تھی۔

سنسان سڑک پر ایک لمبی شاندار پجیرو دوڑ رہی تھی۔ شام تیزی سے ڈھل رہی تھی
پرندے واپسی کا سفر طے کر رہے تھے۔ پجیرو کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے ملک ستار نے کلا
بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا اور پھر بے چینی سے بولا۔

"کیا بات ہے نیاز علی رفتار کیوں ست ہے۔"

"رفتار تو بہت تیز ہے ملک جی۔"

"تم بوڑھے ہو گئے ہو نیاز علی اب مجھے دوسرے ڈرائیور کا بندوبست کرنا ہوگا۔ رات ؛
سے پہلے ہمیں لاہور میں داخل ہو جانا ہے۔"

"وہ ملک جی بس لوڈنگ میں دیر ہو گئی تھی ورنہ............" ڈرائیور نے کہا۔

"رفتار تیز کر بھائی زیادہ بک بک نہ کر............" ملک ستار نے ترش لہجے میں کہا اور ڈ
نیاز علی نے رفتار اور بڑھا دی۔

ملک ستار لاہور کے بڑے دولت مندوں میں سے ایک تھا بہت سے کارخانوں اور فیکٹر
مالک' دو بھائی تھے اور دونوں مل جل کر کاروبار کرتے تھے کئی پروڈکٹس ان کے نام سے منا
تھیں۔ ملک جبار عموماً" ملک سے باہر کے دورے کرتا رہتا تھا جبکہ ملک ستار اندرونی معا
سنبھالتا تھادونوں شخصیتوں کے مالک تھے۔ ملک ستار کی عمر تیس بتیس سال سے زیادہ نہ ہوگ
اس کی شخصیت کے کئی روپ تھے باریک کمانیوں کی عینک آنکھوں پر چڑھا کر بال پیچھے کی
موڑ لیتا تو ایک معمر شخص نظر آنے لگتا۔ مانگ نکال کر خوبصورت تراش کے جدید لباس پہنتا
اصل عمر سے بھی چند سال چھوٹا خوبرو نوجوان نظر آتا۔ اس وقت چشمہ چڑھائے ہوئے تھا۔

اچانک ڈرائیور نیاز علی نے گاڑی کے بریکوں پر دباؤ ڈالا اور ملک ستار چونک پڑا۔ اس ۔
پوچھنے سے قبل ہی نیاز علی بولا وہ ملک جی پولیس۔"

"ایں" ملک ستار سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"سڑک بند کی ہوئی ہے جی۔"

"دیکھ رہا ہوں چلتے رہو۔" ملک ستار نے پرسکون لہجے میں کہا قیمتی گاڑی کی رفتار اور ۔
گئی ایک نوجوان افسر ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کر رہا تھا گاڑی وہاں جا کر رک گئی پولیس افسر ؛
گیا تھا ملک ستار نے غور سے دیکھا پھر سرد لہجے میں بولا۔

"کیا بات ہے کاکے۔ کیا تلاش کر رہے ہو۔ اوئے تم چوہدری ظریف کے بیٹے ہو نا۔"

"جی............" افسر نے حیرت سے کہا۔" جی ہاں............۔"

"او چاچا کو نہیں پہچانتے۔ افسری آنکھوں پر چڑھ گئی ہے کیا۔"

"وہ چوہدری صاحب" افسر نے کسی قدر سٹپٹاتے ہوئے کہا اتنی دیر میں عقب سے آ
ٹرک بھی قریب آکر رک گیا تھا۔

"ملک ستار ہے ہمارا نام۔ ابے کو بتا دینا اور ہمارا سلام کہہ دینا چوہدری صاحب سے۔ او
یہ لڑکا ہماری گود کا کھیلا ہوا ہے۔ اور کوئی کام ہے ہم سے پتر............۔"

"نہیں وہ............ ملک صاحب............"

"تلاشی لینی ہے۔ ناکے کی ڈیوٹی ہے نا تمہاری............۔"

"ہاں جی' نہیں جی۔"

"یہاں تجھے کوئی انعام نہیں دیں گے کاکے۔ عادت بگڑتی ہے بچوں کی۔ ایسی جگہ انعام چور
تے ہیں۔
ہاں کسی وقت گھر آجانا اور ہمارے گھر کا پتہ تجھے چوہدری ظریف بتا دے گا۔ چلو نیاز علی۔"
ستار نے کہا اور پھر ڈپٹ کر ٹرک ڈرائیور سے بولا او تو کیوں کھڑا ہو گیا بھائی۔ او چل حرام خور
رے کے سارے نکمے ہو گئے ہیں۔ ٹرک ڈرائیور نے جلدی سے ٹرک آگے بڑھا دیا تھا۔ پولیس
ر دور ہٹ گیا اور ملک صاحب کی گاڑی بھی آگے بڑھ گئی۔

"خیر ہو گئی ملک جی مگر یہ چوکی تو خالی ملتی تھی۔"

"او ملک جی کے بچے تجھ سے گاڑی نہیں چل رہی۔" ملک ستار غرایا اور نیاز علی نے رفتار تیز
دی۔

☆............☆............☆

حریم اپنے کمرے میں بیساکھی کے سہارے کھڑی کپڑوں کی الماری درست کر رہی تھی کہ
ڑوں کے نیچے دی ہوئی امتیاز کی تصویر نکل کر نیچے گر پڑی۔ حریم نے مسکراتے ہوئے امتیاز کو
ھا پھر بمشکل تمام جھک کر تصویر اٹھائی اور اسے دیر تک دیکھتی رہی اسی وقت دروازے پر دستک
ئی اور وہ چونک پڑی اس نے جلدی سے تصویر اندر رکھی الماری بند کی اور گھبرائی ہوئی آواز میں
ا۔

"کون ہے............" دروازہ کھول کر ایک شوخ و شنگ سی لڑکی اندر داخل ہو گئی حریم نے
را کر کہا۔ ارے پروین تو بغیر بتائے کیسے آگئی؟"

"تو اب مجھے اپائنٹمنٹ لے کر آنا ہوگا۔ پروین نے حریم کے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تو فیصل آباد گئی تھی نا............۔"

"لے کب کی آگئی۔"

"وہاں سب ٹھیک ہیں۔"

"وہاں تو سب ٹھیک ہیں مگر پتہ چلا ہے کہ تیرا سوہرا فوت ہو گیا۔" پروین نے کہا اور حریم غمزدہ
گئی۔

"ہاں............ چاچا نواز۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"بڑا افسوس ہوا۔ بیمار تھا؟"

"ہاں!"

"امتیاز سے افسوس کیا تو نے۔" پروین کے چہرے پر شرارت آگئی۔

"میرے لئے وہ آسمان۔ میرا گزر وہاں کہاں۔"

حریم نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"تیرا دماغ اب تک ٹھیک نہیں ہوا حریم۔ سب کچھ طے ہو گیا ہے جمال بھائی کا رشتہ سے طے ہے۔ تیرا امتیاز سے مگر تو نے اپنے اوپر یہ سوگ طاری کر رکھا ہے۔"

"بساط الٹ گئی ہے پروین۔ پہلے بھی سارے مہرے غلط چل رہے تھے اب تو کھیل ہی دا گیا تو نے امتیاز کو دیکھا ہے وقت کی گردش نے سورج کو گرہن لگا دیا ہے مگر سورج تو سو ہوتا ہے کہاں وہ زندگی سے کھیلتا ہوا نوجوان اور کہاں.........." پروین نے اپنے مفلوج دیکھ کر کہا۔

"تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

"بس پروین میں اس کے قابل نہیں ہوں وہ مجھے اپنی بہن کی وجہ سے قبول بھی کر۔ مجھے کبھی اس کی محبت حاصل ہو سکے گی؟ میں اس کے لئے ساری زندگی کا بوجھ نہیں بننا بھی کوئی زندگی ہوگی پروین۔"

"او خدا کی بندی، تو پاگل کیوں ہو گئی ہے۔"

"پاگل نہیں ہوشمند ہوں پروین۔ دنیا کو سچ کی نگاہ سے دیکھتی ہوں سچ ہوتا ہے اور شاید تقدیر بھی امتیاز کا ساتھ دینے پر تل گئی ہے۔ قدرت کو اس کے ساتھ ہونے والا مذا نہیں آیا میں بھی خوش ہوں۔"

"کیا مطلب میں سمجھی نہیں۔"

"ابا جی اور جمال بھائی چاچا نواز کی موت کے بعد مختلف انداز میں سوچنے لگے ہیں ان ہے کہ امتیاز کو نوکری نہیں ملے گی اور جمال بھائی بھی روبینہ کے رشتے سے خوش نہیں ہیں

"کیا کہہ رہی ہے تو..........؟" پروین نے حیرت سے منہ کھول کر کہا۔

ہم دیکھنے والوں کی نظر دیکھ رہے ہیں اور اچھا ہی ہے ان کی سوچ کا یہ انداز قائم ر۔ کم امتیاز تو میرے ناکارہ وجود کا بوجھ اٹھانے سے بچ جائے گا۔ حریم زخمی مسکراہٹ کے ر اور پروین تعجب سے اس کا منہ دیکھنے لگی۔

☆ .... ☆ .... ☆

سمن آباد کے مشرقی گوشے میں چوہدری ممتاز کا مکان تھا۔ لاہور کے قدیم باشندوں ہوتے تھے۔ دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی بیٹوں کو تعلیم دلائی بیٹی نے میٹرک پاس کیا تھا کہ ممتاز اللہ کو پیارے ہو گئے۔ بیٹوں کے لئے اپنا گھر چھوڑ گئے تھے بڑے بیٹے کی شادی کے ڈیڑھ یا دو مہینے گزرے تھے۔ بیوی پہلے ہی مر چکی تھی۔ خود بھی دنیا چھوڑ گئے اور چار

شتمل یہ گھرانہ سرپرست سے محروم ہو گیا۔ چوہدری ممتاز نے زندگی میں نیکیوں کو سربلند رکھا اور نیکیوں کو سربلند رکھتے ہیں یا نیکیوں میں چلتے ہیں ان کے گھروں میں فراغت نہیں ہوتی ہاں اللہ نے بھوکا نہ سلانے کا وعدہ کیا ہے۔ سو اہل خاندان کبھی بھوکے نہیں سوئے تھے۔ لیکن اس کے د پیٹ بھرنے کے لئے ذرا زیادہ مشکلات پیدا ہو گئی تھیں جن گھروں میں بزرگ ہوتے ہیں وہاں لٰد کی رحمت بھی ہوتی ہے باپ کا سایہ اٹھنے کے بعد ریاض اور ایاز بری طرح پریشان ہو گئے۔ یاض باپ کے ساتھ تھوڑا بہت کام کر لیا کرتا تھا باپ کی موت کے بعد لوگوں نے ایسے آنکھیں پیریں کہ جیسے شناسائی نہیں تھی اور حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے۔ تب کسی کرم فرما نے یاض کو مشورہ دیا کہ وہ ملک سے باہر چلا جائے اور سارا جمع جتھہ اکٹھا کر کے چھوٹے بھائی ایاز نے ریاض کو سعودی عرب روانہ کر دیا۔ سعودی عرب پہنچ کر تقدیر نے کچھ ساتھ دیا اور گھر کے لات خاصے بہتر ہو گئے لیکن بڑے بھائی کے شانوں پر زندگی گزارنا ایاز کے لئے ممکن نہیں تھا ان بہن بھی سامنے تھی۔ گھر کے حالات کا اندازہ بھی تھا کم از کم بڑے بھائی کو کچھ تو سہارا ہونا ہئے چنانچہ ایاز نے بھی دن رات ملازمت کے لئے کوششیں شروع کر دیں۔ گریجویشن کیا تھا ن ڈگری کچھ ہی دن کے بعد مذاق محسوس ہونے لگی ہر کوشش ناکام ہو رہی تھی سفارشوں ر رشوتوں کے دور میں صرف چل پھر کر ملازمتیں تلاش کرنا بے وقوفی کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا سکتا اور یہ بے وقوفی ایاز نے بہت عرصے تک جاری رکھی۔ بھائی کی آمدنی ابھی بالکل ہی محدود ی دو بار گھر کے چکر بھی لگا چکا تھا بس اتنا ہی کر پایا تھا۔ ایاز کو حالات کا پورا پورا احساس تھا اور وہ محسوس کر رہا تھا کہ تقدیر اس کا ساتھ نہیں دے رہی بھائی جب بھی آتا اسے تسلیاں دے کر تا اور کہتا کہ وہ فکر نہ کرے ابھی نیا نیا کام لگا ہے تھوڑے عرصے کے بعد مزید ہاتھ پاؤں مارے ۔ ایاز نے خود بھی اس کے ساتھ چلنے کے لئے کہا تھا لیکن ریاض نے کہا کہ بھلا یہاں پھر ہمارا دن رہ جاتا ہے۔ ابھی لاہور تو نہیں چھوڑ سکتے وہ یہیں رہے اور کسی قسم کی فکر نہ کرے بھائی نے بہت کچھ کہا تھا لیکن ایاز کے اپنے احساسات بہت شدید تھے اور پھر ایک دن اس نے اپنی اری ڈگریاں جمع کیں اور ماچس تلاش کرنے لگا بھابی جس کا نام بینش تھا بہت ہمدرد اور مہربان ی۔ ایاز کی نیت کو اس نے بھانپ لیا جانتی تھی کہ ایاز پر ان دنوں کیا بیت رہی ہے ڈگریاں اس کے ہاتھ سے چھین لیں اور تند لہجے میں کہا۔

"یہ کیا کر رہے ہو بھائی جی.........."

"بھابی انہی کے ہاتھوں بھٹکتا رہا ہوں آج تک یہ میرا ساتھ نہیں دے رہیں بے کار چیزوں کو گھر میں رکھنے سے کیا فائدہ.........."

"پاگلوں جیسی باتیں نہ کرو بھائی جی بچے بن رہے ہو تم۔ ساری عمر کی محنت خاک میں ملا دو گے۔"

"نہیں بھابی جذباتی نہیں ہو رہا جو کچھ پڑھا لکھا ہے ان ڈگریوں میں پوشیدہ نہیں ہے وہ تو رے دل و دماغ میں بسا ہوا ہے میں تو دھوکے کی اس گٹھڑی کو جلا رہا ہوں جس نے کہیں بھی میرا

ساتھ نہیں دیا۔ ماں باپ نے میرا نام ایاز رکھ کر مجھے غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا ہے۔
بدل رہا ہوں ڈگریوں پر یہ نام نہیں بدلا جا سکتا اس لئے اب یہ ڈگریاں مجھ سے دور ہو چکی
ردی کاغذ کی طرح ہیں میرے لئے۔"

"لاؤ یہ ڈگریاں مجھے دے دو۔" بینش نے تمام کاغذات ایاز کے ہاتھ سے لے لئے پھر
بولی "نام کیا بدل رہے ہو اپنا۔"

"اصل میں غلطی اباجی سے ہی ہو گئی تھی ایاز رہوں گا تو غلامی کی زنجیر میرے پیروں :
رہے گی آج سے میں اپنا نام محمود رکھ رہا ہوں اور بھابی میری درخواست ہے کہ مجھے محمود
سے پکارا جائے۔" ابتداء میں تو بینش اور سیما ہنستی رہیں سیما بھائی کو محمود کہتے ہوئے بار با
جاتی تھی لیکن بینش نے بڑی باقاعدگی سے اسے محمود کہنا شروع کر دیا تھا اور پھر محمود
اثرات نمایاں ہونے لگے محمود مصروف ہو گیا صبح کو نکلتا رات کو واپس آتا لیکن یوں محسو
تھا جیسے حالات بدل رہے ہوں اب وہ گھر کے لئے بہت سا سازو سامان بھی لاتا تھا حالانکہ
ریاض ابھی تک سعودی عرب میں کوئی ایسا مقام نہیں حاصل کر سکا تھا جس سے گھر کی
بدلتی۔ لیکن محمود نے گھر کی حالت بدلنا شروع کر دی آہستہ آہستہ گھر میں مختلف اشیا
لگیں۔ بہن اور بھاوج کے بے شمار لباس بنائے گئے اور پھر جب محمود کو علم ہوا کہ گھر :
نئے مہمان کا اضافہ ہونے والا ہے تو اس کی خوشیوں کی انتہا نہ رہی اور وہ نئے مہمان
نجانے کیا کیا الا بلا لانے لگا پھر تھوڑے ہی دن کے بعد اس نے گاڑی بھی خرید لی ریاض
ان دنوں آنے کے قابل نہیں تھا اس کے خطوط آتے رہتے تھے اور ان میں وہ یہی کہتا تھ
بار وہ ذرا دیر سے آئے گا لیکن کچھ لے کر آئے گا۔ خالی ہاتھ گھر آنا اسے اچھا نہیں لگتا
اور سیما کو یہ نہیں معلوم تھا کہ محمود کیا کرتا ہے بس وہ اس کے طور طریقے دیکھتی تھیں ؛
خاص بات بھی نہیں تھی محمود نے البتہ خود انہیں یہی بتایا تھا کہ وہ مختلف اشیاء کی سپلائی کا
ہے اور اس میں اسے اچھا خاصا کمیشن بچ جاتا ہے۔ سادہ لوح خواتین کو کبھی یہ تجسس نہیں
کہ سپلائی کا ایسا کون سا کام ہے جو محمود کو دن رات ترقی کی راہ پر ڈال رہا ہے۔ اب تو اگر
کو ریاض بھی دیکھے گا تو حیران ہو جائے گا پھر ریاض کے ہاں نوید کی آمد ہو گئی' ننھا سا بچہ
اور چچا کے لئے نجانے کیا تھا دونوں ہی خوشی سے دیوانے ہوئے جا رہے تھے پھر ایک بار
دن تک گھر سے غائب رہا اور واپس آیا تو شدید رنج و غم کا شکار دکھائی دیا بینش اور سیما
پریشانی لاحق ہو گئی۔ لاکھ پوچھنے کے باوجود محمود نے دونوں کو کچھ نہیں بتایا تھا بس یہی ک
ایک ایسے کام پر اچانک ہی جانا پڑ گیا تھا کہ گھر بھی اطلاع نہیں دے سکا اور چلا گیا تھکن ہ
کیونکہ دن رات مصروفیت رہی لیکن یہ تھکن طویل عرصے تک محمود کے چہرے پر منجم
کھویا کھویا بھٹکا بھٹکا نظر آتا تھا۔ اور افسردہ سا رہنے لگا تھا پھر رفتہ رفتہ اس کی کیفیت بحال :
بچے کی ولادت کے بعد بینش کچھ بیمار رہنے لگی تھی محمود نے اس کا علاج شروع
ڈاکٹروں نے چہل قدمی کو لازمی قرار دیا تھا۔ چنانچہ بینش اور سیما بچے کو پرام میں ڈال کر

پارک میں نکل جاتی تھیں اور اس دن بھی وہ دونوں ایک پارک میں چہل قدمی کر رہی
ی پارک میں ۔ جب انہوں نے ایک خوبصورت نوجوان کو دیوانگی کے عالم میں ننگے پاؤں اور برے ماحول
ں دیکھا اور پھر اس نے جو باتیں ان سے کی تھیں ان باتوں نے انہیں اور خوفزدہ کر دیا تھا لیکن
انے کیوں سیما کے دل میں اس کے نقوش کندہ ہو گئے تھے اس کے ذہن کو ایک کرید لگ گئی
ی ایک اتنا خوبصورت اور نوعمر نوجوان دیوانگی کا شکار کیسے ہو گیا۔ دوسری بار جب وہ ہال روڈ پر
چھ خریداری کر رہی تھیں' تو انہوں نے اس نوجوان کو دیکھا تھا' خوف پر قابو نہیں پا سکی تھیں
ر وہاں سے بھاگ پڑی تھیں۔ لیکن اس دن دونوں نے اس کے بارے میں کافی باتیں کی تھیں۔
ونوں نند بھاوج مختلف باتیں کرتی آ رہی تھیں لیکن سیما کو اسی کی تلاش تھی اور اچانک ہی بینش
و بھی وہ یاد آ گیا بینش نے کہا۔

"ارے سیما وہ یاد ہے ....؟"

"کون بھابی' سیما نے چور نگاہوں سے بینش کو دیکھتے ہوئے کہا........"

"وہی بھئی جو اس دن ہمیں ہال روڈ پر بھی ملا تھا اور اس سے پہلے یہاں پارک میں ننگے پاؤں
گھوم رہا تھا کیا بھیانک باتیں کر رہا تھا' سیما اس کی باتوں سے مجھے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ زمانے کا
ستایا ہوا ہے۔ تم نے سنا تھا اس کے الفاظ مجھے آج تک یاد ہیں کہتا تھا کہ اس بچے کے بارے میں
تمہارے خیالات آسمان سے باتیں کرتے ہوں گے.......... تم سوچتی ہو گی یہ ڈاکٹر' انجینئر' پائلٹ
یا کوئی بہت بڑا آدمی بنے گا' لیکن میں سوچتا ہوں کہ ایک دن یہ اپنی ناکام امنگوں کے ساتھ قبر میں
جا سوئے گا۔ خدا کی پناہ' خدا کی پناہ۔"

"واقعی خدا کی پناہ بھابی' آپ کو تو اس کے الفاظ من و عن یاد ہیں..........۔"

"کچھ ایسے ہی الفاظ تھے' دل لرزا کر رکھ دیا تھا کم بخت نے..........۔"

"بھابی او بھابی ...." اچانک ہی سیما کی آواز ابھری اور بینش نے تعجب سے اسے دیکھتے
ہوئے کہا..........

"کیوں کیا ہوا.........."

"وہ.......... وہ ادھر.......... ادھر" سیما نے اشارہ کیا اور بینش کی نگاہیں اس کی جانب اٹھ
گئیں۔ یقیناً" وہی تھا پارک میں چہل قدمی کر رہا تھا اور غالباً" اس کی نگاہیں بھی ان دونوں پر پڑ گئی
تھیں..........۔"

"بھاگو.........." بینش نے کہا.......... اور دونوں برق رفتاری سے بچے کی گاڑی کو دھکیلتی
ہوئیں مخالف سمت چل پڑیں ان کی رفتار بہت تیز تھی اور انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا' جیسے اب
وہ ان کے پیچھے دوڑ لگانے ہی والا ہو۔

☆ .... ☆ .... ☆

جانے والے چلے جاتے ہیں غم کہاں جاتا ہے۔ لیکن جسے صبر کہتے ہیں وہ مجبوری کا
کسی کو واپس نہیں لایا جا سکتا۔ یہ مجبوری ہوتی ہے اور پھر اس مجبوری کو صبر کا نام دے
ہے زندگی کے وہی شب و روز جاری ہو گئے۔ خالی چارپائی صحن کے ایک گوشے میں کھڑ
گئی۔ حقہ بند کر کے رکھ دیا گیا اور زندگی کے معمولات جاری ہو گئے۔ اب شام کو درو
جانی پہچانی دستک نہیں ہوتی تھی۔ چوہدری نواز اب نہیں آتا تھا لیکن گھر کے معمولات
سے زیادہ کیا تبدیلی ہو سکتی تھی۔ امتیاز نے پھر اپنا سلسلہ جاری کر دیا' تلاش' تلاش اور ا
کے ساتھ کہ اس تلاش کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ لیکن مایوسی بھی تو ممکن نہیں' ماں کا وہی
روبینہ کا وہی لگاؤ تھا' ننھی شانو کا وہی پیار تھا ان تین افراد کے پیار میں کوئی کی نہیں آئ
وہی تو ان کا سہارا تھا' اندر سے امتیاز کا جو حال بھی تھا اس کا دل ہی جانتا تھا' لیکن ماں اور
دلجوئی اس کا فرض تھا۔ دل کے دکھ کو کبھی چہرے تک نہ آنے دیتا' دنیا چاہئے کچھ بھی کہتی
سمجھتی دنیا کا کیا ہے۔ آج بھی گھر سے نکلا ہوا تھا' جوتا واقعی اب ضرورت سے زیادہ بوسیدہ
گیا تھا اور پچھلے کچھ دنوں سے امتیاز سوچنے لگا تھا کہ نئی جدوجہد کے لئے پرانے ساتھی ک
ہوگا' خدا بھلا کرے پارک کے مخصوص حصے میں بیٹھنے والے اس موچی کا جس نے کبھی ناک
نہیں چڑھائی تھی اور جہاں سے اس کا جوتا پھٹ جاتا' وہاں سے وہ اس کی نئی پیوند کاری
آج بھی یہی ہوا تھا موچی کو جوتا دے کر وہ پارک میں چہل قدمی کر رہا تھا اور اس وقت اچ
اسے وہ دونوں لڑکیاں یاد آئی تھیں جن سے دو بار مڈبھیڑ ہو چکی تھی ان کا گھر بھی کہیں آ
تھا امتیاز نے ان کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں تو تھوڑے ہی فاصلے پر وہ مخصوص بچہ گاڑ
ساتھ نظر آگئیں اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے ان دونوں کو برق
سے بھاگتے ہوئے دیکھا اور اس کے حلق سے ایک قہقہہ آزاد ہو گیا اب تو ان لوگوں نے ا
ہونے کی سند دے دی ہوگی بھاگتی خوب ہیں جان بچا کر' اس دن تو خیر الگ بات تھی بچے ک
کی بوتل گر گئی تھی اس کی وجہ سے انہیں نقصان ہوتا' اس کے بعد ہال روڈ پر بھی ان کا
تعجب خیز تھا۔ اسی وقت موچی نے آواز لگائی۔

"جوتا تیار ہے صاب.........." اور وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر موچی کے پا
گیا..........۔"

"یار خان صاحب' اس جوتے نے مجھے پاگل بنا دیا ہے..........۔"

"ابھی صاب میں آپ کو کیا بولے آپ اس کو معاف کردو صاب..........۔"

"کر دوں گا یار کردوں گا او یہ پیسے پکڑو..........۔"

"ابھی چھوڑو صاب' ہمارا تمہارا پرانا دوستی ہے' ابھی تم سے پیسے لیتے ہوئے اچھا لگتا..........۔"

"شکریہ خان صاب' پیسے نہیں ہوں گے تو ہاتھ جوڑ کر کہہ دوں گا کہ پیسے نہیں ہیں......

"ابھی ٹھیک ہے صاحب جیسا آپ بولو..........۔"

"تم نے تو اسے پالش بھی کر دیا ہے..........۔"

"ہمیں اس سے بھی محبت ہو گیا ہے صاب۔"

موچی نے کہا اور امتیاز ایک لمحے تک اس کی صورت دیکھتا رہا پھر آہستہ سے اس کا شکریہ ادا
کر کے آگے بڑھ گیا ذہن کچھ عجیب سے احساسات کا شکار تھا۔ خان کی باتوں نے اسے مضمحل کر
دیا تھا۔ سڑک عبور کرتے ہوئے دھیان نہ رکھ سکا۔ تیز بریکوں کی چرچراہٹ کے ساتھ زور دار
دھکا لگا اور وہ سڑک پر جا گرا' سفید رنگ کی ایک چھوٹی سی کار تھی' ڈرائیور نے راستہ کاٹ کر نکل
بھاگنے کی کوشش نہیں کی بلکہ ہمدردی سے نیچے اتر آیا' اس دوران امتیاز کپڑے جھاڑ کر کھڑا ہو گیا
تھا سامنے ہی ایک خوبصورت اور اسمارٹ نوجوان کھڑا ہوا تھا۔ اس نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔

"اگر اب یہ کہوں گا کہ غلطی میری نہیں تھی تو آپ مجھ پر ناراض ہوں گے اصل میں میں یہ
سمجھا تھا کہ آپ جلدی سڑک عبور کر لیں گے خیر چھوڑیئے کہاں چوٹ لگی؟"

"چوٹ.........." امتیاز نے مسکرا کر اسے دیکھا اور پھر گردن ہلاتا ہوا بولا..........۔"
نہیں' بہت بہت شکریہ یہ پوچھ لینے کا کہیں چوٹ نہیں لگی۔"

"آپ تکلف نہ کیجئے اگر چوٹ لگی ہو تو مجھے بتایئے میں ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں گا.......۔"

"ڈاکٹر میری چوٹیں تلاش نہ کر سکے گا' شکریہ دوست' بہت شکریہ' اب جاؤ تمہیں اپنے کام
پر جانے میں دیر ہو جائے گی' میں ٹھیک ہوں ...." عین اسی وقت ایک موٹر بائیک ان کے
قریب سے گزری اور دونوں کی نگاہیں اس کی جانب اٹھ گئیں موٹر بائیک پر ایک مناسب جسامت کا
شخص سوار تھا۔ جس نے آگے جا کر موٹر بائیک سائیڈ میں کر لی اور اس کے بعد اس سے نیچے اتر
کر اس کے سامنے لگے ہوئے تھیلے سے کوئی چیز نکالنے لگا۔ کار والے نوجوان نے اسے دیکھا اور پھر
آہستہ سے بولا۔

"یار بلی راستہ کاٹ گئی ہے اور جب بلی راستہ کاٹ جاتی ہے تو آگے کا سفر جاری نہیں رکھا
جاتا' بہرحال آئی ایم سوری اور خدا کا شکر ہے کہ تمہیں چوٹ نہیں لگی او کے خدا حافظ......۔"

نوجوان کار میں بیٹھا اسے تھوڑا سا ریورس کیا اور اس کے بعد اسی سڑک پر گھوم کر واپس
اس جانب چل پڑا جدھر سے آیا تھا۔ امتیاز نے حیران نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر اچانک اس کی
نظر موٹر بائیک والے نوجوان پر پڑی اس نے بھی بائیک موڑ کر اسی سمت رخ کر لیا تھا' جدھر کار
گئی تھی امتیاز کے ہونٹوں سے آہستہ سے نکلا "بلی پیچھے لگ گئی ہے پتہ نہیں کون ہے' کیا چکر
ہے۔"

اس کے بعد وہ آہستہ خرامی سے وہاں سے آگے بڑھ گیا.......۔

☆ .... ☆ .... ☆

کسٹم انٹیلی جنس کے نوجوان انسپکٹر فیروز خان نے جلدی جلدی سامنے رکھے ہوئے کاغذات

فائل میں ترتیب سے لگائے' ایک لفافہ جیب سے نکال کر اس میں رکھی تصویریں نکال کر دیکھیں
پھر تصویریں واپس لفافے میں رکھ کر فائل اٹھالی اور کلائی پر بندھی گھڑی دیکھ کر اٹھ کھڑا ہو
ساڑھے تین بجنے میں صرف ایک منٹ باقی تھا اور وہ جانتا تھا کہ ڈائریکٹر کسٹم انٹیلی جنس غض
سیٹھی پابندی وقت میں کتنا سخت آدمی ہے۔ چنانچہ وہ اپنے آفس سے نکل کر ڈائریکٹر کے آف
کی طرف چل پڑا۔ اوپری منزل کو جانے والی سیڑھیاں پھلانگتا ہوا وہ اوپری منزل پر پہنچا پھر سانس
کو اعتدال پر لانے کیلئے چند سیکنڈ رکا اس کے بعد ڈائریکٹر کے آفس کا دروازہ کھول کر اندر داخل
گیا۔ وسیع و عریض ہال تھا کمرے کے ایک گوشے میں ڈائریکٹر کی میز لگی ہوئی تھی۔ دوسرے گو
میں نشست گاہ تھی جس میں صوفے پڑے ہوئے تھے' شیشے کی بڑی سینٹر ٹیبل تھی۔ کئی نشستو
پر آج کی میٹنگ کے شرکاء پہنچ چکے تھے۔ اور کچھ آ رہے تھے۔ غضنفر سیٹھی اپنی میز پر موج
تھا۔ مقررہ وقت پورا ہوتے ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور پروقار چال چلتا ہوا میٹنگ پلیس پر پہنچ گیا
اپنی نشست پر بیٹھتے ہوئے اس نے میٹنگ کے شرکاء کے لئے سرخم کیا اور پھر ان کے چہروں
جائزہ لینے لگا۔ پھر اس نے مدہم آواز میں کہا۔

"ایک نمبر.......... دو نمبر.......... یہ لفظ دو نمبر ایجاد ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا لیکن جس
تیزی سے اس لفظ کو فروغ ملا ہے وہ قابل حیرت ہے۔ ملاوٹ' جعل سازی' نقل کو بڑا جرم سمج
جاتا تھا لیکن لفظ دو نمبر کی تخلیق کے بعد ایک دم ان جرائم کا تصور مٹ گیا۔ اب بڑے اطمینان
سے دو نمبر کا مال بازاروں میں فروخت ہوتا ہے اور اس کی فروخت جرم نہیں سمجھی جاتی' دکاندا
ایمانداری سے بتا دیتا ہے کہ یہ ایک نمبر مال ہے اور یہ دو نمبر.......... اور اس دو نمبر کے مال ک
باہر سے آمد کے علاوہ ملکی پیمانے پر بھی بڑی تیاری ہو رہی ہے بڑی بڑی کمپنیاں اشتہار دیتی ہیں ک
خبردار' نقالوں سے ہوشیار رہیں۔ ہماری فلاں پروڈکٹ کی نقل کی جا رہی ہے۔ ہم نقالوں کے خلاف
کاروائی کر رہے ہیں مگر نقالوں کے خلاف کوئی کاروائی نہیں ہوتی دیکھی..........؟" اس کی ایک
گہری وجہ ہے؟"

ڈائریکٹر نے میز کے نیچے ہاتھ ڈال کر دو پیکٹ نکالے پھر ان میں سے کچھ چھوٹے بکس جنہیں
اس نے میز پر کھول لیا۔ یہ انجکشن' یہ کیپسول' ظاہر اصل ہیں لیکن انہیں تیار کرنے والی کمپنی ک
دعویٰ ہے کہ یہ دو نمبر کا مال ہے۔ اور یہ ہے مستند لیبارٹری کی تجرباتی رپورٹ' جس میں سند دی
گئی ہے کہ انجکشن بالکل اصل ہیں اور کیپسول میں جو دوا ہے بالکل اصلی اور جس مرض کے لئے
ہے کار آمد ہے۔ یعنی ایک نمبر اور دو نمبر کی کوالٹی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے
کہ دو نمبر کا مال بنانے والے اتنا خطرہ مول لے کر اسی کوالٹی کا مال کیوں دے رہے ہیں۔ اور پھر
ایک نمبر کی قیمت کے مقابلے میں بہت کم قیمت پر۔ کیا آپ لوگ اس کی وجہ بتا سکتے ہیں؟"
غضنفر سیٹھی نے سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں کا چہرہ دیکھ کر پوچھا لیکن خاموشی طاری رہی۔ تب
سیٹھی نے کہا۔ "میں بتاتا ہوں اصل مال پر تمام سرکاری ڈیوز ادا کئے جاتے ہیں اور دو نمبر تو آتا
ہی جعل سازی سے ہے۔ پھر کوالٹی یکساں ہونے کی وجہ سے بازار میں ایک نمبر کے مال کی کھپت

نمبر کے مال کی نسبت صرف پانچ فیصد ہے' گویا پچانوے فیصد مال پر ایکسائز ڈیوٹی اور دوسرے
رکاری واجبات باسانی بچا لئے جاتے ہیں اس طرح مملکت کو شدید خسارے سے دوچار کیا جا رہا
ہے۔"

میٹنگ کے شرکاء کے چہروں پر حیرت کے آثار پھیل گئے۔ ڈائریکٹر نے پھر کہا۔ "میں نے کچھ
رصہ قبل ان بنیادوں پر کام شروع کر دیا ہے۔ بات کسی ایک شعبے کی نہیں ہے بلکہ آہستہ آہستہ
وبا عام ہوتی جا رہی ہے۔ اور یہ کاروبار پھیلتا جا رہا ہے اب ان دواؤں ہی کو لے لیجئے۔ ہم ملک
ر کے میڈیکل اسٹورز پر چھاپے نہیں مار سکتے۔ اصل کام ان فیکٹریوں کا سراغ لگانا ہے جہاں یہ
ل تیار ہوتا ہے۔"

"سر آپ کے خیال میں".......... ایک افسر نے کہنا چاہا' لیکن ڈائریکٹر نے ہاتھ اٹھا کر اسے
وک دیا۔

"نہ نہ نہ.......... آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں میں سمجھ رہا ہوں لیکن جب تک کوئی ٹھوس
ثبوت نہ مل جائے کوئی بات زبان سے کہنا بالکل غیر مناسب بات ہے۔ لوگ بے وقوف نہیں
وتے۔ سب کو اپنی گڈول کا خیال ہوتا ہے۔ اور پھر حکومت بے بس رہتی ہے۔ آپ کسی فیکٹری
چھاپہ ماریئے آپ کو پوری پروڈکشن کے اندراجات ملیں گے۔ اور پھر وہاں پروڈکشن چیک ہوتے
ں جو وقت نہیں ضائع کرتے بلکہ کام کرتے ہیں۔ آپ وہاں سے کچھ نہیں حاصل کر سکیں گے۔

"پھر یہ سب کیا ہے..........؟"

"اس کا پتہ چلانا آپ کی ذمہ داری ہے اور اصل کام یہی ہے ....۔" غضنفر سیٹھی نے
کہا۔ پھر بولا "ہمیں ان فیکٹریوں کا سراغ لگانا ہے۔ جہاں یہ مال بنتا ہے ان لوگوں کو ٹریس کرنا
ہے۔ جو یہ فیکٹریاں چلا رہے ہیں۔"

"جی سر..........!"

"میں نے اپنے ذہین افسروں کی ڈیوٹیاں لگائی ہیں جو ان لائنوں پر کام کر رہے ہیں۔ لیکن یہ اب
مشکل کام ہے اور ہم اسے سطحی طور پر نہیں کر سکتے اس لئے اب میں اس کا دائرہ کار بڑھانا چاہتا
ہوں۔ اور آپ لوگوں کو الگ شعبوں پر کام کرنے کی دعوت دینا چاہتا ہوں.......... ۔"

"ہم حاضر ہیں سر.......... ! حکومت کے خزانے پر یہ ڈاکہ زنی ناقابل برداشت ہے۔ ان اینٹی
سٹیٹ سرگرمیوں کو ختم کرنے کے لئے ہم پوری سرگرمی سے کام کریں گے۔"

"شکریہ۔ جن لوگوں پر میں یہ ذمے داری ڈال چکا ہوں ان میں انسپکٹر فیروز خان' اس وقت
یہاں موجود ہیں۔ انسپکٹر فیروز آپ کے پاس میں ایک فائل دیکھ رہا ہوں؟"

"جی سر.......... یہ وہ پروڈکشن رپورٹ فائل ہے جو مختلف فیکٹریوں سے حاصل کی گئی ہے۔
اور اس کی ویری فیکشن ہمارے آدمیوں نے کر دی ہے۔" فیروز خان نے فائل آگے بڑھاتے
ہوئے کہا۔

"یقیناً" اس میں کوئی مشکوک بات نہیں ہوگی..........۔"

"جی سر.......... ! لیکن کچھ مشکوک لوگ میرے علم میں آئے ہیں میں نے ان پر کام شروع کیا ہے۔ یہ سر کچھ تصویریں ہیں!۔"

"گڈ.........." ڈائریکٹر نے تصویریں لے کر انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔ "ان میں سے کسی کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکا..........۔"

"ابھی نہیں سر.......... فی الحال ایک آدمی کی کچھ سن گن ملی ہے۔ وہ یہ ہے ...." فیروز نے ایک تصویر سامنے کرتے ہوئے کہا۔ جس سے تفصیل منسلک تھی۔

"ہوں.......... سابقہ نام' ایاز ممتاز دین' موجودہ نام محمود ممتاز۔ سکنہ.........." ڈائریکٹر نے تفصیل پڑھی۔

غضنفر سیٹھی نے بھنویں اٹھا کر فیروز خان کو دیکھا۔ پھر بولا۔ "سابقہ نام ایاز ممتاز دین موجودہ نام محمود ممتاز' کون ہے یہ؟"

"سر ایک مشکوک آدمی ہے۔ میں نے اسے کچھ پراسرار سرگرمیوں میں ملوث دیکھا ہے۔ پ بار اسے ہال روڈ پر دیکھا گیا جہاں سے اس نے دو کارٹن اٹھائے اور اپنی گاڑی میں لے چلا۔ کارٹن اس نے ایک سنسان جگہ دوسری گاڑی میں منتقل کئے۔ پھر گشتی پولیس کو دیکھ کر رفوچکر گیا۔ دوسری بار اسے لاہور کے بڑے بڑے میڈیکل اسٹورز کا سروے کرتے ہوئے دیکھا گیا ا تیسری بار اسٹورز پر کارٹن پہنچاتے ہوئے۔ میں چونکہ اسی لائن پر کام کر رہا ہوں اس لئے مجھے آدمی مشکوک لگا۔ میں نے اس کے بارے میں چھان بین کی تو یہ رپورٹ ملی جو میں نے تحریر شکل میں منسلک کی ہے۔"

"تم نے اس پر ہاتھ نہیں ڈالا؟"

"نہیں سر۔ اس کا موقع نہیں مل سکا۔ لیکن یہ پوری طرح میری نگاہ میں ہے۔"

"احتیاطاً" ایسا نہیں کیا کیونکہ کوئی ثبوت نہیں ہے۔ سر میرا خیال ہے یہ شخص اصل لوگو تک پہنچنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔"

"ہوں ابھی توقف کرو۔ تمہاری رپورٹ کا جائزہ لے کر کوئی مناسب کاروائی کی جائے گی۔ اسے اٹھا سکتے ہیں لیکن اس طرح وہ لوگ ہوشیار ہو جائیں اور کام کسی مناسب ثبوت سے پ خراب ہو جائے گا بلکہ اس کے تعاقب میں بھی احتیاط کرو۔"

"یس سر۔ فیروز خان نے جواب دیا!"

☆ .... ☆ .... ☆

دروازے کی زنجیر بجی تو بے اختیار روبینہ کا دل دھڑک اٹھا۔ اسی وقت بالکل اسی طر چوہدری نواز زنجیر بجاتا تھا۔ روبینہ کے بدن میں لرزش پیدا ہو گئی۔ چولہے پر چڑھی ہانڈی میں کفگ

تے ہوئے اس کا ہاتھ لرز گیا۔ اسی وقت زبیدہ کی آواز سنائی دی۔

"شانو دیکھ کون ہے۔"

معصوم شانو پہلے ہی دوڑ کر دروازے پر پہنچ گئی تھی۔ اسے بھی یہ آواز مانوس لگی تھی پھر اس مایوس آواز ابھری "مہردین چاچا ہیں اماں۔"

"اچھا بتھا۔ میں آئی۔" زبیدہ کی کراہ ابھری۔ مہردین نے پلنگ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ایک کٹورا پانی لے آ پتر۔" اور شانو پانی لینے چلی گئی۔ زبیدہ سر پر دوپٹہ سنبھال کر مہردین کے منے والی چارپائی پر آ بیٹھی تھی۔

یسی ہو بھرجائی۔ پتر امتیاز کہاں ہے!"

"نکلا ہوا ہے صبح سے بھائی جی۔ وہ گھر میں ٹکتا ہی کہاں ہے۔"

"لا پتر۔ جزاک اللہ۔ مہردین نے پانی کا برتن لیتے ہوئے کہا۔ پھر پانی پی کر اس نے اپنے پاس ے کچھ کاغذات نکالے اور زبیدہ کے سامنے کر کے بولا "یہ کاغذ تیار ہو گئے ہیں بھرجائی۔ اسے یہ ان لگے ہوئے ہیں۔ ان پر انگوٹھا لگانا ہے۔ لو یہ انگوٹھا لگانے کی کالک بھی ساتھ لے آیا ہوں۔ ہیں سرکاری افسروں کے سامنے پیش ہونا پڑے گا۔"

"ہاں بھائی جی۔ چوہدری صاحب کی زندگی کی قیمت تو لینی ہے۔" زبیدہ نے آنسوؤں میں ڈوبی واز میں کہا اور انگوٹھا لگانے کے لئے ہاتھ سامنے کر دیا۔

"سجا ہاتھ دو سجا ہاتھ۔" مہردین نے کہا پھر مطلوبہ جگہ انگوٹھے لگوانے کے بعد بولا۔ "بھرجائی۔ جانے والے کبھی لوٹ کر نہیں آتے۔ ان کا غم کوئی بھی دل سے نہیں نکال سکتا۔ ہر انسان اللہ کے حکم کے سامنے مجبور ہے۔ تین بچوں کی ذمہ داری ہے تم پر۔ کتنے ہی بڑے ہو جائیں نہارے ہی رہیں گے۔ تمہیں ان کے لئے خود کو سنبھالنا ہے۔ ایک صلاح دینا چاہتا ہوں بھرجائی۔"

کیا بھائی جی۔"

"یہ پیسے تمہیں مل جائیں تو بھائی غلام حسین سے بات کر کے روبینہ بیٹی کا ڈولا اٹھا دو۔ امتیاز کی نوکری لگ جائے گی تو حریم بیٹی کو بھی بیاہ کر لے آئیں گے۔ ایک کے فرض سے تو نٹیں.........!

زبیدہ سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے گردن اٹھا کر کہا "مہردین بھائی ریلوے کے افسروں سے بات کر کے امتیاز کو ورکشاپ میں ہی نوکری دلا دو۔" اسی وقت روبینہ نے چائے کا پیالہ لا کر مہردین کے ہاتھ میں دیا تھا۔ پیالہ مہردین کے ہاتھ میں لرز گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے تھے۔ زبیدہ نے مہردین کو روتے ہوئے دیکھا تو خود بھی رو پڑی۔

"ایک بار یہ بات میں نے چوہدری مرحوم سے کہی تھی۔ تڑپ گیا تھا وہ۔ بگڑ گیا تھا مجھ سے۔ اب میں اس کی روح سے غداری نہیں کروں گا بھرجائی۔"

"اس وقت کی بات اور تھی بھائی جی۔"

"نہ بھرجائی نہ۔ معاف کر دو مجھے۔ یہ کام مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ مہردین جلدی جلدی چائے

پینے لگا۔ زبیدہ ڈبڈباتی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔

"بھائی غلام حسین روبینہ کا ڈولا اکیلے کبھی نہیں اٹھائیں گے۔" مہردین کچھ دیر خاموشی چائے پیتا رہا۔ پھر کندھے پر پڑے ہوئے رومال سے آنکھیں خشک کر کے بولا۔

"کل تم امتیاز کے ساتھ سرکاری دفتر چلی جانا بھرجائی۔ کاغذ مکمل ہو گئے ہیں چیک مل گا۔ امتیاز کو سب پتہ ہے پڑھا لکھا ہے سارے کام کر لے گا۔"

"وہ کبھی نہ جائے گا بھائی جی۔"

"اس نہیں جائے گا۔"

"ہاں۔ تم تو اسے جانتے ہو۔"

"ہوں" مہردین ایک لمحے سوچتا رہا پھر بولا۔ "ٹھیک ہے میں چھٹی کئے لیتا ہوں۔ صبح آجاؤ تیار رہیں؟ اب چلتا ہوں رب راکھا۔"

"رب راکھا بھائی جی۔" زبیدہ اسے رخصت کرنے دروازے تک آئی تھی۔

☆ .... ☆ .... ☆

غلام حسین تیار ہو کر گھر سے نکل آئے۔ کافی دور پیدل چلنے کے بعد وہ رکے تو جمال ایک طرف سے نکل کر ان کے پاس پہنچ گیا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ غلام حسین بھی مسکرانے لگا۔ بولا۔

"کیا کریں پتر۔ سیانوں کا کہنا ہے کہ عورتوں کو کبھی رازدار نہ بناؤ۔ اور ان میں عقل ہوتی ہے۔ تیری ماں تو سیدھی سادی ہے۔ مگر حریم۔ اوئے ہوئے ہوئے آفت کی پرکالا ہے پھر۔ اس کے دل میں تو دوسرا خیال بھی ہے۔"

"دوسرا خیال۔" جمال حسین نے غلام حسین کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ سسرال۔" جمال حقارت سے بولا "وہ نکما ساری زندگی کچھ نہیں کرے گا ابا جی۔ بات لکھ لو۔"

"او مجھے معلوم ہے۔ تو کیا کہتا ہے۔"

"ابا جی رکشہ روک لوں۔"

"رکشہ۔ او بس نہیں جاتی کیا وہاں۔ ویگن سے چل پتر۔ یہ رکشہ والے تو ڈاکے ڈال رہے ڈاکے۔"

"بس ایل ڈی اے کے آفس نہیں جاتی۔" جمال حسین دانت پیس کر بولا۔

"بس۔ نہیں جاتی۔ ٹھیک ہے پتر۔ کرایہ طے کر لینا۔"

ایل ڈی اے نے ان لوگوں کو لیٹر جاری کئے تھے جن کی زمینیں انڈسٹریل زون میں تھیں۔ ایل ڈی اے ان زمینوں کو حاصل کرنا چاہتی تھی۔ چوہدری نواز کی تھوڑی سی زمین

اسی ایریا میں تھی۔ سادہ لوح نواز نے اس کے اختیارات غلام حسین کو دے دیئے تھے۔ دہرے رشتے تھے اس سے ایک تو بچپن کا دوست تھا پھر دو طرفہ سمدھی سب سے بڑی بات یہ تھی وہ لالچی تھا۔ نواز نے یہ کہہ کر اسے کاغذات دیئے تھے کہ غلام حسین یہ زمینیں بچوں کی شادی کے وقت بیچ کر اخراجات پورے کریں گے تم انہیں اپنی تحویل میں رکھو اور غلام حسین نے اسی وقت سے اپنی کاروائی شروع کر دی تھی۔ اس نے زمینوں کے مالکانہ حقوق حاصل کرنے کیلئے جدوجہد شروع کر دی تھی اور نواز کو بھائی ظاہر کیا تھا۔ چنانچہ جب ایل ڈی اے انڈسٹریل زون کے لئے سروے کیا تو یہ زمین بھی ضروری قرار پائی اور اس کا لیٹر غلام حسین کو ہی جاری ہوا۔ غلام حسین کو کچھ لوگوں سے پہلے بھی اس بارے میں معلوم ہو چکا تھا چنانچہ بیٹے کے سوا کسی کو رازدار نہ بنایا اور بلاوے پر بڑی احتیاط سے بیٹے کے ساتھ چل پڑا۔

ایل ڈی اے آفس میں ان دونوں کو متعلقہ افسر کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ راستے میں غلام حسین نے جمال کو سمجھا دیا تھا کہ بیچ میں نہ بولنا۔ انگریزی خط و کتابت کی وجہ سے تیری ضرورت تھی ورنہ سب کچھ میں خود نمٹا لیتا۔

متعلقہ افسر کے سامنے غلام حسین نے خوب اداکاری کی تو افسر نے کہا "چوہدری صاحب کیا آپ نہیں چاہتے کہ ملک میں انڈسٹریاں لگیں بیروزگاروں کو روزگار ملے۔ ملک ترقی کرے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے جناب عالی۔ مگر یہ زمینیں ہمارا سہارا ہیں۔ اور ہمارے پاس کیا رکھا ہے۔"

"حکومت نے آپ لوگوں کے ساتھ ناانصافی نہیں کی۔ آپ لوگوں کو ان کا اتنا معاوضہ مل جائے گا جتنے میں وہ زمین آپ کبھی نہ بیچ سکتے تھے۔"

"کتنا مل جائے گا جناب عالی؟ غلام حسین نے پوچھا اور افسر نے کاغذات دیکھ کر کہا۔"

"تقریباً پانچ لاکھ۔" رقم سن کر کافی دیر تک غلام حسین کی آواز بند رہی تھی۔ پھر اس نے خاموشی سے کاغذات افسر کے حوالے کر دیئے تھے۔ افسر نے کاغذات دیکھ کر کہا۔

"مگر ان زمینوں کا اصل مالک تو چوہدری نواز ولد چوہدری علیم دین ہے۔"

"میرا چچیرا بھائی تھا جناب عالی فوت ہو چکا ہے۔"

"اس کی بیوہ ہے۔"

"جی سرکار۔"

"ٹھیک ہے آپ ڈیتھ سرٹیفکیٹ اور بیوہ کے انگوٹھے کے نشان لے آیئے۔ ان کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔" غلام حسین کا چہرہ اتر گیا تھا۔ باہر نکل کر اس نے کمر پر ہاتھ رکھ کر کراہتے ہوئے کہا۔

"او پتر جمال یہ کیا رپھڑ پڑ گیا۔"

"ڈیتھ سرٹیفکیٹ تو اتنا مشکل نہیں ہے ابا جی مگر انگوٹھے ابھی تو امتیاز کو ان زمینوں کا پتہ نہیں ہے۔ اسے پتہ چل گیا تو کام مشکل ہو جائے گا۔"

"لو اسے آخر تک پتہ نہیں چلنا چاہئے۔ تو سوچ پتر' پانچ لاکھ تو ہماری تقدیر بدل دیں گے۔"

"یہ تو ہے ابا جی۔"

"او تو ایسا کر چاچی زبیدہ کو سلام کر آ۔ تیرے جانے سے خوش بھی ہو جائے گی۔ اگر جائے تو اس مل کر کے دوبارہ آنے کی کہہ کر چلے آنا۔ نہ ہو تو موقع پا کر مطلب نکال بات کو سمجھا کر بھئی۔"

"ٹھیک ہے ابا جی" جمال مسکرا کر کہا۔

☆ .... ☆ .... ☆

"بھابی" محمود نے اپنے کمرے سے آواز لگائی۔ اور سیما اندر آگئی۔

"بس نوید کی پیکنگ کر رہی ہیں بھابی۔ دو منٹ لگیں گے۔" سیما نے کہا پھر بولی۔ "شاپنگ بھی کرنی ہے بھیا۔"

"تو اپنی ٹانگ بیچ میں ضرور اڑا دینا۔"

"تم ہمیں کہاں لے جاتے ہو۔ کام کام ہر وقت کام۔"

"اچھا بابا ٹھیک ہے۔" محمود نے کہا۔ اسی وقت دروازے میں بینش نوید کے ساتھ نظر

"کیا کھچڑی پکا رہے ہو تم لوگ۔"

"اوں ہونہہ۔ کیا نام لے دیا آپ نے بھابی۔ کھچڑی چلئے آج میں آپ کو کسی ا
ہوٹل میں کھانا کھلاؤں گا۔"

"تم یوں کرو محمود۔ بس سیر کراؤ اور کھانا کھلا دو۔ کلینک و لینک سے میرا دل بہت گھب
آخر کیا بیماری ہے مجھے بھلی چنگی تو ہوں۔"

"سیر بھی ہوگی۔ کھانا بھی کھلایا جائے گا اور ڈاکٹر صاحب کے پاس بھی چلیں گے۔ سب لوگ تیار ہیں۔" محمود نے کہا اور سیما نے آگے بڑھ کر نوید کو گود میں لے لیا۔ پھر وہ گاڑی میں بیٹھ گئے۔

"یہ تو دوسری گاڑی ہے۔" بینش نے کہا۔

"ہائے کتنی خوبصورت ہے۔" سیما بولی۔

"شوروم ہے اپنا۔ جو گاڑی چاہی نکال لی۔" محمود نے کار اسٹارٹ کر کے کہا۔

"وہ بھی ہوگا انشاء اللہ کونسی بڑی بات ہے۔ اللہ نے اتنا کیا ہے تو اور بھی کرے گا۔" خلوص سے کہا۔ راستہ طے ہوتا رہا پھر وہ ایک کلینک میں داخل ہو گئے۔ ڈاکٹر سے شاید اپا لیا گیا تھا۔ سیما کو نوید کے ساتھ بٹھا کر محمود بینش کو ساتھ لے کر اندر داخل ہو گیا۔

"آیئے مسٹر محمود، بیٹھئے بینش بھابی۔ کیسے مزاج ہیں آپ کے؟"

"بہت خراب، اتنے خراب ڈاکٹر سہیل کہ بھیا ملک چھوڑ کر سعودی عرب بھاگ

نوجوان ڈاکٹر نے قہقہہ لگایا اور پھر بینش کا معائنہ کرنے لگا۔ کافی دیر تک اس نے یہ معا

کہا۔ پھر بولا۔

"فرسٹ کلاس، سب کچھ ٹھیک۔ یہ ٹیسٹ میں لکھے دیتا ہوں۔ دوائیں وہی جاری رہیں گی۔
ک ہو رہی ہے۔"

"باقاعدہ ڈاکٹر صاحب۔ بلکہ تین افراد واک پر جاتے ہیں۔"

"ہماری بھابی کو صرف ایک بیماری ہے اور کچھ نہیں۔"

ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔

"کیا ڈاکٹر صاحب۔"

"ریاض بھائی سے کہیں کہ اب سعودی عرب چھوڑ کر یہیں لاہور میں کوئی کاروبار کر لیں۔ بھابی
ں برہا کے بخار میں مبتلا ہیں ریاض صاحب آئے اور یہ ٹھیک ہوئیں۔"

"توبہ ہے" بینش نے شرما کر رخ بدل لیا۔ محمود نے بھی ایک دم رخ بدلا تھا لیکن اس کے
ونٹوں پر مسکراہٹ نہیں آئی تھی بلکہ ایک کرب امڈ آیا تھا۔ البتہ ڈاکٹر سہیل نے گھن گرج والا
قہقہہ لگایا تھا۔ پھر وہ ہنستا ہوا بولا۔

"واہ یہ بینش بھابی کا شرمانا تو سمجھ میں آ... ب آپ کیوں شرما گئے محمود صاحب۔"

"اوہ نہیں ڈاکٹر صاحب میری آنکھوں میں ڈسٹ چلی گئی ہے۔" محمود نے جیب سے رومال نکال
کر آنکھوں پر رکھ لیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ ڈاکٹر کے پاس سے ہدایات لے کر باہر نکل آئے۔ سیما
ید سے باتیں کر رہی تھی۔ انہیں دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلیں۔" اس نے پوچھا اور دونوں اسے اشارہ کر کے چل پڑے۔ "کیا بتایا ڈاکٹر صاحب نے۔"

"بالکل ٹھیک ہیں یہ۔ کوئی بیماری نہیں ہے بس کسی کی یاد روگ بن جاتی ہے۔" محمود نے کہا۔

"رات کو کھانسی بہت اٹھ رہی تھی۔" سیما نے کہا۔

"بھیا کو لکھنا پڑے گا کہ جناب بہت ہوگئی نوکری۔ اب واپس آجائیں۔ ڈاکٹر بھابی کو برہا کی
یماری بتاتے ہیں۔"

"تم لوگوں کو خدا سمجھے۔ ڈاکٹر کی زبان بھی کھلوا دی ہے میرے سامنے۔" بینش نے غصے سے
کہا۔ پھر وہ کار میں جا بیٹھے۔ لبرٹی مارکیٹ سے خوب شاپنگ کی تھی۔ پھر "کبانہ" میں کھانا کھایا گیا
اور خاصی رات گئے واپسی ہوئی۔ سیما بہت خوش نظر آرہی تھی۔

"میں تو تھک گئی۔ اب آرام کروں گی!" بینش بولی۔ محمود اپنے کمرے میں آگیا۔ اندر داخل
ہو کر اس نے روشنی جلائی اور نگاہ سامنے کارنس پر رکھی تصویر پر پڑی جس میں دونوں بھائی مسکرا
رہے تھے۔ محمود تھکے تھکے قدموں سے آگے بڑھا اور بہت دیر تک تصویر کے سامنے کھڑا اسے
دیکھتا رہا۔ اس کے چہرے پر شدید غم کے آثار تھے۔ اس کے بعد وہ لڑکھڑاتے قدموں سے سامنے
کھڑکی پر جا کھڑا ہوا۔ کھڑکی کے دوسری طرف رات کا راج تھا، آسمان پر ستارے کھلے ہوئے تھے
محمود ان ستاروں میں کچھ تلاش کرنے لگا۔ نہ جانے کیا۔

سفید رنگ کی قیمتی مرسڈیز ایک درخت کے نیچے رک گئی۔ بہت ہی پسماندہ علاقہ تھا۔
کرکٹ کے انبار لگے ہوئے تھے۔ نالیاں بہہ رہی تھیں۔ اور ان سے تعفن اٹھا رہا تھا
دھڑنگ ناک سڑپتے ہوئے بچے ادھر سے ادھر بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔ سامنے ہی ایک
مکان کے سامنے کے حصے میں دکان کھلی ہوئی تھی۔ لکڑی کے نیچے کاؤنٹر پر شیشے کے مرتبا
بکھرے رنگوں کی کھٹی میٹھی گولیاں پلاسٹک میں بند چھالیاں اور ایسی ہی مضر صحت اشیاء کے
ان بچوں کے لئے بے ضرر تھے۔ ایک ادھیڑ عمر شخص نے یہ دکان کھولی ہوئی تھی۔ اور اس
اس کی نگاہوں کا مرکز یہ سفید کار تھی۔ جس کا اس علاقے میں ہونا تعجب خیز تھا۔ مرسڈیز سے
سوٹ میں ملبوس ملک ستار نیچے اترا ڈرائیور کے پاس بیٹھا تومند گھنی مونچھوں والا خطرناک
آدمی پہلے ہی نیچے اتر چکا تھا اور اسی نے دروازہ کھولا تھا۔

ملک ستار نے ناک پر رومال رکھا اور تعفن سے بچتا ہوا آگے بڑھا۔ کوڑے کرکٹ کے
سے سنبھلتا ہوا وہ دکان پر پہنچا اور ادھیڑ عمر شخص نے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا۔

کہیے رحیم میاں کیا حال ہے۔ ملک ستار نے پوچھا۔

"جی رہے ہیں سرکار کی بادشاہی میں۔"

"ماحول کیسا ہے۔"

"سب ٹھیک ہے سرکار۔"

"ہوں۔ ہوشیار رہا کرو" ملک ستار نے مٹھی آگے بڑھائی اور رحیم میاں نے دونوں ہاتھ
بڑھا دیئے۔ ملک ستار کے ہاتھ میں جو کچھ تھا وہ رحیم میاں کے ہاتھوں میں منتقل ہو گیا۔
میاں نے دونوں ہاتھ پیشانی سے لگائے اور دعائیں دینے لگے۔

"بادشاہی بنی رہے سرکار کی۔ ترقی ہو۔" وہ بڑبڑاتا رہا مگر ستار دکان کے برابر کی گلی میں دا
گیا جس کے بیچوں بیچ کالی کیچڑ بھری ہوئی تھی۔ دونوں طرف ٹوٹے پھوٹے دروازے نظر
تھے۔ بعض دروازوں میں ٹاٹ کے پردے لگے ہوئے تھے بعض میں لکڑی کے کواڑ۔ ملک
ایک دروازے کے قریب پہنچ کر رکا اور ساتھ آنے والے نے دروازے کو دھکیل کر کھول
اندر سے مشینوں کے چلنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ تنگ تاریک کمروں میں یہ جدید مشینیں
رہی تھیں۔ اور افلاس زدہ لوگ ان پر کام کر رہے تھے۔ کمروں میں پیکٹوں اور کارٹنو
انبار لگے ہوئے تھے۔

ملک ستار نے مسکراتی نظروں سے کام ہوتے ہوئے دیکھا۔ پھر ایک آدمی کو اشارے
قریب بلایا۔ وہ جلدی سے ملک ستار کے پاس پہنچ گیا۔

"ہاں کاکا کیسا کام چل رہا ہے؟"

"سست کیا ہوا ہے سرجی۔"

"سستی ختم کردو۔ بادل چھٹ گئے ہیں۔ بیوپاری مال مانگ رہے ہیں۔ سب کو ہوشیار
دن رات شفٹ لگوا دو اور سب کو ڈبل اوور ٹائم دو۔" ملک ستار نے ساتھ آنے والے کو دیک

س نے ایک پوٹلی آگے بڑھا دی۔ "لو۔ رقم سنبھالو۔ اور سنو پروڈکشن وقت پر ہو گئی تو انعام الگ
ملے گا۔"

ملک ستار وہاں سے نکل آیا۔ گلی کے کئی گھروں کا دورہ کر کے اس نے اپنی ان فیکٹریوں کا
ائزہ لیا۔ ہدایات جاری کیں۔ نوٹ بانٹے اور پھر ناک پر رومال رکھے وہاں سے نکل آیا۔
ڈرائیور درخت کے نیچے کھڑا سگریٹ پی رہا تھا اس نے ستار کو دیکھ کر جلدی سے سگریٹ
پھینکی اور دروازہ کھول دیا۔ مرسڈیز اسٹارٹ ہو کر دوڑنے لگی۔ منظر بدلنے لگا اب وہ ایک شاندار
ڑک پر دوڑ رہی تھی اور اس شاندار سڑک کی ایک خوبصورت عمارت کے سامنے وہ رک گئی۔
تار اتر کر اندر داخل ہو گیا تھا یہ ایک پوش آفس تھا جس کے ایک کمرے میں داخل ہو کر ملک
تار ایک وسیع میز کے پیچھے جا بیٹھا۔ سامنے کی میز پر ایک خوبصورت لڑکی بیٹھی کام کر رہی تھی۔
ملک ستار نے اس سے کہا "ڈولی۔ کال ملاؤ۔"

"یس سر۔" لڑکی نے سامنے رکھے ہوئے انسٹرومنٹ کا ریسور اٹھا لیا اور کوئی نمبر ڈائل
کرنے لگی۔ چند لمحات انتظار کے بعد اس نے کہا "جی سر بات کیجئے" اور ملک ستار نے اپنے
سامنے سے فون اٹھا لیا۔

"ہیلو! ہاں جی میں بول رہا ہوں۔ ٹھیک ہوں جی جی بالکل ٹھیک ہے۔ ایک دم فسٹ کلاس۔
ام شروع کر لیا ہے آپ فکر نہ کریں۔ چڑیوں کو دانہ ڈال دیا ہے۔ ہاں جی دانہ چگ رہی ہیں مال
وقت پر پھیل جائے گا آپ نئے آرڈر لے لیجئے۔ ہاں جی وقت ٹل گیا ہے۔ بالکل جی بالکل۔
ٹھیک۔ اس نے فون بند کر دیا۔ اور مسکراتی نظروں سے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھنے لگا۔ پھر بولا
"نو پینز نو گینز۔"

☆ .... ☆ .... ☆

جمال حسین نے چوہدری نواز کے گھر کے دروازے پر دستک دی اور چند لمحے انتظار کے بعد
انو نے دروازہ کھول دیا۔ جمال کو دیکھ کر وہ خوشی سے مسکرا دی۔ پھر بھاگتی ہوئی اندر گھس گئی۔
مال نے اس کی آواز سنی۔

"امی۔ جمال بھائی ہیں۔"

"کون جمال؟"

"آپ کے جمال۔" شریر شانو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جواب میں کیا کہا گیا یہ جمال نہیں سن
کا تھا۔ چھوٹے گھروں کی آواز آسانی سے باہر آ جاتی ہے۔ اسے چند لمحات کھڑے ہو کر انتظار کرنا
ا۔ پھر شانو دروازے پر آئی۔ "آیئے جمال بھائی۔" اور جمال اندر داخل ہو گیا۔ صحن کے دوسری
طرف دالان میں چارپائی بچھی ہوئی تھی۔ جس پر نئی چادر بچھائی گئی تھی۔ تکیہ ندارد تھا ظاہر ہے
نی جلدی تکیے پر نیا غلاف نہیں چڑھایا جا سکتا تھا۔ شانو اسے چارپائی تک لے گئی۔

"گھر میں اور کوئی نہیں ہے کیا۔" جمال نے پوچھا۔
"سب ہیں۔" شانو نے باورچی خانے کی طرف دیکھ کر کہا اور ہنس پڑی۔
"لگتا ہے زبیدہ چاچی نہیں ہیں۔ اسی لئے تمہارے دانت نکلے ہوئے ہیں۔" جمال بولا او
اور زور سے ہنس پڑی۔ روبینہ کہاں ہے۔" جمال نے پوچھا۔
"آ۔ آرہی ہوں۔" روبینہ نے شرگیں آواز میں کہا اور دوپٹہ سر پر جماتی ہوئی باہر نکل آئی۔
"پردہ کر رہی تھیں آپ۔" جمال شرارت سے بولا۔
"جی ہاں۔ جی نہیں۔" روبینہ دیوار کے ستون سے ٹک گئی۔ شانو پھٹ سے بول پڑی۔
"ایسا پردہ تو جائز ہے جمال بھائی۔"
"اچھا۔ بہت بولنے لگی ہے تو۔" جمال نے مسکرا کر کہا۔
"شانو کیا بدتمیزی ہے۔" روبینہ نے اسے ڈانٹا۔
"مناسب سمجھیں تو بیٹھ جائیں یا میرے جانے کا انتظار کر رہی ہیں۔" جمال بولا۔ اور روبینہ
کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ پھر ایک تپائی کھینچ کر اس پر بیٹھ گئی۔ "آپ ٹھیک ہیں؟"
"جی" وہ آہستہ سے بولی۔
"امتیاز کہاں ہے۔"
"گئے ہوئے ہیں۔"
"اور چاچی۔"
"وہ مہردین چاچا کے ساتھ ریلوے کے دفتر گئی ہوئی ہیں۔" روبینہ نے جواب دیا۔ پھر
"آپ کیلئے چائے بناؤں۔"
"نہیں بالکل نہیں چاچی کو سلام کرنے آیا تھا انہیں شکایت رہتی ہے کہ میں نہیں آتا۔
خود گئی ہوئی ہیں۔"
"ہاں اتفاق ہے۔ شانو۔ نکے کو آواز دے کر ایک بوتل منگالے۔"
"ارے نہیں رہنے دیجئے۔"
"نہیں بوتل پی لیں۔"
"حکم ہے تو ضرور پی لیں گے۔" جمال نے کہا اور شانو حلق سے آوازیں نکالتی ہوئی با
گئی۔
"بڑی شرارتی ہوگئی ہے یہ.........." جمال نے مسکرا کر کہا۔
"ہاں" روبینہ کے منہ سے بمشکل نکلا۔
"لگتا ہے تم میرے آنے سے پریشان ہوگئی ہو۔"
"نہیں" روبینہ شرما کر بولی۔
"خوش ہوئی ہو.........؟"
"ہاں......... نہیں۔" روبینہ گھبرا کر بولی۔

"گڈ۔ ان دو جملوں کی تو تمہیں خوب مشق ہے۔ باقی سب کچھ ہمیں سکھانا ہوگا۔"
"ہم واپس آگئے ہیں۔" دروازے سے شانو نے اندر داخل ہو کر کہا......... کچھ دیر کے بعد
بوتل لے آیا۔ روبینہ نے بوتل دھو کر قرینے سے اسے پیش کی بوتل پینے کے بعد جمال نے
تے ہوئے کہا۔
"چلتا ہوں روبینہ چاچی کو میرا سلام کہہ دینا۔ میں پھر آؤں گا۔" جمال کے جانے کے بعد شانو
شرارت سے کہا۔
"کیا کہہ گئے جمال بھائی جی بارات لے کر آئیں گے۔" روبینہ نے اسے ڈانٹا تو وہ ہنس کر بولی
یرا کیا قصور ہے میری سمجھ میں یہی آیا تھا۔" نکا بھی شانو کے ساتھ روبینہ کو چھیڑتا رہا
....

☆ .... ☆ .... ☆

زبیدہ اور مہردین ریلوے اکاؤنٹس آفس کے کاؤنٹر پر ادھر سے ادھر چکراتے پھر رہے تھے۔
ں وقت وہ یہاں داخل ہوئے تھے پونے دس بجے تھے اور اب دو بج رہے تھے۔ نہ جانے کیا کیا
رہا تھا کوئی صحیح بات کر نہیں رہا تھا۔ زبیدہ نے کہا۔
"اب تو میری ٹانگیں بھی جواب دے گئی ہیں بھائی مہردین۔ طبیعت اندر سے متلا رہی ہے۔"
"تم ادھر آؤ۔ یہاں بیٹھ جاؤ بھرجائی اب اتنے خوار ہوئے ہیں تو کچھ کر کے ہی جائیں
گے.........! آؤ یہاں بیٹھو میں ابھی آیا۔" مہردین زبیدہ کو بٹھا کر باہر نکل گیا۔
صبح سے یہی ہو رہا تھا گیارہ بجے اسٹاف کرسیوں پر بیٹھا تھا ساڑھے گیارہ بجے تک موڈ درست
رنے کے لئے چائے اور سگریٹ سے شغل کیا گیا تھا پھر رجسٹر اٹھائے گئے تھے اور مظلوموں کو
حم کی نگاہوں سے دیکھا گیا تھا نواز کی فائل ہی نہیں مل رہی تھی۔ مہردین نے کہا۔
"او پوری زندگی ریلوے ورکشاپ کے بوائیلر چلاتا رہا ہے' بھائی تمہارے پاس اس کی فائل
ی نہیں ہے۔"
"فائل تو ضرور ہوگی چاچاجی۔ مگر تلاش کرنے میں تو محنت لگتی ہے اور محنت کش کو محنت
ے دو تمہارا کام ہو جائے گا۔"
"اور سرکار جو محنت نہ دیتی ہے کاکا.........؟ مہردین نے کہا۔
"سرکار کے اور ہمارے بیچ کیوں آتے ہو۔ چاچا جی وہ جانے ہم جانیں۔" پچاس روپے محنتی کر
یئے گئے اور اس نے نیچے ہاتھ ڈال کر فائل نکال لی۔
"میں افسر سے شکایت کروں گا۔" مہردین نے بڑبڑاتے ہوئے کہا لیکن افسر صاحب کے چپراسی
نے بتایا کہ صاحب ابھی کہاں آئیں گے وہ تو بارہ بجے کے بعد آتے ہیں پھر افسر صاحب آئے'
کاغذات چیک ہوئے' زبیدہ کا انٹرویو ہوا' نکاح نامہ دیکھا گیا پھر چیک دستخط کے لئے گیا ادھر سے

ادھر.........ادھر سے ادھر.......... ! خدا بھلا کرے مہر دین کا حق انسانیت ادا کر رہا تھا‘
گلاس سنبھالے ہوئے آیا تھا۔

"لے بھرجائی.. پی لے قرار آئے گا۔"

"اللہ خوش رکھے بھائی مہردین۔"

"اللہ تو اپنے بندوں کو کبھی ناخوش نہیں کرتا بھرجائی یہ کام اس کے بندوں نے سنبھ
ہے۔"

لنچ سے فراغت ہوئی... قیلولہ ختم ہوا۔ تین بجے کانوں کو مژدہ جان فزا سنائی دیا۔

"زبیدہ بیگم‘ زوجہ چوہدری نواز........ ." اور زبیدہ کراہتی ہوئی اٹھ گئی۔ کلرک
سے کاغذات مانگے دیکھے پھر مہردین کو کہا۔

"چوہدری صاحب‘ شناخت نامہ کہاں ہے۔"

"او بھائی........ غور سے دیکھ........شناخت نامہ تہہ میں رکھا ہوا ہے۔" کلرک نے
نچلی تہہ سے سو کا نوٹ نکال لیا پھر خشک لہجے میں بولا۔

"ٹھیک ہے چوہدری صاحب کل آکر چیک لے جانا۔"

"او کیا بات کرتا ہے بھائی.. کل کیوں .. آج کیا مصیبت پڑ گئی ہے۔"

"سمجھا کرو چوہدری صاحب.........ہم نے تو شناخت کر لی مگر دوسرے بھی تو ہیں۔ ایک
بات تو نہیں ہے۔"

"دوسروں کو بھی شناخت کرا دے پتر........یہ لے۔" مہردین نے دوسرا نوٹ نکال
کو دیتے ہوئے کہا اور کلرک نے نوٹ جلدی سے مٹھی میں دبا لیا اور ادھر ادھر دیکھ کر بولا.

"او چوہدری صاحب.........ایسے نہیں دیتے سب کے سامنے.. رقم کا لین دین تو ا
چاہئے کہ ایک ہاتھ دے تو دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہو.. اور یہ چیک بن گیا ہے۔"

"چلو بھرجائی.........اللہ نے سزا ختم کر دی۔" مہردین نے چیک سنبھال کر زبیدہ کے
کر دیا۔

☆ .... ☆ .... ☆

ملک ستار نے فون کا ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا اور بھاری لہجے میں بولا "ستار ہاں بو
وہ ریسیور کان سے لگائے سنتا رہا پھر ٹھیک ہے کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔ سیکرٹری ڈولی ایک فا
کر آگئی۔

"یہ تیار ہو گیا ہے سر!" ستار فائل پر جھک گیا اور پھر گردن اٹھا کر بولا۔

"تم نے چیک کر لیا ہے.........؟"

"جی سر.. ! ڈولی نے جواب دیا۔

"تو پھر ٹھیک ہو گا.! اسی وقت انٹر کام پر اشارہ ہوا اور ستار نے ڈولی کو اشارہ کیا۔ ڈولی نے انٹر
پر آپریٹر کی آواز سن کر ستار سے کہا۔

"محمود صاحب آئے ہیں.. .!"

"بلا لو.. ! میں اسی کا انتظار کر رہا تھا...!" ڈولی نے آپریٹر کو اجازت دی اور اپنی میز پر چلی گئی۔
لمحات کے بعد محمود اندر داخل ہو گیا۔ ستار نے اسے سامنے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا.........
بول "سناؤ ٹائیگر سب کیسا جا رہا ہے۔"

"مہربانی سر......... آپ نے مجھے بلایا تھا۔" محمود نے کہا۔

"ہاں.........تیار ہو جاؤ سپلائی ملنے والی ہے۔ ڈیلرز کو الرٹ کر دو.. کوئی الجھن تو نہیں ہے۔"

"کوئی خاص نہیں سر۔"

"یہ خاص اور عام کیا ہوتا ہے......... ." ملک ستار نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"سر ایک مشکوک بندہ اکثر نظر آنے لگا ہے ابھی تک اس کی تفتیش نہیں کر سکا ہوں وہ مشکل
جا رہا ہے۔"

"کون ہے ....؟

"یہی تو پتہ نہیں چل سکا۔"

"پیچھے لگنے کی کوئی وجہ ہوتی ہے آخر...........میں پوچھتا ہوں اسے تم پر شبہ کیسے ہوا؟"

"پتہ لگانا پڑے گا سر........!

"ک........ کس وقت........ کوئی نقصان پہنچ گیا تو......... تمہیں اندازہ ہے کہ ہمیں
روں طرف نگاہ رکھنی ہوتی ہے۔"

"جانتا ہوں سر..........!"

"اور یہ بھی جانتے ہو گے کہ.. گھوڑا جب لنگڑا ہو جاتا ہے تو اسے گولی مار دی جاتی ہے.." ملک
تار نے زہریلے لہجے میں کہا اور محمود چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر غصے کے آثار پھیل گئے پھر وہ
رد لہجے میں بولا۔

"اس جملے کی وضاحت کریں گے ملک جی... کون لنگڑا گھوڑا ہے اور کسے گولی ماری جائے گی۔"
ملک ستار خاموشی سے اس کے تاثرات دیکھنے لگا پھر کسی قدر گھبرا گیا پھر جلدی سے بولا۔

"او یار ایک مثال دی ہے۔ اگر تم یہ مثال اپنے آپ پر سمجھ رہے ہو تو غلط ہے۔ شیر اور
ھوڑے میں فرق ہوتا ہے اور تم تو ہمارے شیر ہو......... کمال ہے یار.........۔"

"ایک بات سمجھ لیں ملک جی.......... .اپنی مشکلیں میں خود حل کرتا ہوں کسی اور سے نہیں
ہتا کوئی اور مجھ سے کہتا ہے تو.. میں اسے معاف نہیں کرتا۔"

"او بھائی کسی نے تمہیں کچھ نہیں کہا‘ غلط سمجھے ہو تو میں کیا کروں۔ تو میں نے تمہیں اسی لئے
ایا ہے تیار رہنا۔ "جا سکتا ہوں.......... ۔"

"بیٹھو چائے منگواؤں تمہارے لئے۔"

"شکریہ........اجازت دیجئے۔ محمود نے اٹھتے ہوئے کہا۔"
"اور ہاں... اگر وہ کوئی خطرناک آدمی نکلے تو گونگے لو چہرہ کرا دینا خود الجھن میں نہ پڑنا تم
دوسرے کام دیکھنا ہیں۔"
محمود حقارت سے مسکراتا ہوا باہر نکل گیا اس کے جانے کے بعد ملک ستار فکرمندی
گردن ہلانے لگا پھر ڈولی پر نگاہ پڑی تو جلدی سے سنبھل گیا پھر مسکرا کر بولا۔
"بندہ بہت کام کا ہے..... بہت تھوڑے دن ہوئے ہیں اسے ہمارے ساتھ شامل ہوئے'
اس نے کام پر کنٹرول جما لیا ہے۔ اور پھر تم تو جانتی ہی ہو...........**نو پینز نو گینز......**

☆ .... ☆ .... ☆

غلام حسین نے چوہدری نواز کے دروازے پر دستک دی اور پڑوسی لڑکے نکے نے دروازہ
کھولا۔ غلام حسین نے گھور کر لڑکے کو دیکھا پھر اندر قدم رکھ دیا۔
"بھرجائی.....اور بھرجائی کہاں ہے بھئی ہم آئے ہیں غلام حسین....!"
اندر سے زبیدہ سر پر دوپٹہ درست کرتی ہوئی باہر آگئی اس نے غلام حسین کو سلام کیا۔
"وعلیکم السلام..... او کہاں گئے سب لوگ' کوئی نظر ہی نہیں آتا........ بچے کہاں
بھرجائی۔"
"سب ہیں بھائی جی روبینہ کپڑے دھو کر اوپر پھیلانے گئی ہے۔ شانو اس کے ساتھ ہے'
باہر گیا ہوا ہے۔" زبیدہ نے غلام حسین کو بٹھاتے ہوئے کہا۔
"او بھئی معاف کرنا رحمت کہہ رہی تھی کہ مٹھائی لے کر داخل ہونا اس گھر میں' مگر کچھ اچھا
لگا مجھے.. ....نواز یاد آگیا مٹھائی کا تو دیوانہ تھا وہ میں نے کہا۔ اللہ کی بندی میری ہمت
پڑتی زبیدہ بھرجائی کیا سوچے گی۔"
"آپ نے ٹھیک کیا بھائی جی ابھی یہ سب کچھ اچھا نہیں لگتا۔"
"ہاں..... ہوئی نا وہی بات' جو میں نے سوچی تھی او جمال آیا تھا کل... تم ملی نہیں کہاں
تھی....! اصل میں میں نے اسے ڈانٹا تھا اور بھرجائی میں تو بوڑھا آدمی ہوں زیادہ آجا نہیں سکتا
نے کہا کہ تو خبر لیتا رہا کر...۔"
"ہاں بھائی جی..... ریلوے کے دفتر گئی تھی توبہ توبہ..... پاگل کر دیا ان لوگوں نے..... اللہ
کر کے چیک مل ہی گیا۔"
"مل گیا..... کہاں ہے۔" غلام حسین نے اچھل کر کہا۔
"بھائی مہردین نے آج چوہدری کے اکاؤنٹ میں جمع کروا دیا ہے۔"
"ہیں..... ہاں اچھا اور جمال کو خبر کر دے دیتیں بھرجائی..... وہ پڑھا لکھا لڑکا ہے دوسروں

کرنا اچھا نہیں ہوتا"۔
"مہردین بھائی تو بہت نیک انسان ہے بھائی جی۔ اللہ اسے خوش رکھے ہماری بڑی خبر رکھتا تھا۔"
"ہاں ٹھیک ہے........ ٹھیک ہے اوئے تو کھڑا کیا منہ دیکھ رہا ہے۔ جا بھاگ کر ٹھنڈی بوتل
آ........لے پیسے لے"
چوہدری نے جیب میں ہاتھ ڈال کر نکے کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"ارے ارے بھائی جی........ایسا غضب نہ کرو.........نکے تو ادھر آ..... ادھر آؤ!" زبیدہ
ی اٹھ گئی اور نکے کا ہاتھ پکڑ کر اسے اندر گھسیٹ کر لے گئی کہ کہیں وہ غلام حسین سے پیسے
ہی نہ لے مگر غلام حسین نے جس جیب میں ہاتھ ڈالا تھا اس میں پیسے تھے ہی نہیں۔ نکے نے
سے موٹر اسٹارٹ کرنے کی آواز نکالی اور دروازے کی طرف دوڑ لگا دی۔
"او ہوائی جہاز........او ہوائی جہاز........ٹھنڈی دیکھ کر لانا۔" غلام حسین ہنس کر بولا۔
"معاف کرنا بھائی جی..... میں منگانے ہی والی تھی۔"
"کوئی بات نہیں بھرجائی میرا گھر ہے میں کوئی غیر ہوں' او ہاں بھرجائی یہ کچھ کاغذ ہیں ان پر
ٹھا لگا دو..... اور تمہیں یاد ہوگا نواز نے کچھ کاغذ تجھے دیئے تھے وہ زمین جو پڑی تھی بنجر زمین
کسی کام کی نہ کاج کی بیچی تو چار آٹھ ہزار مل جائیں گے میں نے سوچا اسے پڑے رہنا دیا
ئے کسی وقت کام آجائے گی........اب اسے تمہارے نام کرائے دیتا ہوں کاغذات تیار کروانے
ں گے۔"
"پڑی رہنے دیتے بھائی جی...... میرے نام کرانے کی کیا ضرورت تھی۔"
"او نہیں بھئی........میں اصول پسند آدمی ہوں' کون جانے کب آنکھ بند ہوجائے' انسان کو
فرض تو پورا کرنا ہی چاہئے۔...... بچوں کے اپنے مزاج الگ ہوتے ہیں اور پھر یہ بچے بڑے
واہ ہوتے ہیں ان پر بھروسہ کون کرے۔...... ادھر.....ادھر........یہ نشان لگایا ہوا ہے میں
فارم پر........ہاں ایک اس پر......اے ٹھیک ہے...... یہ ایک ادھر لگا دو کام ختم زمین
ارے نام...... میں ایک مشورہ دوں بھرجائی۔"
"جی بھائی جی......!۔"
"بچوں کو ہوا نہ لگنے دینا اس بات کی یہ میری ہدایت ہے یاد رکھنا۔ مصلحت سے کہہ رہا
ں۔" غلام حسین نے کاغذات جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے بھائی جی۔" سادہ لوح' زبیدہ بولی اتنی دیر میں نکا بوتل لے آیا تھا غلام حسین کے
نٹوں پر ایک مکار مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی....!"
بوتل حلق سے نیچے اتارنے کے بعد غلام حسین کھڑے ہو گئے۔ زبیدہ نے کہا۔ "بیٹھیں بھائی
ا اور بھی بہت سی باتیں کرنے کو دل چاہتا ہے مگر ابھی مرحوم کو گئے ہوئے دن ہی کتنے گزرے
ں اس لئے اچھا نہیں لگتا۔"
"بہت وقت پڑا ہے باتیں کرنے کو بھرجائی جلدی کیا ہے اطمینان سے باتیں کریں گے۔"

"آپ ہی بڑے ہیں اب بچوں کی خبر گیری آپ کو ہی کرنی پڑے گی۔"
"اوئے........تو اور کون کرے گا.... تم بے فکر رہو۔ اچھا پھر چلتا ہوں۔" یہ کہہ کر غا
حسین باہر نکل آئے چوک تک وہ پیدل گئے۔ چوک پر انہیں جمال حسین مل گیا جو لپک کر ان
پاس آگیا تھا۔
"رکشہ روکوں ابا جی۔" اس نے پوچھا۔
"رکشہ.......... آس پاس بس نہیں ملے گی کیا؟" غلام حسین نے کہا پھر گردن کھجا
ہوئے بولا۔ "او روک لے بھئی پانچ لاکھ کے مالک بنے ہیں ہم لوگ بیس پچیس اس میں بھی خر
ہوتے ہیں تو ہو جائیں۔" جمال نے رکشہ روکا اور دونوں اس میں بیٹھ کر چل پڑے۔ راستے
جمال نے پوچھا۔
"کام ہو گیا ابا جی۔"
"اوئے.......... اوئے نکو.......... غلام حسین ہے ہمارا نام........ کام کیسے نہ ہوتا۔" غ
حسین مونچھ مروڑتے ہوئے بولے اور جمال مسکرانے لگا۔

☆ .... ☆ .... ☆

سیما کالج سے نکل کر بس اسٹاپ کی طرف چل پڑی کچھ کاغذات کی تکمیل کے لئے آئی تھ
رکشہ وغیرہ میں اکیلے سفر کرنا مناسب نہیں تھا۔ محمود یہاں تک چھوڑ گیا تھا۔ اب بس سے واپ
جانا تھا۔ بس کا انتظار کرنے لگی۔ جس روٹ پر اسے جانا تھا اس کی بس ابھی ابھی چلی گئی تھی ا
اسے مزید انتظار کرنا تھا۔ ابھی اسے کھڑے ہوئے ایک منٹ ہی گزرا تھا کہ کسی روٹ کی ایک ب
وہاں آکر رکی۔ کچھ لوگ نیچے اترے انہی میں وہ بھی تھا........ سو فیصد وہی تھا۔ اس نے بھی
کو دیکھ لیا۔ ایک لمحے کے لئے ٹھٹھکا پھر اس نے سیما کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ سیما ایک
خوف زدہ ہو گئی۔ وہ اس کے قریب پہنچ گیا۔ سیما گھبرائے ہوئے انداز میں تھوک نگلنے لگی۔
"اب ہم تقدیر کے اس اتفاق کو کیا کہیں کہ لاکھ بچنے کے باوجود کہیں نہ کہیں سامنا ہو ہی
ہے۔ میں ابھی بس سے نیچے اترا ہوں آپ یہ نہیں کہہ سکتیں کہ میں آپ کا پیچھا کرتا یہاں تا
آیا ہوں۔" سیما نے اسے خوفزدہ نظروں سے دیکھا تو وہ بولا........ "آپ مجھے کچھ بھی سمجھیں
بس دل میں یہ خواہش تھی کہ ایک بار آپ سے کہوں کہ خاتون میں پاگل نہیں ہوں۔ گردش چ
نے حلیہ بگاڑ دیا ہے۔ خدارا مجھے میرے بگڑے ہوئے حلیے سے بددل نہ کریں۔ ایک اور ز
زمانے کی بے اعتنائی کا میرے دل پر نہ لگائیں۔ جینا مشکل ہو جائے گا۔"
سیما کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔ نہ جانے کتنی ہمت کے بعد اس کے منہ سے نکلا
"سوری۔"
"خدا کی قسم اس سے زیادہ اور کچھ نہیں چاہتا تھا۔ میرا نام امتیاز ہے۔"

سیما نے بس کی تلاش میں دور تک نگاہ دوڑائی بس آ نہیں رہی تھی۔ وہ خشک ہونٹوں پر
ان پھیرنے لگی۔ امتیاز نے پھر کہا۔ "آپ کا بچہ خیریت سے ہے۔ بہت پیارا بچہ ہے اس دن
ک میں میں نے اس کے بارے میں نہ جانے کیا بکواس کر دی تھی آپ کو بہت برا لگا ہوگا۔
ن اس دن میرا دل بہت سلگ رہا تھا۔ مجھے یوں لگا تھا جیسے وہ میں ہوں۔ میں نے بھی ماں باپ
انہیں چاہتوں کے ساتھ بچپن گزارا ہوگا۔ لیکن پھر ہوش نے خاموشی کی جنت چھین لی۔ اور
آدم کی طرح ناہوشی کی اس جنت سے نکال دیا گیا۔"
اسی وقت سیما کی بس آگئی۔ اس نے جلدی سے بس کی جانب قدم بڑھائے۔ ایک لمحے
ٹھٹھکی پھر آہستہ سے کہا "خدا حافظ۔" اور پھر بس پر چڑھ گئی۔ بس آگے بڑھ گئی تھی۔ نہ
نے کیوں اس کا دل کانپ رہا تھا۔ نہ جانے کیوں اسے یہ سب اچھا لگا تھا۔ ایک نامعلوم سی
لش.......... ایک بے نام سی بے کلی کا احساس ہو رہا تھا۔ گھر پہنچ گئی۔ دن گزر گیا لیکن وہ سب
ہ نہ بھول پائی جو پیش آیا تھا۔ کسی سے کہنے کی بات بھی نہیں تھی۔ رات کو بستر پر لیٹ کر بھی
تصور کو ذہن سے دور نہیں کر پائی۔ اس کا چہرہ یاد آرہا تھا۔ الفاظ یاد آرہے تھے "بس دل میں
خواہش تھی کہ ایک بار آپ سے کہوں خاتون کہ میں پاگل نہیں ہوں۔ گردش چرخ نے حلیہ
ڑ دیا ہے۔ ایک اور زخم زمانے کی بے اعتنائی کا میرے دل پر نہ لگائیں جینا مشکل ہو جائے گا۔
یے الفاظ تھے کہ دل سے آنسو نکل پڑیں۔ مجھے یوں لگا تھا جیسے وہ میں ہوں میں نے ماں باپ کی
ی چاہتوں کے ساتھ بچپن گزارہ ہوگا۔ ہوش نے ناہوشی کی جنت چھین لی۔" بڑا پڑھا لکھا آدمی
لوم ہوتا ہے۔ بلاوجہ بیچارے کے لئے دل میں نجانے کیا کیا سوچ لیا۔ کیسے احمق ہیں ہم دونوں
الی کی کیفیت بھی تو مجھ سے مختلف نہیں ہوئی تھی۔ کیا سوچتا ہوگا۔ ہمارے بارے میں وہ پاگل وہ
یں ہم ہیں' پھر اسے وہ الفاظ بھی یاد آئے' آپ کا بچہ خیریت سے ہے۔ بہت پیارا بچہ ہے۔ میرا
ہ' سیما کے ہونٹوں پر ایک شرگیں مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ نیم
ودگی ذہن میں پھر ایک آواز ابھری۔
"میرا نام امتیاز ہے۔" اور اس کے ہونٹ آہستہ سے ہلے۔ "امتیاز۔"

☆ .... ☆ .... ☆

بہت سی کہانیاں بے حد مختصر لیکن اتنی تاثر انگیز ہوتی ہیں کہ ان کا اثر دل سے کبھی زائل
یں ہوتا۔ غزالہ' محمود کی کالج فیلو تھی۔ میٹرک کے بعد جب محمود نے کالج میں داخلہ لیا تھا تو اس
ی سب سے پہلی دوستی غزالہ سے ہوئی تھی' کچے ذہن' کچھ سوچیں اور بے اختیاری کا انداز جس
ں کی بھی سفلہ تصور کو دخل نہیں تھا۔ بس ایک دوسرے کے سامنے آئے تھے اور کوئی ایسا
انسی عمل ہوا تھا دونوں کے درمیان کہ دونوں ہی ایک دوسرے کے گرویدہ ہو گئے تھے' حالات
کل ہی بدلے ہوئے تھے۔ محمود اس وقت محمود نہیں ایاز تھا۔ ایاز جیسی معصوم فطرت کا مالک

وفادار محبت کرنے والا۔ چنانچہ غزالہ جسے اس کے تمام گھر والے غزل کہتے تھے۔ محمود سے
کرنے لگی تھی۔ محبت محمود کے دل میں بھی تھی لیکن بس ایک دوسرے کا ساتھ۔ ایک د
کا خیال رکھنا زندگی کا مقصد تھا اور یہ مقصد آگے بڑھتا رہا۔ پھر غزالہ کے ساتھ حادثہ پیش آ
کے والد کا انتقال ہو گیا۔ ماں باپ کی اکلوتی بیٹی تھی نہ کوئی بھائی' نہ بہن' چھوٹا سا اپنا ایک
تھا باپ کی موت کے بعد زندگی سخت کٹھن ہو گئی۔ لیکن محمود نے ان لوگوں کو ہر طرح کا
اور امینہ بیگم جو غزالہ کی والدہ تھیں دونوں کو ایک نگاہ سے دیکھنے لگیں۔ محمود انہیں
مستقبل محسوس ہوا۔ بھلا کیا عار تھی انہیں' دونوں ہی ایک دوسرے کو دل و جان سے
والے' لیکن فطرت کی ہر پاکیزگی کے ساتھ۔ محمود تعلیم سے فارغ ہوا۔ غزالہ بھی اس کے
ساتھ ہی تعلیم سے فارغ ہوئی تھی۔ امینہ بیگم حالات کو نجانے کس کس طرح گھسیٹتی رہ
محمود خود بھی جب تک ایاز رہا حالات کا بری طرح شکار رہا۔ اس کے ذہن میں نجانے مستقبل
کیا کیا خواب تھے۔ لیکن ان خوابوں کی تعبیر اسے نہ مل سکی۔ غزالہ بیمار ہو گئی تھی اور اس
محمود کو شدید ذہنی کوفت برداشت کرنی پڑی تھی جب امینہ بیگم نے آنسو بھری آنکھوں سے
خالی ہاتھ محمود کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"بیٹے کچھ سمجھ میں نہیں آتا' زندگی کی گاڑی یہاں آکر رک گئی ہے۔ پیٹ بھرنے
ڈھکنے کے لئے اب کچھ بھی نہیں رہا ہے' اوپر سے غزل بیمار ہو گئی ہے کیا کروں کیا نہ کروں
وہ وقت تھا جب ریاض سعودی عرب جا چکا تھا۔ محمود نے بھرپور تسلی دے کر کہا کہ اس کی
آخر کس کام آئے گی۔ آپ بالکل فکر نہ کریں اور امینہ بیگم نے آنکھیں بند کر لیں' کھلی
سے وہ اس احساس کا سامنا نہیں کر سکتی تھیں۔ غزالہ کی بیماری کچھ عجیب پراسرار سی
محمود نے ایاز کو چھوڑ کر اپنے آپ کو محمود بنا لیا یہ وقت کا تقاضا تھا مجبوری کا عالم تھا لیکن ا
کچھ ایسے جذبے بھی شامل تھے جن کے تحت وہ کسی کے لئے کچھ کرنا چاہتا تھا اور وقت نے
ساتھ دیا چنانچہ ایک طرف تو اس نے اپنے اہل خاندان کو مطمئن کیا اور دوسری طرف امینہ
گھر بھی سنبھال لیا۔ امینہ بیگم نے ابتداء میں شرمندگی اور شرمساری کا اظہار کیا لیکن بع
انہوں نے محمود کی حیثیت کو قبول کر لیا تھا۔ اور اب محمود کو ایک طرح سے درپردہ دونو
سنبھالنے پڑ رہے تھے۔ بہن بھی جوان ہو گئی تھی۔ سیما کے لئے زندگی کا کوئی بہتر ہم سف
کرنے کے بعد ہی محمود اپنے بارے میں سوچ سکتا تھا۔ لیکن اب وہ جن راستوں پر نکل آ
بڑے کٹھن راستے تھے اور ان کے ذہن و دل میں نجانے کیسے کیسے تصورات آتے تھے
تصورات کے تحت وہ یہ سوچتا تھا کہ اس کی زندگی اب جس نہج پر آگئی ہے وہاں گھریلو
مشکل ہی قائم ہو سکتا ہے۔ کہیں بھی کسی بھی جگہ زندگی کا چراغ بجھ گیا تو غزل تنہا رہ جا
اور ان سوچوں نے اسے کافی الجھا دیا تھا' پھر کئی پے درپے حادثے ہوئے اور محمود کی شخصی
ایک عظیم انقلاب آگیا۔ لیکن اس گھرانے کو چھوڑنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ ہا
غزل کی بیماری طویل ہو گئی تو اسے تشویش ہوئی اور پھر ڈاکٹر سہیل کے الفاظ نے ایک بار

کی دنیا تاریک کر دی۔ نجانے اس کے دل کو صدمے سہنے کی عادت کہاں سے پڑ گئی تھی۔ ہو سکتا
ہے یہ اس دور کی بات ہو جب زندگی کو ایک طوفانی انداز میں آگے بڑھاتے ہوئے اسے یہ احساس
ہوا تھا کہ ایاز کے لئے یہ دنیا ناقابل گزر ہے اور محمود بن کر حالات سے نمٹنا پڑے گا۔ حادثے
برداشت کرنا اس کے لئے اب ایک آسان کام ہو گیا تھا شخصیت پر اتنے پردے آ پڑے تھے کہ
وہ خود بھی اپنی اصلی شکل کبھی نظر نہیں آتی تھی۔ ڈاکٹر سہیل نے بتایا تھا کہ غزل کو جگر کا
سرطان ہے اور یہ سرطان آہستہ آہستہ پھیل رہا ہے۔ ابھی اس کے لئے کوئی موثر علاج دنیا کے
کسی گوشے میں دریافت نہیں ہوا۔ علاج جاری رہے گا لیکن شاید لڑکی جانبر نہ ہو سکے اور اس
احساس نے محمود کو جس قدر دلبرداشتہ کیا تھا وہی جانتا تھا غزل کے سامنے جا کر اسے احساس ہوتا تھا
کہ یہ خوبصورت موتیوں جیسی آنکھیں بالآخر ایک دن بے نور ہو جائیں گی۔ اس کے سامنے اس
کے ہاتھوں میں لیکن اس احساس کو وہ کوئی اور رنگ نہیں دے سکتا تھا۔ اس نے اپنی زندگی کا ہر
لمحہ غزل کے لئے وقف کر دیا تھا۔ قدرت نے اسے جب تک زندگی عطا فرمائی ہے اس کی دلجوئی
کرے گا اور اپنا یہ فرض وہ برابر سرانجام دے رہا تھا اس وقت بھی اسے ایک مہم پر نکلنا تھا۔ غزل
سے ملاقات کئے بغیر وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتا تھا جس میں زندگی کا خطرہ ہو۔ ان لوگوں کے فلیٹ پر
پہنچ گیا۔ امینہ بیگم نے گھر کے ایک فرد کی حیثیت سے اس کا استقبال کیا تھا۔ غزل بھی ایک اچھے
لباس میں ملبوس مسہری پر بیٹھی ایک کتاب پڑھ رہی تھی محمود کے قدموں کی آہٹ پہچان کر اس
نے مسکراتے ہوئے کتاب بند کر دی۔

"بال جبریل خوب' تو مطالعہ ہو رہا ہے؟"

"جی ہاں' آپ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟

"تشریف لا نہیں بلکہ لے جا رہے ہیں' ہمارا تو یہ مسلک ہے کہ جب کہیں شہر سے باہر جانا
ہوتا ہے آپ کے نیاز حاصل کئے بغیر نہیں جاتے برکت ہوتی ہے۔"

"خوب' خوب' اب ان باتوں کی ضرورت کیوں پیش آگئی۔"

"کمال ہے بھئی' یعنی انسان اپنا عقیدت کا اظہار کرے تو اس پر شک کیا جاتا ہے۔"

"آپ پر شک کرنے والا کم از کم مسلمان تو نہیں ہو سکتا۔"

"ارے واہ کیا گلاب جامن کھلائی ہے۔"

"دیکھا آپ نے بات جو دل سے نکلتی ہے اثر کرتی ہے اسے کہتے ہیں گلاب جامن....." کافی
دیر تک وہ غزل کی دلجوئی کرتا رہا اس کی نگاہیں غزل کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ کمزوری
کچھ اور بڑھ گئی تھی آثار آہستہ آہستہ نمودار ہوتے جا رہے تھے تھوڑی دیر وہاں قیام کرنے کے
بعد محمود وہاں سے نکل آیا' لیکن فلیٹ کی سیڑھیاں اترتے ہوئے اس کے دل کو ایک انوکھی دکھن
کا احساس ہو رہا تھا۔ غزل کی بڑھتی ہوئی بیماری اسے موت کی جانب لے جا رہی تھی۔ نجانے غزل
کو اس کا احساس تھا یا نہیں بس ایک بار بے بسی کے عالم میں اس نے ایک زخمی مسکراہٹ کے
ساتھ کہا تھا کہ

هم روح سفر ہیں ہمیں ناموں سے نہ پہچان۔
پھر اور کسی نام سے آجائیں گے ہم لوگ

شاید کسی پراسرار آواز نے اس کے کان میں کچھ کہہ دیا ہو۔ محمود نے سوچا.... لیکن ا
غزل سے اس شعر کی وجہ نہ پوچھی تھی۔

☆ .... ☆ .... ☆

وہی راستے' وہی سفر' وہی ماحول' وہی بے رحم نگاہیں اپنے شہر میں کوئی اپنا نہیں تھا۔
نہیں کہا کہ آؤ تمہارے دکھ آخر ہوئے۔ یہ نوکری تمہارے لئے ہے کب تک بھٹکتے پھرو۔
کے دروازے سے شرمندہ اندر داخل ہوا۔ دروازہ روبینہ نے کھولا تھا۔ باورچی خا
آئی تھی چہرے پر اداسی رقصاں تھی۔

"اماں کہاں ہے" اس نے پوچھا اور روبینہ نے اندر کمرے کی طرف اشارہ کر دیا۔"
ہے۔ کوئی بات ہو گئی ہے کیا؟" امتیاز نے دھڑکتے دل سے پوچھا......... لیکن روبینہ
بتانے کی ضرورت نہ رہی۔ اندر سے زبیدہ کے چیخ چیخ کر بولنے کی آواز آ رہی تھی۔ وہ
قدموں سے چل کر دروازے پر جا رکا۔ زبیدہ کہہ رہی تھی۔

"رکھ دے بستہ' کوئی ضرورت نہیں اسکول جانے کی اب ہمارے حالات نہیں ر
پڑھانے کے۔ نہیں پڑھا سکتے تجھے ہم...." ساتھ ہی شانو کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔
کر اندر داخل ہو گیا۔

"کیا ہو گیا اماں......... کسی ٹیسٹ میں فیل ہو گئی ہے کیا؟" امتیاز نے کہا۔

"وہ نہیں فیل ہو گئی ہم فیل ہو گئے۔ کہاں سے پورے کریں اسکول کے اخراجات
بدل گیا ہے اسکول کا۔ نئے یونیفارم کے بغیر اسکول میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا قیا
دی ہے ان اسکول والوں نے۔ پچھلے سال کو کتنے دن گزرے ہیں ابھی دو جوڑے بنا
یونیفارم کے۔ کام چل رہا تھا اسکول والوں نے پھر یونیفارم بدل دیا غضب خدا کا۔ علم
بنائے دے رہے ہیں۔ ارے علم اب ہم جیسے غریبوں کے لئے نہیں رہ گیا ہے۔ بس
مکاری ہے علم کو اتنا مہنگا کر دو کہ کوئی غریب اسے حاصل نہ کر سکے۔ آخر دولت مندوں کو
بھی تو چاہئے ہوتے ہیں پھر کوئی خدمت کرے گا ان کی۔ کون چاکری کرے گا۔"

امتیاز نے روتی ہوئی شانو کو سینے سے لگا لیا۔" اس میں شانو کا کیا قصور ہے اماں۔"

"کسی کا قصور نہیں ہے سارا قصور ہماری تقدیر کا ہے چوہدری صاحب نے ہمیشہ آ
طرف دیکھا۔ ارے کیا ضرورت تھی اسے پرائیویٹ اسکول میں پڑھانے کی۔ ہماری اوقا
ہے یہ دیکھو یہ کتاب سنگاپور میں چھپی ہے قیمت چالیس روپے۔ یہ ہانگ کانگ کی چھپی۔
روپے پچاس پیسے اور یہ.... یہ ارے کیا یہ پاکستان میں نہیں چھپ سکتیں کہاں سے خرید

مہنگی کتابیں' ہم نہیں پڑھا سکتے اسے۔ نام کٹوا دو اس کا بس........." زبیدہ نے دوپٹہ منہ پر ڈھک
لیا۔

"میں نے کچھ نہیں کہا ہے بھائی جی" شانو منہ بسور کر بولی اور امتیاز نے اس کا سر سینے میں
سمو لیا۔

"نہیں شانو بیٹے نہیں روتے نہیں۔ نیا یونیفارم بن جائے گا۔ بن جائے گا بیٹا........." امتیاز
نے شانو کے سر سے آنکھیں لگا کر بند کر لیں۔ اس کے کانوں میں بچے کی معصوم آواز ابھر رہی
تھی۔

زندگی ہو مری پروانے کی صورت یارب
علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یارب

چشم تصور میں ایک کتاب ابھری جس پر شمع علم روشن تھی اور پروانے راکھ ہو کر اس پر گر
رہے تھے۔

☆ .... ☆ .... ☆

سورج نارنجی ہو چلا تھا۔ محمود نے کلائی پر باندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا اور پھر برابر بیٹھے
ہوئے ڈرائیور سے بولا۔

"زیادہ دیر ہو گئی بھئی....... رفتار بڑھاؤ....... اندھیرے میں راستے مخدوش ہو جاتے ہیں۔"

"غلطی میری نہیں ہے محمود بھائی۔ پندرہ دن پہلے کہا تھا رحیم خان سے کہ ریڈی ایٹر بدلوا دو۔
کسی بھی وقت دھوکہ دے جائے گا اور وہی ہوا۔

"خیال رکھا کرو۔ تم جانتے ہو ملک صاحب کی عادت......... جس کی ذمے داری ہوتی ہے
سے ہی پکڑتے ہیں۔"

"وہی سوچ کر تو جان نکلی جا رہی ہے۔ اللہ خیر کرے۔" ڈرائیور نے کہا اور رفتار بڑھا دی۔
اصلے طے ہوتے رہے۔ سورج جھلکتا رہا پھر اندھیرا پھیل گیا۔ محمود کے چہرے پر تشویش کے آثار
پھیلتے جا رہے تھے۔ ٹرک میں مال لدا ہوا تھا۔ مشکل یہ تھی کہ یہ مال فیکٹری سے نہیں آیا تھا۔
ور کارٹن بھی سادہ تھے۔ شہر کے ناکے پر پہنچے اور ڈرائیور نے رفتار مدہم کر دی۔" صاحب جی....
'اس کے منہ سے سہمی ہوئی آواز نکلی۔

"ہاں میں نے بھی دیکھ لیا ہے۔"

اب کیا کروں......... میرے تو ہاتھ پاؤں پھول رہے ہیں کچے میں لے کر موڑ لوں جی۔"

"پاگل ہوئے ہو۔ بالکل ہی مارے جائیں گے۔ پولیس پیچھا کرے گی۔"

"پھر جی۔"

"چلتے رہو۔" محمود نے کہا۔ اس کی نگاہیں سامنے جمی ہوئی تھیں۔ جہاں چیکنگ اسکواڈ نے

سڑک روک رکھی تھی۔ ٹرک ست ہوتا ہوا قریب پہنچ گیا۔ ڈرائیور نے ہیڈ لائٹس بجھا
جوانوں نے رائفلیں سیدھی کر لی تھیں۔ پھر پولیس آفیسر سامنے آیا اور اس نے سرچ لائٹ ڈا
ڈرائیور اور محمود کو دیکھا۔ اسی وقت ڈرائیور کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"او آنکھیں پھوڑو گے کیا بھائی جی۔ ٹرک نہیں پہنچانا...۔" آفیسر نے غور سے ڈرائیور کو
پھر ٹرک کو......... پھر ایک گہری سانس لے کر پیچھے ہٹ گیا۔

"او نہیں بھئی غلط انفارمیشن ہے......... یہ تو ملک ستار کا ٹرک ہے سناؤ بھئی صاحب کا کیا
ہے۔"

"او نیچے آرہا ہوں صاحب جی۔" ڈرائیور نے کہا۔ پھر محمود سے بولا......... جلدی سے
نکالو۔" محمود صورتحال کا جائزہ لے کر پہلے ہی جیب سے مال نکال چکا تھا۔ اس نے رقم ڈرائی
مٹھی میں تھمائی اور ڈرائیور نیچے اتر گیا۔ "صاحب جی ملک صاحب کے لئے کوئی چٹھی مٹھی
پیغام جی۔" اس نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"بس بھئی ملک صاحب سے کہہ دینا کہ چھ بجے سے پہلے ناکہ پار کر لیا کریں۔" آفیہ
ڈرائیور سے ہاتھ ملاکر جیب میں ڈال لیا۔

"ٹھیک ہے جی.... سلام علیکم۔" ڈرائیور واپس ٹرک میں آ بیٹھا۔

"پھٹے ہٹا لو جی......... یہ اپنے چاچے کا ٹرک ہے۔" آفیسر نے کہا اور ٹرک آگے بڑھ
محمود نے گہری سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں۔ ڈرائیور ہنس کر بولا۔

"خیر ہی ہو گئی صاحب جی۔ اپنے بندے کی ڈیوٹی نکل آئی.... ورنہ گئے تھے۔"

"یار خدا کے لئے آئندہ خیال کیا کرو۔"

"بس صاحب جی......... ہونی ہو کر رہتی ہے۔ مگر بات ٹل گئی۔ صاحب جی ایک
کہیں۔"

"ہوں۔"

"ملک صاحب کے کانوں تک بات نہ پہنچے تو اچھا ہے۔"

"ٹھیک ہے یار......... میں کوئی دشمن ہوں تمہارا۔"

ٹرک شہر میں داخل ہو گیا۔ روشنیاں جل اٹھی تھیں۔ پھر ایک جگہ ٹرک رک گیا اور
نیچے اتر گیا۔ "آرام سے جانا بھئی صاحب۔"

"اب تو فکر مت کرو صاحب جی۔ خدا حافظ۔"

ٹرک ڈرائیور نے کہا اور ٹرک آگے بڑھا لیا۔ محمود کچھ دیر وہیں کھڑا ٹرک کو دیکھتا رہا۔ پھ
سے آگے بڑھ گیا۔ ایک سڑک عبور کر کے وہ گلی میں داخل ہوا یہاں ایک کار کھڑی ہوئی
محمود نے جیب سے چابی نکالی اور کار کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے کار اسٹارٹ ک
آگے بڑھا دی۔ دل میں متضاد خیالات تھے۔ نہ جانے کیا کیا سوچیں تھیں۔ لیکن یکایک اسے
پڑا۔ یہ مخصوص روشنی۔ آں یہ تو......... یہ تو بہت دیر سے نظر آرہی ہے......... اس

ب وہ ٹرک میں تھا۔ نہ جانے کس وقت سے......... اور اب بھی وہ اس کے پیچھے تھی۔
ے یہ......... اس نے سوچا اور اپنی گاڑی کی رفتار تیز کر دی۔ پیچھے آنے والی بائیک بھی تیز
تھی۔ محمود اسے دیکھنا چاہتا تھا۔ ایک سگنل پر اس نے اسطرح گاڑی آگے بڑھائی جیسے تیزی
ل جانا چاہتا ہو۔ جبکہ سگنل کی زرد بتی جل اٹھی تھی۔ موٹر بائیک تیر کی طرح آگے نکل گئی
ود نے بریک لگا دیئے۔ لیکن کام ہو گیا تھا۔ اندازہ درست تھا۔ یہ وہی جانی پہچانی صورت
وہی آدمی جس نے کئی بار اس کا تعاقب کیا تھا۔ محمود نے اطمینان سے کار دائیں سمت موڑ
برق رفتاری سے چل پڑا۔ لیکن اس کے دل میں شدید تشویش بیدار ہو گئی تھی۔ نجانے وہ
سے اس کا پیچھا کر رہا تھا...!

☆ .... ☆ .... ☆

غلام حسین نے جمال کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ اور جمال نے دروازہ کھول دیا۔
و دیکھ کر وہ حیران ہو گیا تھا۔
خیریت ابا جی......... آپ سوئے نہیں۔"
وئے تم سو گئے تھے کیا.........؟"
نہیں میں سونے ہی والا تھا۔ آیئے اندر آجایئے۔" جمال نے کہا اور غلام حسین اندر داخل ہو

معاف کرنا پتر......... نیند نہیں آرہی تھی۔ اس وقت ٹھیک سے بات نہیں ہو سکی تھی۔
الجھا ہوا تھا۔ ایک تو اس گھر کے لوگوں کو کن سوئے لینے کی بہت عادت ہے۔"
"ذہن کیوں الجھا ہوا تھا ابا جی؟"
"او بتا پتر......... وہاں کیا ہوا۔"
"کچھ نہیں ابا جی......... کاغذات چیک کرا دیئے۔ این او سی لے کر کام کرا دیئے ہیں اب
چیز باقی نہیں ہے۔" کوئی اور چیز تو نہیں مانگی۔"
نہیں......... سب کچھ مکمل تھا تبھی این او سی ملا ہے۔"
او بھئی چیک کب تک ملے گا؟"
چیک کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا ابا جی......... آپ کو پتہ ہے سرکاری کام
....
وہ تو ہے کچھ خرچہ کرنا پڑے گا۔"
بغیر خرچے کے تو زندگی بھر چیک نہیں ملے گا۔"
نے کہا۔
"او کیسی باتیں کرتا ہے سرکار کے پاس پیسہ کبھی نہیں مارا جاتا۔"

"ہاں پیسہ تو نہیں مارا جاتا آدمی مر جاتا ہے۔"

"بدفال منہ سے نہیں نکالتے بیٹا۔ تجھے پتہ نہیں رات رات بھر جاگ کر اس رقم کے میں سوچتا رہتا ہوں۔"

"ایک بات بتاؤ ابا جی......... تم سال کے سال زبیدہ چاچی کو زمین کی جو رقم دیتے ہو کیا ہو گا۔"

"ہوں.........یہ جھگڑا بھی ایک دو مہینے میں ختم کر دیں گے۔ بلکہ ختم کر دینا ہی اچھا ہو

"کیسے ختم کرو گے۔"

"او چھ آٹھ ہزار روپے دیدیں گے اسے کہہ دیں گے سرکار زمین پر قبضہ کر رہی تھی اسے بیچ دیا۔"

"اور تو کوئی بات نہیں بس امتیاز کا خطرہ ہے۔" جمال نے سوچتے ہوئے کہا اور غلام حسین بن گیا۔

"وہ نکما کیا بگاڑے گا ہمارا۔ مجھے اس کی کوئی فکر نہیں ہے۔"

"جمال حسین سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر گہری سانس لے کر بولا۔" پیسہ ہاتھ آ ابا جی......... پھر دیکھنا تمہارا بیٹا کیا کر کے دکھاتا ہے۔"

"ایں......... تو کیا کر کے دکھائے گا بھئی........."

"بہت سے کاروبار ہیں میرے دماغ میں کوئی بھی کاروبار شروع کر دوں گا۔" جمال پر خیا میں بولا......... اور چوہدری غلام حسین کا منہ بگڑ گیا۔ کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن پھر تجربے روک لی اور وہ لہجہ بدل کر بولے۔

"ہاں پتر۔ کیوں نہیں......... کیوں نہیں......... پر بھائی پیسہ تو ہاتھ آئے۔"

☆ .... ☆ .... ☆

امتیاز کمال الدین کے اسٹور میں داخل ہو گیا' کمال نے مسکرا کر اس کا استقبال کیا۔

"ہیلو روڈ ماسٹر' کیا حال ہے۔ ویسے تمہارا حلیہ تمہارا حال بتا رہا ہے۔"

"بتا رہا ہے نا....." امتیاز نے پھیکی مسکراہٹ سے کہا اور کمال الدین کو غصہ آ گیا۔

"معاف کرنا امتیاز' اب تم مجھے کچھ ایب نارمل محسوس ہونے لگے ہو۔ دیکھ میری جان سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے۔ میں مانتا ہوں تیری ایک شخصیت ہے تو نے تعلیم حاصل کی ہے لی ذہانت اپنی شخصیت کو تو اپنی ہی پسند سے کیوں کیش کرنا چاہتا ہے۔ تیری سوئیاں ایک ہی جگ اٹکی ہوئی ہیں۔ میری بات مان لے امتیاز' گھن لگ جائے گا تجھے۔ اپنے معیار سے نیچے بھائی۔ پہلی سیڑھی پر قدم رکھ وقت سے سمجھوتہ کر کے آگے بڑھ۔ یہ وقت تجھے راستہ د راستہ جس کی تجھے تلاش ہے۔"

"یار کمال۔ تو بالکل ٹھیک کہتا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا میں تو کلرکی کے لئے بھی تیار ہوں۔"

"بکواس کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ مجھے اسٹور میں ایک کلرک کی ضرورت ہے وہ میز پڑی ہے سامنے' جا اس کرسی پر بیٹھ جا جو مانگے گا دوں گا۔"

امتیاز مسکرا دیا پھر بولا "ایک بہت اچھا بے حد قیمتی دوست کھو جائے گا میرا۔"

"کیا مطلب؟ کمال حیرت سے بولا۔"

"سوچ لے کمال' سر کہہ کر مخاطب کروں گا تجھے۔ صبح شام ادب سے سلام کروں گا' تیرے سامنے ہمیشہ نظریں نیچی رکھوں گا۔" امتیاز نے کہا اور کمال سر جھٹکنے لگا۔ چند لمحات غصے سے پہلو بدلتا رہا پھر بولا "نہیں تسلیم کرے گی یہ دنیا تجھے کوئی نہیں مانے گا کیا کروں تیرے لئے اچھا ایک کام کر۔"

"ہوں۔"

"کراچی چلا جا' وہاں جا کر قسمت آزما۔"

"یار یقین کر' کئی بار سوچا۔ ابا جی مرحوم سے بھی ایک بار بات کی تھی سخت ناراض ہوئے کہنے لگے کہ میں زندہ ہوں' روٹی کپڑا ہے میرے پاس تیرے لئے پھر میرا ساتھ کیوں چھوڑ رہا ہے۔ ماں اور بہنوں کو کیوں اکیلا چھوڑ رہا ہے میں قبر میں جا سوؤں تو جہاں دل چاہے چلے جانا۔ یہ سن کر چپ ہو گیا تھا میں۔"

"اب تو وہ قبر میں جا سوئے ہیں۔" کمال افسردگی سے بولا۔

"ہاں" امتیاز گہری سانس لے کر بولا۔ "وہ تو مجھے اور ذمے داریاں دے گئے ہیں گھر کے حالات دیکھنے والا اب کوئی نہیں ہے۔ ماں بیمار رہنے لگی ہے۔"

"سب ٹھیک ہو سکتا ہے ساری بیماریاں دور ہو جائیں گی اگر تیری نوکری لگ جائے' ہمت کر کے میری مان۔" کمال الدین نے کہا اور پھر چائے والے کو اشارہ کر کے چائے والے کے لئے کہا۔

"آج اماں سے بات کروں گا۔ اب کوئی اور صورت نظر نہیں آتی۔"

"ویسے۔ یہ بھی تیری ضد کی وجہ سے کہہ رہا ہوں۔ ورنہ کام تو تیرے لئے ابھی موجود ہے چوبیس گھنٹے میں ارجنٹ پاسپورٹ' اس کے بعد چھ گھنٹے میں ٹور تیار' ٹکٹ وغیرہ سب اوکے۔" کمال الدین نے کہا اور امتیاز ہنسنے لگا۔

"اب اجازت دو۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بیٹھو چائے آ رہی ہے میں تمہیں اٹھا کر ہوائی جہاز میں تو نہیں ڈال دوں گا۔" چائے پینے کے بعد امتیاز کمال سے رخصت ہو کر باہر نکل آیا۔ سڑک عبور کر رہا تھا کہ سامنے والے اسٹور سے وہی نوجوان نکلتا ہوا نظر آیا جس کی گاڑی کے سامنے وہ ایک بار آ گیا تھا۔ امتیاز نے اسے پہچان لیا لیکن ایک بے مقصد سی ملاقات کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ وہ قریب سے گزرنے لگا تو نوجوان نے اسے آواز دی۔

"بھائی صاحب، بھائی صاحب مانا کہ اس وقت ہم پیدل ہیں لیکن کار کے بغیر آپ ہمیں پہچا
گے ہی نہیں۔"

"پہچان لیا، مخاطب اس لئے نہیں کیا کہ آپ کہیں گے کہ بلی پھر راستہ کاٹ گئی۔" امتیاز مُ
کر بولا۔

"بلی کا نام نہ لیں فوراً آجاتی ہے۔ ویسے آپ کو چوتھی بار دیکھ رہا ہوں اور جب کوئی بار
نظر آئے تو اسے نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ آپ کسی ضروری کام سے جا رہے ہیں؟"

"بالکل نہیں۔ لیکن یہ کیا بات ہے کہ میں نے آپ کو دوسری بار دیکھا ہے۔" امتیاز نے کہا۔

"آیئے دوستی کر لیں۔ اور اس کے لئے میری طرف سے چائے کی دعوت قبول کریں۔
سامنے ریستوران ہے۔" نوجوان نے کہا۔

"چائے کی دعوت آپ کی طرف سے۔" امتیاز انگلی اٹھا کر بولا۔

"سو فیصد۔"

"دوستی تو ان الفاظ پر ہی ہو گئی۔ آیئے لیکن خدارا بل دیئے بغیر چلے نہ جایئے گا۔"

"چلئے وعدہ۔" نوجوان ہنس کر بولا اور دوستانہ انداز میں امتیاز کا ہاتھ پکڑ کر ریستوران کی طر
چل پڑا، ایک میز کے گرد بیٹھ کر اس نے کہا۔

"کیا آپ کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ ہو چکا ہے؟"

"بل والا؟"

"جی۔"

"نہیں محتاط انسان ہوں اور مفلسی میں آٹا پتلا کا محاورہ آپ نے سنا ہو گا ویسے میرا نام ا
ہے۔"

"مجھے محمود کہتے ہیں۔"

"خدا کا شکر ہے آپ ایاز نہ ہوئے۔"

"واہ خوب۔ دل کے تار چھیڑ دیئے آپ نے ہاں خدا کا شکر ہے کہ میں دور ایاز سے نکل
ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"پانچویں ملاقات میں بتاؤں گا ویسے درمیان کی دو ملاقاتیں، ملاقاتیں نہیں تھیں۔ صرف میں
آپ کو دیکھا تھا ایک بار بینک اسکوائر پر اور دوسری بار لبرٹی مارکیٹ پر۔ ویسے آپ صحیح معنوں
اہل لاہور ہیں عام طور سے لوگ ہر جگہ نہیں نظر آتے۔"

"جی۔ اپنے شہر کی ہر گلی کوچے کی خبرگیری کرتا رہتا ہوں۔ مجھے لاہور سے عشق ہے۔"

"لاہور ہے ہی لالہ رخ، اس کی چاہت کس دل میں نہ ہو گی۔ آپ یہاں مال روڈ پر کوئی
کرتے ہیں۔"

"نہیں میں کہیں بھی کوئی کام نہیں کرتا۔ میری حالت قیس سے مختلف نہیں ہے جسے کو

ب میں صرف پتھر مارے جاتے تھے۔"

"کیا مطلب؟" محمود نے پوچھا۔

"مطلب نہ پوچھئے۔ ورنہ پانچویں ملاقات نہ ہو سکے گی۔"

"کیوں؟"

"آپ سوچیں گے کہ اپنی بے بسی کا رونا رو کر میں آپ سے کہوں گا کہ سرکار بی ایس سی کیا
فرسٹ کلاس فرسٹ، بیروزگار ہوں، دو سال سے لاہور کی اس سڑک پر ہر دفتر میں نوکری کی
مانگنے نکلتا ہوں اور شام کو خالی کاسہ لے کر گھر لوٹ جاتا ہوں۔ بتایئے اس کے بعد آپ مجھ
پانچویں ملاقات کریں گے؟"

محمود نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا چند لمحات سوچتا رہا پھر بولا۔ "کہاں رہتے ہیں آپ؟"۔

"لاہور میں، ہر سڑک پر" امتیاز مسکرا کر بولا۔

"تنہا ہیں؟"

"نہیں خدا کا شکر ہے، پورا کنبہ ہے میرا۔"

"گھر کہاں ہے۔"

"سوری سر۔ اس لئے نہیں بتاؤں گا کہ آپ مجھ پر مہربانی کرنے کے بارے میں سوچیں گے۔
تی تو ختم ہو جائے گی۔ ہم نے دوستی کا آغاز کیا ہے اس لئے سوری۔"

محمود گہری نظروں سے دیکھتا رہا تھا۔

☆ .... ☆ .... ☆

"کسٹم انٹیلی جنس افسر فیروز خان بڑے صاحب کے آفس میں داخل ہو گیا۔ **ڈائریکٹر سیٹھی**
نے گردن کے اشارے سے اسے بیٹھنے کے لئے کہا اور وہ شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔

"ہاں کیا بات ہے، کیوں ملنا چاہتے تھے تم مجھ سے؟"

"سر میرے پاس کچھ اطلاعات ہیں۔"

نادر علی صاحب سے بات کیوں نہیں کی؟"

"سر معافی چاہتا ہوں، آپ کی منظوری براہ راست چاہتا تھا۔" فیروز خان نے کہا۔

"کیسی منظوری؟"

"سر جو ذمے داری ہمیں سونپی گئی ہے اس میں مجھے اسپیشل ڈیوٹی دی گئی تھی۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

"میں نے ایک آدمی ٹریس کیا تھا میں مسلسل اس کی تاک میں لگا ہوا ہوں۔"

"کہتے رہو۔" ڈائریکٹر نے خشک لہجے میں کہا۔

"سر اتنے بڑے کام کے پیچھے کوئی چھوٹا موٹا ہاتھ تو ہو نہیں سکتا۔"

"یہ بات سب جانتے ہیں جو کچھ کہنا ہے مختصراً" کہو۔"
"سر یہ ایک بہت بڑی آرگنائزیشن ہے اور اس کا چیئرمین ملک جبار ہے۔ اس نام کو سن
میری جھجک کی وجہ ضرور سمجھ جائیں گے۔" فیروز خان نے ڈائریکٹر کی بے اعتنائی کا برا
ہوئے کہا۔ لیکن اس کے الفاظ پر ڈائریکٹر کا منہ حیرت سے کھل گیا۔
"ملک جبار...!" اس نے حیرت سے کہا۔
"جی سر۔"
"یہ تو۔ یہ ملک جبار وہی......... او مائی گاڈ......... کیا واقعی مگر اس بارے میں تمہ
اطلاعات ملی ہیں۔"
"سر اس آرگنائزیشن کی سرگرمیاں پراسرار ہیں اس کے ٹرانسپورٹ کی نقل و حرکت
ہے اور جس شخص کو میں نے ٹریس کیا ہے وہ اسی آرگنائزیشن سے منسلک معلوم ہوتا ہے
آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ میڈ۔ان میں دو نمبر کے مال کے بارے میں اسی آرگنائزیشن کی
سے نقالی کے اشتہار شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اس نے نقالوں کے بارے میں ایف آئی آر بھی
کرائی ہوئی ہے۔ اس سے ہمارے شبہ کو تقویت ملتی ہے۔"
"غضنفر سیٹھی دیر تک سوچتا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "تم کیا چاہتے ہو فیروز خان۔"
ہاتھ ڈالنا چاہتا ہوں۔"
"کسی ثبوت کے بغیر۔"
"جی سر۔ اتنے منظم لوگ ثبوت باہر نہیں رہنے دیتے۔ ثبوت کی تلاش میں تو ساری
جائے گی۔"
"یہ تو بڑی خطرناک بات ہو گی۔"
"مجھے پتہ ہے سر۔ اسی لئے میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں اب آپ کو پتہ چل گیا
میں نے نادر علی صاحب سے بات کیوں نہیں کی۔ وہ براہ راست کوئی رسک نہیں لے سکتے
"میں سمجھ رہا ہوں لیکن یہ بہت خطرناک قدم ہوگا۔"
"سر یہ خطرہ مول لینا پڑے گا۔ بعد کے حالات آپ کو سنبھالنے ہوں گے۔ سر یہ
ضروری ہے۔"
سیٹھی بہت دیر تک سوچتا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "ٹھیک ہے فیروز خان۔ میں شیر
میں سر دینے کے لئے تیار ہوں۔ تمہیں بھی مشکلات اٹھانی پڑیں گی بعد میں معاملات ٹھیک
میری ذمہ داری ہو گی۔ اگر تم بھی میری طرح یہ خطرہ مول لینے کو تیار ہو تو میں اجازت دیتا
"
"شکریہ سر" فیروز خان کھڑا ہو گیا۔

☆ .... ☆ .... ☆

پک اپ میں کارٹن لوڈ ہو گئے اور اسے کلیئرنس مل گئی تو محمود نے ڈرائیور کو دیکھا۔ پھر پک
میں آ بیٹھا "چلو عمر شاہ' ورنہ دیر ہو جائے گی۔"
"چلئے سر ہم تیار ہیں۔" عمر شاہ نے اسٹیرنگ سنبھال لیا اور محمود کے برابر بیٹھ گیا۔ پک اپ
رٹ ہو کر چل پڑی۔ محمود نے سیٹ سے سر ٹکا لیا تھا پک اپ کا سفر مناسب رفتار سے جاری
سرسبز راستوں سے گزرتی ہوئی وہ اپنی منزل کی طرف جا رہی تھی۔ طویل سفر طے ہو گیا۔ پھر
سڑک پر عمر شاہ نے اچانک بریکوں پر دباؤ ڈالا تو نیم غنودگی کی کیفیت میں بیٹھا ہوا محمود چونک

"ہوں کیا ہے۔" اس نے کہا۔
"سر جی بڑی زبردست چیکنگ ہے۔ کسٹم والے معلوم ہوتے ہیں پولیس بھی ہے۔" عمر شاہ نے
اور محمود سنبھل کر بیٹھ گیا۔ عمر شاہ عقب نما آئینے میں دیکھ کر بولا "سر پیچھے سے بھی دو گاڑیاں
، سے نکل کر سڑک پر آئی ہیں۔ گھیرا ڈالا جا رہا ہے جی۔"
"چلتے رہو۔" محمود نے کہا۔ عمر شاہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔ پک اپ چیکنگ اسکواڈ
پاس جا رکی۔ محمود سامنے کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر ایک گاڑی سے فیروز شاہ نیچے اترا۔ اس کے
ٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی اور محمود نے اس کالی بلی کو پہچان لیا تھا۔
پیچھے آنے والی گاڑیاں بھی نزدیک آ کر رک گئیں۔ ان سے مسلح پولیس والے نیچے اتر آئے
ز خان نے طنزیہ مسکراہٹ سے محمود کو دیکھا اور بولا "سر آپ نیچے تشریف لانا پسند کریں گے۔"

"آپ نے ہمارے استقبال کا اتنا شاندار بندوبست کیا ہے تو بھلا انکار کیا جا سکتا ہے۔" محمود
، نیچے اترتے ہوئے کہا پھر بولا "لیکن یہ جنگل میں منگل والی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ ملاقات تو
یں بھی کی جا سکتی تھی۔"
"اس ملاقات کا جو مزا ہے وہ کہیں اور نہیں آ سکتا تھا آیئے مجسٹریٹ صاحب فیروز خان نے
ہے آنے والی گاڑیوں میں سے اترنے والے ایک شخص سے کہا اور وہ آگے آ گیا۔ "روشنی" فیروز
ن زور سے بولا اور گاڑیوں پر لگی سرچ لائٹوں نے محمود کی ویگن کا احاطہ کر لیا۔ "شروع کرو"
ز خان نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا اور وہ لوگ ویگن پر چڑھ گئے۔ ویگن سے کارٹن اتار کر نیچے
یر کئے جانے لگے۔ محمود ڈرائیور عمر شاہ پرسکون کھڑے یہ کاروائی دیکھ رہے تھے فیروز خان کے
ے پر فاتحانہ تاثرات تھے۔ بہت سے کارٹن نیچے اتار لئے گئے پھر فیروز خان نے مجسٹریٹ کی
جودگی میں انہیں کھولنا شروع کر دیا۔ کارٹنوں میں قیمتی دواؤں کے پیکٹ بھرے ہوئے تھے۔
ز خان نے جوش کے عالم میں انہیں پھاڑنا شروع کر دیا۔ وہ بڑی بے دردی سے پیکٹ پھاڑ پھاڑ
ر نیچے پھینک رہا تھا وہ بڑی تیز رفتاری سے جاری تھا' مجسٹریٹ نے ہی اسے روکا تو وہ
ا.......!
"یہ کیا کر رہے ہیں آپ......... کیا آپ کو کارٹنوں میں کسی خاص شے کی تلاش ہے۔"

"ممکن ہے سر۔" فیروز خان بولا۔
"ٹھیک اپنا کام جاری رکھئے۔"
"سر آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں۔" محمود نے ادب سے کہا اور مجسٹریٹ چونک کر اسے د
پھر بولا۔
"ہاں.......... یہ میرا کارڈ.......... اور یہ اس تلاشی کا اجازت نامہ۔ تمام کاروائی مکمل
حیثیت رکھتی ہے۔"
"بے حد شکریہ تلاشی لینے والے افسر صاحب کے نام سے آگاہ ہو سکتا ہوں۔" محمود اس
نرم لہجے میں بولا۔
"کاغذات میں ان کا نام بھی درج ہے۔ مسٹر فیروز خان آفیسر آف کسٹم انٹیلی جن
مجسٹریٹ نرم لہجے میں بولا محمود نے ادب سے گردن خم کر دی۔ فیروز خان دیر تک مصروف
سیدھا ہو گیا۔
"کہاں سے لا رہے ہیں آپ یہ مال۔" اس نے محمود سے سوال کیا۔
"ہماری فیکٹری ہے سر اس کے مالک ملک ستار صاحب ہیں اور میں ان کا ملازم ہوں
محمود مختار ہے۔"
"فیکٹری کی ایکسائز کلیئرنس ہے آپ کے پاس۔"
"جی.......... یہ حاضر ہے۔" محمود نے جیب سے کاغذات نکال کر سامنے کر دیئے اور فیرو
کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ کاغذات لیتے ہوئے اس کا ہاتھ کانپ گیا تھا۔ ٹارچ کی روشنی میں کاغذات
گئے پھر مجسٹریٹ نے یہ کاغذات فیروز خان کے ہاتھ سے لے لئے۔ ان پر میرا نام بھی درج
جناب' کارٹنوں کی تعداد بھی اور ان میں موجود دواؤں کی تفصیل بھی۔ اگر آپ پسند کریں
کارٹن بھی کھول لیں۔ بلکہ آپ کو ان دواؤں کو لیبارٹری ٹیسٹ کے لئے اپنے قبضے میں
چاہیے۔" محمود نے کہا اور فیروز خان کے حواس جواب دینے لگے۔
"جی آفیسر۔" مجسٹریٹ نے پوچھا۔
"کاغذات تو ٹھیک ہیں۔" فیروز خان متحمل لہجے میں بولا۔
"کوئی اور شبہ ہے آپ کو۔"
"جی.......... جی نہیں۔
سر اگر اجازت ہو تو میں ملک صاحب کو اس چھاپے کی اطلاع دیدوں میں تو ملازم آدمی ہ
میری ڈیوٹی ہے۔"
"آپ اطلاع دے سکتے ہیں۔" مجسٹریٹ نے کہا۔
"عمر شاہ موبائل اٹھاؤ۔" محمود نے کہا موبائل پر ملک ستار کے نمبر ڈائل کر کے محم
موبائل چہرے کے سامنے کر لیا پھر رابطہ قائم ہونے کے بعد وہ بولا۔" ملک صاحب محمود بو
ہوں سر۔"

"ہاں محمود.......... کیا بات ہے۔" دوسری طرف سے ملک ستار کی آواز سنائی دی۔
"سر کسٹم انٹیلی جنس کے عملے نے ہماری ویگن پر چھاپہ مارا ہے انٹیلی جنس آفیسر فیروز خان
نے اس چھاپے کی نگرانی کی ہے اور اس کے ہمراہ مجسٹریٹ افتخار احمد ہیں تمام کارٹن وین سے نیچے
پھینک کر پھاڑ دیئے گئے ہیں دواؤں کے قیمتی پیکٹ تباہ کر دیئے گئے ہیں اور سامان زمین پر بکھرا ہوا
ہے۔"
"کیوں؟" ملک کی دہاڑ ابھری۔
"یہ میں بالکل نہیں جانتا سر۔"
"کاغذات مکمل نہیں تھے تمہارے پاس۔"
"بالکل مکمل تھے سر.......... لیکن انہوں نے مجھ سے کاغذات کے بارے میں پوچھے بغیر
کاروائی شروع کر دی۔ پولیس کے کوئی بیس پچیس جوان یہاں کئی گاڑیوں کے ساتھ موجود تھے۔"
"تمہیں گرفتار کیا گیا ہے۔"
"نہیں سر ابھی تک تو نہیں۔" محمود مسکرا کر بولا۔
"اب کیا کہتے ہیں یہ لوگ؟"
"مجسٹریٹ صاحب مطمئن ہیں کسٹم آفیسر نے ابھی کچھ نہیں کہا۔"
"ٹھیک ہے.......... مال ایسے ہی پڑا رہنے دو.......... یہ تمہیں گرفتار کرتے ہیں تو گرفتاری
دیدو.......... نہیں گرفتار کرتے تو وہیں انتظار کرو میں گاڑی بھیج رہا ہوں تمہارے لئے۔"
"وہ.......... یہ سامان ہم دوبارہ لوڈ کرائے دیتے ہیں ہمارے پاس آدمی موجود ہیں فون مجھے دو۔
" فیروز خان نے کہا اور موبائل محمود کے ہاتھ سے لے لیا۔" سر میں کسٹم انٹیلی جنس آفیسر فیروز
خان۔۔" فیروز خان نے کہا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔ فیروز خان کا چہرہ پسینے سے
تر ہو رہا تھا۔

☆ .... ☆ .... ☆

زبیدہ کو زور سے کھانسی اٹھی تو شانو جو اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی جلدی سے اٹھ کر باہر پانی
لینے بھاگی۔ امتیاز برابر کے کمرے میں اپنی پتلون پر استری کر رہا تھا استری بند کر کے وہ دوڑا ہوا
ماں کے پاس پہنچ گیا۔ اتنی دیر میں شانو پانی لے آئی تھی۔ زبیدہ کراہتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھی پانی
کا گلاس شانو سے لیا اور ہونٹوں سے لگا لیا' امتیاز کا چہرہ اتر گیا۔ آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر وہ ماں کی
پائنتی بیٹھ گیا اس کی آنکھوں میں خوف کے آثار تھے۔ زبیدہ نے پانی پیا گہری گہری سانسیں لیں
اور پانی کا گلاس شانو کی جانب بڑھا دیا۔ امتیاز نے سرسراتی آواز میں کہا۔
"اماں تمہیں کھانسی کب سے ہو گئی....؟" زبیدہ نے بیٹے کے چہرے پر تشویش کے آثار دیکھے
تو ہنس پڑی اور بولی۔

"ارے نہیں، مجھے تپ دق کی بیماری نہیں ہوئی ہے امتیاز بس ایسے ہی دو تین دن سے رہا ہے۔ تھوڑی تھوڑی کھانسی بھی ہو گئی ہے۔" اتنی دیر میں روبینہ چائے کی دو پیالیاں لئے اندر داخل ہو گئی۔ زبیدہ کے الفاظ اس نے بھی سن لئے تھے کہنے لگی۔

"پانچ دن ہو گئے پورے بھیا بخار چڑھ جاتا ہے۔ کھانسی بھی ہونے لگی ہے۔ اتنا کہہ چ کہ ڈاکٹر کے پاس چلو دوا لے لو اماں۔ مگر اماں ہیں کہ میری بات سنتی ہی نہیں۔"

"تم لوگ پاگل ہو جاؤ۔" تو میں تمہارے پاگل پن کی باتیں مانتی رہوں معمولی سا نزلہ ز ڈاکٹر کے پاس جاؤں گی تو پچاس روپے کی دوا دے دے گا پچاس روپے خرچ ہوں گے اس سے بخار پر ارے تمہارا کیا ہے تمہاری تو آنکھیں بند ہیں، منہ کھلے ہوئے ہیں۔ ارے پوچھو، دس روپے کا نوٹ تو کہیں باہر سے آ نہیں سکتا اور جا کر پچاس روپے خرچ کر آؤ ہو جائے گا نزلہ زکام، میں نہیں جاؤں گی ڈاکٹر کے پاس۔"

اور اگر تم مرجاؤ گی اماں تو ہزار روپے جو خرچ ہوں گے۔"

"مرجاؤں ناں تو اٹھانا اور لے جانا قبرستان اور دبا دینا قبر میں، اس کے علاوہ اور کیا ر میری تقدیر میں بس باتیں بنانا آتی ہیں تم لوگوں سے، میرے اوپر جو بیت رہی ہے میں ہ ہوں۔" زبیدہ نے چائے کی پیالی برابر تپائی پر رکھ دی دوسری پیالی امتیاز کے ہاتھوں میں تھ اس سے اٹھتی ہوئی بھاپ پر نگاہیں جمائے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر شرمندگی کے آثا چند لمحات خاموشی رہی تھی زبیدہ نے کہا۔

"بات کا بتنگڑ بنا دینا تو کوئی اس روبینہ سے سیکھے، ارے میں کہتی ہوں بابا۔ انسان اپنے میں سب کچھ جانتا ہے۔ مجھے تھوڑا بہت بخار ہو گیا ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہ کاڑھا پی ل ٹھیک ہو جاؤں گی مجھے کیا خود اپنی صحت کا خیال نہیں ہے، تو کیا سوچ رہا ہے امتیاز، چل چا

امتیاز نے ایک گہری سانس لی۔ آہستہ سے گردن جھٹکی اور چائے کی پیالی ہونٹوں سے زبیدہ بھی چائے پینے لگی تھی روبینہ بھی بڑبڑاتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔ زبیدہ نے چا پیالی سے چند گھونٹ لئے اور بولی۔

"یہ کم بخت مارا بخار نجانے کہاں سے آگیا، ایک کام کرنا تھا مجھے اس کے بارے میں سو تھی خیر چلو، دو تین دن کے بعد سہی۔ سنا تو نے امتیاز۔ ارے چپ کیوں بیٹھا ہوا ہے میں میری باتیں بری لگ گئی ہوں گی۔ نا بیٹا نا ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس مجھے تو روبینہ پر غ تھا۔ چائے پی جائے۔" امتیاز چائے کے گھونٹ لینے لگا تو زبیدہ نے کہا۔

"اصل میں یہ سوچ رہی تھی میں امتیاز کہ ذرا طبیعت ٹھیک ہو جائے تو بھائی غلام حسی گھر چلیں۔"

"کیوں اماں.........۔"

"دیکھ امتیاز، غلام حسین بھائی چوہدری کے دوست ہیں، میں مانتی ہوں کہ بات تھوڑی

ہے۔ مگر میں کہوں گی تو مان جائیں گے میری بات؟"

کون سی بات اماں.........؟ امتیاز نے پوچھا۔

میں چاہتی ہوں یہ جو تھوڑے سے پیسے مل گئے ہیں نا ہمیں میں اپنی روبینہ کا ڈولا رخصت کر ۔ روبینہ اپنے گھر میں چلی جائے گی تو ایک سکون مل جائے گا۔ اس کے بعد اللہ نے کہیں نہ تیرے رزق کا بندوبست بھی کیا ہی ہوگا۔ بس جیسے ہی تیری نوکری لگی ہم کوششیں کر کے کو بھی اپنے گھر لے آئیں گے۔ کیا سمجھا.........؟"

امتیاز پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ لمحات خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

میری بات کا برا مت ماننا ماں۔ میں نے اس دن بھی تم سے کہا تھا کہ چچا غلام حسین کا لہجہ نہیں لگتا کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم لوگ وہاں جائیں اور ذلیل ہو کر وہاں سے واپس آجائیں۔"

خدا تیرا بھلا کرے۔ ایسی بدشگونی کی باتیں منہ سے نہ نکالا کر امتیاز، میرے دل پر گھونسہ لگتا ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس وقت وقت کی بات ہوتی ہے جمال حسین آیا تھا مجھے سلام نے کے لئے۔ میں تو ملی نہیں تھی اس دن۔ مہردین کے ساتھ سرکاری دفتر گئی ہوئی تھی۔ پھر غلام حسین بھی آئے، کوئی لہجہ خراب نہیں تھا ان کا۔ بڑی دو اندیشی کی باتیں کر رہے تھے۔ رف تیرا وہم ہے۔"

"ارے کب آئے تھے یہ دونوں مجھے تو ان کے بارے میں کسی نے کچھ بتایا ہی نہیں۔"

"بھول گئی تھی بیٹا، یاد نہیں رہا، غلام حسین آئے تھے۔ بہت دیر تک مجھ سے باتیں کرتے ے اور پھر چلے گئے۔"

"اچھا تعجب ہے۔" حالانکہ اماں میری سمجھ میں آ نہیں رہی۔ بہرحال تم کہتی ہو تو ٹھیک ہے خود بھی اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ جس طرح بھی ہو ہم سادگی سے روبینہ کو رخصت کر اس کے بعد بڑی آسانیاں ہو جائیں گی۔ پھر باقی کام بعد میں دیکھے جائیں گے۔"

"یہی تو میں سوچ رہی ہوں۔" اتنی دیر میں دروازے پر دستک ہوئی تو امتیاز نے شانو سے کہا۔

"دیکھ شانو کون ہے؟" شانو باہر نکل گئی واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔ امتیاز دیکھ کر ہنس پڑا۔

"انٹرویو لیٹر پھر کسی کو مابدولت سے ملاقات کی خواہش درپیش ہوئی ہے۔ دکھانا ذرا مجھے۔" اس لفافہ شانو کے ہاتھ سے لے لیا لیکن لفافے پر روبینہ نواز پڑھ کر وہ بری طرح اچھل پڑا۔

"لو......... او......... روبینہ نواز۔" یہ روبینہ کا خط کہاں سے آیا ہے؟"

"میرا خط آیا ہے بھائی جی۔" روبینہ جو شاید دوبارہ کمرے میں آرہی تھی۔ دھڑ سے دروازہ ل کر اندر آگئی۔ اور اس نے امتیاز کے ہاتھ سے لفافہ چھین لیا۔

"تیرا خط کہاں سے آیا ہے روبینہ۔ تیری کسی سہیلی نے لکھا ہے۔" امتیاز نے خط کو گھورتے ئے کہا۔ روبینہ نے لفافہ چاک کر لیا تھا اس میں سے ایک پرچا نکلا اور روبینہ پرچہ پڑھ کر خوشی

سے چیخ اٹھی۔
"کیا؟"......... امتیاز کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔
"ہاں۔ وہ۔ وہ بھیا۔ بھائی جی۔ مم میں نے اخبار میں اشتہار پڑھ کر درخواست بھیج
نکے کے ہاتھوں لفافہ منگوا کر درخواست پوسٹ کر دی تھی اس کا جواب آیا ہے۔"
"نوکری کی درخواست۔"
"ہاں بھیا۔ دواؤں کی ایک کمپنی ہے وہاں پیکنگ گرلز کی ضرورت ہے۔ میرا اپائنٹ
سے ہو جائے گا اور کوئی بڑا کام بھی نہیں ہے دواؤں کو پیک کرنا ہوگا بس ڈبے میں۔"
چہرے پر آہستہ آہستہ سرخی پھیلتی جا رہی تھی اور روبینہ اس کی آنکھوں سے خوفزدہ ہو
تھی۔
"کس سے پوچھ کر تم نے درخواست بھیجی تھی روبینہ؟"۔ اس نے سوال کیا اور ر
ہونٹوں پر زبان پھیر کر زبیدہ کی طرف دیکھنے لگی۔ زبیدہ بولی۔
"مجھ سے پوچھا تھا اس نے...؟"
"ارے کوئی ایسی ویسی بات نہیں تھی۔ میں نے ساری معلومات کر لی تھیں۔ دواؤ
ہے' عورتیں ہی عورتیں کام کرتی ہیں۔ اور پھر گاڑی آتی ہے لینے کے لئے اور پھر وہی
چھوڑ جاتی ہے۔ میں نے کہا کہ چلو ٹھیک ہے تھوڑا بہت تو کچھ آئے گا ہی گھر میں ہ
کرتی رہتی ہے۔"
امتیاز ایک لمحے تک غصیلی نگاہوں سے ماں اور بہن کو دیکھتا رہا پھر آہستہ آہستہ اسے
نزاکت کا احساس ہوا اور اس کی گردن شرم سے جھک گئی۔ اس کی آنکھوں میں نمی آگئی
اس نے نمناک لہجے میں کہا۔
"نہیں اماں ابھی ایسا وقت نہیں آیا ہے۔ اتنا برا وقت نہیں آیا ہے اماں۔ مجھ سے
گئے ہیں آپ لوگ کیا اب آپ کو بالکل امید نہیں رہی کہ مجھے کوئی ملازمت مل جائے گی
"دیکھ امتیاز بے وقوفوں کی سی باتیں مت کر اس طرح سے مت سوچ" یہ بات کسی
ہے نہ دماغ میں اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ نوکری مل جائے گی۔ آج نہ سہی
میں نے تو یہ سوچا تھا۔"
"غلط سوچا تھا اماں۔ میں اپنی بہن سے ملازمت کراؤں گا اور خود گھر میں بیٹھ کر ا
کھاؤں گا لعنت ہے مجھ پر۔ نہیں میری بہن تھوڑا سا وقت اور دے دے مجھے۔ اماں
وقت اور دے دو اب ایسا بھی نہیں کہ اس دنیا میں میرے لئے کہیں رزق ہی نہ ہو۔"
رخساروں پر آنسو لڑھک آئے اور زبیدہ بے چین ہو گئی۔
"پاگل ہے تو بالکل پاگل ہے' ارے ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ روبینہ پھاڑ کر پھینک
لیٹر۔ جس کی وجہ سے میرے بچے کی آنکھوں سے آنسو بہیں۔ میرا دل خون ہو جائے
کوئی نہیں جائے گا امتیاز' کوئی نہیں جائے گا میرے بیٹے۔ آنسو پونچھ لے۔ امتیاز میرے

نے امتیاز کا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔ روبینہ خاموش کھڑی رہ گئی۔ شانو بھی آہستہ آہستہ رونے لگی
تھی کافی دیر تک یہ ماحول گھمبیر رہا' پھر امتیاز ہی نے گردن اٹھائی اور ان دونوں کو دیکھا' دونوں
تھ آگے بڑھائے اور بہنوں کے سر سینے سے لگا لئے۔
"فکر مت کرو۔ فکر مت کرو' ایسا نہیں ہوگا۔ تم لوگوں کو نوکری کی ضرورت پیش نہیں آئے
گی۔ اماں کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔ اللہ نے چاہا تو کچھ نہ کچھ ضرور ہو جائے گا۔ اماں میں سوچ رہا
وں کہ کراچی چلا جاؤں' کیا رائے ہے تمہاری....؟"
"کک' کراچی اور ہم..... ہم یہاں کیا کریں گے۔"
"ہمت سے کام لینا ہوگا اماں بس میں سوچ رہا ہوں حالانکہ یہ ایک بہت مشکل کام ہے لیکن
س سے پہلے میں.......... میں نہیں اماں ٹھیک ہے میں بس اور کچھ نہیں کہتا۔ روبینہ آئندہ ایسا
ت کرنا۔ میری بہن آئندہ ایسا مت کرنا' تمہیں اپنے بھیا کی قسم ہے۔"
"نہیں بھیا' قسم مت دو مجھے' لو اپنے ہاتھوں سے پھاڑ کر پھینک دو یہ لفافہ' بس یہی سوچا تھا
کہ عزت کی نوکری ہے مل جائے تو کوئی حرج نہیں.........۔" روبینہ نے لفافہ آگے بڑھایا لیکن
ھر خود ہی اسے پھاڑ کر ایک طرف ڈال دیا اور بھائی کی طرف محبت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

☆ .... ☆ .... ☆

نوید نے قلقاری لگائی اور بستر پر کھیلتا ہوا بینش کے سینے سے لگا۔ معصوم بچے کو ماں کی آنکھوں
سے رواں آنسوؤں کا کوئی احساس نہیں تھا۔ بینش کی آنکھیں آنسو برسا رہی تھیں اور یہ آنسو
غلام علی کی پرسوز آواز نے اس کی آنکھوں سے رواں کر دیئے تھے جو گا رہا تھا۔

میرے شوق دا نئیں اعتبار تینوں
آ ویکھ میرا انتظار آجا اویں لڑن بہانے لبھا ایں
جے توں سوچنا اے دلدار آجا

بینش اس آواز میں کھوئی رہی' نوید اس کے سینے پر اپنا رخسار رگڑتا رہا۔ بینش کو یہ احساس
بھی نہ ہو سکا کہ سیما کب اندر آگئی۔ وہ غلام علی کی پرسوز آواز میں کھوئی ہوئی تھی اور اس کے
الفاظ دونوں ہی کو متاثر کر رہے تھے۔ پھر غزل ختم ہو گئی اور اناؤنسر کچھ اور اناؤنس کرنے لگی۔
تب بینش نے سیما کو دیکھا اور سیما اپنی جگہ ساکت بینش کے بھیگے ہوئے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔
بینش نے جلدی سے نوید کو اپنے سینے سے ہٹایا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔
"آواز بھی نہیں دی تم نے مجھے۔ کب آگئی تھیں تم؟ بینش نے آواز کی لرزشوں پر قابو پانے
کی کوشش کی اور سیما اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔
"بھابی کیوں رو رہی تھیں؟" اس نے پردرد لہجے میں کہا اور بینش نے نچلا ہونٹ دانتوں میں
دبا لیا وہ سسکیوں کو روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ سیما نے پھر کہا۔

"آپ کی اس کیفیت کو آج دوسرا دن ہے' آخر کیا بات ہے؟"
"کیا ہے یہ دنیا سیما' کیسی ہے یہ دنیا' اتنے مجبور کیوں ہیں انسان' یہ ضرورتیں کالے
طرح ہم لوگوں کو کیوں ڈس لیتی ہیں۔ سیما زندگی اتنی مشکل کیوں ہے یہ معاشی مسائل د
درمیان کتنی بڑی خلیج حائل کر دیتے ہیں ریاض ہم سے اتنی دور ہیں کہ اگر ہمارا دل چا
انہیں دیکھ بھی نہیں سکتے۔ ہم سیما کتنے مجبور ہیں ہم نے اپنے دل کو نکال کر دور پھینک
کیوں آخر کیوں' نوید کو دیکھو کتنا بڑا ہو گیا ہے لیکن باپ کے لمس سے نا آشنا ہے کتنا
ہے یہ سیما یہ سب کیا ہے۔ انسان مجبوریوں کے ہاتھوں کتنا جکڑ گیا ہے۔ جب سے جدہ
گئے ہیں فون بھی آنے کم ہو گئے ہیں۔ نجانے کیسی جگہ ہو گی۔ کہتے تھے کہ وہاں فون کی
نہیں ہے کہیں بہت دور جا کر فون کرنا پڑتا ہے۔ کتنے اچھے ہوتے ہیں وہ لوگ جو اپنے
زندگی گزارتے ہیں۔ سیما کتنے حسین ہوتے ہیں وہ گھر جہاں مرد صبح کو کام پر جاتے ہیں او
گھر آجاتے ہیں۔ ہمارے گھر شام کیوں نہیں ہوتی؟" بینش پھر سسکنے لگی۔ اسی وقت فون
بجی اور سیما نے نگاہیں اٹھا کر فون کی جانب دیکھا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر آگے بڑھ گئی
اٹھایا اور رندھی ہوئی آواز میں بولی۔" ہیلو۔"

"ہیلو کون بول رہا ہے۔" دوسری آواز دور کی آواز معلوم ہوتی تھی۔ لیکن پھر بھی
اس کو پہچان لیا۔ ریاض کی آواز تھی۔ دوسرے لمحے سیما حلق پھاڑ کر چیخی۔

"ریاض بھائی۔ آواز بہت ہلکی آرہی ہے۔ آپ خیریت سے تو ہیں ناں بھابی بہت یاد کر
آپ کو....۔"

"جی ہاں نوید بالکل ٹھیک ہے' لیجئے بھابی سے بات کر لیجئے بھابی چلئے آپ کی دعا تو
گئی' جلدی آئیے بھئی جلدی آئیے میں باہر جا رہی ہوں دل کھول کر شکایت کر لیجئے۔ سار
سنا دیجئے انہیں۔" سیما نے کہا اور فون بینش کو دے کر باہر نکل گئی دروازے پر رک کر
پھر کہا۔

"خوب خبر لیجئے بھیا کی۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ آپ کی باتیں نہیں سنوں گی۔" بینش
کان سے لگا لیا اور لرزتی ہوئی آواز میں بولی "ہیلو۔" ہاں بینش کیسی ہو.....؟"

"آپ کی بلا سے.........۔"

"ارے ارے بھئی ناراض کیوں ہو؟"

"کتنے دن کے بعد فون کر رہے ہیں۔ خط بھی نہیں لکھتے اب تو....؟"

"جو کچھ کر رہا ہوں بینش تمہارے اور نوید کے لئے کر رہا ہوں بس یوں سمجھ لو ک
لوگوں کے لئے ایک محل تعمیر کرانا چاہتا ہوں.....۔"

"آپ نے محل کی بجائے ہمارے لئے تاج محل تعمیر کرا دیا ہے غم و اندوہ کی منہ بولتی ت

"کیسی باتیں کرتی ہو بھئی' ایسی بری باتیں منہ سے نہیں نکالتے بینش دیکھو اب ہمار۔
بچے کا مستقبل ہے۔ مجھے ہمت' محنت اور لگن سے کام کرنے دو' تم لوگوں کی یاد سے

ں نہیں رہتا' تمہارے پاس تو سیما بھی ہے' ایاز بھی ہے' مگر مجھے دیکھو میں یہاں تنہا ہوں لیکن
ں' صرف تم لوگوں کے لئے......... میں واپس آجاؤں گا بینش' بس یہ سمجھ لو کہ ایک جہاد کر
ہوں' میں میں یقیناً" واپس آجاؤں گا۔ اور اس کے بعد ہمارے پاس خوشیوں کا اتنا بڑا خزانہ ہو
۔ ہماری سمجھ میں نہیں آئے گا کہ ہم اس خزانے کا کیا کریں۔"

"باتیں بنانا تو کوئی آپ سے سیکھے۔"

"بھئی بینش ایک بات سنو' اگر تم یہ چاہتی ہو کہ میں محنت ہمت اور لگن کے ساتھ کام کرتا
ں' تو مجھے تمہاری خوشیاں درکار ہیں۔ خوش رہا کرو۔ نوید کو بھی اچھا رکھنا۔ کیا سمجھیں؟"

"میں آپ کو اس کی آواز سنواؤں۔"

"واہ کیا بات ہے۔ سنواؤ بھئی۔ دوسری طرف سے ریاض نے کہا۔ اور بینش جلدی سے نوید کو
لائی نوید اب بھی قلقاریاں مار رہا تھا۔

"دل خوش کر دیا تم نے بینش۔ واقعی بیوی ہو تو تم جیسی۔"

"تب ہی تو آپ مجھے چھوڑ کر اتنی دور چلے گئے ہیں پتہ ہے ابھی تھوڑی دیر پہلے میں رو رہی
۔"

"تم رو رہی تھیں؟"

"ہاں۔"

"تو پھر یوں سمجھ لو کہ میں بھی رونا شروع کر دوں گا۔"

"نہیں خدا کے لئے نہیں آپ نہ روئیں۔"

"تو وعدہ کرو ہمت سے کام لو گی مجھے افسردہ نہیں کرو گی۔"

"وعدہ......... وعدہ......... وعدہ.... پکی بات ہے۔"

"بالکل پکی۔" بینش نے آنسو بھری مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"اب کہیں جا کر سکون ہوا ہے اچھا بینش پھر خدا حافظ۔"

"سنئے تو سہی آخر آپ کب واپس آئیں گے۔"

"وقت کا کوئی تعین نہ کرو بینش بس میرا جو مقصد ہے اسے پورا کر لوں۔ قصد پورا کرنے سے
اب میں واپس نہیں آؤں گا۔ یہ میرا فیصلہ ہے۔"

"تھوڑے دن کے لئے ہی آجایئے۔"

"بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا بینش پلیز مجھے اپنا مقصد پورا کرنے کا موقع دو' مجھے تمہاری مدد کی
ت ہے۔"

"آپ ایسے کیوں کہہ رہے ہیں؟" ٹھیک ہے نا۔"

"ایسے نہیں جناب پہلے وعدہ کیجئے ہنسی خوشی وقت گزاریں گی یہ ایاز جو اچانک محمود بن گیا ہے
یال نہیں رکھتا تمہارا؟"

"کیسی باتیں کرتے ہیں آپ ایاز کے بارے میں ایک لفظ ایسا نہ کہیں جس سے اس کی توہین

ہوتی ہو۔ وہ میرا دیور یا بھائی نہیں بلکہ ایک فرشتہ ہے جو زمین پر اتار دیا گیا ہے اتنا خیال رکھتا
میرا کہ شاید میں آپ کو الفاظ میں نہ بتا سکوں۔"
"ہوں تو دیور بھابی کی خوب گھٹ رہی ہے اچھا بھئی چلو ٹھیک ہے۔ ہم تو یہی چاہتے ہیں
تم لوگ خوش رہو' اچھا اب خدا حافظ۔"
"خدا حافظ۔" بینش نے کہا اور دوسری طرف سے لائن بے جان ہو گئی۔

☆ .... ☆ .... ☆

محمود نے ریسیور رکھا اور فون بوتھ سے باہر نکل آیا۔ کچھ فاصلے پر ایک کار کھڑی ہوئی
اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ پھر کار میں آبیٹھا۔ کار اسٹارٹ ہو کر چل پڑی مختلف راستو
گزرنے کے بعد وہ ایک خوبصورت بنگلے کے سامنے رکی۔ دروازے پر موجود چوکیدار نے
کر دیکھا پھر گیٹ کھول دیا۔ محمود نے کار پورچ میں روکی اور نیچے اتر آیا۔ عظیم الشان کو
صدر دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔
صوفے اور میزیں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں کے بعد ایک د
سے ملک ستار اندر داخل ہو گیا۔
"ہیلو ٹائیگر.......... سب ٹھیک ہے نا۔"
"ہاں ملک صاحب۔ میرے خیال میں سب ٹھیک ہے۔"
"اسکیم کیسی رہی یہ بتاؤ۔ میرے خیال میں تو اب ایکسائز والے اپنی نسلوں کو وصیت
گے کہ ملک فیملی کے راستے کبھی نہ روکے جائیں۔"
"مال وہاں سے اٹھ گیا۔"
"مال میں رکھا ہی کیا تھا۔ سب کا سب ایکسائز تھا پیکٹوں پر نئی تاریخیں پرنٹ کرا دی گ
میں نے سوچ سمجھ کر پوری اسکیم بنائی تھی اور پھر تمہاری شکایت پر ٹائیگر۔ میں چاہتا تھا
مال پکڑے اور پھنس جائے۔ ٹرک چلوا دیا تھا میں نے ان لوگوں کے سامنے۔ تم تو آگئے
نے ساری رات میلہ لگائے رکھا۔"
"اچھا آئیڈیا تھا ملک صاحب۔ ان لوگوں کے لئے کیا کیا؟"
"بیرسٹر مہدی خان کرے گا جو کچھ اسے کرنا ہے اخبار والے بلائے تھے اب وہ ایکسائز
لئے خبریں تیار کر رہے ہوں گے۔ دیکھو کیا ہوتا ہے؟"
"بڑے ملک صاحب کو خبر کی ہے۔"
"چھوٹا سا کام تھا۔ اس میں بڑے ملک صاحب کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت تھی؟"
"میرے لئے کیا حکم ہے؟"
"کچھ دن آرام کر لو۔ ہو سکتا ہے تمہاری سرگرمیوں پر نظر رکھی جائے دوسری :

لو۔"
جا سکتا ہوں۔" محمود نے اٹھتے ہوئے کہا۔
خدا حافظ...۔" ملک ستار نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ پھر جلدی سے بولا۔" اور سنو! محمود رک کر
دیکھنے لگا۔ نوپینز نو گینز۔ اوکے۔ بائی۔" محمود خاموشی سے باہر نکل آیا تھا۔

☆ .... ☆ .... ☆

زبیدہ غلام حسین کے ہاں جانے کی تیاریاں کر رہی تھی۔ صاف کپڑے پہنے تھے۔ روبینہ سے
بند ہوائی تھی تیار ہو گئی تو شانو نے شرارت سے کہا۔ "اماں تھوڑی سی سرخی لے آؤں۔"
نے محبت بھری نظروں سے شانو کو دیکھا اور بولی۔
نہیں بیٹا۔ میرا ہار سنگھار تو زمین میں اتنا گہرا چلا گیا کہ اب کبھی نہ ابھرے گا۔"
ون اماں؟" شانو نے معصومیت سے پوچھا اسی وقت دروازہ بجا اور شانو دروازہ کھولنے آگے
ی امتیاز مٹھائی کا ڈبہ لے کر اندر آگیا اس نے ڈبہ ماں کی طرف بڑھا دیا۔
جا پتر جلدی سے کپڑے بدل لے۔"
"میرے کپڑے تو ٹھیک ہیں اماں۔"
او جو میں کہہ رہی ہوں وہی کر۔ زیادہ بحث نہ کیا کر۔ جوتے دوسرے پہن لینا اور تو بھی تو
مر کا داماد ہے آخر۔"
امتیاز آہستہ سے ہنسا۔ پھر بولا "کاش میں تمہارے خوابوں کو تعبیر دے سکتا اماں۔"
تو مجھ سے پڑھی لکھی باتیں نہ کیا کر امتیاز۔ سب کچھ ہوگا۔ اللہ نے چاہا تھا۔ میں بھائی غلام
ا سے کہہ دوں گی کہ بھائی غلام حسین ایک ڈولی تو اٹھاؤ۔ دوسری بھی اٹھ جائے گی۔ ہم کوئی
ے پھرنے والوں میں سے ہیں۔ عزت سے حریم کو اپنے گھر لے جائیں گے تو جا کپڑے
۔" امتیاز سست قدموں سے اندر چل پڑا اور زبیدہ مٹھائی کے ڈبے کو تھیلے میں رکھنے لگی کچھ
کے بعد امتیاز تیار ہو کر باہر آگیا تھا۔ زبیدہ نے سر سے پاؤں تک اپنے دولہا بیٹے کو دیکھا اور
تی ہوئی دروازے کی طرف چل پڑی۔ باہر نکلتے ہوئے اس نے شانو سے کہا۔
بار بار دروازہ کھولنے مت دوڑیو۔ نکے کو بلا لیجو اور چھت پر نہ چلی جانا۔ بہن کے ساتھ نیچے
۔" پھر وہ باہر نکل گئی امتیاز نے ایک گزرتا ہو رکشہ روک لیا تھا راستے میں دونوں سوچ میں
ے رہے یہاں تک کہ غلام حسین کا گھر آگیا دروازہ حریم نے کھولا تھا زبیدہ نے اسے سینے سے
امتیاز کو دیکھ کر حریم کی آنکھیں جھک گئی تھیں اندر سے غلام حسین کی آواز سنائی دی۔ "کون
پتر؟"
میں ہوں بھائی غلام حسین۔ سلام علیکم۔" زبیدہ نے کہا اور غلام حسین چپ رہ گیا اس نے
ا کا جواب بھی نہیں دیا تھا البتہ رحمت اندر سے آئی تو اس نے خوش اخلاقی سے زبیدہ سے

معانقہ کیا اور امتیاز کے سر پر بھی ہاتھ پھیرا۔ حریم اندر چلی گئی تھی۔
"بیٹھو زبیدہ بہن۔ اطلاع کے بغیر آگئیں مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے۔" رحمت نے کہ
مٹھائی کا ڈبہ آگے رکھا تو غلام حسین بولا۔
"کوئی نذر نیاز کرائی ہے چوہدری کی۔ فاتحہ کی مٹھائی لے کر آئی ہو بھرجائی۔"
"زبیدہ کا چہرہ اتر گیا جلدی سے بولی "نہیں بھائی جی اللہ نہ کرے کچھ بات کرنے آئ
کی مٹھائی ہے یہ۔"
اس نے ہراساں لہجے میں کہا۔ "کمال ہے بھئی۔ نواز کو مرے ہوئے ابھی کچھ رو
گزرے اور تم ماں بیٹوں نے مٹھائیاں بانٹنا شروع کر دیں واہ...... اچھا سوگ منا
لوگ۔"
"کیا کروں بھائی جی مجبوریاں صبر بن جاتی ہیں دنیا تو دیکھنی ہی پڑتی ہے۔ فرض تو پو
ہی پڑتے ہیں سوگ منا کر تو زندگی نہیں گزر سکتی۔" زبیدہ نے کہا۔
"اے شاباش ہے شاباش یہ ہوتی ہے انسان کی قدر یہ ہوتا ہے اس کا مقام......
زندگی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر پاتا ہے خون تھوک تھوک کر مرجاتا ہے اور مٹی میں جاتے ہ
زندگی کے بارے میں سوچنے لگتے ہیں ٹھیک ہے بھئی ٹھیک ہے۔"
"زبیدہ بری طرح ہراساں بیٹھی تھی اس نے سہمی ہوئی نظروں سے امتیاز کو دیکھا وہ
ہوا تھا چہرے پہ کوئی تاثر نہیں تھا زبیدہ نے رحمت کو دیکھا تو رحمت نے کہا۔
"بچیاں تو ٹھیک ہیں زبیدہ بہن شانو اسکول جا رہی ہے۔"
"ہاں بس۔ وہ!" زبیدہ تھوک نگل کر بولی۔
"کوئی بات ہے۔"
"بات ہی تو کرنے آئی تھی میں کیا کروں یہ سانسیں تو آجا رہی ہیں انہیں کیسے روک
کب جینا چاہتی ہوں مگر جی رہی ہوں تو دنیا سے آنکھیں کیسے پھیر لوں۔" زبیدہ کی
سسکیاں گندھ گئیں۔
"ٹھیک کہتی ہو زبیدہ بہن مرنے والے کی قبر میں کوئی نہیں سو جاتا۔ یہی دنیا کا اص
رحمت نے زبیدہ کو ڈھارس دی۔ چند لمحات وہ خود پر قابو پانے کی کوشش کرتی رہی پھ
کر کے بولی۔" میں بچوں کے رشتے کی بات کرنے آئی تھی۔"
"ہاں ہاں کہو بہن۔" رحمت نے کہا۔
"چوہدری کے فنڈ کے پیسے مل گئے ہیں۔ ہمارے حالات ابھی اچھے نہیں ہیں میں چا
ان پیسوں کو میں صحیح طرح ٹھکانے لگا دوں۔"
"وہ کیسے بھرجائی؟"۔ غلام حسین پھر بول پڑا۔"
"بھائی جی۔ وہ اگر روبینہ کا ڈولا اٹھ جائے تو مجھے کچھ تسلی ہو جائے بیٹی اپنے گھر آ
ہلکا ہو جائے گا میرا۔"

"او جیو بھرجائی او جیو۔ خوب سوچا تم نے تمہاری تسلی ہو جائے تمہارے بوجھ ہلکا ہو جائے
ی تسلی کیسے ہوگی ہمارا بوجھ کیسے ہلکا ہوگا بھئی یہ خود غرضی کی حد نہیں ہے تم نے صرف اپنی
ے بارے میں سوچا میری بیٹی کا کیا ہوگا؟
"حریم اب آپ کی نہیں میری بیٹی ہے بھائی جی جیسے ہی امتیاز کی نوکری لگی میں حریم کا ڈولا اٹھا
ں گی۔"
"اچھا اچھا۔ اب یہ بھی نوکری کریں گے۔ یہ کہاں نوکری کریں گے بھرجائی۔ او بھئی یہ افسرپیدا
ئے ہیں یہ افسری کریں گے نوکری نہیں او بھرجائی تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے اور اسے افسری
ں سے ملے گی بھئی؟ میرے یار کو مار دیا اس افسری نے۔ وہ بیٹے کو افسر کی کرسی پر بیٹھے دیکھنے
، خواب دیکھتا دیکھتا مرگیا۔ اب یہ خواب تم نے دیکھنا شروع کر دیئے ہیں۔ بھرجائی۔ میری
.... یہ خواب دیکھنا چھوڑ دو بھرجائی۔"
"ایسا نہ کہیں بھائی جی۔ آس پر تو دنیا قائم ہے۔ ایک نہ ایک دن تو۔"
"وہ دن کبھی نہیں آئے گا بھرجائی۔" میں معافی چاہتا ہوں ہر انسان اپنی بہتری سوچتا ہے۔ میں
ں مجبور ہوں۔ مجھے آگے کے حالات اچھے نہیں نظر آتے ہماری طرف سے یہ دونوں رشتے ختم
جھو۔"
"بھائی غلام حسین ایسا نہ کہو۔ جمال سے تو ایک بار پوچھ لو۔" زبیدہ نے روتے ہوئے کہا۔
"وہ میرا بیٹا ہے جو میرا کہنا وہ اس کا۔" غلام حسین نے کہا اور اچانک امتیاز اپنی جگہ سے کھڑا ہو
یا۔ وہ تیزی سے آگے جھپٹا تھا جدھر غلام حسین بیٹھے ہوئے تھے۔
امتیاز کے اس حملے سے ایک طرف تو غلام حسین بری طرح گھبرا گئے۔ دوسری طرف زبیدہ کا
نگ پیلا پڑ گیا۔ غلام حسین کی باتیں اتنی ہی زہریلی اور نفرت انگیز تھیں کہ کسی کو خود پر قابو پانا
شکل ہو جائے۔
"لیکن امتیاز کا ٹارگٹ مٹھائی کا وہ ڈبہ تھا جو غلام حسین کے بالکل نزدیک رکھا ہوا تھا اور غلام
سین کئی بار غیر اختیاری طور پر اس کی طرف ہاتھ بڑھا چکے تھی امتیاز نے ڈبہ جلدی سے اپنے
بضے میں کر لیا اور مسکرا کر واپس پلٹتا ہوا بولا۔
"مٹھائیاں بڑی مہنگی ہیں اماں جی...... تم بات پکی کرنے کے لئے ہی یہ مٹھائی لائی تھیں نا......
ور اب بات ہو گئی ہے ختم...... تو پھر ہم یہ مٹھائی گھر چل کر کیوں نہ کھائیں۔"
"زبیدہ تو اس کی بات ہی نہ سمجھ پائی غلام حسین غصے سے پہلو بدلنے لگے۔ ویسے وہ بھی کچھ
نہیں بول پائے تھے کہنے کے لئے کوئی بات سمجھ میں ہی نہیں آئی تھی۔ امتیاز نے پھر کہا۔
"اب اٹھو اماں جی...... میں نے تو اسی دن کہہ دیا تھا کہ چاچا غلام حسین کا لہجہ بدلا ہوا ہے مگر
تم جھوٹی آس لگائے بیٹھی رہیں چلو اچھا ہے آگے تو سوچنے کا موقع ملے گا..... اٹھو اماں۔" امتیاز
نے کہا اور زبیدہ ایک کراہ کے ساتھ اٹھ گئی۔

☆ .... ☆ .... ☆

"فیروز خان نے غضنفر سیٹھی کے دفتر میں داخل ہو کر سلام کیا اور سیٹھی نے سر سے اسے دیکھا پھر سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور فیروز خان شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔

"ہوں کہو۔" سیٹھی کی آواز ابھری۔

"آپ سب کچھ جانتے ہیں سر...! فیروز خان بھاری لہجے میں بولا۔

"بیشک۔ لیکن میں نے کبھی نہیں کہا کہ تم زمین سے آسمان کی طرف چھلانگ لگا دو چھلانگ لگانے سے زمین پر تو گرنا ہی ہوتا ہے۔"

"میں نے نیک نیتی سے کام کیا تھا سر....۔"

"کیا مطلب ہے اس بات کا نیک نیتی سے تم کنویں میں گر پڑو نتیجہ کیا ہوگا...... تمہیں نے بتایا تھا کہ وہ مال ڈیوٹی کے بغیر آرہا ہے کہاں سے انفارمیشن ملی تھیں تمہیں۔ تمام کاروائیوں کے ساتھ فیکٹری سے نکلے ہوئے مال کے ساتھ تم نے جو سلوک کیا وہ کس حد مناسب تھا۔ اور پھر... تمہیں یہ علم تو تھا کہ وہ کتنی بڑی حیثیت کے لوگ ہیں تمہیں ہر قیمت ان کے ساتھ نرم رویہ رکھنا چاہئے تھا۔۔"

"سر آپ یقین کیجئے یہ جانی بوجھی کاروائی تھی۔"

"کیا مطلب۔"

"انہیں شاید یہ علم ہو گیا تھا کہ آج مال پر چھاپہ پڑے گا..... اس لئے وہ...۔"

"کیسی مضحکہ خیز بات ہے مسٹر خان...... انہیں یہ علم ہو گیا تھا اور آپ کو نہیں۔"

"جی سر... میں یہاں دھوکہ کھا گیا۔"

"میں اس کے لئے کیا کر سکتا ہوں۔"

"سر میرا کیریئر تباہ ہو جائے گا یہ بات آپ جانتے ہیں کہ میں دیانت دار افسر ہوں میں۔ کچھ کیا محکمے اور حکومت کے مفاد کے لئے کیا میرا ان لوگوں سے کوئی ذاتی جھگڑا نہیں تھا۔"

"بیشک میں یہ بات جانتا ہوں لیکن آپ نے ہمیں جس مشکل میں ڈال دیا ہے اس کا آپ کو بخوبی اندازہ ہے۔ ابھی تو یہ دیکھنا ہے کہ ملک جبار گروپ کتنے نقصان کا دعویٰ کر سوری مسٹر فیروز خان آپ جانتے ہیں میں آپ کی معطلی کے احکامات واپس نہیں لے سکتا۔"

"ٹھیک ہے سر! لیکن ایک اجازت چاہتا ہوں۔"

"جی..... فرمایئے۔"

"معطلی کے دوران بھی میں ان کے خلاف کام کرتا رہوں گا آپ جانتے ہیں کہ میں بھی ہوں۔"

"اس کے لئے مجھ سے اجازت کی کیا ضرورت ہے اپنے نفع نقصان کے ذمہ دار آپ ہوں گے ہاں ذاتی طور پر میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ اپنی حفاظت ضرور کریں وہ لوگ آ نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔"

"میں بھی اتنا بے دست وپا نہیں ہوں سر، میرے اپنے بھی رابطے ہیں میں انہیں استعمال

بن میں بس یہ چاہتا ہوں کہ جو میں کاروائی کروں اب اگر اس میں بہتر نتائج حاصل کر لوں تو کا کریڈٹ میرے محکمے کو ہی ملے اور وہ رپورٹ میری فائل سے نکال دی جائے جس کا تعلق ناکامی اور معطلی سے ہے۔"

غضنفر سیٹھی نے نگاہیں اٹھا کر فیروز خان کو دیکھا پھر مدہم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا...۔"

"اس کا میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں مسٹر فیروز خان درحقیقت آپ خود سمجھدار انسان ہیں اچھی طرح جانتے ہیں کہ جو حالات پیدا ہو گئے ہیں ان کے تحت اگر میں کوئی رعایت کروں گا مشکل میں گرفتار ہو جاؤں گا اور جواب دہی میرے لئے مشکل ہو جائے گی۔ آپ نے ارات دیکھ لئے ہوں گے تمام اخبارات نے ملک جبار کے حق میں لکھا ہے اور کسٹمز انٹیلیجنس بارے میں سخت ترین الفاظ استعمال کئے ہیں...... بہر حال اگر آپ ذاتی طور پر کچھ کر کے ان کے خلاف کوئی موثر کاروائی کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ صی طور پر آپ کو سپورٹ کروں گا۔

"تھینک یو سر۔" فیروز خان نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

☆ .... ☆ .... ☆

غزل بیمار تھی امینہ بیگم شدید تشویش کا شکار تھیں محمود کے علاوہ اور کوئی سہارا نہیں تھا وہ د سے بڑی شرمندہ رہتی تھی لیکن اس کی آزردگی کے خیال سے وہ اب اپنی شرمندگی کا اظہار نہیں کرتی تھیں قدرت نے ایک ذریعہ بنا دیا تھا تو اسے کھونا نہیں چاہتی تھیں اچھی طرح ن تھیں کہ غزل اور محمود ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے ہیں۔ بہرحال محمود اسے ڈاکٹر ل کے پاس لے گیا ڈاکٹر سہیل نے غزل کا معائنہ کیا بہت سی دلجوئی کی باتیں کیں پھر محمود سے ئی میں کہا...۔

"محمود صاحب میں اب کیا کہوں آپ کو..... کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو رہی، میں یہ بھی کہہ سکتا ا کہ انہیں ملک سے باہر لے جایئے لیکن ڈاکٹر ہی نہیں انسان بھی ہوں آپ کے حالات بھی تا ہوں۔ اگر آپ پسند کریں تو انہیں میرے کلینک میں داخل کرا دیجئے یہاں زیادہ بہتر طریقے ے دیکھ بھال ہو جائے گی ان کی والدہ چاہیں تو ساتھ رہ سکتی ہیں ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ ید کا دامن آخری وقت تک ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے تو بہتر ہے...۔"

"محمود کا دل ڈوبنے لگا اس نے کہا۔ "صورت حال سنگین ہو گئی ہے ڈاکٹر...۔"

ڈاکٹر کے ہونٹوں پر مغموم مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا... "صورت حال تو اسی وقت سنگین ی جب مرض کا پتہ چلا تھا..... وقت آہستہ آہستہ گزر رہا ہے زندگی کی کہانی اپنا آخری وقت رور پورا کرے گی اس سے پہلے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ لیکن میرا مشورہ ہے کہ اگر آپ انہیں ینک میں داخل کرا دیں تو زیادہ بہتر ہے۔

"اس کے لئے مجھے ان لوگوں کو تیار کرنا پڑے گا۔"

"ہاں ہاں جلدی نہیں ہے....۔"

"انہیں لے جا سکتا ہوں....۔"

"جی لے جائیے..... جو دوائیں اور تدابیر میں نے بتا دی ہیں وہ سمجھا دیجئے گا جب بھی منا سمجھیں انہیں میرے کلینک لے آیئے گا میں انتظام کر دوں گا اور بھابی کیسی ہیں....؟"

"ان کی حالت خاصی بہتر ہے۔" محمود نے سسکی بھری آواز میں کہا اور ڈاکٹر سہیل ا ہمدردانہ انداز میں دیکھنے لگا پھر "زندگی میں بعض لوگوں کو ایسے مسائل کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے کہوں آپ سے....؟"

"محمود غزل اور امینہ بیگم کے سامنے پہنچا تو ایک مصنوعی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر سجی تھی۔

"چلئے جناب ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ غزل بلاوجہ بے بحر ہو رہی ہے حالانکہ ردیف قافیے بالکل درست ہیں ماں بیٹیوں کو گھر لانے کے بعد تھوڑی دیر تک غزل سے باتیں ہوتی ر اور جب وہ اٹھنے لگا تو غزل نے آہستہ سے کہا۔

"ایک شعر سنتے جایئے......۔"

جن کے دامن میں کچھ نہیں ہوتا
ان کے سینوں میں پیار ہوتا ہے

"بہت خوب...... ذاتی ہے........؟ محمود نے سوال کیا اور غزل مسکرا کر خاموش ہو گئی۔ وہاں سے نکل آیا شدید الجھنوں کا شکار تھا نجانے کیا کیا غم پال رکھے تھے اس نے اپنے سینے نجانے کیسی کیسی الجھنوں کا شکار تھا کار میں بیٹھ کر چل پڑا' ذہن سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا لیکن فاصلہ طے کرنے کے بعد دفعتہ عقب نما آئینے پر نظر پڑی تو اس کا دل دھک سے ہو گیا۔ اپنے غزل کا گھر' دونوں ہی جگہ یہ کار نظر آئی تھی اسے..... بہت غور کیا تو کار میں وہی انٹیلی جنس ا نظر آیا جسے اس کے ہاتھوں بدترین شکست سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

"محمود کے جبڑے بھنچ گئے اس کے چہرے پر تشویش کے آثار بھی تھے اور اس کے ساتھ ہی کسی حد تک دیوانگی کا انداز بھی...... وہ مختلف سڑکوں پر کار دوڑانے لگا اور نیلی کار مسلسل اس کا تعاقب کرتی رہی پھر اس نے ایک ہوٹل کے سامنے گاڑی روک دی اور اتر کر اندر دا ہو گیا ہوٹل اس کا جانا پہچانا تھا وہ جانتا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ چنانچہ لابی سے گزرنے کے بعد پتلی راہ داری عبور کر کے وہ ہوٹل کے صدر دروازے کے کارنر پر آ گیا۔ تب ہی اس نے انٹیلی جنس کے اس خونخوار آفیسر کو دیکھا جو نیلی کار سے اتر کر اندر داخل ہو رہا تھا آفیسر غا اسے نگاہوں میں رکھنے کے لئے ہوٹل میں پہنچنا چاہتا تھا جب وہ لابی سے شیشے کا بڑا دروازہ کھول اندر داخل ہو گیا تو محمود اپنی جگہ سے باہر نکلا اور واپس اپنی کار میں آ بیٹھا۔ پھر کار کو ریو کر کے وہ برق رفتاری سے چل پڑا کسٹم انٹیلی جنس کے آفیسر کو وہ اس وقت بھی ڈاج دینے

ب ہو گیا تھا..... لیکن یہ آفیسر درحقیقت اس کے لئے درد سر بنتا جا رہا تھا اسے شدید زک پڑ رہی تھی ملک ستار کا منصوبہ سو فیصد کامیاب ہوا تھا اور اب بیرسٹر مہدی خان زبردست ان کر رہا تھا ملک ستار کے اپنے اختیارات بھی سامنے آئے تھے اور چھاپے کے اس واقعہ کو ات نے اس بری طرح اچھالا تھا کہ چاروں طرف لے دے مچ گئی تھی۔ یہ سب کچھ ہو رہا تھا د کو علم تھا کہ اس آفیسر کے خلاف یقینی طور پر محکمہ جاتی کاروائی ہوئی ہوگی اس کے باوجود یہ اس کے پیچھے بری طرح لگا ہوا ہے۔ چند لمحات خاموشی سے کار ڈرائیو کرنے کے بعد اس نے فیصلہ کیا اور پھر گھر واپس جانے کی بجائے اس نے کار کا رخ ایک جانب کر دیا۔ مختلف نوں سے گزرتی ہوئی کار بالآخر ایک مخصوص علاقے میں داخل ہو گئی اور پھر ایک خوبصورت مکان کے دروازے کے سامنے رک گئی۔ محمود نے بیل بجائی اور کچھ دیر کے بعد ایک ناک شکل کا آدمی دروازے پر آ گیا۔ محمود کو دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس بڑے پرتپاک انداز میں محمود سے مصافحہ کیا تھا....

"آؤ محمود اچانک اس وقت خیریت تو ہے۔"

"خیریت ہے غیاث خان' لیکن یار بڑا الجھا ہوا ہوں میں....۔"

"آؤ آؤ اندر آؤ...... اندر آ کر تمہاری تمام الجھنیں دور کر دوں گا میں۔ غیاث خان نے محمود کا پکڑ کر اسے اندر کھینچتے ہوئے کہا اور دروازہ بند کر کے واپس پلٹ پڑا۔ ایک بڑے سے کمرے داخل ہو کر اس نے محمود کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر بولا......

"اب تم شوقین آدمی تو ہو نہیں کہ تمہیں اپنی پسند کی چیز پیش کریں چائے وغیرہ پیو گے۔"

"کچھ نہیں.....۔"

"کیا بات ہے کچھ زیادہ ہی الجھے ہوئے ہو....؟

"بہت سی الجھنیں یکجا ہو گئی ہیں دوست خاص طور سے انٹیلی جنس کا وہ افسر تم پورا واقعہ تو صاحب کی زبانی سن ہی چکے ہو گے...۔"

"سن چکا ہوں مگر مجھے تم سے اختلاف ہے کیا ہوا ہے اس آفیسر کو...۔"

"یار یوں لگتا ہے جیسے وہ اپنا عہدہ بڑھوانے پر تلا ہوا ہے ابھی تک تو میں نے اسے کوئی موقع ں دیا لیکن وہ مسلسل میرے پیچھے لگا ہوا ہے لگتا ہے کچھ کر کے ہی دم لینا چاہتا ہے۔"

" غیاث خان ہنسنے لگا پھر اس نے کہا "غیاث خان کی بات مان لو' گھاس جب ضرورت سے زیادہ ی ہو جائے اور اس سے پاؤں الجھنے لگیں تو اسے تراش دینا چاہئے کیا سمجھے...؟" غیاث خان فناک انداز میں ہنسنے لگا لیکن محمود کا منہ بگڑ گیا اس نے کہا۔

"یار غیاث خان مجھے ہمیشہ تمہارے فلسفے سے اختلاف رہتا ہے تم خود سوچو ذرا سینے پر ہاتھ رکھ ر سوچو وہ آفیسر بھی تو نوکری کرتا ہے اپنا فرض پورا کر رہا ہے وہ۔ تم نے اسے دیکھا نہیں جوان ر خوبصورت آدمی ہے نجانے کس ماں کا بیٹا ہوگا' نجانے کس گھر کا سہارا ہوگا۔ ماں باپ نے ے افسر بنانے کے لئے کیسے کیسے جتن کئے ہوں گے غیاث خان اور تم مجھے ان کے آنگن کا

درخت کاٹنے کے لئے کہہ رہے ہو.....؟ نہیں استا۔ غیاث خان اس کے علاوہ
چاہئے....۔"

"غیاث خان نے ایک قہقہہ لگایا اور بولا.... "اصولی طور پر مجھے ملک صاحب
ہے تم جیسے نرم دل لوگوں کو اس فیلڈ میں نہیں ہونا چاہئے۔ دوست! دشمن پر اس
سے پہلے وار کر دو گے تو کامیابی حاصل کر لو گے ورنہ یہ سمجھ لو کہ وہ خود کامیاب ہو جا
خیر ٹھیک ہے بتاؤ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں...؟"

"نہیں یونہی الجھا ہوا تمہارے پاس آگیا تھا سوچا تھا تم سے کچھ مشورہ کروں گا....۔"

"یہ نہیں سوچا تھا کہ میرا نام غیاث خان ہے اور میں تمہیں ایک ہی مشورہ د
مشکل جب حد سے آگے بڑھ جائے تو اسے آسان کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔" غیا
لگا محمود چند لمحات اسے دیکھتا رہا پھر بولا.....۔"

"نہیں غیاث خان میں کسی کی زندگی لینے کے حق میں نہیں ہوں..... اچھا ٹھیک
ہوں...... تمہارا بہت بہت شکریہ......۔"

"سنو، گھاس جب ضرورت سے زیادہ لمبی ہو جائے اور تمہاری گردن پھنس جانے کا
پھر مجھے دوستی نبھانے کا حق دینا۔" یار میں کوشش کروں گا۔ کہ گھاس اتنی لمبی ہی نہ ہو
" محمود نے کہا اور غیاث سے مصافحہ کر کے باہر نکل آیا کچھ دیر کے بعد اس کی کار ا
جانب جا رہی تھی۔

☆ .... ☆ .... ☆

امتیاز جانتا تھا کہ زبیدہ کے دل کو کتنا بڑا چرکا لگا ہے۔ وہ اس زخم کی اہمیت کم کر
غلام حسین کے گھر سے اٹھتے ہوئے اپنی کاروائی شروع کر چکا تھا مٹھائی کا ڈبہ اٹھا کر لانا ا
کا ایک حصہ تھا گھر واپس آنے کے بعد بھی اس نے بڑے بڑے قہقہے لگائے تھے اور دونوں
ساتھ بٹھا کر مٹھائی کھائی تھی...... وہ جانتا تھا کہ روبینہ بھی طویل عرصے سے جمال
منسوب ہے، گھریلو لڑکی کے دل میں ظاہر ہے اس گھر کا تصور ہوگا۔ باقی رہ گئی حریم تو
تک حریم کے بارے میں سوچ ہی نہیں سکا تھا اس نے تو اپنی زندگی کے شب و روز عجیب
کیفیت میں گزارے تھے۔ تعلیم حاصل کرنے کے لئے سرگرداں رہا تھا اور اس وقت ا
تھا جیسے دنیا کی تسخیر سب سے آسان کام ہو، لیکن بعد میں اسے بڑی مایوسیوں کا سامنا کرنا
پھر تو اس کی شخصیت ہی مسخ ہو کر رہ گئی تھی غلام حسین کے بارے میں تو اسی دن اند
تھا بلکہ اس سے پہلے بھی تھا، بچپن سے انہیں جانتا تھا لیکن چوہدری نواز دوست نواز انسان
حسین کی اپاہج بیٹی کو اس نے بڑی خوشدلی سے اپنے خوبصورت بیٹے کے لئے منتخب کر ا
امتیاز نے بھی یہی سوچا تھا کہ خود اس کے اپنے دل میں تو کسی کا بسیرا نہیں ہے۔ اگر باپ

ری ہو جاتی ہے تو کیا حرج ہے۔ اور اب بسیرا بھی ہوا تھا تو اس عالم میں کہ اسے دنیا کا سب سے
بارہ انسان قرار دے دیا گیا تھا وہ لڑکی ہر لمحہ ذہن میں رہتی تھی اس کا کالج بھی دیکھ چکا تھا لیکن
ل کر بھی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ دوبارہ اس سے ملاقات کرنے جائے، کیا فائدہ ایک نیا روگ
کو لگانے سے یہ دوسری بات ہے کہ روگ لگائے نہیں لگتے وہ تو خود بخود لگ جاتے ہیں۔
حال اس وقت اس نے خوب شور شرابا کیا تھا لیکن بعد میں نتائج ظاہر ہو گئے تھے، زبیدہ کی
ت جو تھوڑی سی سنبھلی تھی پھر بگڑنے لگی اور وہ ایک بار پھر بستر پہ جا پڑی۔ علاج اس نے
دری نواز کی زندگی میں بھی کبھی نہیں کرایا تھا اور اب بھی وہ دواؤں سے پرہیز کرتی تھی۔ لیکن
یاز کو اندازہ ہوتا جا رہا تھا کہ زبیدہ کو اب علاج کی ضرورت ہے اور علاج کے بغیر اس کی حالت
ڑتی ہی چلی جائے گی اس وقت بھی وہ زبیدہ کی چارپائی کے نزدیک ہی بیٹھا ہوا تھا اور اس نے الٹی
یدھی باتیں کر رہا تھا۔ کہ شانو کی چھٹی ہوئی اور وہ اسکول سے واپس آگئی سیدھی ماں کے پاس
ئی تھی امتیاز نے محبت بھرے انداز میں بہن کے سر پر ہاتھ پھیرا تو شانو کہنے لگی۔

"بھائی جی اسکول والوں نے پچاس روپے مانگے ہیں پکنک پر جانا ہے....۔"

"بیمار زبیدہ بھرے ہوئے انداز میں پلنگ پر اٹھ کر بیٹھ گئی....

"پچاس روپے مانگے ہیں پکنک پر جانا ہے، خدا ستیاناس کرے ان لوگوں کا ارے میں کہتی
وں کیا یہ دنیا میں سب سے زیادہ خوشحال لوگ ہیں انہیں اس کے علاوہ اور کچھ سوجھتا ہی نہیں کہ
بھی پکنک منائی جائے، کبھی اور کچھ کیا جائے بس جاؤ گھر سے مٹھی بھر کے پیسے لے آؤ، غضب
را کا پچاس روپے۔"

"ارے اماں اس بے چاری کا کیا قصور ہے اس نے تو ان سے پکنک کے لئے نہیں کہا ہوگا۔"
نیاز نے ماں کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی تو زبیدہ پھر آگ بگولہ ہو گئی۔

"ہاں ہاں ٹھیک ہے دے دو پچاس روپے دے دو کیا فرق پڑتا ہے باپ کی عمر بھر کی کمائی بے
ار پڑی ہوئی ہے اور اب کس کام آئے گی وہ خرچ کرو سب لوگ آرام سے خرچ کرو اسے پکنک
کے لئے پچاس روپے دے دو اور گھر میں جو ضرورتیں پڑی ہوئی ہیں انہیں بھی پورا کر لو.......
رے اب کون سا ہمیں بیٹی کا ڈولا اٹھانا ہے۔ کون سی بہو گھر میں لانی ہے۔ خرچ کر دو یہ پیسے اب
ن کا اور ہوگا کیا۔" اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی اور شانو جو کھڑی ٹکر ٹکر بھائی اور ماں کا منہ
دیکھ رہی تھی دروازے کی طرف دوڑ گئی باہر سے مہردین کی آواز سنائی دی تھی۔

"کہاں گئے بھئی سب لوگ بھرجائی کہاں ہو بھئی۔"

مہردین اور اس کی بیوی اندر آگئے۔ مہردین نے کہا۔

"لو دیکھ لو، منہ اتر گیا ہے بیمار پڑی ہے بھرجائی ارے یہ کیا روگ لگا لیا ہے تم سب نے اپنے
آپ کو۔ میں کہتا ہوں ٹھیک ہو کے بیٹھو۔ گھر کو سنبھالو۔ اب کیا کر سکتے ہیں ہم لوگ۔ امتیاز
سنبھالنا پڑے گا بیٹا گھر کو۔ یہ تمہاری اماں بیمار کیوں ہو گئیں۔"

"امتیاز ہنسنے لگا پھر بولا۔" پتہ نہیں چاچا مہردین مجھے تو اماں کچھ بتاتی ہی نہیں ہیں۔"

"بتاتی ہوں، مہردین بتاتی ہوں، تمہیں تو کچھ پتہ ہی نہیں۔ چوہدری غلام حسین کے گھر مٹھائی کا ڈبہ لے کر چوہدری کے پیسے ملے تھے۔ میں نے سوچا کہ بات کروں ان سے، روبینہ ہی اٹھا دوں۔ لیکن اس نے تو آنکھیں ماتھے پر رکھ لیں۔ صاف کہہ دیا کہ اب ان دونوں میں کوئی رشتہ نہیں ہو سکتا۔ ارے مہردین بھائی غلام حسین نے تو اپنی دوستی چوہدری کے ساتھ میں دبا دی۔ حالانکہ چوہدری کو جب دیکھو بھائی غلام حسین بھائی غلام حسین کی تسبیح پڑھتے تھے ارے ایسے ناسمجھ بھی دنیا میں کم ہی دیکھے۔"

"کیا کہا غلام حسین نے؟"

"صاف صاف کہہ دیا کہ امتیاز تو نکھٹو ہے، کچھ کر نہیں پائے گا اور روبینہ کی ڈولی اس تک گھر میں آنہیں پائے گی جب تک کہ حریم اس گھر سے رخصت نہ ہو ہماری طرف رشتہ ٹوٹا ہی سمجھو۔"

"مہردین کے چہرے پر افسردگی کے آثار پھیل گئے اس نے غمزدہ لہجے میں کہا۔"

"ٹھیک ہے بھرجائی، اللہ کو منظور نہیں تھا۔ رشتے تو آسمانوں پر ہی بنتے ہیں۔ اسی میں طرف سے کچھ بہتری ہوگی۔"

"امتیاز بدستور ہنس کر بولا۔" یہی تو میں کہتا ہوں چچا مہردین اب آپ سوچئے گھر میں بیساکھی کی آوازیں ابھرتی رہتیں۔ چیزیں لانے لے جانے کے لئے پہلے بیساکھی ضروری ہوتی اور باپ کا لالچی بیٹا جمال حسین.... اماں نے تو یہ بھی کہا تھا کہ جمال حسین سے بات کرا دی جائے کی۔ چچا غلام حسین نے کہا کہ وہ انہی کا بیٹا ہے اور میں بھی سمجھتا ہوں آپ لوگ نہیں میری عمر کا بندہ ہے وہ ارے میں جانتا ہوں کہ انسان کی سوچ اب کیا ہو گئی ہے۔ یہ تو باندھے کی بات تھی دونوں بزرگوں نے فیصلے کر لئے تھے۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ جو بھی اچھا ہی ہوا ہے۔"

"ہاں ہاں امتیاز کیوں نہیں بالکل ٹھیک کہتے ہو۔"

"مگر چچا مہردین اب تمہیں میرا ایک کام کرنا ہے۔"

"کیا..... امتیاز بولو۔"

"تمہیں میرے چہرے سے یہ نکھٹو ہونے کا لیبل ہٹانا ہے۔"

"مجھے؟"

"ہاں میں نے درخواست لکھ لی ہے۔ کسی وقت خود تمہارے پاس آتا۔"

"کیسی درخواست امتیاز بیٹے؟"

ورکشاپ میں مجھے، میرے باپ کی جگہ لگوا دو۔ پڑھا لکھا بھی ہوں، بہت اچھا کام کر افسروں سے بات کرو، میں خوشدلی کے ساتھ ورکشاپ میں فورمین بننے کے لئے تیار ہوں۔"

"دیکھو چچا مہردین، میں اپنے مرحوم باپ پر کوئی الزام نہیں لگاؤں گا۔ بعض اوقات بزرگو فیصلے کتنے غلط ہوتے ہیں تم نے خود دیکھ لیا، چوہدری غلام حسین کیسے آدمی نکلے، ابا کی سو

بھلا کیا بولتا لیکن مجھے ان کے بارے میں پہلے ہی سارے اندازے تھے...... ابا کی یہ سوچ بھی غلط تھی کہ میں بی ایس سی کر کے کوئی اعلیٰ درجے کا افسر بن جاؤں گا۔ دیکھو چاچا مہردین ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے اور انسان کی اپنی تقدیر بھی ہوتی ہے۔ کم از کم گھر کے حالات کو تو سنبھالا دینا ہے۔ کہاں تک سڑکوں پر مارا مارا پھروں۔ نہیں چاچا مہردین یہ کوشش اور کر لو اس کے بعد اگر یہ بھی نہ ہو سکا تو پھر مجھے کوئی اور قدم اٹھانا پڑے گا۔"

"مہردین نے درخواست امتیاز کے ہاتھ سے لے لی اس کے چہرے پر سخت افسردگی کے آثار تھے۔ پھر اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر درخواست جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔"

"جو اللہ کو منظور ہے وہی ہوتا ہے۔ ٹھیک ہے امتیاز میں پوری پوری کوشش کروں گا۔"

☆ .... ☆ .... ☆

"غلام حسین کے چہرے پر خوشیاں ناچ رہی تھیں۔ رحمت بی بی سامنے ہی موجود تھی۔ مسکراتے ہوئے اس کے پاس آ گئے۔

"منہ کھول۔" انہوں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کہا۔

"کیا بات ہے؟"۔ رحمت کچھ نہیں سمجھ پائی تھی۔

"او منہ کھول۔" غلام حسین اترا کے بولے۔

"پہلے کبھی تمہارے سامنے منہ کھولا ہے چوہدری صاحب بات کیا ہے۔"

"اوں، ہونہہ، ہمیشہ گرائمر غلط کر دیتی ہے اور یہ مٹھائی منہ میں رکھ لے۔" غلام حسین نے ایک ٹافی نکال کر آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اوئے ہوئے ہوئے یہ اب مٹھائی کی گولیوں کا شوق بھی ہو گیا تمہیں" رحمت بی بی نے منہ کھولتے ہوئے کہا اور غلام حسین نے رنگین گولی اس کے منہ میں رکھ دی۔

"کوئی میں شکل سے پاگل لگتا ہوں تجھے رحمت بی بی۔ وہ بابو ارشاد کے ساتھ ان کا بھتیجا بھی تھا۔ مجھ سے بولا بابا جی گولی کھاؤ گے۔ میں نے منہ کھول لیا لے بھئی کوئی دس بارہ گولیاں بھر دے میرے منہ میں۔ اسے دکھانے کے لئے دو چار کھا لیں باقی موقع پا کر جیب میں گرا لیں بچوں کے لئے۔"

"اوئے توبہ توبہ کھٹی امچور ہے۔ یہ تو۔ چوہدری صاحب گولی بھی کھلائی تو کھٹی۔ اب میں سمجھی تمہارے منہ سے نکلی ہے تو کھٹی ہی ہوگی۔"

"او بیٹھ بھئی۔ اب تو خوش خبریاں ہی خوش خبریاں ہیں تیرے لئے ہمارے دن پھر رہے ہیں۔"

"کیسے؟" رحمت بی بی نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بابو ارشاد ملے تھے مجھے، بہت سی باتیں ہوئیں تجھے معلوم ہے بابو ارشاد کے بارے میں بڑے رئیس ہیں پتوکی، رائے ونڈ میں اینٹوں کے دس بھٹے ہیں۔ لاہور میں بڑی جائیداد ہے کیا نہیں ہے

اس کے پاس۔"
"ہے تو ہمیں کیا۔"
"پوری بات سن نیک بخت، بہت سی باتیں ہوئیں ان سے۔ جمال کے رشتے کے بار۔
بھی خاص طور پر پوچھا۔ میں نے پوری کہانی سنا دی اور بتا دیا کہ رشتہ تو ختم ہو گیا۔"
"پھر؟"
"کہنے لگے نورین بھی تمہاری ہی بیٹی ہے غلام حسین۔ تم نے کبھی اس کے بارے میں
میں نے تو فوراً بات لپک لی اور ان سے کہہ دیا کہ میں تو سر کے بل چل کر آؤں گا۔"
"رشتہ لے کر جاؤ گے۔" رحمت بی بی نے پوچھا۔
"تو اور کیا؟"
"تم نے دیکھا ہے نورین کو۔" رحمت بی بی نے ناک چڑھا کر کہا۔
"تو کیا میں اسے دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتا۔"
"کالی بلی ہے پوری۔"
"اور تیرا بیڑہ تر جائے او جانتی ہے وہ کالی بلی اپنے ماں باپ کی اکلوتی ہے۔ بابو کا جو کچ
وہ نورین کا ہے۔ اور بی بی شکل و صورت سے کیا لینا دینا ہے اس کے ساتھ جو آئے گا
دیکھو۔"
"میں تو سچ کہوں چوہدری صاحب امتیاز اور روبینہ کو میں نے ہمیشہ بہو داماد کی نگاہ سے
ہے۔ مجھے تو بڑا دکھ ہے ان کا۔"
"کونسی نئی بات ہے عورت کو اسی لئے تو ناقص العقل کہا گیا ہے او پاگل چمک آجائے گ
میں۔"
"او اپنی حریم۔"
"بڑے سے بڑے گھر میں شادی کریں گے اس کی ساتھ میں سونے جڑی بیساکھی ہو گی
ٹانگ پر غور بھی نہیں کرے گا سب بیساکھی کو دیکھیں گے۔"
"سو تو ہے جمال مان جائے گا!" رحمت بی بی نے کہا اور غلام حسین مسکرانے لگے پھر بو۔
"فخر ہے مجھے اس پر' وہ اتنا سمجھدار نکلا کہ مجھے نہیں معلوم تھا۔ اسی طرح سوچتا ہے و
اس کا باپ۔"
"رحمت جی پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔ لیکن دونوں میں سے کسی نے کچھ فا
ستون کی آڑ میں کھڑی حریم کو نہیں دیکھا تھا جس کے چہرے پر موت کی سی ویرانی طاری تھی

☆ .... ☆ .... ☆

"امتیاز آہستہ آہستہ چلتا ہوا پارک کے سامنے پہنچ گیا۔ موچی خالی بیٹھا ہوا تھا۔ امتیاز کو د

ایا۔ اور بولا۔"
"آگیا صاب؟"
"نہیں یار نہیں صاب آج جو تا خیریت سے ہے بس آج ایسے ہی تمہارے پاس آگیا؟"
"بیٹھو صاب آج آپ کو چینک پلائے گا۔"
"نہیں خان صاحب تمہارا بہت شکریہ۔"
"ابھی غریب کا چینک پیو صاب۔ خدا قسم میرے کو خوشی ہوگا...!" خان نے کہا۔ اور امتیاز اس
پاس زمین پر بیٹھ گیا۔ خان اپنی جگہ سے اٹھ کر سڑک پار چائے بولنے چلا گیا۔ امتیاز موچی کے
ے کے پاس بیٹھا سڑک سے گزرنے والی کاروں کو دیکھتا رہا۔ پھر اسے اپنے عقب میں کسی بچے
رونے کی آواز سنائی دی۔ اور اس نے غیر اختیاری طور پر گردن گھما کر دیکھا۔ وہی دونوں
ین بچے کے ساتھ بالکل قریب سے گزر رہی تھیں۔ دونوں نے بھی اسے دیکھا۔ اس کے بعد
کے سامنے پھیلے ہوئے جوتے مرمت کرنے والے سامان کو.....! پھر ایک دوسرے کو۔ پھر ان
چہروں پر تاسف کے آثار پھیل گئے پھر وہ آگے بڑھ گئیں۔
امتیاز کو ساری صورتحال کا احساس ہو گیا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی......
ـ"..... اس نے دل میں سوچا۔ آج آپ نے مجھے میری اصل اوقات میں دیکھ لیا میڈم....
..... انجام یہی ہے بلکہ یہ انجام بھی بہتر ہے۔ میری حیثیت تو اس سے بھی بدتر ہے کم از کم
تے مرمت کرنے والا خان شام کو سو پچاس روپے کما کر ہی اٹھتا ہوگا۔ میرے لئے تو یہ گنجائش
نہیں ہے گھر کے حالات بدترین ہوتے جا رہے ہیں۔ ماں بیمار ہے اس کے دل کو شدید
موں سے دو چار ہونا پڑا ہے۔ بہن کی ڈولی خالی رہ گئی۔ چھوٹی بہن کے اسکول کی پڑھائی......
ل ہورہی ہے۔ اور باپ..... بیٹے کو افسر دیکھنے کی آرزو لئے دنیا سے چلا گیا۔

زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

مفہوم اپنے حسب حال ہو سکتا ہے شمع کی طرح روشنی پھیلانے والی زندگی نہ ملے تو اس کی
ح جل جل کر پگھلنے والی زندگی ہی سہی۔ اس سے مختلف تو نہیں ہوں۔"
"لو صاب۔" دکان کا لڑکا دیر سے چائے لاتا ہے۔ میں خود لے آیا......!" خاں صاحب نے
ے کی پیالی بھر کر امتیاز کے ہاتھ میں تھما دی۔ اور امتیاز اس سے ہونٹ جلانے لگا اس کے دل
انہیں دونوں بچہ گاڑی والیوں کا خیال تھا کہ جانے انہوں نے کیا تاثر لیا ہوگا۔
پھر ایک اور واقعہ ہو گیا چائے کے چند گھونٹ لئے تھے کہ ایک کار نے پاس ہی بریک لگائے
پھر ایک آواز سنائی دی' "امتیاز صاحب۔" آواز دینے والا محمود تھا۔ امتیاز نے جلدی سے ساری
ے حلق میں انڈیل لی اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ چند قدم آگے بڑھ کر وہ محمود کے پاس پہنچا تو
ود نے کہا "رانگ سائیڈ کھڑا ہوں آس پاس کہیں گاڑی بھی نہیں کھڑی کر سکتا ورنہ اس چائے
پارٹی میں ضرور شرکت کرتا۔ مصروف ہو؟"
"نہیں....." امتیاز ہنس پڑا۔

"یار جلدی سے اجازت لے کر آجاؤ...... ورنہ کوئی دل جلا بس اب میری گاڑی مارنے والا ہی ہے۔" امتیاز نے وہیں سے آواز لگائی۔

"خاں صاحب، چائے کا شکریہ۔ پھر آؤں گا۔"

"خدا حافظ صاحب۔ خان نے کہا اور امتیاز سڑک پر آکر دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ انڈی کیٹر دے کر گاڑی سائیڈ پر لے لی تو بولا یہ عیش ہو رہے ہیں؟؟"

"اس سے بھی زیادہ اب تو سوچتا ہوں داتا دربار کے لنگر میں بھی شریک ہو لیا کروں۔.. نے بدستور ہنستے ہوئے کہا اور محمود سنجیدہ ہو گیا پھر وہ دیر تک خاموش رہا تھا اس کے بعد چونک کر کہا۔

"یہاں کوئی کام تو نہیں تھا مطلب یہ کہ میں تمہیں اس طرح لے آیا...۔"

"نہیں محمود صاحب، کام ہی کا تو رونا ہے۔"

"کہیں چل کر بیٹھیں ویسے مجھ سے قسم لے لو اور اس طرف آتے ہوئے میں نے بارے میں سوچا تھا اور پانچویں ملاقات ہو گئی۔"

"یار دیکھو برا مت ماننا، تم فراخ دل انسان ہو لیکن مجھے اس حلئے میں کسی ہوٹل میں نہیں لگاتا۔"

"امتیاز پلیز...... ہم اپنی ذات میں بہت کچھ ہیں۔ یہ مت کہا کرو۔ آؤ یہاں بیٹھتے ہیں نے ایک ریستوران کے سامنے کار روک دی۔ پھر دونوں ایک میز کے گرد جا بیٹھے۔ "خد دل چاہتا ہے تمہیں اپنے کام میں شامل کرنے کی آفر دیدوں..... لیکن....۔"

"کیا کرتے ہو....؟" امتیاز نے پوچھا اور محمود نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جھٹکی...... پھر ویٹر کو چائے کا آرڈر دینے لگا ویٹر چلا گیا تو اس نے کہا۔

"وہ...... جو نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

"یعنی....۔"

"میں وہ کرتا ہوں امتیاز جو خود اپنی نگاہوں میں پست کر دے اس سے زیادہ کچھ نہ پوچ ہے ویسے تمہارے دل میں اپنے مستقبل کے لئے کوئی آرزو ہے....۔"

"ہاں۔"

"کیا..... ہے؟"

ہو میرے دم سے یونہی میرے وطن کی زینت
جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت

امتیاز نے شعر پڑھا اور محمود طنزیہ انداز میں مسکرانے لگا..... اس کے بعد وہ صرف انتظار کرتے رہے تھے.... شاید محمود کے پاس مزید کچھ کہنے کے لئے نہیں تھا۔

☆ .... ☆ .... ☆

فیروز خان پولیس ہیڈ آفس میں داخل ہو گیا ڈی ایس پی زمان کے کمرے میں داخل ہوا تو
نے سامنے رکھے ہوئے فائل ہٹا دیئے اور پھر فیروز خان سے مصافحہ کیا۔

کہاں غائب تھے یار، کتنی بار تمہارے گھر فون کیا، مل ہی نہیں رہے تھے۔"

زیر عتاب ہوں سسپینڈ ہوں" فیروز نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

معلوم ہے مجھے کیا قصہ تھا مجھے بتاؤ۔ اور تمہیں پہلے ہی مجھے بتانا چاہئے تھا۔ دوستوں سے زیادہ ہوتا ہے۔"

"دشمنی!" فیروز خان مسکرا کر بولا۔

کیا مطلب؟"

آخر ہوا کیا ہے اخباروں میں پڑھا تھا کہ تم نے غلط چھاپہ مار دیا تھا اور وہاں کچھ منہ ماری ہو
"

سچ تو یہ ہے کہ زمان تمہارے محکمے سے بھی شکایت ہے؟"

سمجھدار ہو کر ایسی باتیں کرتے ہو۔ آج کل اصل اختیار کس کے پاس ہوتا ہے بتا سکتے ہو۔"

پھر یہ سارے محکمے کیا کریں۔"

یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب نہ جانے کب سے تلاش کیا جا رہا ہے۔ بہرحال ان دنوں پولیس میں بھی ذرا کھل کر کام ہو رہا ہے۔ کچھ بڑے افسر اپنی کارکردگی رکھنا چاہتے ہیں نکس سے کچھ رابطے ہوئے ہیں بہت سا ریکارڈ ہے میرے خیال میں سنجیدگی سے کچھ کام ہو

اچھی خبر ہے۔"

ایک خاص بات بتاؤں۔ ملک جبار اور ملک ستار کے کچھ آدمی بھی نظروں میں رکھے ہیں۔ یہ نارکوٹکس لسٹ پر ہیں۔ مگر بہت احتیاط سے ان پر کام ہو رہا ہے۔"

مگر میں اپنی آگ خود بجھاؤں گا۔ مجھے جانتے ہو۔" فیروز خان نے کہا۔

"یہ تصویریں دیکھو۔ ان میں سے کوئی شناسا چہرہ ہے۔" زمان نے ایک لفافہ اس کے سامنے دیا۔ لفافے سے گرنے والی پہلی تصویر محمود کی تھی۔

فیروز خان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس کی نگاہیں محمود کی تصویر پر جمی ہوئی تھیں۔ اور زمان کہہ رہا

"طویل عرصے سے محکمہ پولیس پریشان ہے اوپر سے لعن طعن ہو رہی ہے مگر کیا کریں۔ کسی پر ڈالتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے۔ لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں بڑے افسر فرض بھی پورا کرنا چاہتے اور خود کوئی ذمے داری قبول کرنے کو تیار بھی نہیں ہوتے۔ مارا کون جاتا ہے۔ ہم لوگ، رے ساتھ بھی یہی ہوا ہے میں اخباروں میں پڑھ چکا ہوں۔"

فیروز خان نے محمود کی تصویر اٹھا لی اور اسے نفرت بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔

"پہچانتے ہو کسی کو۔ دکھاؤ ذرا" زمان نے اچک کر فیروز خان کے ہاتھ میں دبی تصویر دیکھ کر

کہا۔ اور فیروز خان نے تصویر اس کے سامنے رکھ دی۔ "یہ..... ہاں...... یہ ملک ستار کا
ہے بلکہ شاید اس گروپ کا سرگرم کارکن۔ اسے بہت زیادہ متحرک دیکھا گیا ہے۔"
"فیروز خان نے ایک گہری سانس لی اور سرد لہجے میں بولا "یہی وہ شخص ہے جس کی
مجھے یہ دن دیکھنا نصیب ہوا ہے میں دعوے سے کہتا ہوں کہ جس وقت میں نے چھاپہ مارا
شخص پہلے سے ہوشیار تھا کیونکہ اکثر تعاقب کے دوران' اس نے مجھے دیکھ لیا تھا۔
کاروائیوں کے خلاف جال بچھایا گیا تھا۔" زمان نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔" اس بات
امکانات ہیں۔ اصل میں ملک جبار اور ملک ستار گروپ کے بڑے ہیں اور سرکاری حلقوں
دونوں بھائی بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ ملک جبار کے نام کے ساتھ تو آج تک کوئی غلط
نہیں منسلک ہے۔ ٹیکسوں وغیرہ کے سلسلے میں یہ شخص بڑا نیک نام ہے لیکن ملک
پہچانتے ہو۔ اس کی تصویر بھی ان تصویروں میں موجود ہے۔ دیکھو فیروز خان ہمیں کچا کام
چاہئے۔ تم تو مشکل کا شکار ہو چکے ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری معلومات میرے کام آئیں
طرح سے تم میرے خفیہ ساتھی کی حیثیت سے کام کرو۔ کیونکہ اس وقت تم تو منظر عام پر
"فیروز خان نے ڈی ایس پی زمان کی صورت دیکھ کر کہا۔" میں ایک طرف تو اپنی عز
چاہتا ہوں اور دوسری طرف اپنا کیریئر۔ جو کچھ میرے ساتھ ہوا ہے اس پر میرے اعلیٰ ا
بھی افسوس ہے مجھے یہ داغ دھونا ہے زمان۔"
"تو پھر فکر ہی نہ کرو' میں کام کر رہا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ بہت جلد کسی نتیجے پر
گا۔ تم مجھ سے رابطہ رکھو اور کسی بھی اہم بات کی اطلاع مجھے دو بے شک تم اس وقت
نہیں ہو۔ لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے اپنے فرائض کے سلسلے میں ہم ہر وقت ڈیوٹی
ہیں۔"
فیروز خان نے گردن ہلا دی تھی اور ایک بار پھر وہ تصویر اٹھا کر نفرت بھری نگاہوں
دیکھنے لگا تھا۔

☆ .... ☆ .... ☆

مغل پورہ ریلوے ورکشاپ کا اسسٹنٹ فورمین مہردین چیف انجینئر کے دفتر میں داخل
اور سلام کر کے کھڑا ہو گیا۔ چیف انجینئر نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا اور بولا۔
"ہاں مہردین کیا بات ہے؟ خیریت تو ہے۔"
"سر جی ایک عرضی لیکر آیا ہوں۔"
"کہو کیا بات ہے' دکھاؤ کیسی عرضی ہے۔" چیف انجینئر نے مہردین کے ہاتھ میں د
کاغذ کو لیتے ہوئے کہا۔
"وہ سر جی چوہدری نواز مرحوم کو تو آپ نہیں بھولے ہوں گے۔

"ہاں اچھا بندہ تھا۔ بڑے کام کا بندہ۔ اور محنتی بھی بڑا تھا مگر یہ عرضی کیسی ہے۔"
"سر جی ان کا جوان بیٹا ہے ویسے تو پڑھا لکھا ہے لیکن نوکری نہیں ملی اسے بڑی تلاش میں
۔ بے چارہ گھر کے حالات بھی بڑے خراب ہیں جی' سر جی چوہدری نواز کی جگہ ابھی تک کسی
مین کو نہیں رکھا گیا' سر جی آپ اگر اس پر مہربانی کر دیں تو بڑا کام بن جائے گا جی ایک گھر کی
ت بنی رہ جائے گی۔
چیف انجینئر نے چونک کر اسے دیکھا اور بولا "کیا مطلب ہے کیا تم چوہدری نواز کے بیٹے کو
مین کی جگہ دلانا چاہتے ہو؟"
"ہاں سر جی اگر آپ کی مہربانی ہو جائے تو۔"
"کیا بات کرتے ہو مہردین کیوں بچوں جیسی باتیں کر رہے ہو۔ فورمین کو تو پوری طرح تجربہ
ہونا چاہئے یہ کوئی کاغذات پر لکھنے والی چیز تو ہے نہیں۔ بوائلر روم سنبھالنا کوئی آسان کام ہے۔
تو خود اچھی طرح جانتے ہو یہ تو بڑا ٹیکنیکل کام ہے وہ لڑکا بھلا اس کے بارے میں کیا جانے۔"
"سر جی چوہدری صاحب کی موت کے بعد ابھی تک کوئی دوسرا فورمین نہیں آیا۔ میں ہی کام کو
ھالے ہوئے ہوں جی۔ تھوڑے دن میں اسے بھی سب کچھ سکھا لوں گا سر جی سب ٹھیک ہو
ئے گا آپ دیکھ لیجئے گا۔"
"کیا بات کرتے ہو مہردین۔ ریلوے کی نوکری ہے سرکاری نوکری کی تیاریاں کی جا رہی ہیں اس
ے لئے اشتہار دیئے جائیں گے۔ انٹرویو ہوں گے۔ کام کے آدمی کو بھرتی کیا جائے گا۔ اپائنمنٹ
ھارٹی میں نہیں ہوں۔ تمہیں تو معلوم ہے یہ کام اوپر سے ہوتے ہیں۔ تھرو پراپر چینل اور پھر
ب پڑھا لکھا آدمی تو اس کے لئے موزوں بھی نہیں ہے۔ مہردین کچھ اور کام کہتے مجھ سے تو میں
رور کرانے کی کوشش کرتا۔ چوہدری نواز مرحوم تو بہت اچھا آدمی تھا مجھے خود بھی اس کا احساس
ہے۔"
"سر جی اگر آپ چاہیں تو سب کچھ ہو سکتا ہے ابھی کچھ دن پہلے کی بات تو ہے آپ نے تین
ئے لڑکے رکھے ہیں۔" مہردین نے کہا اور چیف انجینئر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ پھر غصیلے لہجے میں
لا۔
"کیا بے وقوفی کی باتیں کر رہے ہو مہردین جانتے ہو وہ لڑکے کس کی سفارش پر رکھے گئے ہیں
ر سنو ایسے کام کی کھوج مت رکھا کرو' چلو جاؤ اپنے کام سے لگو۔ تمہیں نوکری کرنی ہے یا
یں۔ تمہیں کس نے ملازم رکھا تھا۔" چیف انجینئر صاحب سخت ناراض ہو گئے۔
"سر جی میں تو بس آپ کو مائی باپ سمجھ کر آپ کے پاس آیا تھا۔"
"اور باتیں کرتے ہو ایسی جن سے تمہیں کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے۔ جاؤ اب کھڑے منہ کیا
کھ رہے ہو مجھے جو کہنا تھا وہ میں نے کہہ دیا۔"
"جی سر جی۔" مہردین نے ٹھنڈی سانس لی اور باہر نکل آیا بوائلر روم میں پہنچ کر اس نے
ہلاتے ہوئے کہا۔ "چلو یہ بھی اچھا ہوا چوہدری نواز امتیاز اگر یہاں آجاتا تو نہ تمہیں سکون ملتا نہ

مجھے" پھر وہ سیٹی مارتے ہوئے بوائلر کی جانب بڑھ گیا۔

☆ .... ☆ .... ☆

امتیاز نے گھر کے دروازے پر پہنچ کر دروازہ بجایا اور شانو نے دروازہ کھول دیا۔ امتیاز ا
داخل ہوا تو شانو نے پیار سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"بھائی جی میرا نتیجہ آگیا ہے۔"

"اچھا۔" امتیاز اس کے پاس جھک کر بیٹھ گیا شانو کے چہرے کی مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ اچھا ہی آیا ہے۔ ششماہی امتحان کا نتیجہ تھا اور جن حالات میں شانو نے پرچے دیئے تھے وہ نہیں تھے۔"

"بتاؤ بھیا جی کیا ہوا ہے۔"

"تو پاس ہو گئی ہے۔"

"او یہ اتنی چھوٹی سی بات ہے تمہیں تو یہ بات میرے منہ میں مٹھائی رکھ کر کہنی چاہئے تھی"

"ارے واہ تو تو بڑی چالاک ہو گئی ہے بھئی چل کوئی بات نہیں مٹھائی بھی کھلا دیں گے۔ کیا کر رہی ہیں۔"

"لیٹی ہوئی ہیں طبیعت ٹھیک کہاں ہے ماں کی۔"

"زبیدہ کمرے سے باہر نکل آئی اس کے چہرے پر نقاہت برس رہی تھی۔ امتیاز نے آگے کر اسے سہارا دیا اور چارپائی پر بٹھا دیا۔

"دوا کھائی اماں" امتیاز نے سوال کیا اور زبیدہ کی نگاہیں اس کی جانب اٹھ گئیں۔

"بیماری ہی کیا ہے مجھے جو دوائیں کھاتی پھروں بلاوجہ حکیموں کو پال رہے ہو تم ارے بابا پیسہ خرچ نہ کرو، تمہیں اللہ کا واسطہ۔"

"امتیاز اس کی پائنتی بیٹھ گیا۔ شانو نے کہا۔" چائے بنا کر لاؤں بھائی جی۔"

"روبینہ کہاں ہے..... روبینہ" امتیاز نے بہن کو آواز دی تو شانو ہنس کر بولی۔

"باجی تو نوکری پر گئی ہے۔" امتیاز کے ذہن کو شدید جھٹکا لگا۔ وہ ایک لمحے کیلئے چکرا کر رہ گیا اس نے ماں کی طرف دیکھا پھر شانو کی طرف پھر باورچی خانے کی طرف پھر ماں سے بولا۔

"کہاں گئی ہے وہ کہاں ہے روبینہ اماں۔"

"بتایا نا شانو نے نوکری پر گئی ہے آج پہلا دن ہے۔"

"امتیاز غصیلے انداز میں کھڑا ہو گیا" گویا میری کوئی حیثیت نہیں ہے اس گھر میں۔ میں نے کیا تھا اسے میرے منع کرنے کے باوجود وہ چلی گئی کیا سمجھتے ہو تم لوگ مجھے کیا حیثیت ہے اس گھر میں کم از کم مجھے بتا تو دیا جائے۔ کیا صرف اس لئے تم لوگوں نے مجھ سے گھر کا مرد کا مقام چھین لیا کہ ابھی میری ملازمت نہیں لگی ہے۔ بتاؤ کیا حیثیت ہے میری اماں، کیوں

اسے میری مرضی کے بغیر۔"

زبیدہ کے چہرے پر بھی تلخی کے آثار پھیل گئے۔ اس نے کہا "تمہیں بددعا کبھی نہیں دوں گی ز، کوئی بری بات منہ سے نہیں نکالوں گی۔ لیکن تم خود بتاؤ کیا کریں ہم لوگ کوئی حل ہے کوئی ب ہے۔ دو دو لڑکیاں گھر میں موجود ہیں گھر کے حالات اب یہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ شاید یوں کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑے کیا کریں ہم لوگ کوئی ذریعہ ہے ہمارے پاس زندگی بسر کرنے "

'اماں تمہارے معاملات میں میں دخل نہیں دینا چاہتا' لیکن کیا تھوڑا سا انتظار اور نہیں کیا جا کیا تھوڑا سا وقت اور نہیں ٹالا جا سکتا۔ ابا کے پیسے تو ابھی رکھے ہوئے ہیں کیا انہیں خرچ کیا جا سکتا۔"

'ہاں انہیں خرچ نہیں کیا جا سکتا۔ ایک غلام حسین ہی نہیں ہے اس دنیا میں ہمارا ہاتھ پکڑنے لے۔ اور بھی ہو سکتے ہیں۔ جمال حسین ہی ایک گھبرو جوان نہیں ہے پورے لاہور میں۔ کہیں سے بھی کوئی رشتہ آسکتا ہے روبینہ کا تم بتاؤ۔ اس وقت میں کیا کروں گی۔ کیا بیٹی کو ساری ل گھر میں بٹھائے رکھوں چوہدری کا جو کچھ ہے وہ روبینہ کے لئے ہے شانو کی ذمہ داری تمہیں النا ہوگی۔ گھر کے حالات کا تم اندازہ کیوں نہیں لگاتے امتیاز بتاؤ کیا کریں ہم لوگ۔ تم تو صبح کو ے نکل جاتے ہو اور شام کو مایوس صورت لئے واپس آجاتے ہو۔ عملی زندگی کچھ اور ہے۔ اسے کیسے گزاریں ہم۔ میری بیماری کی بات کرتے ہو۔ دواؤں کی بات کرتے ہو۔ کہاں سے یں دوائیں ہم۔

'ارے گھر میں آٹا دال ہی آجائے تو بڑی بات ہے۔"

'اماں میں تو اب ورکشاپ میں ملازمت کے لئے بھی تیار ہو گیا ہوں۔ چاچا مہردین کوئی نہ کوئی لے کر آئیں گے۔"

"ہاں لے آئے ہیں وہ خبر آئے تھے ہمارے پاس کہنے لگے کہ ریلوے کے افسران تمہیں ری کی نوکری نہیں دے سکتے۔ فورمین وہ کیا کہتے ہیں اسے میں لفظ بھول گئی۔ ٹیکنیکل۔ کل ہاں یہی کہہ رہے تھے مہردین بھیا' کہ فورمین ٹیکنیکل آدمی ہوتا ہے اور تم چوہدری کی جگہ ں سنبھال سکتے اس لئے یہ نوکری تمہیں نہیں مل سکتی۔"

متیاز کے چہرے پر مایوسی پھیل گئی وہ سکتے کے عالم میں دیر تک کھڑا رہا تھا' اسی وقت دروازے روبینہ داخل ہوئی اور ماں امتیاز اور شانو کو اس طرح دیکھ کر ساکت رہ گئی۔ اس کے چہرے پر نا کے آثار تھے' ہاتھ میں پرانا پرس دبا ہوا تھا چند لمحات وہ اس طرح وہیں کھڑی رہی اور اس بعد آہستہ قدموں سے اندر چلی گئی۔ امتیاز آج وقت سے کچھ پہلے گھر آگیا تھا۔ ورنہ روبینہ کا ، تھا کہ ابھی دو چار دن تک امتیاز کو اس کی نوکری کا پتہ نہیں چلنا چاہئے۔ کمرے میں گھسی تو نہیں نکلی ڈر کے مارے۔ امتیاز بھی ماں کے پاس سے ہٹ کر اپنے کمرے میں چلا گیا وہ سخت ت کا شکار تھا۔ رات تک وہ کمرے سے باہر نہیں نکلا۔ پھر روبینہ ہی اس کے کمرے میں پہنچ

گئی۔ اس کے چہرے پر شرمندگی اور مجرمانہ احساسات تھے۔ گردن جھکا کر کھڑی ہو گئی چ
کھڑی رہی پھر آہستہ سے بولی۔

"بھائی جی کھانا لے آؤں۔"

وہ چونک کر روبینہ کی طرف پلٹا پھر آہستہ سے بولا۔

"نہیں بیٹا کھانا نہیں کھاؤں گا۔"

"کیوں بھائی جی۔"

"بیٹا اب تیری کمائی کھاؤں گا میں کیوں اتنا بے غیرت بھائی سمجھا ہے تو نے مجھے۔"

"روبینہ کا سر جھک گیا کچھ نہ بول پائی' امتیاز آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گیا پھر روبینہ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"میں جانتا ہوں بیٹا نہ قصور تیرا ہے نہ اماں کا اور شاید میرا بھی قصور نہیں ہے تو یقین اس خیال کے ساتھ گھر سے نکلتا ہوں کہ ہو سکتا ہے آج تقدیر کے ستارے گردش سے نکل آئے ہوں۔ آج دنیا مجھے تسلیم کر لے کوئی جگہ دے دے وقت لگ رہا ہے روبینہ سوچنے کا ا دیا ہے میں نے۔ اب میں ہر نوکری کر لینا چاہتا ہوں لیکن کیا کہوں روبینہ تجھ سے۔ اما ٹھیک ہی کہتی ہے۔"

"بھائی جی روٹی کھالو۔ روبینہ نے لرزتی آواز میں کہا اور امتیاز چونک کر اسے دیکھنے اندازہ تھا کہ اگر اس نے کھانا نہ کھایا تو گھر میں کوئی بھی کھانا نہیں کھائے گا۔ وہ خاموشی سے باہر نکل آیا۔ زبیدہ باہر ہی بیٹھی ہوئی تھی خاموش اور ساکت' شانو اس کے قریب تھی۔ دفعتہ" ہی امتیاز کے ذہن میں بجلیاں سی چمکنے لگیں۔ ایک نیا احساس دل میں جاگا تھ اس احساس کو ابھی وہ اپنے دل کی عدالت میں پرکھ نہیں سکا تھا۔ خاموشی سے ماں اور ب ساتھ کھانا کھایا۔ اور واپس اپنے کمرے میں آگیا۔ اس کے کانوں میں ایک آواز ابھر رہی تھ

میرے اللہ برائی سے بچانا مجھ کو
نیک جو راہ ہو اس راہ پہ چلانا مجھ کو

آوازیں کہیں دور سے آرہی تھیں۔ لیکن بڑھتی چلی جا رہی تھیں۔ امتیاز کے چہرے اذیت کے آثار نمودار ہو گئے اس نے دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ لئے اور آوازیں مدھم گئیں۔ مدھم...... اور مدھم...... اور اس کے بعد یہ آوازیں بند ہو گئیں۔ امتیاز کا بدن ڈوبا ہوا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ تھکے تھکے انداز میں اپنی چارپائی پر آکر بیٹھ گیا اور پھر اس ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

☆ .... ☆ .... ☆

ملک ستار ناک پر رومال رکھے گندی گلیوں سے گزرتا ہوا باہر آگیا۔ اس کے پیچھے

ے چھوٹے کارٹن اٹھائے ہوئے تھے جن میں نئے مال کے نمونے رکھے ہوئے تھے۔ وہ لوگ ڈیز تک پہنچ گئے۔ ملک ستار کے ڈرائیور نے مرسڈیز کی ڈگی کھولی۔ کارٹن اس میں رکھ دیئے اور ملک ستار عقبی سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور نے ابھی گاڑی اسٹارٹ ہی کی کہ دفعتہ" پولیس گاڑیوں کے سائرن سنائی دیئے اور ملک ستار چونک پڑا۔

"یہ کیا ہے...؟"

"صاحب جی پولیس" ڈرائیور نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔ ملک ستار نے اندھیرے میں ین پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ پولیس کی گاڑیوں نے غالباً" ہیڈ لائٹس بجھا رکھی تھیں۔ لیکن بہت سی وں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ملک ستار نے ڈرائیور سے کہا۔

"گاڑی ریورس کر کے سیدھے ہاتھ پر موڑ لو اور کچے میں اتار کر آگے بڑھو' پھر سڑک پر ' سیدھے راستے سے نہیں چلیں گے ہم۔" ڈرائیور نے ایک لمحے میں اس کی ہدایت پر عمل لیکن پولیس کی ایک گاڑی کی ہیڈ لائٹس اچانک ہی روشن ہو گئیں اور وہ گاڑی ملک ستار کی ی کے پیچھے چل پڑی۔ ملک ستار کے ہوش اڑ گئے۔ اس نے ڈرائیور سے کہا۔

"بھاگو' اسپیڈ سے چلو پولیس کی گاڑی ہمارے پیچھے لگ گئی ہے۔"

ڈرائیور نے ملک کی ہدایت پر عمل شروع کر دیا۔ کچے راستے پر قیمتی مرسڈیز اچھلتی کودتی آگے نے لگی پولیس کی گاڑی کو بھی یہ راستہ طے کرنے میں وقت پیش آرہی تھی کیونکہ جگہ جگہ ے پانی کے جوہڑ بنے ہوئے تھے کئی جگہ سے یہ پانی اچھل کر گاڑی کی ونڈ اسکرین تک آگیا' ، ہوشیار ڈرائیور نے فوراً" ہی وائپر چلا دیئے' شیشہ انتہائی غلیظ ہو گیا۔ لیکن پانی کی دھاریں ، دھوتی ہوئی وائپر چلا رہی تھیں۔ پولیس گاڑی کو غالباً" یہ آسانی حاصل نہیں تھی۔ چنانچہ ستار سیدھی سڑک پر نکل آیا۔ ڈرائیور بھی بدحواس ہو رہا تھا۔ ملک ستار نے اسے حوصلہ ے ہوئے کہا۔

"حواس سنبھالے رہو۔ رفتار بڑھا دو۔" پولیس گاڑی کی ہیڈ لائٹس بہت دور تھیں لیکن وہ بلی سے پیچھا کرتی ہوئی آرہی تھی۔ پھر وہ بھی مین روڈ پر آگئی۔ ملک ستار کی آنکھیں عقب کا ولے رہی تھیں اور وہ کافی خوفزدہ نظر آرہا تھا۔ پھر اس نے موبائل اٹھایا اور اس پر کوئی نمبر ا کرنے لگا۔ دوسری طرف سے فوراً" ہی فون ریسیو کر لیا گیا تھا۔

"ہاں زاہد کیا صورتحال ہے پولیس کی گاڑیاں ادھر کیسے آئی ہیں"۔

"صاحب جی پولیس نے بہت بڑی نفری کے ساتھ چھاپہ مارا ہے اور چاروں طرف کا علاقہ گھیر ہے۔"

"پتہ چلا چھاپہ کہاں مارا گیا ہے۔"

"صاحب جی ہماری فیکٹریوں پر۔" دوسری طرف سے جواب ملا اور ملک ستار نے جلدی سے بند کر دیا پولیس کی گاڑی بدستور پیچھے آرہی تھی اور اب اس نے پھر سائرن بجانا شروع کر دیا ملک ستار نے ڈرائیور سے کہا گاڑی گلیوں میں موڑو...... ہمیں پولیس گاڑی سے بچنا ہے۔"

"جی صاحب جی۔" ڈرائیور بڑی مہارت سے گاڑی کو پولیس کی نگاہوں سے بچانے
میں مصروف تھا اور مختلف گلیوں سے نکلتا ہوا آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ پولیس کی گاڑی
اس کا تعاقب کرنے میں اب مشکل پیش آرہی تھی اور کئی جگہ ملک ستار کے ڈرائیور
زبردست ڈاج دیا تھا۔ ملک ستار کی پیشانی پر سوچ کی گہری لکیریں نمودار ہو گئی تھیں۔
گلیوں کے گزرنے کے بعد مرسڈیز ایک بھری پری سڑک پر نکل آئی تو ملک ستار نے ڈ
کہا۔

"دو سیکنڈ کے لئے گاڑی روکو۔ میں نیچے اتر رہا ہوں تم گاڑی لے کر سیدھے نکل
موقع مل جائے تو کسی بھی جگہ پیچھے ڈگی میں رکھے ہوئے دونوں کارٹن ضائع کر دینا پھر ا
دو نمبر پوائنٹ پر نکل جانا اور وہیں گاڑی کھڑی کر دینا لیکن سنو اگر گرفتار ہو جاؤ تو پریشان
ضرورت نہیں۔ یہ مت بتانا کہ میں گاڑی میں موجود تھا کیا سمجھے۔"

"جی صاحب۔" ڈرائیور نے کہا اور ملک ستار کے اترتے ہی اس نے گاڑی آگے بڑ
ستار دوڑ کر ایک آڑ میں ہو گیا تھا۔ پولیس کی موبائل ایک لمحے میں اس کے سامنے سے
عقب سے ایک ٹیکسی آرہی تھی۔ ملک ستار نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا اور ٹیکسی رکتے
سیٹ پر بیٹھ گیا پھر اس نے کہا۔

"موبائل کے پیچھے چلو۔"

"جو مانگو گے وہ دوں گا۔" ملک ستار ڈرائیور سے بولا اور ڈرائیور نے ٹیکسی آگے
ملک ستار اب کسی حد تک مطمئن ہو گیا تھا۔ موبائل فون اس کے پاس موجود تھا اور اس
گود میں رکھ لیا تھا۔ اس کی نگاہیں پولیس موبائل پر لگی ہوئی تھیں اور ہونٹ بھینچے ہ
پولیس موبائل جس طرح تعاقب کر رہی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ مرسڈیز کار کا
کام نہیں کر پائے گا جس کی ہدایت اسے ملک ستار نے دی ہے۔ ملک ستار پر خیال انداز
کھجانے لگا۔ وہ تو محفوظ ہو گیا تھا لیکن مرسڈیز میں بہت کچھ تھا اور یہ صورتحال خاصی
ہو سکتی تھی۔ پھر ایک سنسان سڑک پر اسے مرسڈیز بھی نظر آگئی۔ پولیس موبائل تو
نگاہوں کے سامنے ڈرائیور کو موقع نہیں مل سکا تھا غالباً" پولیس موبائل سے دوسری گا
ہوشیار کیا گیا تھا چنانچہ ایک اور موڑ پر مرنے کے بعد سامنے سے پولیس کی دو گاڑیا
آئیں اور اس طرح آتی ہوئی نظر آئیں کہ انہوں نے سڑک گھیر رکھی تھی مرسڈیز کے
رکنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ ملک ستار کو اندازہ ہو گیا کہ مرسڈیز ڈرائیور سم
کی تحویل میں آگئی ہے۔ چنانچہ اس نے فوراً" ہی ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔

"آگے پولیس نے راستہ روک رکھا ہے تم گاڑی کی رفتار سست کر کے اسے یہیں
موڑ لو۔" اس کے ساتھ ڈرائیور کو اس نے اپنے پرس سے کئی بڑے نوٹ نکال کر د۔
ڈرائیور کیلئے ہر کام جائز ہو گیا چنانچہ اس نے ملک ستار کی ہدایت پر عمل کیا۔ ٹیکسی ا
چل پڑی۔ پھر ایک جگہ ملک ستار نے اسے رکوا لیا اور نیچے اتر آیا۔ تھوڑی دیر تک پید

ایک اور ٹیکسی لے کر اس میں بیٹھ گیا اور اس بار یہ ٹیکسی ایک درمیانہ درجے کے علاقے میں
رکی تھی۔ یہیں محمود کا مکان تھا ملک ستار نے ڈرائیور کو ادائیگی کی اور اس کے بعد ٹہلنے کے
انداز میں محمود کے گھر کی جانب بڑھ گیا۔ پھر اس نے محمود کے دروازے کی بیل بجائی اور
ر کرنے لگا۔ دروازہ محمود کی بہن سیما نے کھولا تھا۔ ایک اجنبی کو دیکھ کر وہ چونک پڑی۔ ادھر
ستار نے اسے دلچسپ نگاہوں سے دیکھا تھا۔ پھر اس کے منہ سے آہستہ سے نکلا۔

"نوپینز نو گینز۔"

جی سیما نے اس کی مدہم آواز سنی نہیں تھی۔

"محمود صاحب، محمود صاحب سے ملنا ہے مجھے"؟"

"بھائی جی تو گھر پر نہیں ہیں۔" سیما نے جواب دیا۔

"اوہو میرا نام ملک ستار ہے کیا آپ مجھے جانتی ہیں۔"

"جی نہیں۔"

"سیما کون ہے؟۔ عقب سے بینش کی آواز سنائی دی اور وہ بھی نوید کو گود میں اٹھائے ہوئے
ازے پر پہنچ گئی۔

"بھابی جی کوئی صاحب ہیں محمود بھائی کو پوچھ رہے ہیں۔"

"جی فرمایئے۔" بینش نے سیما کو پیچھے ہٹایا اور ملک ستار نے بینش کو بھی گہری نگاہوں سے
ا۔ پھر ایک دم سنبھل کر بولا۔

"اصل میں محمود میرے بہت اچھے دوست اور ساتھی ہیں۔ ہم لوگ ساتھ مل کر کاروبار کرتے
میرا ان سے ملنا بے حد ضروری ہے اگر وہ کہیں باہر گئے ہوئے ہیں تو تھوڑی دیر میں واپس
آئیں گے انہوں نے مجھے ملاقات کا وقت دیا ہوا ہے اگر آپ لوگوں کو تکلیف نہ ہو تو مجھے
ڑی دیر انتظار کرنے کا موقع دیجئے مہربانی ہوگی۔"

"جی آیئے" بینش نے کہا اور دونوں دروازے سے ہٹ گئیں ملک ستار کو ڈرائینگ روم میں
دیا گیا' سیما تو واپس چلی گئی بینش نے پوچھا؟

"آپ کے لئے کوئی چائے یا ٹھنڈی چیز؟"

"اصولی طور پر تو مجھے محمود کا انتظار کرنا چاہئے لیکن اس وقت ٹھنڈے پانی کی ضرورت شدت
محسوس ہو رہی ہے اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو مجھے پانی پلوا دیجئے۔"

"جی میں لاتی ہوں۔" بینش نے کہا اور واپس چلی گئی ملک ستار نے دونوں شانے اچکاتے
ئے کہا۔

"واہ مسٹر محمود خاصی پر بہار زندگی گزار رہے ہو" کچھ دیر بعد بینش واپس آگئی پانی کا گلاس اس
کے ہاتھ میں تھا اس نے ادب سے پانی کا گلاس ملک ستار کے سامنے پیش کر دیا اور ملک ستار بولا۔

"آپ محمود کی...؟"

"بھابی ہوں جی...۔"

"اچھا اچھا' ریاض صاحب کی وائف ہیں آپ؟"
"ہاں جی" بینش واپس مڑی تو ملک ستار نے کہا۔
"سنئے محمود کو فوراً" ہی یہاں بھیج دیجئے گا۔"
"جی وہ ادھر ہی آئیں گے۔ بینش نے جواب دیا۔ اور ملک ستار خاموشی سے انتظار کر
اچانک ہی اس نے موبائل ہاتھ میں اٹھایا اور اس پر کسی کے نمبر ڈائل کرتا رہا۔ دو
سے بیل ہوتی رہی لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ دیر تک انتظار کرنے کے بعد ملک ستار
آف کر دیا پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ محمود نے دروازے میں قدم رکھا اور ملک
اسے دیکھ کر آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی۔
"سر آپ یہاں!۔"
"ہاں ٹائیگر کہاں سے آرہے ہو کچھ معلومات حاصل ہوئیں۔"
"نہیں سر' خیریت۔"
"میرا خیال ہے لمبا چکر پڑ گیا ہے محمود چھاپہ پڑ گیا ہے فیکٹریوں پر۔ میں وہیں موجود
لے کر آرہا تھا۔ سیمپل میری گاڑی میں ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی کچھ ایسے کاغذا
اگر واقعی پولیس کے ہاتھ لگ گئے تو ہم لوگوں کو شدید مشکلات پیش آسکتی ہیں۔ ان م
نشاندہی بھی ہو سکتی ہے۔ سمجھ رہے ہو نا کون سے کاغذات ہیں۔"
محمود عجیب سی نگاہوں سے ملک ستار کو دیکھنے لگا پھر بولا۔
"لیکن چھاپہ کیسے پڑ گیا سر۔"
"یہ معلوم ہوتا تو چھاپہ پڑ سکتا تھا۔"
"تو پھر؟"
"میرا خیال ہے فیکٹریاں پولیس کی تحویل میں آگئی ہوں گی اور مرسڈیز بھی پکڑی گئ
نکل آیا ڈرائیور اس میں موجود تھا سیمپل بھی تھے اور کاغذات کے فائل بھی۔ غور کر
محمود صورت حال پر۔ میرا خیال ہے مجھ سے زیادہ تمہارے لئے خطرہ ہے۔ میرا رابطہ بھی
پا رہا۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمارے آدمی ان کے قبضے میں آگئے ہیں۔"
"پھر مجھے کیا کرنا چاہئے سر۔ کیا میں نکلوں؟"
"مناسب نہیں ہے اس وقت میں نے بھی اپنے ٹھکانے پر جانے کے بجائے تمہار
محفوظ سمجھا ہے لیکن یہ بھی محفوظ نہیں ہوگا کوئی فوری بندوبست کرنا ضروری ہے۔"
"آپ جو حکم دیں" محمود نے کہا اور ملک ستار پر خیال انداز میں پیشانی مسلنے لگا صو
بے حد سنگین تھی اور اسے اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ اس ساری کاروائی کے پس پردہ کون
اس نے محمود سے کہا۔
"بیٹھو۔ میں کوشش کرتا ہوں کہ حالات کسی طرح قبضے میں آجائیں۔ لیکن اگر نہ آ
محمود سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا ملک ستار نے ایک بار پھر موبائل اٹھایا اور کوئی

نے لگا۔

☆ .... ☆ .... ☆

"امتیاز کمال الدین کے اسٹور میں داخل ہو گیا اس کے چہرے پر شکست خوردگی کے آثار تھے
ل الدین نے ہمیشہ کی مانند اس کا استقبال کیا تھا۔
"کہو دوست کیا حال ہے؟"
"وہی رفتار بے ڈھنگی جو پہلے تھی سو اب بھی ہے۔" امتیاز نے پھیکے لہجے میں کہا۔
"تمہیں اس کے بے ڈھنگے ہونے کا احساس بھی تو ہے۔"
"ہونے لگا ہے" امتیاز آہستہ سے بولا۔
"خاک ہونے لگا ہے احساس ہو جائے تو بات ہی نہ بن جائے مگر تم مانتے کہاں ہو۔"
"مان گیا ہوں یار۔"
"کیا مان گئے ہو۔"
"میری مدد کرو کمال الدین میں وعدہ پورا نہیں کر سکتا اپنے وطن سے جو میں نے بچپن سے کیا
میں نے کہا تھا دور دنیا کا میرے دم سے اندھیرا ہو جائے۔ میں اپنے گھر کی تاریکیاں دور نہیں
سکا دنیا کا اندھیرا کیا دور کر سکوں گا۔ میں نے کہا تھا ہو میرا کام غریبوں کی حمایت کرنا' غربت د
س نے میرے گھر میں بسیرا کر لیا ہے۔ میں اس غریب گھر کے لئے کچھ نہیں کر سکتا کیسے پورے
ں یہ وعدے کوئی صورت نہیں نظر آتی۔"
کمال الدین کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر بولا "زندگی بڑی تلخ سچائی ہے امتیاز' کیا کر سکتے ہیں ہم
۔"
"ہاں میں نے شکست مان لی ہے مجھے بھی اندازہ ہو گیا ہے۔" امتیاز نے کہا۔
"تو پھر؟" کمال الدین نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔
"میں تمہاری ہر بات ماننے کے لئے تیار ہوں۔"
"واقعی' کمال الدین نے خوشگوار حیرت سے پوچھا۔
"ہاں کمال الدین۔ اب مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔" او فکر ہی نہ کرو میری جان' بلکہ
ا تمہیں بتاؤں' گھر میں بھی کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں اماں سے یہی کہہ دینا کہ کراچی جا رہا
ں کچھ سپلائی کا کام مل گیا ہے۔ خاموشی سے کام کرتے رہو۔ مہینے پندرہ دن کا ٹور ہو گا۔ میں
یں پوری مارکیٹ سے روشناس کرا دوں گا۔ ہم لوگ مختلف آئٹم میں ڈیل کرتے ہیں ہر شخص
یں آرڈر دے گا تم ان کے آرڈر پورے کرنا اخراجات انہیں کے ذمے ہوتے ہیں۔"
"ٹھیک ہے۔"
"تو پھر لاؤ۔ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو۔ ہم دوست ہمیشہ رہیں گے لیکن آج سے ہم کاروباری

بھی ہو گئے۔ اور چونکہ تم کاروبار کا آغاز مجھ سے کر رہے ہو۔ اس لئے میرے دوست اب کچھ باتیں مان لیا کرو۔ لاؤ ہاتھ دو۔" کمال الدین نے ہاتھ بڑھایا اور امتیاز نے ہاتھ اس کے میں دیدیا۔

کمال الدین نے جیب سے پانچ ہزار روپے کے نوٹ نکال کر اس کی جیب میں ڈالتے ہو۔

"یہ خرچہ اماں کو دے دینا۔ میں ابھی تمہاری پولورائیڈ تصویریں بنوا دیتا ہوں۔ ارجنٹ پاسپو بن جائے گا کل سے میرے پاس آجاؤ۔ سارے کام سمجھا دوں گا۔"

"ان پیسوں کی کیا ضرورت ہے۔" امتیاز نے کہا۔

"ایڈوانس ہے یار۔ چار چھ جوڑے کپڑوں کی ضرورت پڑے گی انتظام کر لینا۔ ویل ڈریز ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" امتیاز نے گردن ہلا دی۔

☆ .... ☆ .... ☆

زبیدہ کو باقی بچے ہوئے پیسے دے کر اس نے کہا ایک پرائیویٹ کمپنی میں کام مل گیا ہے پر کام ہو گا کراچی آنا جانا پڑے گا۔

"آنا جانا رہے گا۔ مستقل تو وہاں نہیں رہنا پڑے گا۔"

"نہیں اماں۔ تم لوگوں کو چھوڑ کر میں کہاں رہ سکتا ہوں۔ آنے جانے کا کام تھا اس لئے گیا۔"

"ہمیشہ کا کام ہے۔"

"ہاں۔"

"تجھے اطمینان ہے نا۔" ماں نے پوچھا اور اس بار اسے ہاں کہتے ہوئے بڑی تکلیف ہوئی اس کے کانوں میں آواز گونج رہی تھی۔

میرے اللہ برائی سے بچانا مجھ کو
نیک جو راہ ہو اس راہ پہ چلانا مجھ کو

دوسرے دن مال روڈ پر کمال الدین نے اسے کئی دکانداروں سے ملایا سب نے تعاون کا دلایا تھا۔ اس نے تشویش سے کمال الدین سے پوچھا۔ "یہ کسٹم وغیرہ کے معاملات کا کیا ہوتا ہے" کمال الدین مسکرایا تمہارے سوچنے کی بات ہی نہیں ہے۔"

"پھر بھی۔"

"سیٹنگ ہوتی ہے یہاں سے تم کسی سیٹھ کی طرح جاؤ گے۔ دو چار معمولی چیزیں دد تمہیں۔ پتہ بتا دوں گا۔ وہاں دے دینا۔ پھر ہمارے آدمی سے مل لینا۔ وہ ہانگ کانگ میں مستقل نمائندہ ہے خریداری وہی کرتا ہے۔ وہ تمہیں پیکٹ بنا

ے دے گا پر وہ ادھر خبر کر دے گا کہ تم آرہے ہو۔ یہاں تمہیں تیاری ملے گی۔ تم آرام سے گے۔ ہمارے بندے وہاں موجود ہوں گے تم سے مال لے لیں گے اور تمہاری چھٹی۔"

"بس"

"تو اور کیا ہاں کچھ باتوں کا خیال رکھنا یہ تمہاری ٹریننگ کا ایک حصہ ہے۔"

"ہاں بتاؤ۔"

"بینکاک' سنگا پور' ہانگ کانگ وغیرہ میں ڈرگس کی اسمگلنگ کی سزا صرف موت ہے۔ یہاں ے جاتے ہوئے یا وہاں سے آتے ہوئے خاص طور سے فضائی سفر میں کسی سے دوستی نہ کرنا۔ ل خشک رویہ اپنائے رکھنا اور کسی کے چھوٹے یا بڑے سامان کو قبول نہ کرنا خواہ کوئی دم توڑتا ان ہی کیوں نہ ہو۔ خصوصا" خوبصورت لڑکیوں سے محتاط رہنا! دوسری بات یہ کہ جو نمائندہ وہاں ے رابطہ کرے اس سے صرف واپسی کے وقت ملنا درمیان میں کوئی رابطہ نہ کرنا۔"

"وہاں جو نمائندہ مجھے سامان دے گا وہ اطمینان کا بندہ ہوگا۔" امتیاز نے پوچھا۔

"سو فیصد" کمال الدین نے جواب دیا۔

"بالآخر یہ تربیت اور انتظامات مکمل ہو گئے۔ زبیدہ نے لاکھوں دعائیں دیں۔ بہنوں نے ائشیں کیں۔ زبیدہ نے امام ضامن باندھا اور رشتے داروں کے پتے دیتے ہوئے کہا۔

"کام سے فراغت ہو تو شاہ فیصل کالونی میں مامے رفیق کے گھر ضرور ہو آنا۔ کہنا ابا کے وں کو بھی نہیں آئے مگر کیسے آتے بچارے کو تو چھٹی بھی نہیں پڑی۔ بڑے رشتہ دار ہیں ے کراچی میں۔"

"اماں مجھے وہاں کام سے فرصت ہی کہاں ہو گی۔ بعد میں ملوں گا سب سے۔ سارے کام مکمل گئے اور وہ گھر سے نکل گیا۔ شام کی فلائٹ تھی لیکن بہت پہلے نکل آیا تھا۔ شناسا موچی کے پہنچ کر رکا اور خان اسے دیکھ کر اچھل پڑا۔

"اوئے خدایا' جوتا بدل گیا۔" اس نے خوشی سے کہا۔

"ہاں خان صاحب جوتا بدل گیا۔"

"جوتا بدل گیا خاناں مگر دوست کو مت بھول جانا۔"

"نہیں بھولوں گا خان کبھی نہیں بھولوں گا۔" اس نے کہا۔

آنکھیں بھٹک رہی تھیں لیکن آج وہ موجود نہیں تھیں ایک موہوم سے آس اس بس اسٹاپ گئی۔ لیکن دیدار یار تقدیر میں نہیں تھا۔ وہ وہاں سے مال روڈ ایئرپورٹ اور پھر۔ زندگی کے پہلے پر روانہ ہو گیا۔ طیارے نے زمین چھوڑی تو نہ جانے کیسے کیسے احساسات نے گھیر لیا تھا۔

خلا میں پہلا سفر تھا۔ وہ سہمے ہوئے خرگوش کی مانند سہا ہوا تھا۔ کیا ہوگا اب کیا ہوگا۔ کیا یہ ز صحیح سالم ایئرپورٹ پر اتر جائے گا۔ یا کوئی حادثہ ہوگا' کوئی پرندہ جہاز سے ٹکرائے گا اور جہاز ہو جائے گا یا پھر وہ آسمانی بجلی کا شکار ہو جائے گا۔ لیکن بارش نہیں ہو رہی۔ پائلٹ کیبن سے ف اور موسم خوشگوار ہونے کی اطلاع دی گئی ہے۔ کیا ہوگا۔ طیارے میں بم کی اطلاع ملے گی

اور........ پھر نہ جانے کیا ہوگا۔ آہ شاید ہانگ کانگ ایئرپورٹ پر آتے ہوئے طیارے کے نہیں کھلیں گے اور........ ایسی ہی خبریں شائع ہوتی ہیں اخبارات میں۔ کہا جاتا ہے کہ بد طیارے کے تمام مسافر ہلاک ہو گئے۔ میری کہانی ختم ہوجائے گی۔ کمال الدین کے سوا کسی ا میرے بارے میں یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ میں جہاز میں ہانگ کانگ کا سفر کر رہا ہوں۔ میری واپسی کا انتظار ہی کرتی رہیں گی نہ جانے کیا ہوگا میرے بعد نہ جانے۔

"وڑی ہانگ کانگ جا رہے ہو۔" برابر بیٹھے ہوئے مسافر نے تمام مشاغل سے فارغ ہو کے کان کھانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ ادھیڑ عمر مسافر نے پھر کہا۔ تمہارنے سے ہی پوچھتا ہوں بابا۔" اس بار بھی وہ کچھ نہ بولا۔ تو مسافر نے اس کا زانو تھپتھ وہ اسے دیکھنے لگا۔ "ہانگ کانگ جارہے ہو۔" مسافر نے شانے بدلے اور بولا۔ "گونگے ہوتے ہو اور گونگے بہرے بھی ہوتے ہیں۔ "اس نے سیٹ سرکائی اور اس سے گردن آنکھیں بند کر لیں۔

"کیا کرتا۔ اب اس کے بعد کیا کرتا میں باپ لاکھوں آرزوئیں سینے میں سجائے قب سویا۔ ماں اور بہنیں گھر واپسی پر ایک ہی انداز میں دیکھنے لگیں۔ انہوں نے نوکری کے بار سوال ہی کرنا چھوڑ دیا تھا۔ وہ جانتی تھیں کہ لاجواب ملے گا۔ بہن سے کہا تھا کہ نوکری ؛ لیکن کیا کرے۔ میرے لئے سب بھوکے تو نہیں مرسکتے ہر کوئی جینا چاہتا ہے۔ ایسے ک ناقابل یقین سہاروں پر تکیہ کرے بہن دوسرے دن پھر نوکری پر چلی گئی۔

"سفر کے مدارج طے ہوتے رہے۔ وہ ہر لمحہ کسی حادثے کا انتظار کرتا رہا۔ سارے بت تھے۔ ہو مرا کام پیسوں کی حمایت کرنا۔ زندگی شمع کی صورت........ ابھی مسافر نے مخاطب کیا اور پھر خراٹے نشر کرنے لگا۔ ایئرہوسٹس نے کھانا پیش کیا تو اس نے نفی میں دی۔

پھر طیارہ صحیح سلامت ہانگ کانگ ایئرپورٹ پر اتر گیا تو اس نے سوچا کہ طیارے منز بھی تو جاتے ہیں لاہور ایئرپورٹ بھی پہلی بار اندر سے دیکھا تھا۔ یہ ہانگ کانگ ایئرپورٹ ت رہ گیا۔ کمال الدین اگر اسے پورا سبق نہ پڑھاتا تو نہ جانے کیا گل کھلتے وہ سارے سبق یاد کرتا امیگریشن کے مراحل سے گزرتا باہر آگیا باہر قدم رکھا تھا کہ ایک خوش پوش نوجوان آگے بڑھا اور اس کے پہنچ گیا۔

"اوہ امتیاز میری جان۔ خیریت سے ہو۔ کہو سفر میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔" وہ گیا۔ یہ شخص اس کے لئے بالکل اجنبی تھا۔ "کمال الدین نے تمہیں میرے بارے میں آؤ' لاؤ یہ بیگ مجھے دیدو۔" جوان نے اس کے ہاتھ سے بیگ جھپٹ لیا اور اسے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ امتیاز بے وقوفوں کی طرح اس کے ساتھ قدم اٹھا رہا تھا۔ نوجوان ایک کار پہنچ گیا۔ امتیاز کا وزنی تھیلا اس نے نیچے رکھ کر پہلے کار کی ڈگی کھولی اور بڑا بیگ اس ئ امتیاز نے دوسرا تھیلا جس میں اس کا سامان تھا ڈگی میں رکھنے کے لئے آگے بڑھایا تو نو

سکرا کر ڈگی بند کر دی اور بولا "اسے ساتھ ہی رکھو۔" پھر وہ آگے بڑھ گیا۔ اور امتیاز کو بھی اشارہ لیا۔ امتیاز کار کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھا ابھی تک ہونق بنا ہوا تھا نوجوان بڑی پرسحر شخصیت کا لک تھا اور اتنا تیز و طرار کہ امتیاز کو پسینہ آرہا تھا' لیکن اس نے خود کو سنبھال لیا اور آہستہ سے لا۔

"آپ کو میرا نام معلوم ہے جناب........ لیکن مجھے آپ کا نام نہیں معلوم۔"

"ایکس وائی زیڈ........" تینوں میں سے کسی بھی نام سے مجھے مخاطب کر سکتے ہو۔"

"آپ کا کوئی کام نہیں ہے۔"

"کمال الدین نے میرا کیا نام بتایا تھا۔ اس نے سوال کیا۔

"نہیں کوئی نام نہیں بتایا تھا آپ کا بس یہ کہا تھا کہ ہانگ کانگ ایئرپورٹ پر ایک شخص تمہیں چان لے گا اور تمہیں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔"

"تمہیں کوئی مشکل پیش آئی۔ نوجوان نے سوال کیا؟"

"نہیں........ لیکن تم نے مجھے کیسے پہچان لیا؟"

"تمہاری تصویر میرے پاس بھیج دی گئی تھی دیکھو یہ موجود ہے اس نے اپنے لباس سے امتیاز ا وہ تصویر نکال کر دکھائی جو اس کے پاسپورٹ پر لگی ہوئی تھی۔ پھر بولا۔

"دراصل سارے کام بڑی احتیاط سے کرنا ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں گروپ ہیں اور سب ایک مرے سے تعاون کرتے ہیں یہ گروپ بھی کسی سے غداری نہیں کرتے۔ خیر چھوڑو یہ اتنی اہم ت نہیں ہے اور یہ سلپ رکھو اس نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر امتیاز کی طرف بڑھایا اور امتیاز نے کاغذ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس پر ایک ٹیلیفون نمبر لکھا ہوا تھا وہ بولا۔

"یہ ٹیلیفون نمبر ہے' آج کا دن اور تاریخ ذہن نشین کر لو' ٹھیک آٹھ دن کے بعد آٹھ بجے ت کو تم اس نمبر پر رنگ کر کے اپنا واپسی کا پروگرام معلوم کر لینا' ہمارے تمہارے درمیان بس ای رشتہ رہے گا اور سنو اس سے پہلے کبھی اس نمبر پر رنگ نہ کرنا' میں تمہیں نہیں ملوں گا۔ ٹھ دن کے بعد ٹھیک آٹھ بجے۔ اس نے اچانک ہی گاڑی سڑک کے ایک سائیڈ کر کے روک ا اور امتیاز ایک بار پھر بھونچکا ہو گیا........ نوجوان اسے دیکھتا ہوا بولا۔

"اتر جاؤ' ہم اس جگہ زیادہ دیر گاڑی نہیں کھڑی کر سکتے۔"

"لل لیکن' مجھے کچھ اور بھی تو گائیڈ کرو مجھے تو ہانگ کانگ کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم' بھی نہیں جانتا میں کہ مجھے کہاں قیام کرنا ہے براہ کرم........"

"سوری ڈیئر' وقت سب سے بڑا گائیڈ ہوتا ہے۔ تم یقیناً" ہانگ کانگ میں اپنے لئے کوئی بہتر ، تلاش کر لو گے۔" یہ کہہ کر اس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ امتیاز کا بیگ اس کے ہاتھ میں ہی ورنہ جس انداز میں اس نے غیر متوقع طور پر گاڑی آگے بڑھائی تھی تو بیگ گاڑی میں بھی رہ ا تھا۔ امتیاز ہاتھ میں بیگ لئے حیران پریشان نگاہوں سے جاتی ہوئی کار کو دیکھتا رہا' جو تھوڑی دور نے کے بعد دوسری گاڑیوں کے درمیان گم ہو گئی تھی۔ پھر اس نے اطراف میں نگاہیں

دوڑائیں۔ شیشے کی طرح شفاف سڑکیں دو رویہ عمارتیں ایک خاص طرز تعمیر کی حامل چلتے
لوگ جن میں تمام کے تمام پرے اجنبی نجانے کون کون سے ملکوں سے تعلق رکھنے والے۔
کو اس کی شناخت میں مشکل تھی۔ قریب سے گزرتے ہوئے لوگوں نے اچٹتی ہوئی نگاہو
اسے دیکھا۔ کچھ نے غور سے دیکھا کسی نے چشمہ صاف کر کے دیکھا اور امتیاز کو ایک دم ا
ہوا کہ درحقیقت وہ اس وقت ایک انتہائی احمق آدمی لگ رہا ہے چنانچہ ایک لمحے میں اس نے
آپ کو سنبھالا اور آہستہ آہستہ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ کمال الدین نے اس سلسلے میں وا
نہیں کہا تھا اور صورتحال کچھ ایسی تھی کہ امتیاز کو بھی کچھ پوچھنے کی ضرورت پیش نہیں آئی
تو خود ہی اس وقت ذہنی بحران کا شکار تھا' بہرحال آگے بڑھتا چلا گیا۔ خوبصورت راستے'
ہوئی گاڑیاں' خوشحال لوگ ایسے ایسے مناظر دیکھنے کو مل رہے تھے کہ عقل حیران ہوئی جا ر
پھر کافی فاصلہ طے کر کے وہ بائیں جانب مڑا تو ایک سرسبز و شاداب پارک نظر آیا کنار
ہوتے ہی پارک کا کھلا ہوا گیٹ تھا۔ سائیڈوں میں لگے ہوئے لوہے کے جنگلوں کے دوسری
پتھریلے مجسمے نظر آ رہے تھے جو گھاس کے درمیان بڑی خوبصورتی سے ایستادہ تھے۔ رنگ
لباسوں میں ملبوس لوگ پارک میں سیر کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر حالات کا جائزہ ل
آئندہ کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لئے یہ جگہ خاصی مناسب محسوس ہوئی اور امتیاز
پارک میں داخل ہو گیا۔ ایک خاص طرز کا خوبصورت مجسمہ گیٹ سے تھوڑے ہی فاصلے پر
کے نزدیک بیٹھنے کی جگہ بھی نظر آ رہی تھی۔ امتیاز نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری بیٹھنے کا
ہی رہا تھا کہ ربڑ کی ایک ہلکی پھلکی گیند اس کے شانے کے پاس گردن پر آ کر لگی اور وہ چونک
گیند اس کے شانے سے ٹکرا کر نیچے گری تھی۔ اور ابھی وہ گیند پھینکنے والے کو دیکھ بھی
سکا تھا کہ ایک خوبصورت سی تقریباً" سات سالہ بچی حسین لباس میں ملبوس اس کے پاس
اس نے اپنی پیاری پیاری آواز میں اس سے سوری کہا......... لیکن امتیاز کو فوراً" ہی ا
گیا کہ بچی کے خدوخال اس کے اپنے وطن کے لوگوں سے ملتے جلتے ہیں بچی نے انگلش میں

"ایکسیوز می انکل میں اپنی گیند اٹھا لوں۔"

"ضرور بے بی۔ امتیاز نے بھی انگریزی زبان میں ہی جواب دیا اور خود گیند اٹھا کر بچی کی
بڑھائی لیکن اسی وقت عقب سے اسے ایک آواز سنائی دی۔"

"سوری بھائی جی' معافی چاہتے ہیں ہم لوگ۔ امتیاز چونک کر مڑا تو اسے شلوار قمیص م
ایک خوبصورت خاتون اور اس کے نزدیک ہی ایک مرد نظر آیا جن کے چہرے کہہ رہے تھے
دونوں کا تعلق پاکستان ہی سے ہے۔ امتیاز کے دل میں امید کے کنول کھل گئے۔ دیار غیر
اپنے کا نظر آ جانا جس کیفیت کا حامل ہو سکتا ہے اس وقت وہی کیفیت اس پر طاری ہوئی
نے فوراً" ہی سلام کیا تو محبت بھرے انداز میں اسے جواب ملا۔ اور پھر مرد نے اس سے کہا

"پاکستانی ہو بھائی جی۔"

"ہاں جی' آج ہی پاکستان سے آیا ہوں۔"

"اوئے ہوئے ہوئے کہاں سے۔" مرد نے پوچھا۔

"لاہور سے جی۔"

"اوئے کمال ہو گیا بھئی' ارے دیکھا ہماری بیٹی کتنی عقلمند ہے' گیند بھی اچھالی تو اپنے پاکستانی
کی طرف۔ کوئی اور ہوتا تو منہ بناتا۔ او بھائی جی یہ میری بچی ہے اس کا نام پروین ہے اور یہ
بیوی نور جہاں میرا نام مشتاق بھٹی ہے۔ اوئے یار ملک سے دور اگر کوئی اپنا مل جاتا ہے تو کتنا
خوش ہوتا ہے تمہیں خود بھی اس کا اندازہ ہو گا۔ او برا نہ مانو بھائی جی تو وہ سامنے اوپن ایئر
ریسٹورنٹ ہے ہمارے ساتھ ایک کپ چائے پی لو' تھوڑا سا لاہور کے بارے میں بتا دو' اپنی مٹی
کی ہوتی ہے' آؤ یار جب ہمارے اور تمہارے درمیان گیند کا رشتہ قائم ہو ہی گیا ہے تو پھر
ایک کپ چائے تو پی لو۔"

"ضرور بھائی جی۔ میرا نام امتیاز ہے۔" امتیاز نے خوش ہو کر کہا اور مشتاق بھٹی اسے لے کر
تھوڑے فاصلے پر لگی ہوئی کرسیوں کی جانب بڑھ گیا۔ خوبصورت کین کے فرنیچر پر بیٹھنے کے بعد
اس نے ویٹر سے چائے لانے کے لئے کہا۔ اس کی بیوی نور جہاں بھی بہت خوش اخلاق نظر آ رہی
تھی۔ مشتاق بھٹی بولا۔

"تو امتیاز جی۔ آج ہی آئے ہو لاہور سے۔ لاہور کا موسم کیسا ہے۔"

"بہت اچھا' لاہور کا موسم تو ہمیشہ ہی اچھا ہوتا ہے۔"

"او کدر جی۔ ادھر کی گرمی اور ادھر کی گرمی میں بڑا فرق ہے۔"

"اپنے وطن کی تو ہر چیز انسان کو پیاری لگتی ہی ہے۔"

"اوئے اس میں کوئی شک نہیں۔ یہ میری بیوی نور جہاں پتوکی کی رہنے والی ہے۔ تو ہم لوگوں کو
آئی نو سال ہو گئے لاہور سے نکلے ہوئے۔ بڑا یاد آتا ہے جی اپنا لاہور۔"

"لاہور کی کیا بات ہے اپنی چیز اپنی ہی ہوتی ہے ویسے آپ یہاں کیا کرتے ہیں۔"

"ایک فرم میں نوکری کرتا ہوں کئی سال ہو گئے جان ہی نہیں چھوٹتی مصروفیتوں سے اسے بھیج
ہے دو تین دفعہ اس کے میکے۔ لیکن مجھے جانا نصیب نہیں ہوا بس تھوڑا بہت ٹائم مل جاتا ہے
تو بچی کو لے کر گھومنے نکل آتے ہیں اب بچی کو تو دم مار کے نہیں رکھا جا سکتا نا بھائی ایک
بچی ہے ہماری۔"

"بہت پیاری ہے اور سچی بات یہ ہے کہ اس نے مجھے آپ لوگوں سے ملا کر دل خوش کر دیا
ہے۔" میاں بیوی ہنسنے لگے تھے کچھ دیر کے بعد چائے آ گئی مشتاق بھٹی نے بیوی کو اشارہ کیا اور وہ
چائے بنانے لگی پھر اس نے محبت سے ایک پیالی امتیاز کے سامنے رکھ دی اور بولی۔

"تم بھی ادھر نوکری کرنے آئے ہو بھائی جی۔"

"نہیں بس سیر سپاٹا کرنے آیا ہوں۔"

"اوئے ہانگ کانگ بڑی جگہ ہے بڑی سیر گاہیں ہیں یہاں کوئی اور ساتھ نہیں ہے
رے.........؟"

"نہیں بھائی جی۔"

"پہلے آئے ہو یہاں.........؟"

"نہیں بالکل پہلی بار آیا ہوں۔"

"اوئے......... ہوئے ہوئے.......... ہوئے۔" بھٹی صاحب نے اپنے مخصوص انداز پھر چونک کر بولے۔

"کون سے ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہو؟"

"ابھی کسی ہوٹل کا انتخاب بھی نہیں کیا میں نے کہا نا ایئرپورٹ سے یہاں تک نکل تھوڑی سی سیر کے بعد سوچ رہا تھا کہ کسی ہوٹل کو تلاش کروں گا مجھے تو یہ بھی نہیں یہاں ہوٹلوں کے کرائے کتنے ہیں اور کون سا ہوٹل قیام کے لئے موزوں رہے گا۔"

"اوئے......... ہوئے ہوئے۔" بھٹی صاحب الٹے ہاتھ سے اپنا رخسار کھجانے لگے نے نورجہاں کی طرف دیکھا نورجہاں انہیں دیکھتی رہی پھر بھٹی صاحب بولے۔

"اوئے امتیاز بھائی ادھر ہوٹلوں میں ٹھہرو گے لاہور کا نام لیا ہے تم نے اور تمہارے لاہور کی خوشبو آرہی ہے مجھے' لاہور کا بندہ ہانگ کانگ میں ہو اور لاہور سے آنے والا ٹھہرے یار دل نہیں مان رہا ادھر میرا ایک گھر ہے چھوٹا سا کمپنی کا دیا ہوا ہے اس م ہوٹلوں جیسا آرام تو نہیں ملے گا مگر بھائی جی لاہور کی باتیں کرنے کو بڑا دل چاہتا ہے دن ہمارے مہمان رہو تو ہمیں خوشی ہوگی۔"

"ارے نہیں بھئی صاحب بھلا ایسے کیسے ہو سکتا ہے آپ لوگوں کو میں کس طرح تکل سکتا ہوں۔"

"او بھئی اگر ایسی بات تھی تو لاہور کا نام ہی نہیں لیا ہوتا یار تم تو ابھی ابھی ادھر سے تمہیں تو وہاں کی محبتیں یاد ہوں گی ہم تو بس یادوں میں ہی کھوئے رہتے ہیں او بھئی ا ان تکلف کو بس تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہے او پردین چاچا جی سے کہو کہ چاچا جی ہمار چلو۔" بھٹی صاحب نے بچی سے کہا اور پیاری سی بچی امتیاز کے ہاتھ کو پکڑ کر بولی۔

"چاچا جی ہمارے ساتھ چلئے نا.........۔" امتیاز شرمسار ہو رہا تھا لیکن اس سے ب اور کوئی بھی نہیں تھی اس کے لئے بے یارومددگار' بے آسرا حیران پریشان ابھی اسی سو ہوا تھا کہ کیا کرے' کہاں جائے' کس طرح ہوٹلوں کے بارے میں معلومات حاصل کر امداد غیبی حاصل ہوگئی تھی اس نے انتہائی پشیمانی سے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی یہ پیشکش میرے لئے کتنی اچھی ہے لیکن مجھ ہوتی ہے۔"

"او یار اپنے وطن کا بندہ ہے بھائیوں' بھائیوں میں کیسی شرم او اٹھو بھئی نورجہاں ا ختم اب اپنے یار کے لئے کھانا وغیرہ بھی تیار کرنا ہوگا اور رات کو لاہور کی یادیں تازہ کر بھئی اٹھو بس دیر مت کرو۔" بھٹی صاحب نے بے تکلفی سے امتیاز کا ہاتھ پکڑا امتیاز نے

یا اور بھٹی صاحب نورجہاں اور امتیاز کو لئے ہوئے تھوڑے فاصلے پر کھڑی ہوئی ایک کار کی چل پڑے۔

☆ .... ☆ .... ☆

غزل کی حالت اچانک بگڑ گئی تھی امینہ بیگم نے کسی نہ کسی طرح رابطہ کیا محمود نے میں آکر غزل کو دیکھا وہ غشی کی کیفیت میں تھی اور اس کا چہرہ بری طرح مرجھایا ہوا تھا نیم حالت میں نظر آرہی تھی فوراً" ہی اس نے ڈاکٹر سہیل کو ٹیلیفون کیا اور ڈاکٹر سہیل کے ، سے ایمبولینس آگئی امینہ بیگم اور محمود غزل کو لے کر کلینک پہنچ گئے ڈاکٹر سہیل نے فوراً" ل کا معائنہ کیا اور اس کے چہرے پر افسردگی کے آثار نظر آنے لگے اس نے کہا۔

یرا خیال ہے اب انہیں اسپتال میں داخل کرا دینا ضروری ہے یہاں بہتر دیکھ بھال ہو سکے گی ب یہ اجازت نہیں دے سکتا کہ انہیں گھر پر رکھا جائے۔" محمود کا دل ڈوبنے لگا تھا امینہ بیگم بھری نگاہوں سے ڈاکٹر اور محمود کو گفتگو کرتے دیکھ رہی تھیں ان کے رخسار آنسوؤں سے تر نہیں اس بارے میں ابھی تک کچھ نہیں بتایا گیا تھا محمود نے پریشان لہجے میں کہا۔

یکن ڈاکٹر......... یہاں تنہا میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ان دونوں ماں بیٹی کا دنیا میں کوئی نہیں "

یسی باتیں کرتے ہو یار تم ہو' میں ہوں اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ ہے ہمیں کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے تم اطمینان رکھو میں ان خاتون کے بھی یہاں قیام کا ست کر دوں گا یہاں ذرا بہتر دیکھ بھال رہے گی اور باقی محمود تم کسی قسم کی کوئی فکر نہ کرنا ہم بے شک اپنے پیشے کی بنیاد پر سخت دل ہو جاتے ہیں اور جذباتی ہونے سے گریز کرتے ہیں اپنی اس بدبختی کو کیا کریں کہ رہتے انسان ہی ہیں اور کہیں نہ کہیں یہ انسانیت مار ہی دیتی م میرا مطلب سمجھ رہے ہونا اپنے ذہن کو الجھنوں سے پاک کر لو ہر جگہ دولت ہی ملوث نہیں ۔"

یں تمہیں دعائیں دینے کے سوا اور کیا کر سکتا ہوں ڈاکٹر سہیل۔"

یار سب سے قیمتی چیز تو دے رہے ہو اور کیا دو گے فکر مت کر وہاں ذرا ان بزرگ خاتون کو دینا پریشان نہ ہوا کریں۔"

ویسے ڈاکٹر صورتحال کیا ہے؟"

"جو ہے تمہیں بتا چکا ہوں۔ میں نے تمہیں اس سے کبھی غافل نہیں رکھا تم بالکل بے فکر ہو تمہارا کام ہے وہ تم کرتے رہو اپنا کام میں کروں گا باقی سب کچھ کرنے والا اللہ ہے۔"

یہ کیفیت.........؟"

کچھ نہیں عارضی ہے دور ہو جائے گی ہو سکتا ہے تھوڑی دیر کے بعد ہی بحال ہو جائے۔"

ڈاکٹر سہیل کا کہنا بالکل درست تھا کچھ دیر کے بعد غزل کی حالت بہتر ہونے لگی اس
کھول کر ماحول کا جائزہ لیا اور ماں کو دیکھنے کے بعد محمود کو دیکھا پھر بولی۔ "غالباً" ہم
چکے ہیں۔"

"کیسی طبیعت ہے غزل..........؟" امینہ بیگم نے محبت سے سسکتے ہوئے کہا۔

"ارے واہ یہ کیا بات ہے آپ کی یہ پریشانی تو مجھے بیمار کر دے گی امی اب کیا کہو
یہی سب کچھ ہے میں تو بڑا حوصلہ رکھتی ہوں آپ کیوں حوصلہ ہار رہی ہیں..........
نے دوپٹے سے منہ چھپا لیا تو محمود نے کہا۔

"نہیں چچی جان یہ طریقہ غلط ہے حوصلہ ہی تو انسان کا آخری سہارا ہوتا ہے اگ
حوصلہ ہار دیا تو ہمیں حوصلہ دینے والا کون ہوگا۔ یہ سب کچھ ٹھیک نہیں غزل تم سمجھ
کو..........۔"

"بھئی میں کیا سمجھاؤں ان کو بس اب تو مقطع کہہ دینے کو دل چاہتا ہے غزل پوری
کیا خیال ہے" غزل نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور محمود کے دل میں ایک گ
غزل کو یاس بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا تو غزل نے مسکرا کر کہا۔ "تو پھر ک
حضور..........؟"

"میرے لئے کبھی نہیں سوچ سکتیں..........؟"

"تمہارے لئے.......... شاید تم میری بات کا یقین کر لو کبھی کبھی موت بہت نزدیک
میں اس سے یہی کہتی ہوں کہ تجھے اپنا لینے میں مجھے کوئی عار نہیں لیکن محمود تنہا رہ جا۔

"ایسی باتیں مت کرو غزل خدا کے لئے ایسی باتیں مت کرو ہمارا حوصلہ کیوا
ہو..........؟"

"نہیں توڑتے بھئی اور کوئی حکم..........؟"

"دیکھو میں نے تمہیں کلینک میں داخل کر دیا ہے ڈاکٹر سہیل کے بارے میں تم
جانتی ہو بہت نفیس انسان ہیں۔ چچی جان یہاں تمہارے ساتھ رہیں گی میری مصروفیات
اندازہ ہے غزل میری کمی کو کبھی محسوس نہ کرنا بلکہ یہی سوچنا کہ میں تمہارے ساتھ
جانے والے مستقبل کے لئے محنت کر رہا ہوں غزل میری اس بات کو فریب نہ جاننا۔"

"کون کمینہ تمہاری کسی بات کو فریب سمجھے گا تم پر اعتماد ہی تو میری زندگی ہے مح
چھوڑو ان جذباتی باتوں کو بھئی بیمار ہوں ٹھیک ہو جاؤں گی امی آپ کیوں اتنی ہراساں ہ
بھی پریشان کر دیتی ہیں دیکھئے نا وہ ہمارے لئے..........۔" غزل نے جملہ ادھورا چھوڑ د
کہا۔

"خدا تم دونوں کو سلامت رکھے کیا کروں بس جب تمہاری حالت خراب ہو جاتی ۔
دل میں کیسے کیسے وسوسے اٹھنے لگتے ہیں"۔

"چچی جان آپ حوصلہ رکھئے یہاں قیام کرنا پڑے گا آپ کو میں نے ڈاکٹر سہیل سے

ہے۔"

"ٹھیک ہے بیٹا وہاں پر بھی مجھے کیا کرنا ہوتا ہے یہاں رہ لونگی۔"

"باقی آپ کسی چیز کی فکر نہ کریں میں پورے اعتماد کے ساتھ یہ بات کہتا ہوں کہ ڈاکٹر سہیل
آپ کا اسی طرح خیال رکھیں گے جس طرح میں رکھ سکتا ہوں۔" کافی دیر تک محمود ان لوگوں کو
تسلیاں دیتا رہا اور اس کے بعد وہاں سے واپس چل پڑا گھر بھی دیکھنا تھا راستے میں سفر کرتے ہوئے
وہ اپنی زندگی کے بارے میں سوچ رہا تھا کیا ایاز کے بعد محمود بن کر بھی انہی مشکلات کا سامنا کرنا
پڑتا ہے حالات کے ایک رخ پر تو قابو پا لیا لیکن وقت نے کتنے بھیانک مرحلے سامنے لا ڈالے اتنی
مت ہے کیا میرے اندر غزل کی آج کی کیفیت نے تو بالکل ہی مایوسی کی طرف لا ڈالا تھا کیا کہا جا
سکتا ہے اس کی زندگی کے بارے میں لیکن آخری لمحہ غزل تیری زندگی کا آخری لمحہ بھی میرے
لئے ہے تجھ سے محبت کرنا تو تیری موت کے بعد بھی نہیں چھوڑوں گا تیری یاد میں ہی زندگی گزار
دوں گا کچھ وقت کی مہلت دے دے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اپنے چہرے پر نقاب چڑھا لی
گھر کا ماحول بھی کچھ خوشگوار ہی نظر آرہا تھا سیما' نوید سے کھیل رہی تھی بینش اندر کمرے میں
موجود تھی سیما نے مسکرا کر اسے دیکھا اور محمود بھی مسکرا دیا۔

"کیا ہو رہا ہے بھئی آج تو بڑی ہنگامہ آرائی ہے بھابی کہا ہے؟"

"کمرے میں بند ہو کر خط لکھ رہی ہیں ہم دونوں کو باہر نکال دیا گیا ہے۔"

"ارے.......... ارے کسے خط لکھ رہی ہیں..........؟"

"بھیا کو اور کسے..........؟" سیما نے کہا اور محمود کے ہونٹ ایک لمحے کے لئے سکڑ گئے
دوسرے لمحے اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہوں تو یہ بات ہے۔"

"بھیا کا خط آیا ہے نا..........۔"

"اچھا کہاں ہے؟"

"بائی ہینڈ آیا ہے ایک صاحب آئے تھے کچھ سامان بھی لائے ہیں' منے کیلئے کھلونے ہیں'
کپڑے ہیں اور میرے لئے بھی بہت کچھ ہے۔"

"ونڈر فل ہمارے لیے کیا ہے بھائی۔"

"ناراض ہو جاؤں گا میں بھیا سے اچھا دکھاؤ تم لوگوں کے لئے کیا کیا آیا ہے اور خط کہاں
ہے؟"

سیما نے سامان کے پیکٹ اور خط نکال کر محمود کو دیدیا۔ "کھلا ہوا تھا خط..........۔" محمود نے کہا

"بس یہی ہے۔"

"اپنا خط بھابی نے چھپا لیا ہے اس میں ان کے لئے کچھ لکھا ہوگا۔"

"ہوں.........." محمود نے ایک سرسری نظر اس خط پر ڈالی اور پھر اسے لفافے میں رکھ کر
بولا۔

"بھابی کا خط دیکھنا پڑے گا یہ محترمہ تو بڑی خوش ہوں گی۔"

"بہت خوش ہیں" تھوڑی دیر کے بعد بینش بھی آگئی اور محمود شرارت آمیز نگاہوں سے
دیکھنے لگا۔
"یہ آج چہرے پر گلستان کھلا ہوا ہے پورا یار ہماری تو اس گھر میں کوئی عزت ہی نہیں
ہمیں دیکھ کر تو لوگ منہ بسورتے رہتے ہیں اور ایک خوش نصیب ریاض صاحب ہیں کیا لک
ہمیں بھی تو بتا دیا جائے.........۔"
"بس لکھا ہے کہ تم دونوں کی فکر کروں' سیما کی شادی کے سلسلے میں نگاہ رکھوں خود
ہیں کہ جب تک کوئی مقام نہیں حاصل کر لوں گا واپس نہیں آؤں گا بس اس بات کے علا
سے ہر بات منوائی جا سکتی ہے میں کہتی ہوں تم لکھتے کیوں نہیں ہو آخر کب تک اپنے
بناتے رہیں گے اور پھر یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ تھوڑے دن کے لئے ہی آجائیں۔"
"بھابی گھر میں بیٹھ کر یہ باتیں کرنا ایک الگ کام ہے باہر کی دنیا میں نکل کر روزی کمانا
مشکل کام ہے آپ نہیں سمجھتیں میں جانتا ہوں بھیا جس پروجیکٹ پر کام کر رہے ہیں' جب
اس کی تکمیل نہیں ہو جائے گی انہیں چھٹی نہیں ملے گی اور اتنی اچھی نوکری چھوڑ کر آنا
عقلمندی کی بات نہیں ہے اور پھر اب تو آپ کی شادی کو بھی کافی عرصہ ہو گیا ہے اب تو
عادت ڈال لیجئے۔"
"ماروں گی تمہیں کہے دیتی ہوں ہاں۔" بینش نے شرمائے ہوئے انداز میں کہا اور محمو
لگانے لگا پھر کھانے کا وقت ہو گیا اور سب نے مل کر کھانا کھایا محمود نے کہا۔
"بھئی آج نیند آرہی ہے ہمیں کیا ذرا جلدی سونے کی اجازت مل جائے گی۔"
"خیریت یہ جلدی سونا کیا معنی رکھتا ہے؟"
"بس دل چاہ رہا ہے۔" بینش تو نوید کو لے کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ محمود اپنے کمر
آگیا کھڑکی کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے کھڑکی کے پٹ کھول دیئے اور کھلے آسمان کو د
غزل کی باتیں یاد آرہی تھیں غزل مکمل ہو گئی ہے اب تو مقطع کہہ دینے کو جی چاہتا ہے
آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اسے احساس بھی نہ ہو سکا کہ سیما کب اس کے قریب آکر کھڑ
وہ اپنی سوچوں میں کھویا ہوا تھا زندگی میں کتنے الٹ پھیر ہیں کوئی تعین تو ہو' کوئی حد تو ہو
کی آنکھوں سے بہتے ہوئے۔ آنسو دیکھ کر بے قرار ہو گئی اور اس نے سہمے ہوئے لہجے میں
پکارا۔
"بھیا" محمود بری طرح اچھل پڑا اس نے رخ بدلا اور فوراً" ہی لہجہ بدل کر بولا۔
"تو یہ ہمیں ڈرایا جا رہا ہے۔" سیما کچھ نہ بولی وہ خاموشی سے محمود کی صورت دیکھ ر
محمود کو جلدی سے اپنے آنسوؤں کا احساس ہوا اور اس نے اپنے رخسار پونچھ لئے۔"
"یہ آخر تم اندر کب آئیں اور یہ چوروں کی طرح چلنے کی عادت تمہیں کیسے ہو گئی؟
نے پھر بھی کوئی جواب نہیں دیا تو محمود نے اس کا بازو پکڑ لیا۔
"بولتی کیوں نہیں بھئی کیا بات ہے؟"

تھے.........؟"
یا آپ رو رہے
بے وقوف ہو تم میں بھلا کیوں روؤں گا۔"
یا کیا اس قدر ناقابل اعتبار ہوں میں.........۔" سیما کی آواز میں بڑا سوز تھا۔ محمود تڑپ گیا
نے سیما کا سر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔
بے وقوف ہے تو' پاگل ہے میں رو تو نہیں رہا تھا۔"
ر وہی سوال کروں گی میں کیا اس قدر ناقابل اعتبار ہوں' میں بہن ہوں تمہاری اس سے
ر کچھ کہنے کی ضرورت ہے تو مجھے بتاؤ میں کیا کہوں۔"
ما دیکھ ایسی باتیں نہ کر میری زندگی ہے تو میری جان ہے۔"
یا مجھے صرف یہ بتا دو کہ کیوں رو رہے تھے اور دیکھو تمہیں میری قسم ہے اگر بتاؤ تو سچ بتانا
ی سے مجھے جھڑک کر باہر نکال دو۔" سیما کی آواز میں لرزشیں تھیں۔ محمود اسے دیکھنے لگا
ت سوچتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔
ہا میری ایک دوست ہے بہت عرصے سے ہم دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہیں ہم دونوں
سرے کو چاہتے ہیں بے پناہ یوں سمجھ لو میں نے اگر زندگی میں کسی بہار کا تصور کیا ہے تو وہ
ی شکل میں میری زندگی میں آئی ہے میں نے اس کے بغیر کبھی مستقبل کا ایک لمحہ گزارنے
ر نہیں کیا لیکن میری زندگی کی بہار اجڑ گئی ہے خزاں آگئی ہے میری زندگی میں اسے کینسر ہو
، وہ زندگی کے آخری لمحات گزار رہی ہے' بالکل آخری......... میں نے اسے ڈاکٹر سہیل
نک میں داخل کرا دیا ہے سیما میری پوری زندگی اس کے بغیر بے سود ہے کتنے کانٹے سمیٹوں
رگی سے......... کتنے کانٹے سمیٹوں میں تو.........۔" محمود کی آواز بھرا گئی۔
یما ہکا بکا رہ گئی تھی اس ایک لمحے میں اس نے جو کہانی سن لی تھی۔ وہ اس کے لئے ناقابل
تھی کہنے کے لئے کچھ بھی نہیں رہا تھا بھائی کی زندگی میں بہار ہی خزاں کی شکل میں آئی تھی
ی وہ کس طرح کہتی بہت دیر تک گم سم کھڑی رہی محمود بھی کھڑکی سے سر ٹکا کر کھڑا ہو گیا
مجسم تصویر غم نظر آرہا تھا سیما نے آہستہ سے کہا۔
یا اس کی زندگی کا کوئی امکان نہیں ہے محمود بھیا۔"
"نہیں سیما ڈاکٹر یہی کہہ چکے ہیں۔" محمود نے جواب دیا۔
ل......... میں اسے دیکھ سکتی ہوں اس سے مل سکتی ہوں۔" سیما نے کہا۔
ل لو کہیں ایسا نہ ہو کہ میری زندگی کا محور صرف میرے تصورات میں ہی قید رہ جائے کل
نہیں اور بھابی کو اس سے ملاؤں گا۔ سب سے تعارف کرا دوں گا اس کا تاکہ تم کبھی مجھے اس
لئے مجبور نہ کرو کہ میں کسی اور کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کے بارے میں سوچوں۔"
ہاں سیما اب......... اب یہ راز راز رکھنا مناسب نہیں ہے میرے لئے تم ایسا کرنا بھابی کو
نا دینا اور سنو میں اپنے کمرے کا دروازہ بند کر رہا ہوں بھابی اگر اس سلسلے میں کچھ پوچھنا چاہیں
ان سے معذرت کر لینا کہنا کہ صبح سے پہلے میں اس کا سامنا نہیں کر سکوں گا سیما پلیز یہ ذمہ

داری میں تمہیں سونپتا ہوں جاؤ اب جاؤ۔"
سیما کی آنکھوں میں بھی آنسو ڈبڈبا آئے تھے اس نے آہستہ سے گردن جھکائی اور باہر
محمود نے اندر سے دروازہ بند کر لیا تھا۔

☆ .... ☆ .... ☆

سیاہ رنگ کی چمچماتی مرسڈیز کسٹم انٹیلی جنس کی عظیم الشان عمارت میں داخل ہو گئی
ڈرائیور نے اتر کر پچھلا دروازہ کھولا اور پیچھے بیٹھے ہوئے بلند قامت بارعب شخص نے قریب
ہوئی پگڑی سنبھالی اور مرسڈیز سے نیچے اتر آیا نیچے اتر کر اس نے پگڑی سر پر رکھی کلف لگ
کو ہاتھ سے سنبھالا ہاتھی دانت کی موٹھ والی چھڑی' کو سیدھا کیا اور پروقار چال چلتا ہوا عمار
اندرونی حصے کی طرف چل پڑا اس کی شخصیت ایسی تھی کہ دیکھنے والوں کے قدم رک جا
ڈائریکٹر انٹیلی جنس آفس کے چپراسی نے اسے دیکھا اور گھبراہٹ میں دروازہ کھول دیا اور
داخل ہو گیا غضنفر **سیٹھی** چند لوگوں کے ساتھ میٹنگ کر رہا تھا اندر بیٹھے ہوئے لوگوں
دیکھا اور پہلو بدل کر رہ گئے آنے والے نے انہیں دیکھا پھر اس کی گونج دار آواز ابھری۔
"غضنفر **سیٹھی**۔" اور **سیٹھی** اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ "ہیلو.... آپ کا کچھ وقت ل
ہوں **سیٹھی** صاحب۔"
"تشریف رکھئے سر۔" **سیٹھی** کے سامنے بیٹھے ہوئے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔
"معافی چاہتا ہوں **سیٹھی** صاحب آپ یقیناً" اہم سرکاری کاموں میں مصروف ہوں گ
میں بھی اہم سرکاری کام سے ہی آیا ہوں آپ لوگ ہمیں تنہائی دیں گے۔" آنے وا
دوسروں کی طرف دیکھا تو **سیٹھی** نے کہا۔
"ٹھیک ہے بٹ صاحب میں آپ لوگوں کو دوبارہ کال کروں گا" نووارد خاموشی سے ان ل
جاتے دیکھتا رہا جب وہ چلے گئے تو وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔
"میرا نام ملک جبار ہے۔" اس نے کہا اور **سیٹھی** کے چہرے کی رگیں کھنچ گئیں ا
ایک لمحے میں خود کو سنبھال کر کہا۔
"کیسے مزاج ہیں آپ کے ملک صاحب۔"
"ٹھیک نہیں ہے اور اس کی وجہ آپ کو معلوم ہے۔"
"آپ نے رسمی مزاج پرسی کا جھگڑا خود ہی ختم کر لیا یہ اچھی بات ہے لیکن آپ کی آ
لئے غیر متوقع ہے پھر بھی میں آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں۔" **سیٹھی** بھی معمولی عہدید
تھا۔
"عموماً" میں ضرورت کے وقت سرکاری افسروں کو گھر یا دفتر میں بلا لیا کرتا ہوں لیکن
بھی کام تھے ادھر سے گزرا تو سوچا کہ آپ کو بھی نمٹاتا چلوں" دو بڑوں میں لفظی جنگ

فرمایئے کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"
نا ہے آج کل آپ کا محکمہ ترقی پانے کی کوششوں میں مصروف ہے اور آپ نے ہمیں
ٹ بنایا ہے۔"
یرا محکمہ کافی ترقی یافتہ ہے اور ہم کسی کو ٹارگٹ نہیں بناتے یہ سرکاری کام ہیں اور ہم
ڈیوٹی کرتے ہیں۔"
اچھی بات ہے فائدہ اسی میں ہے لیکن بادلوں کا رخ ہماری طرف کیوں ہے ساری برائیاں
ے نام کیوں لکھی جا رہی ہیں میرے چھوٹے بھائی نے بتایا ہے کہ کافی دنوں سے ہمارے خلاف
ی حرکتیں ہو رہی ہیں کبھی فیکٹری سے آنے والے مال پر چھاپہ مارا جاتا ہے کبھی دوسروں کی بلا
ے .... سر ماری جاتی ہے سنا ہے آپ نے کچھ جعلی فیکٹریوں پر چھاپہ مار کر انہیں ہماری
ت بنا دیا ہے۔"
ہم صرف حقائق پر کام کرتے ہیں ملک صاحب۔"
مگر بھائی جی......... ہم تو اخباروں میں خود ان جعلی کمپنیوں کی نشاندہی کرتے رہتے ہیں جو
مال بازار میں پھیلا کر ہماری ساکھ خراب کر رہی ہیں ہم تو خود ان کے خلاف کاروائی کا مطالبہ
تے رہتے ہیں۔"
اسی لئے تو اصلیت تک پہنچنے میں دیر لگ گئی تھی ملک صاحب۔" غضنفر **سیٹھی** نے مسکرا
کہا۔
تو آپ اصلیت تک پہنچ گئے۔"
کوشش کر رہے ہیں امید ہے پہنچ جائیں گے لیکن ملک صاحب آپ کے بارے میں ہمیں
م ہوا ہے کہ آپ ملک سے باہر رہتے ہیں ہو سکتا ہے یہ سب کچھ آپ کے علم میں بھی نہ
"
"او میاں کیسی باتیں کرتے ہو اربوں کا کاروبار ایسے نہیں کیا جاتا کہ انسان غافل رہے دیکھو
ا سو دوست سو دشمن ہوتے ہیں اگر کسی بہت بڑے آدمی کے کہنے سے یہ کاروائی ہو رہی ہے
ے روک دو ہم سے تعاون کرو ہمیں اس بڑے آدمی کا نام بتا دو اگر ایسا نہ ہو تو پھر مجبوری ہے
ت آگے بڑھائی جا سکتی ہے تم ہمارے ہاتھوں کی لمبائی کے آخری سرے کو دیکھ بھی نہیں
گے۔"
"نہیں ملک صاحب ایسی کوئی بات نہیں ہے ہم دیانتداری سے اپنا فرض پورا کر رہے ہیں اگر
اس دیانتداری کی سزا ہمیں ملنی ہے تو ہم اس کے لئے تیار ہیں۔"
"ہمارا ماضی بے داغ ہے ہم نے بھی جو کچھ کمایا ہے ایمانداری سے کمایا ہے ہم بھی ایمانداری
قدر کرتے ہیں لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کوئی کالی بھیڑ ہمارے درمیان داخل ہو گئی ہو ان
ی فیکٹریوں کو ہمارے نام سے منسوب کر دیا گیا ہو۔"

”ہمارا ماضی بے داغ ہے ہم نے بھی جو کچھ کمایا ہے ایمانداری سے کمایا ہے ہم ہ
کی قدر کرتے ہیں لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کوئی کالی بھیڑ ہمارے درمیان داخل ہ
جعلی فیکٹریوں کو ہمارے نام سے منسوب کر دیا گیا ہو۔“
”ہاں ایسی کوئی بات بیشک ہو سکتی ہے۔“
”تو اس کی تحقیقات کرو‘ پکڑو ایسی کالی بھیڑ کو ہم بھی تو یہی چاہتے ہیں اور اگر ت
مشکل لگے تو ہمیں بتا دو ہم یہ کام کریں گے۔“
”ضرور ملک صاحب اس سلسلے میں میرا پورا تعاون آپ کو حاصل ہو گا میں پہلے ہی ک
کہ آپ ملک سے باہر رہتے ہیں ہو سکتا ہے کسی نے آپ کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھ
”یقیناً“ ایسا ہی ہے تم لوگ اصل مجرم کو ٹریس کرو میرا تعاون تمہارے ساتھ رہے
سے پہلے اخبارات کو ہمارے سلسلے میں بیان دے کر ہماری پوزیشن کلیئر کرو۔“
”میں ایسا کر سکتا ہوں ملک صاحب......... لیکن..........۔“
”لیکن سے آگے کی بات فوراً“ کہو ضرورتیں دنیا کے ساتھ ہوتی ہیں۔“ ملک جبار
”آپ ملک ستار کو میرے حوالے کر دیں میں وعدہ کرتا ہوں۔“
”غضنفر **سیٹھی** کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا مگر ملک جبار نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک د
”اس کا نام کسی انداز میں نہ لینا کاکے......... نقصان میں آجاؤ گے اس کے علاوہ ہ
”یہ ضروری ہے ملک صاحب اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں۔“ **سیٹھی** نے
”سوچ لو کچھ اور وقت تو نہیں چاہئے تمہیں۔“
”نہیں!“ **سیٹھی** نے جواب دیا اور ملک جبار خاموشی سے کرسی سے اٹھ گیا پھ
کہے بغیر دروازے سے باہر نکل گیا تھا۔
وہ نپے تلے قدم اٹھاتا ہوا باہر نکل آیا۔ مرسڈیز کے پاس کھڑے ہوئے ڈرائیو
سے دروازہ کھول دیا ملک جبار نے سر سے پگڑی اتار کر پہلے اندر رکھی پھر خود بھی بیٹھ
نے دروازہ بند کیا اور کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔
”کہاں چلوں ملک جی......... کچھ دور نکل کر اس نے پوچھا۔“
”چلتے رہو‘ میں بتا دوں گا۔“ ملک جبار بھاری لہجے میں بولا اور کار سیدھی سڑ
رہی۔ پھر ایک موڑ سے دوسری سڑک پر مڑ گئی اس دوران ملک جبار نے کئی بار گردن
دیکھا ٹریفک رواں دواں تھا لیکن کوئی ایسی گاڑی مسلسل نہیں نظر آئی جس پر تعاقب
سکتا“ تب ملک جبار نے کہا۔ ”نئی کوٹھی چلو.........۔“
مرسڈیز کچھ دیر کے بعد ایک خوبصورت کوٹھی کے پورچ میں جا رکی اور ملک جبا
داخل ہو گیا۔ ایک خوبصورت کمرے میں پڑے ہوئے کوچ پر دراز ہو کر اس نے پاؤں
کمرے میں ساتھ ساتھ داخل ہونے والے ملازم نے اس کے پیروں کے قریب بی
اتارے پھر موزے اور انہیں لے کر باہر نکل گیا تبھی پیچھے سے جبار نے آواز لگائی۔

”درباری نکے کو بھیج دینا.........!“ ملازم نے رک کر یہ حکم سنا ادب سے گردن جھکائی اور
ر نکل گیا۔
کچھ دیر کے بعد ملک ستار مسکراتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ ملک جبار کے سامنے بیٹھ کر وہ اس کی
ورت دیکھنے لگا۔
”اس کے تیور تو بڑے خراب ہیں کاکا.........“ ملک جبار نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔
”کون کون سے پتے پھینک لئے بھائی جی.........۔“ ملک ستار مسکرا کر بولا۔
”او نئیں کاکے پتے بازی نہیں کی ہم نے سیدھی سیدھی بات کی ہے ہم نے۔“
”کیا کہتا ہے.........۔“
”ملک و قوم سے جاں نثاری دکھا رہا ہے۔“
”تو پھر اسے ملک و قوم پر نثار کر دیں بھائی جی......... نام بڑا ہو جائے گا بے چارے کا۔“
”او تیری عقل ابھی چھوٹی کی چھوٹی ہے نکے۔ اس سے کوئی مستقل حل تو نہیں نکلے گا۔“
”تو پھر مستقل حل کیا ہو گا بھائی جی......... یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت کسٹم انٹیلی
ں کو میری ضرورت ہے۔“
”او ضرورتیں تو بہت سوں کو بہت سوں کی ہیں مگر ساری ضرورتیں پوری تو نہیں ہو جاتیں۔
بات سن۔ ہمیں ایک کالی بھیڑ چاہئے ایک ایسی کالی بھیڑ جو ہم میں گھسی ہو ہمارا چارہ کھا رہی ہو
ہمیں ہی ٹکریں مار رہی ہو۔ کالی بھیڑ سمجھتا ہے نا۔“
”کالی بھیڑ‘ سمجھ رہا ہوں بھائی جی......... کالی بھیڑ......... قربانی کے لئے نا......... سمجھ رہا
ں.........“ ملک ستار کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کی آنکھوں میں ایک حسین چہرہ
را ساتھ ہی ایک نغمہ بار آواز سنائی دی۔“ بھائی جی تو گھر پر نہیں ہیں۔“ اور اس کی مسکراہٹ
ری ہو گئی کالی بھیڑ ہماری جیب میں ہے بھائی جی۔“
”کون ہے.........۔“
”محمود.........“ ملک ستار نے جواب دیا اور ملک جبار سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے کہا ”وہ
ہ تو کام کا ہے۔“
”کام کا ہی رہے گا بھائی جی۔ ہمارے کام تو بہت پھیلے ہوئے ہیں ملک میں نہ سہی ملک سے باہر
ں۔“
”کیا مطلب.........۔“
”کسٹم انٹیلی جنس کے لئے ایک کالی بھیڑ چاہئے اور محمود......... بھائی جی اسی سے کچھ غلطیاں
ئی ہیں جن کی وجہ سے ہم پر یہ مشکل آئی ہے اسے تھوڑی سی سزا بھی ملنی چاہئے؟“
”او مجھے پہیلیاں بوجھنی نہیں آتیں ستار......... کیا کہنا چاہتا ہے کھل کر کہہ.........!“ ملک
ر نے کہا اور درباری کو بلا کر پانی طلب کیا۔
درباری نے پانی لا کر دیا اور ملک جبار نے اسے واپسی کا اشارہ کر دیا۔ اس دوران ملک ستار

ایک شیطانی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے سوچ میں ڈوبا رہا تھا ملک جبار نے پانی پینے کے بع
دیکھا تو وہ بولا............

"محمود ہمارا سرگرم کارکن ہے بھائی جی.......... ہماری فیکٹری میں بڑا عہدہ ہے اس
لانے لے جانے کی ذمہ داری اور ساری پروڈکشن اسی کے ہاتھ میں ہے..........۔"

"او بھئی کب سے..........؟" ملک جبار چونک کر بولا ملک ہنس پڑا..........

"میری پوری بات سن لیں بھائی جی جو کام اس کے سپرد نہیں ہے وہ کیا بھی تو جاسکتا
ایک ایسا آدمی جو ہمارے پورے بھروسے کا ہو اور ہم اس پر ہر طرح کا اعتبار کرتے ہوں اُ
دے جائے تو اس میں ہمارا قصور تو نہیں ہوا۔ وہ فیکٹریاں جو چھوٹے گھروں میں لگی ہ
ہماری کہاں سے آئیں' زاہد اور ہمارا چوکیدار اور دکاندار اگر فیکٹریوں کے مالک کی حیثیت ۔
کو شناخت کرے تو پھر بھلا اس میں ہماری کیا گنجائش رہ جاتی ہے ہمیں تو اس نے خود
روپے کا نقصان پہنچایا ہے۔ ہماری پروڈکشن میں ان جعلی کمپنیوں کا تیار کیاہوا جعلی مال شام
اس نے ہماری گڈول کو جو نقصان پہنچایا ہے ہم تو خود اس کے لئے پریشان ہیں تو بھا
ساری اطلاع کسی نہ کسی طرح کسٹم انٹیلی جنس اور پولیس کو پہنچنی چاہیئے۔ ظاہر ہے پولی
کے چکر میں پڑ جائے گا..........۔"

"ہوں.......... اسکیم اچھی ہے مگر ستار..........۔"

"کچھ نہیں بھائی جی.......... باقی سارے کام ہماری مرضی کے مطابق ہو جائیں گے۔
ایک آدمی سامنے لا رہے ہیں تو پھر اس بات کی گنجائش ہے کہ الزام ہم پر رہے اور اس
بھی اگر کوئی تیس مار خان ہمارے چکر میں الجھتا ہے تو اسے منہ کی کھانی پڑے گی۔ اب
چوہے بھی نہیں ہیں..........۔"

"ملک جبار کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے کہا "مگر یہ اطلاع ہمارے ذریعے نہیں جانی چا
"ویسے تو کوئی حرج نہیں ہے بھائی جی لیکن پولیس جو تفتیش کرے گی اس کے نتیجے
بات سامنے آئے گی تو ہم اس کی تردید بھی نہیں کریں گے بلکہ خود حیران ہو جائیں گے..

"اور اگر محمود نے اس کی تردید کی اور صورتحال کو بتا کر اپنی جان چھڑائی تو کیا ہوگا..

"نہیں بھائی جی ایسا نہیں کرے گا۔"

"کیوں.........." جبار نے سوال کیا..........

"اس لئے کہ جب پولیس اس کی تلاش میں نکلے گی تو وہ ملک سے باہر بھاگ جائے گا
آپ' ویسے بھی ہمارے کچھ اسٹیشنوں پر ایسے کسی بندے کی ضرورت ہے۔"

ملک جبار کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر آہستہ آہستہ مسکراہٹ پھیل گئی.

"اچھی اسکیم ہے محمود کو پوری طرح منظر عام پر لے آؤ لیکن اسے گرفتار نہ ہو

پر ٹھیک ہے اس اسکیم پر تو کام کرے گا یا میں..........۔"

"نو پینز نو گینز "ملک ستار نے اپنے مخصوص انداز میں کہا اور ملک جبار اسے گھورنے

"بھائی جی میں ہی کروں گا آپ بالکل فکر چھوڑ دیں..........۔"

"او لیکن ہوشیاری سے.......... میں اس بات کو اوپر نہیں لے جانا چاہتا نیچے ہی نیچے کھیل
ہو جائے تو اچھا ہے۔"

"ایسا ہی ہوگا بھائی جی.......... آپ بالکل بے فکر رہو۔" ملک ستار نے جواب دیا۔

☆ .... ☆ .... ☆

حریم بے حد حساس لڑکی تھی بچپن ہی میں معذور ہو گئی تھی اور اس معذوری نے اس کی
رت میں ایک یاسیت پیدا کر دی تھی حالانکہ چھوٹی عمر میں کوئی احساس نہیں ہوتا لیکن اسے اپنی
ذوری کا شدید احساس تھا وہ ہر ایک کو اپنے آپ سے برتر سمجھتی تھی اور اپنے آپ کو نہایت کمتر
ں باپ کچھ اس فطرت کے مالک تھے کہ انہوں نے بیٹی کی شخصیت پر کبھی غور ہی نہیں کیا تھا۔
ئیوں کے بڑے سہارے ہوتے ہیں لیکن جمال حسین باپ کی کاپی تھا بس اتنا سا فرق تھا اس میں
ر غلام حسین میں کہ اسے گھر سجانے کا اور زندگی کو عام ڈگر سے ہٹ کر گزارنے کا شوق تھا۔
یاء بھی گھر میں لے آتا تھا۔ غلام حسین کی مخالفت بھی مول لے لیا کرتا تھا زمانہ ساز اور چالاک
دی تھا لیکن اکلوتی بہن پر اس نے کبھی غور نہیں کیا تھا' خود بھی باپ کے بہت سے اصولوں سے
خلاف رکھتا تھا' لیکن مصلحت پسند بھی تھا اور جہاں کوئی بہت بڑا مفاد مجروح نہ ہو وہاں باپ کی
الفت نہیں کرتا تھا۔ روبینہ کے سلسلے میں وہ شروع ہی سے الجھا ہوا تھا۔ غلام حسین نے اپنی
طرت کے مطابق لالچ کے تحت عمل کیا تھا لیکن جمال حسین کی اس سلسلے میں نہیں چل سکتی تھی
ر اس نے خاموشی اختیار کر لی تھی البتہ یہ احساس اس کے دل میں ضرور تھا غلام حسین نے اس
کے مستقبل کے آگے رکاوٹ بنا دی ہے وہ تو زندگی کا ساتھی بھی ایسا ہی چاہتا تھا جس سے اسے
تر مفادات حاصل ہوں۔ پھر تقدیر نے خود بخود ساتھ دیا اور روبینہ نواز کی موت کے بعد راستے
ے ہٹ گئی۔ اس بات پر تو اس نے کبھی غور نہیں کیا تھا کہ معذور بہن جسے زندگی میں ایک
ہارے کی کرن نظر آئی تھی اس واقعہ کے بعد کن احساسات کا شکار ہوتی ہے بہرحال حریم وقت
گزار رہی تھی اب تو کھیل ہی ختم ہو گیا تھا اور اس نے صبر کر کے اپنے آپ کو سمجھا لیا تھا۔ پہلے
بھی وہ امتیاز کے لئے کڑھتی تھی اور یہ سمجھتی تھی کہ امتیاز نے اسے بحالت مجبوری قبول کر لیا
ہوگا' خود بھی اس قسم کے مواقع نہیں ملے تھے کہ امتیاز کے اپنے دل کی بات جاننے کی کوشش
کرتی ہاں جب یہ منسوبیت ایک ٹھوس شکل اختیار کر گئی تھی تو اس کے دل میں بھی امتیاز کی
تصویر نے بسیرا کر لیا تھا۔ بہرحال اس کی اپنی زندگی بالکل سنسان تھی اور اس نے اپنے مستقبل کے

بارے میں سوچنا ہی چھوڑ دیا تھا' راتوں کو اکثر جاگتی رہتی تھی لیکن ماں باپ یا بہن بھا
سامنے کبھی یہ ظاہر نہیں کرتی تھی کہ وہ کسی الجھن کا شکار ہے۔ گھر کے معاملات میں دلچسپی
کرتی تھی۔ اس رات بھی جمال حسین اور غلام حسین کو سر جوڑے بیٹھے دیکھ کر دل میں
گزرا کہ کہیں نواز کے گھرانے کے بارے میں باتیں نہ ہو رہی ہوں پچھلے کافی دنوں سے
حسین اور جمال حسین کے درمیان ہر طرح کے اختلافات ختم ہو گئے تھے حالانکہ غلام حسین
جمال حسین سے ناراض ہی رہا کرتے تھے اور اسے اس کی غلط کاریوں پر ٹوکتے رہتے تھے لیکن
دنوں باپ بیٹے کے درمیان کوئی ایسا پراسرار سلسلہ چل رہا تھا جو بہرحال کچھ اجنبی ا
تھا.........۔

رحمت بی بی سو رہی تھی یہ دونوں جاگ رہے تھے اور انہیں اندازہ نہیں تھا کہ کھلے در
سے ان کی آواز باہر بھی جا رہی ہے حریم خاموشی سے کھڑی ہو گئی' جمال حسین کہہ رہا تھا۔
"لیکن ابا جی آپ تو میرے سارے منصوبے خاک میں ملائے دے رہے ہیں۔ میں تو
سوچا تھا بلکہ کچھ دوستوں سے بات بھی کر لی تھی کہ یار میں اس کاروبار میں پیسہ لگاؤں گا
لوگوں نے مجھے بھرپور تعاون کا یقین دلا دیا تھا اب آپ کہتے ہیں کہ پیسہ محفوظ رکھا جائے
مجھے تھوڑی بہت رقم تو دے دیجئے.........۔"
"او نا پتر نا......... رقم میں جب تک لگ جاتا ہے نا تو اس کے پر لگ جاتے ہیں د
دیکھتے ساری رقم اڑ جائے گی اور پتر تیرا باپ زندہ ہے دماغ بھی تو دیا ہے اللہ نے ہمیں تو ک
ہے ہم نے تیرے لئے بندوبست نہیں کیا.........۔"
"مگر ابا جی کم از کم دو لاکھ روپے تو مجھے دے ہی دو۔"
"اوئے ہوئے ہوئے۔ دو لاکھ بس۔ او بھائی ایسے خواب دیکھنا چھوڑ دے۔ میں نے تو
لاکھ کی رقم انڈے دینے والی مرغی کی طرح فکسڈ ڈپازٹ میں رکھوا دی ہے۔ بڑا منافع
ہے۔ تو سوچ رقم کتنی بڑھتی رہے گی' او بھائی کاروبار میں تو گھاٹے کا اندیشہ بھی ہو
نا.........۔"
"مگر لاکھوں کے کروڑوں بھی تو ہو جاتے ہیں.........!۔"
"اوئے رہنے دے جمال حسین رہنے دے' یہ دور کروڑوں ہونے کا نہیں بلکہ آسا
لاکھوں چلے جانے کا ہے.........؟"
"تو تم میرا خواب' پورا نہیں ہونے دو گے ابا جی.........؟"
"اوئے تیرے خوابوں کو تو میں اتنا اونچا اٹھاؤں جتنے اونچے تو نے خواب بھی نہیں دیکھے
گے۔ اب میری بات سن آرام سے۔ کل بابو ارشاد آ رہے ہیں اپنی بیٹی اور بیوی کے سا
انہیں مٹھی سے نہیں نکلنا چاہئے تو پانچ لاکھ کے لئے رو رہا ہے کروڑوں مل جائیں۔
کروڑوں۔ ارے مجھ سے پوچھ بابو ارشاد کے بارے میں تم لوگ تو مجھے ہی کنجوس سمجھتے ہو
سے بڑا کنجوس ہے خفیہ ہی خفیہ اتنی دولت جمع کر لی ہے اس نے اور یہ دولت ہے کس کی

نورین کی......... او بھئی اپنے منہ سے کہا ہے اس بندے نے مجھ سے نورین کے
...... اوئے یار جمال حسین جو نورین کا وہ تیرا......... اور سن صورت شکل پر بالکل نہ
بے وقوفی کی باتیں اپنی ماں کے لئے رہنے دے' کیا سمجھا' بس اسے یہ احساس دلا دینا کہ تجھ
لڑکا اس روئے زمین پر دوسرا نہیں ہے پھر دیکھ تیری پانچوں انگلیاں گھی میں ہوتی ہیں یا
......"

با جی وہ تو بڑا لمبا چکر ہے۔"
ے لمبے کو چھوٹا کرنا ہمارے دائیں ہاتھ کا کام ہے ہم سب ٹھیک کر لیں گے جمال حسین۔
ری نواز کے گھر کا ٹنٹا تو ختم ہو گیا......... اب بھلا پریشانی کی کیا بات ہے۔ بس تو اس
یکھ کر ناک بھوں مت چڑھانا۔ تیری ماں تو کہہ رہی تھی کہ کالی کلوٹی ہے مگر بھائی بڑے گھر
ے۔"
ں چلو مجھے دو لاکھ روپے ادھار ہی دے دو.........۔"
ے نا پتر نا......... ادھار محبت کی قینچی ہوتی ہے اور پھر جب میں تجھ سے کہہ رہا ہوں
دن رک جا......... تو تو کیوں اتنا پریشان ہوتا ہے.........!"
جی ایک بات کان کھول کر سن لو' رقم خالی تمہاری ہی نہیں ہے میرا بھی حصہ ہے اس میں۔
بابو ارشاد والا کام نہیں بنا تو پھر تمہیں ہاتھ تو ڈھیلا کرنا ہی ہوگا۔"
اوئے باپ بیٹے کے بیچ میں یہ رقم نہیں آنی چاہئے پتر جمال حسین۔ تو تھوڑا انتظار کر لے
ں دیکھ لیں گے یار جا اب سوجا آرام سے......... رات کو نورین کے خواب دیکھنا کیا
.... چل اٹھ جا پتر مجھے بھی نیند آ رہی ہے۔"
حریم ان دونوں کے اٹھنے سے پہلے ہی اپنے کمرے کی جانب چل پڑی لیکن اس کا ذہن
ں میں جکڑا ہوا تھا۔ پانچ لاکھ روپے کہاں سے آ گئے ان لوگوں کے پاس۔ بہرحال یہ اس کا کام
تھا اس لئے اس نے اس پر زیادہ سوچا بھی نہیں۔"
دوسری صبح تو جیسے گھر میں بھونچال ہی آ گیا تھا بابو ارشاد کی آمد کے انتظار ہو رہے
.... گھر کی ساری چیزیں الٹ پلٹ کر رکھی جا رہی تھیں......... صفائیاں ہو رہی تھیں
اور غلام حسین اپنے ہاتھوں سے سبزی ترکاری' پھل مرغی اور نہ جانے کیا کیا لے کر آئے
رحمت بی بی تک نے آنکھیں پھاڑ دی تھیں۔
یہ آج تمہیں کیا ہو گیا چوہدری صاحب یہ تم ہی خرید کر لائے ہو۔"
لوئے رحمت' کیا کہوں تجھ سے او میرے ساتھ زندگی گزار دی' کبھی کاروبار نہیں سیکھا او بی بی
لگانے اور پانے والی بات ہے لگاؤ گے تو پاؤ گے۔" رحمت بی بی ٹھنڈی سانس لے کر خاموش
گئی۔
بہرطور دوپہر کے کھانے پر بابو ارشاد آئے' ان کے ساتھ ان کی بیگم بھی تھیں۔ بابو ارشاد کے
رکی تھیں لیکن نئے رنگ میں رنگی ہوئیں لباس اور شکل و صورت میں اتنا تضاد تھا کہ ہنسی آتی

تھی۔ البتہ نورین ایک خوبصورت جینز میں خود بھی خوبصورت نظر آ رہی تھی۔ رنگ
سانولا تھا اور نقوش بس واجبی سے لیکن باقاعدہ کلب میں ورزش کیا کرتی تھیں سوئمنگ
اور کئی بیوٹیشنز اس کی مددگار تھیں چنانچہ اپنی سانولی رنگت کو اس نے حسن کا وہ انداز
تھا کہ دیکھنے والے ایک بار دیکھ کر دوبارہ ضرور دیکھتے تھے۔

مہمانوں کا نہایت پرجوش استقبال کیا گیا نورین نے تیکھی نگاہوں سے جمال حسین کو د
نے ایک خوبصورت لباس پہنا ہوا تھا اور سچ مچ اسمارٹ نظر آ رہا تھا۔ پھر اس نے حریم کو
اس کی نگاہوں میں ایک تمسخرانہ کیفیت ابھر آئی جسے حریم نے ہی نہیں بلکہ تمام لوگوں نے
کیا۔لیکن حریم ایسے معاملات کی عادی تھی اس نے البتہ مسکرا کر نورین کا استقبال کیا تھا
بی بی بھی بس کام چلا رہی تھیں۔ غلام حسین تھے جو بابو ارشاد کی آمد پر ریشہ خطمی ہوئے
تھے اور چونکہ انہوں نے جمال حسین کو اس سونے کی کان کے بارے میں تفصیلات بتا
اس لئے جمال حسین بھی پر اخلاق نظر آ رہا تھا اور اس نے نورین کو مایوس نہیں کیا تھا۔
تماشا جاری رہا غلام حسین اپنی ہانک رہے تھے اور بابو ارشاد اپنی دولت کی کہانیاں سنا ر
بڑے گھاگ آدمی تھے انہوں نے غلام حسین سے کہا۔

"او غلام حسین بھائی یار برا مت ماننا' تم نے بھئی زندگی میں کم نہیں کمایا' لیکن کہا
کسی کو پتہ نہیں ہونے دیا اور بھابی جی تم نے نظر رکھی ہے نا اپنے شوہر پر' کہیں کوئ
شادی وادی تو نہیں کر رکھی غلام حسین نے۔"

"بھائی جی مرد پر کون پابندی لگا سکتا ہے کر بھی لی ہوگی تو مجھے نہیں بتایا میں بھلا کیا
تھی۔"

"اوہاں بھئی بچوں کی منگنی کر دی تھی انہوں نے کہیں اس کا کیا ہوا۔"

"او یار' اس سے کیا پوچھتے ہو بابو ارشاد' بس وہ میرا یار تھا' چوہدری نواز' بچپن کی
ایک بار مجھ سے کہنے لگا کہ یار ہم لوگ آپس میں رشتے کیوں نہ کر لیں میری بیٹی ت
تمہاری بیٹی میری' تو میں نے بھی مذاق میں کہہ دیا کہ ہاں بھائی جو تیرا دل چاہے کر لینا
ہی سمجھ بیٹھا اب دیکھو ناں ارشاد بچوں کو تو سولی پر نہیں لٹکایا جا سکتا۔ ماں باپ کے فیصلے
سکتے ہیں اب بڑے ہو کر تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ بھئی ہم نے تمہارے لئے بیوقوفی
اور تم ہماری بات نبھا دو اور پھر چوہدری نواز تو بیچارہ اس دنیا سے چلا ہی گیا وہ زندہ ہو
ہوتی اور زبان کی مجبوری نبھانے کی کوشش کرنی ہوتی بلاوجہ بچوں سے برائی مول لینی
بس اللہ کی مصلحتیں ہیں۔"

"ہاں جی' یہ تو ٹھیک ہے ماں باپ بڑا غلط کرتے ہیں اپنا شوق پورا کرنے کے لئے
اوپر بوجھ لاد دیتے ہیں اب دیکھو نا یہ تو زندگی بھر کے سودے ہوتے ہیں جب تک
سودے نہ ہوں کچھ ہو تھوڑی سکتا ہے۔"

"ٹھیک کہتے ہو بابو ارشاد۔" غلام حسین نے تائیدی انداز میں گردن ہلائی نورین کہنے

ابا جی' آپ نے تو اپنا گھر تک ٹھیک نہیں بنوایا بڑی گھٹن ہے یہاں۔" غلام حسین ایک
ے لئے تو بوکھلا گئے پھر خود ہی بات بنا کر بولے۔

بھئی' میں تمہارے باپ کی طرح امیر کبیر آدمی تو ہوں نہیں یہ تو بابو ارشاد کی محبت ہے کہ
تیاں نبھاتا ہے ورنہ ہم اس کی ٹکر کے آدمی تو نہیں ہیں نا۔"

رے غلام حسین کیا بات کرتے ہو بس اللہ کی دین ہے ویسے تمہاری بیٹی کو دیکھ کر بڑا افسوس
ھی خاصی شکل صورت کی بچی ہے او یار اب تو پولیو کا بڑا علاج ہونے لگا ہے سنا ہے روس
کٹر پولیو کے مرض کو ٹھیک کر دیتے ہیں اور جسمانی نقص پورا کر دیتے ہیں ہاں دو چار لاکھ
خرچ ہو جاتے ہیں ویسے میرا تو یہ خیال ہے کہ دیکھ لینا اگر ممکن ہو سکے تو اچھا ہے۔ او بھئی
ی زندگی بھی سدھر جائے گی بیچاری لنگڑی ہو کر کیسی مشکلوں کا شکار ہوتی ہوگی او یار غلام
مارے لائق کوئی خدمت ہو تو ہمیں بتا دینا غلام حسین ہاتھ ملتے ہوئے بولے۔

ب کچھ تمہارا ہی ہے بابو ارشاد' اللہ کی مرضی ہے' دیکھیں گے سوچیں گے کبھی جو اللہ کا

یہ دور تو ویسے بھی بڑا خراب ہے لڑکیوں کو رشتے ہی نہیں ملتے اور پھر بیچاری معذور لڑکیاں
ں آپ نے کبھی کسی معذوروں کے اسپتال سے" حریم کا دل' الٹنے لگا لیکن خاموشی سے بیٹھی
ت کرتی رہی تھی۔ بابو ارشاد کہنے لگا۔

و بھئی بس بچیاں اپنے گھروں کی ہو جائیں ماں باپ کی اس سے بڑی خوشی کوئی نہیں ہو سکتی
، تو کمایا ہی اپنی بیٹی کے لئے ہے۔ میں نے تین کنال پر اپنا گھر بنایا ہے اس کے لئے نقشہ
لو گھر پر بٹھا دیا اور کہا کہ بھائی میرا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ یہ لڑکی جانے اور تو اس کی پسند کا
نا دے بس جی نقشہ نویس نے بھی مان لیا کہنے لگا بابو ارشاد تمہاری بیٹی تو لگتا ہے ملکہ برطانیہ
دیکھ آئی ہے بس اسی قسم کا گھر بنانا چاہتی ہے میں نے کہا بنا دے یار بیٹی سے زیادہ اس دنیا
ر کون ہو سکتا ہے۔"

ں میں کوئی شک نہیں ہے تین کنال پر تو اچھا خاصا گھر بن گیا ہوگا۔"

ہاں جی بس اللہ کا شکر ہے۔"

کیا وہ گھر مکمل ہو گیا۔"

ں جی گھر تو کبھی کا مکمل ہو گیا بس اس کی شادی کروں گا تو اس کی ڈیکوریشن کر دوں گا اور
ن کا بل بھی بہت بڑا ہے بھئی اس لڑکی نے تو ہمارے عیش کرا دیئے ہیں۔" بابو ارشاد کہتے
پھر جمال کی طرف رخ کیا گیا۔

تنی تنخواہ ملتی ہے تجھے پتر۔"

جی وہ بس یوں سمجھ لیجئے ابھی ابتدا ہے آگے چل کر ترقی ہو جائے گی ابھی اچھے خاصے پیسے
ہا۔"

ر بھائی ایک بات ہم کہیں نوکری زندگی بھر کرتے رہو نوکری ہی رہے گی بڑے سے بڑے افسر

بن جاؤ اپنے دفتر کے پورے انچارج بن جاؤ پھر بھی کہلاؤ گے کیا نوکر' اپنا کام اپنا ہوتا ہے۔
تو رائے ہے کہ پتر پیسہ ہاتھ لگ جائے تو کاروبار کرو' او بھئی کاروبار میں جو برکت ہے وہ نوکری
کہاں.........۔"
"سو تو ہے' یہ بڑا بزنس مائنڈڈ ہے بابو ارشاد' دن رات دو کے چار اور چار کے آٹھ کر
ہے کہتا ہے بس ابا جی تھوڑے دنوں کی بات ہے اس کے بعد کاروبار ہی کی طرف توجہ دوں گ
"کیوں نہیں کیوں نہیں تو بھئی کاروبار بڑی چیز ہے۔"
"کھانے کا اہتمام ہوا اور غلام حسین اپنے دوست کی خدمت کرتے رہے اس وقت ان کا
بالکل ہی بدل گیا تھا پھر کافی دیر تک نشست رہی اور اس کے بعد بابو ارشاد نے کہا۔
"اب ہم چلتے ہیں سنو ہمارے گھر آجاؤ کسی دن' بس فون کر دینا کہ آج ہم لوگ آرہے ہ
حریم نے پہلی بار کہا۔ "چاچا جی ہمارے گھر فون نہیں ہے۔"
"اوئے ہاں مجھے تو یہ یاد ہی نہیں رہا تھا چلو ٹھیک ہے جی کوئی بات نہیں ہے ہم خود ک
دعوت بھیج دیں گے تم سب لوگ آجانا اچھا جی بڑی خوشی ہوئی یہاں آکر تو اب ہم چلتے ہی
اجازت دو۔" بابو ارشاد چلے گئے۔ غلام حسین خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے۔ یہ گاڑ
کی ہوگی جمال حسین بڑی خوبصورت گاڑی تھی۔
"ابا جی چھ سات لاکھ سے کم نہیں ہوگی۔" جمال حسین بولا۔
"تین کنال پر کوٹھی بنائی ہے نورین کے لئے' انگلستان کی ملکہ کے محل کے ڈیزائن پ
جہیز میں ملے گی تو کس کی ہوگی او۔ اپنے جمال حسین کی۔"
"یہ نورین نے پتلون کیوں پہن لی تھی لڑکوں جیسی۔" رحمت بی بی نے کہا۔
"او تجھے تو بس اعتراض کرنا آتا ہے او ملکہ انگلستان جیسی کوٹھی میں رہنے والی بھی
کرے کیا اس کوٹھی میں جا کر تو بھی پتلون پہن لینا ہم منع نہیں کریں گے۔"
"ابا جی ملکہ انگلستان تو پتلون نہیں پہنتی' حریم آہستہ سے بولی۔

☆ .... ☆ .... ☆

کار ایک رہائشی عمارت کے سامنے رک گئی کثیرالمنزلہ عمارت تھی اور فلیٹ بھر
نظر آرہے تھے بھٹی صاحب نے کار لاک کر دی اور امتیاز کو ساتھ لئے لفٹ میں داخل
چھٹی منزل کے کاریڈور میں کچھ فاصلہ طے کر کے وہ ایک فلیٹ کے دروازے پر رکے نور
دروازہ کھولا اور سب اندر داخل ہو گئے چھوٹے سے فلیٹ میں مقامی طرز کا خوبصورت
فرنیچر پڑا ہوا تھا بھٹی صاحب کے حالات کافی اچھے معلوم ہوتے تھے انہوں نے کہا۔
"ہاں بی بی نور جہاں بازار سے کچھ سودا سلف منگوانا ہے یا کھانا تیار ہو جائے گا۔"
"دیکھتی ہوں۔" نور جہاں بولی اور بھٹی صاحب نے امتیاز کو اشارہ کر کے کہا۔

"آؤ جی بابو امتیاز غریب خانہ بہت چھوٹا ہے تمہیں تکلیف تو ہوگی مگر گزارہ کر لینا یہ تمہارا کمرہ
غسل خانہ اور بھائی اپنا گھر سمجھ کر رہنا تکلف نہ کرنا۔"
وہ ایسی باتیں کرتے ہیں بھٹی صاحب میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دیار غیر میں اس طرح کوئی
ل جائے گا مجھے تو بڑا سہارا مل گیا ہے۔"
"سامان یہیں رکھ دو آؤ باہر بیٹھیں گے کچھ دیر کے بعد نور جہاں نے ان کے سامنے چائے لا
اس نے بتایا کہ کھانے کا تمام سامان موجود ہے بھٹی صاحب بولے۔ "ہم تو بکرا بھی اپنا
تے ہیں اور خود اسے ذبح کرتے ہیں مرغیاں بھی زندہ لیتے ہیں حلال گوشت کے لئے' دوسروں
ا بھروسہ' ہمارا بس چلے تو سبزیاں بھی اپنی ہی اگائیں یہ فرنیچر پھینک کر بانوں کی منجھیاں ڈال
یہ مجبوری ہے جیسا دیس ویسا بھیس تو کرنا ہی ہوتا ہے۔"
یہ تو ہے بھٹی صاحب۔" امتیاز نے کہا۔
رات کے کھانے کے بعد محفل جم گئی چھوٹی بچی سو گئی تھی امتیاز ان لوگوں سے بہت متاثر تھا
ت نے اس کی بڑی مدد کی تھی یوں کمال الدین نے اسے کافی رقم دے دی تھی جو اس کے
محفوظ تھی لیکن بہرحال ہانگ کانگ غیر ملک اور اتنا اجنبی کہ وہ سخت بدحواس ہو گیا تھا ایسے
یں یہ پرنور دل والے جنہوں نے صرف مٹی کے رشتے پر ہی دل کے دروازے کھول دیئے

ہاں بھئی اب لاہور کی باتیں ہو جائیں راوی اسی طرح بہتا ہے بسنت ویسی ہی ہوتی ہے۔"
صاحب بولے۔
ہاں لاہور بہت خوبصورت ہے اور خوبصورت ہو چکا ہے نئی بستیاں بس گئی ہیں صنعتی ترقی بھی
ہی ہے۔" امتیاز کے لہجے میں سستی آگئی مگر بھٹی صاحب اس کی آواز سے بے نیاز والہانہ
یں لاہور کے گلی کوچوں کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔
معاف کرنا امتیاز' لاہور کے بارے میں باتیں کرنے سے دل ہی نہیں بھرتا' تمہیں نیند آئے تو
ہمارا تو دل چاہتا ہے کہ ساری رات لاہور کی باتیں کرتے رہیں۔"
امتیاز نے کافی پی لی لیکن پھر اچانک ہی اس پر نیند کا غلبہ ہونے لگا اس کی پلکیں بوجھل ہو گئی
ادھر بھٹی صاحب کہہ رہے تھے۔
بھاٹی میں رونق تو ویسی ہی ہوتی ہوگی وہ مٹھو چکن کڑھائی والا بیٹھتا ہے۔"
بھٹی صاحب مجھے نیند آرہی ہے۔" امتیاز نے نڈھال لہجے میں کہا۔
اوہو ہو' ٹھیک ہے چلو میں تمہیں تمہارے کمرے میں پہنچا دوں بھٹی صاحب خلوص سے
اور اپنی جگہ سے اٹھ گئے امتیاز کے قدم بھاری ہو رہے تھے نیند کا اتنا شدید غلبہ ہوا تھا کہ
حیرت ہو رہی تھی بھٹی صاحب نے اسے اس کے بیڈ پر پہنچا دیا تو امتیاز نے کہا۔
آپ کو میری وجہ سے بڑی تکلیف ہو رہی ہے بھٹی صاحب میں آپ کا.........۔"
نہیں امتیاز بھائی جی' بلکہ آپ کو ہماری وجہ سے جو تکلیف ہو گی اس پر ہمیں شرمندگی

ہے۔" بھٹی صاحب نے کہا اور امتیاز بستر پر ٹیڑھا سیدھا لیٹ گیا وہ چند لمحوں میں دنیا سے غاف
گیا تھا۔

دوسری صبح سائیں سائیں کر رہی تھی منہ میں کافی کی کڑواہٹ گھلی ہوئی تھی اور سر
طرح بوجھل ہو رہا تھا کچھ دیر تک تو یاد ہی نہ آسکا کہ کہاں ہے' کیا صورتحال ہے بینائی تک
سے کام نہیں کر رہی تھی شانو' روبینہ ماں نہیں........... وہ کہاں........... یہ........... یہ
کانگ ہے رفتہ رفتہ سب کچھ یاد آگیا بھٹی صاحب! وہ کیا وقت ہو گیا دوسرے کا مکان ہے
چارے میری وجہ سے پریشان ہوں گے چھوٹا سا فلیٹ' مگر یہ سر' آنکھیں بھینچ بھینچ کر سر جھٹکا
روم جا کر ہاتھ منہ دھویا اور پھر باہر نکل آیا۔ پتہ نہیں بھٹی صاحب کہاں مصروف ہوں گے
نورجہاں بھابی باہر خاموش تھی' پروین کی آواز بھی نہیں سنائی دے رہی تھی یہی دو ڈھائی
تھے اس فلیٹ میں ایک کچن باتھ تھا' کچن بھی خالی تھا یہ کیا قصہ ہے دیوار میں لگے کلاک میں
دیکھا سوا آٹھ بجے تھے زیادہ وقت بھی نہیں ہوا تھا پھر یہ پراسرار خاموشی۔

"بھٹی صاحب........... بھٹی صاحب........... اس نے زور زور سے دو تین آوازیں
لیکن کوئی جواب نہیں ملا...........! تب خوف کی ایک لہر ریڑھ کی ہڈی سے ابھری اور پور
میں پھیل گئی گزری رات' کافی نیند' ارے باپ رے اس نے اندر چھلانگ لگائی اپنا تھیلا
جس جگہ تھیلا رکھا تھا وہ خالی تھی اس پر سکتہ طاری ہو گیا کپڑے' پاسپورٹ' کاغذات'
اس میں تھا بے اختیار بدن پر ہاتھ پہنچ گیا' ڈالر سینے کے پاس بنیان میں بنی جیب میں تھے۔
جگہ بھی خالی محسوس ہوئی اور پیروں کی جان نکلتی محسوس ہوئی اب نہ رقم رہی تھی نا پا
البتہ ایک طرف وہ بیکار کاغذ پڑا مل گیا تھا جس میں اس مقامی شخص کا دیا ہوا فون نمبر پڑا تھا
میرے خدا کیا وہ فراڈ تھا کیا مشتاق بھٹی اس کی بیوی اور بچی وہ سب لیکن پھر یہ گھ
اپنے گھر میں چھوڑ کر چلے گئے اور کافی' یقیناً اس میں کوئی خواب آور دوا ملی ہوئی تھی کاف
نیند کا شدید غلبہ ہوا تھا ورنہ ایسی بھی کیا نیند' آہ........... تو اس دیار غیر میں بھی میر
وطن نے مجھے دھوکہ دیا اور دھوکہ بھی ایسا' ہانگ کانگ ویسے ہی خوف کا گھر محسوس ہوا تھ
نہ سوچ پایا تھا کہ یہاں کہاں جائے آہ........... بڑی غلطی ہو گئی اب کیا ہوگا اب تو وہ
کھلا مجرم ہے' کہیں بھی پولیس اسے پکڑ کر اس سے اس کے بارے میں پوچھ سکتی ہے'
پاس اپنی کوئی شناخت نہیں ہے۔

"بہت دیر تک اپنی جگہ کھڑا سوچتا رہا پھر فلیٹ کے دروازے کی طرف بڑھا کھلے درو
باہر نکل کر دیکھا تو جائے' آہ شاید یہ غلط ہو' یہ سب کچھ چکراتے ہوئے دماغ کے ساتھ
پر پہنچا۔ دروازے کے ہینڈل کو گھمایا فوراً" ہی اندازہ ہو گیا کہ دروازہ باہر سے لاک ہے'
کے حواس اور بھی گم ہونے لگے بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی دروازے سے ہٹا بھی
باہر کچھ آہٹیں سنائی دیں وہ سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔ دل میں امید کی ایک کرن روشن
واپس آگئے اسے سوتا پا کر ممکن ہے کسی کام سے چلے گئے ہوں ممکن ہے بیٹی کو اسکو

تھیلا........... ڈالر...........
دروازہ کھلا اور دو اجنبی چہرے نظر آئے مقامی باشندے تھے۔ چپٹے نقوش دبلے پتلے بدن ایک
تھی ایک مرد' دونوں نے ہاتھوں میں تھیلے اٹھائے ہوئے تھے۔
عورت نے ایک ہلکی سی چیخ ماری اور کئی قدم پیچھے ہٹ گئی مرد بھی حیرت سے منہ کھول کر دو
پیچھے ہٹا تھا پھر اس نے تیز لہجے میں کچھ کہا۔ زبان سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن اندازہ ہوتا تھا
امتیاز سے اس کے بارے میں استفسار کر رہا ہے۔
وہ........... دیکھئے........... وہ مم........... مشتاق بھٹی میرا مطلب ہے ان کی بیگم اور بچی۔"
اچانک مرد نے اپنی آستین کے اندر سے چمڑے کے کیس سے چھری نکال لی اور اسے سیدھا
کے امتیاز کی طرف بڑھا امتیاز اچھل کر پیچھے ہٹ گیا تھا مرد نے عورت کو اشارہ کیا اور کھلے
ے سے اندر گیا عورت بھی تھیلا سنبھالے اندر آگئی وہ بدستور خوفزدہ تھی۔
مرد نے چھری سیدھی کر کے امتیاز کو گھورتے ہوئے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کہا تم چور۔"
نہیں........... مسٹر پلیز' میں چور نہیں' آپ میری بات تو سن لیں۔"
"پھر تم ہمارے گھر میں کیا کر رہے ہو" عورت نے چنچناتی آواز میں کہا اس کی انگریزی درست

آپ کا' آپ کا گھر........... امتیاز پھولی ہوئی سانس کے ساتھ بولا اس کے ہوش اڑے جا
ے تھے۔
ہمارا فلیٹ........... عورت پاؤں پٹخ کر بولی۔
"مم........... مجھے تو یہاں مم........... مشتاق صاحب لائے تھے وہ میں پاکستان سے آیا ہوں۔"
"کون مشتاق' یہ ہمارا فلیٹ ہے اور تم بند دروازے سے اندر کیسے آگئے۔ شی یو تم سامان
د۔ میرے خیال میں یہ چوری کر کے نکل نہیں سکا ہے۔ تم دیکھو اس نے کیا کیا سامان باندھا
میں اسے سنبھالے کھڑا ہوں۔" مرد نے شاتی سے چھری کو گھماتے ہوئے کہا اور عورت دونوں
سنبھالے ہوئے اندر چلی گئی۔
امتیاز ہکلاتا ہوا بولا "آپ یقین کریں میں نے کچھ چوری نہیں کیا میں تو خود لٹ گیا ہوں وہ
اسے اپنا فلیٹ کہہ کر مجھے یہاں لائے تھے رات کو انہوں نے مجھے کافی میں بے ہوشی کی دوا
دی اور میرا سب کچھ لوٹ کر فرار ہو گئے۔"
"کون لوگ..........."
"مم........... مشتاق بھٹی........... ان کے ساتھ ایک بچی بھی تھی۔"
"بکواس کرتے ہو ہمارے فلیٹ میں ہمارے سوا اور کون آسکتا ہے۔ تالا ہم نے کھولا ہے
ب اینڈ پر ہم ایک نواحی علاقے میں چلے جاتے ہیں اور دوسرے دن واپس آتے ہیں۔ ہم دونوں
ں گئے تھے اور اب واپس آئے ہیں۔"
"آہ میں سچ بول رہا ہوں۔" امتیاز مردہ لہجے میں بولا اتنی دیر میں عورت واپس آگئی۔

"آہ میں سچ بول رہا ہوں۔" امتیاز مردہ لہجے میں بولا اتنی دیر میں عورت واپس آگئی۔
"اس نے کچھ چرایا نہیں ہے۔"
"اچھی طرح دیکھ لیا ہے تم نے۔"
"ہاں.........۔"
"پھر یہ کون ہے اور ہمارے فلیٹ میں کیا کر رہا ہے۔"
"آپ لوگ یقین کریں میں کیا کہوں کیا نہ کہوں میں تو بے موت مارا گیا ہوں۔"
"یہ تو عجیب کہانی سنا رہا ہے" مرد نے کہا اور پھر عورت کو پوری تفصیل بتا دی۔
"ہمارے پیچھے کوئی ہمارے فلیٹ کو استعمال کرے' یہ کیسے ہو سکتا ہے میں پڑوسیوں سے کرتی ہوں یہ سب مجھے ایک جھوٹی کہانی معلوم ہوتی ہے تم فوراً پولیس کو فون کرو۔"
"ہاں پولیس کو فون کرنا بہتر ہے" اور امتیاز ان کے سامنے گھگھیانے لگا۔
"دیکھئے میں نے چوری نہیں کی ہے آپ خود دیکھ چکے ہیں کہ آپ کا کوئی سامان غائب نہ ہے۔ خدا کیلئے مجھے معاف کردیجئے مجھے جانے دیجئے۔"
عورت کے چہرے پر نرمی کے آثار نظر آئے وہ ایک لمحے سوچتی رہی پھر اس نے کہا خود بھی الجھن میں پڑنا پڑے گا پولیس پورا دن برباد کر دے گی کیا خیال ہے اسے جانے دیں۔
"جیسی تمہاری مرضی" مرد بھی نرم پڑ گیا۔
"تھینک یو تھینک یو ویری مچ میں جاؤں۔"
"جاؤ' دوبارہ اس علاقے میں نظر آئے تو مرد چھری سے اشارہ کر کے بولا اور امتیاز نے در کی طرف چھلانگ لگا دی وہ لفٹ کو بھول کر سیڑھیوں پر ہی نیچے دوڑتا چلا گیا تھا۔
فلیٹ میں داخل ہونے والے جوڑے نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر دونوں لگانے لگے مرد نے ہنستے ہوئے کہا۔
"دیکھ تو لو چلا گیا یا نہیں" عورت نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا پھر پلٹ کر دروازہ ہوئی بولی۔
"چلا گیا.........۔"
"اوپر سے ہی نیچے نہ کود گیا ہو اوکے میں ذرا بات کر لوں اس نے فون کے قریب ریسیور اٹھایا لائن چیک کی پھر کوئی نمبر ڈائل کرنے لگا نمبر مل گیا تو اس نے کہا۔
"ہیلو......... کون......... مسٹر بھٹی.........۔"
دوسری طرف سے آنے والی آواز سن کر اس نے ہنستے ہوئے کہا........." ہم لوگ آ اور تمہارے ذبح کئے ہوئے بکرے کو بھگا دیا ہے۔"
"کوئی مشکل تو نہیں پیش آئی؟"
"نہیں شریف آدمی تھا آسانی سے بھاگ گیا۔ کتنا مال ہاتھ لگا؟"
"خاک! ہمارا یہ کیس بالکل ناکام رہا ہے بالکل معمولی سی رقم ہاتھ لگی ہے۔" دوسری طر

ئی تو تم ہر کیس کے بارے میں کہتے ہو' دیکھو مسٹر بھٹی......... ہم تمہیں اپنا فلیٹ دیتے رسک کور کرتے ہیں۔ تم تو بکرا کاٹ کر بھاگ جاتے ہو بعد میں کوئی بکرا سینگ بھی مار پولیس کو لے کر بھی آسکتا ہے۔ ہمیں ہی تو فیس کرنا پڑے گا۔ تم نے رقم کے معاملے نیپالی تاجر کے کیس میں بھی گھپلا کیا تھا۔"
صرف تمہارا خیال ہے دوست! بہرحال جو کچھ ہاتھ لگا ہے اس میں تمہارا حصہ میرے پاس ہے۔ شام کو بلو جائنٹ پارک میں آکر لے لینا۔ اور سنو! اگر تم مجھے بے ایمان سمجھتے ہو تو ہے۔ ہم تم سے کاروبار ختم کئے دیتے ہیں۔ بہت سی پارٹیاں ہمارے ساتھ کام کے لئے تیار

رے نہیں ڈیئر! تم تو ذرا سی بات پر ناراض ہو جاتے ہو۔ تو شام کو میں پارک پہنچ رہا

باؤ!" دوسری طرف سے آواز آئی اور فون بند ہو گیا۔ مرد نے فون بند کیا اور لڑکی کو فون پر والی گفتگو کے بارے میں بتانے لگا۔ پھر بولا.........
اس شخص کے اندر یہ خوبی ہے کہ اپنا ہو یا پرایا کسی کو نہیں چھوڑتا' بڑے اطمینان سے پھیر دیتا ہے یہ نیا بکرا اسی کے وطن کا باشندہ تھا۔"
کیا فرق پڑتا ہے اس سے......... ہمیں ایک رات کے لئے ہی تو فلیٹ اس کے حوالے کرنا ۔ کچھ نہ کچھ ہاتھ لگ ہی جاتا ہے۔"
دونوں مسکرانے لگے تھے۔

☆ .... ☆ .... ☆

وہدری نواز نے اپنے بچوں کو پھول کی طرح پالا تھا۔ ان کے لئے اس کی عزائم بہت بلند نہ جانے کیا کیا جتن کر کے اس نے امتیاز کو تعلیم دلائی تھی۔ روبینہ کو ایک حد تک پڑھایا ر شاہینہ بھی پڑھ رہی تھی' لیکن تقدیر نے اسے اپنے گھر کی بہاریں دیکھنے کا موقع نہیں دیا ر حالات اس گھرانے پر مسلسل تازیانے برساتے رہے تھے۔ چوہدری چلا گیا......... .... غلام حسین نے وہی کیا جو دنیا کرتی ہے۔ حیرت جمال حسین پر تھی۔ اس نے بھی کچھ کیا۔ نہ جانے کیوں؟ سوچا ہی جا سکتا تھا کسی سے سوال نہیں کیا جا سکتا تھا۔ خاموشی کے سوا کیا تھا۔ باقی گھر کے حالات بڑے بھیانک تھے۔ چنانچہ امتیاز کے منع کرنے کے باوجود اسے نوکری پڑی۔ حالانکہ بھائی کے دل پر بیت رہی تھی اسے اندازہ تھا' لیکن اس نے فیصلہ کیا تھا کہ دن امتیاز کی نوکری لگی اسی دن اپنی نوکری چھوڑ دے گی ابھی کچھ تو سہارا ہو.........! جہاں کا تھا وہ دواؤں کی کمپنی تھی۔ پیکنگ گرل کے طور پر کام کرنا ہوتا تھا۔ سب سے زیادہ مشکل

آنے جانے کی تھی کمپنی کی بس لڑکیوں کو لاتی لے جاتی تھی لیکن یہ سہولت تین مہینے کے بعد تھی جب نوکری مستقل ہو جاتی۔ چنانچہ ابھی بس کے ذریعے آنا جانا ہوتا تھا۔ باہر کی دنیا بڑی خیز تھی۔ بوالہوس نگاہیں وجود کو زخمی کر دیتی تھیں اور وہ آتے جاتے بہت خوفزدہ رہتی تھی تمام لمحات سب سے کٹھن ہوتے تھے۔

وہ بدبخت نوجوان تین دن پہلے اسے اپنے گھر سے کچھ فاصلے پر ویگن کے اسٹاپ پر تھا۔ وہ ویگن کے انتظار میں کھڑی تھی۔ اتفاق سے تنہا تھی کہ اس نوجوان نے روبینہ کے پاس روک دی اور آنکھوں سے چشمہ اتار کر بولا........ "ایکسیوز می میڈم! گرین لائٹ کہاں ہے؟"

"وہ خوف سے سکڑ کر رہ گئی۔ اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر ادھر ادھر دیکھا بولا........ "آپ کا نام شاہدہ ہے؟" روبینہ نے بے اختیار نفی میں گردن ہلا دی۔ تو وہ بولا "پھر کیا نام ہے آپ کا؟" اسی وقت اسے دور سے ویگن آتی نظر آ گئی اور وہ پہلو بدلنے لگا بولا "بہرحال مجھے لائٹ گرین ہونے کا انتظار رہے گا........ مس شاہدہ! پھر وہ کار آگے بڑھا گیا۔ وہ کانپتی ہوئی ویگن میں بیٹھ گئی تھی لیکن اس دن وہ بری طرح خوفزدہ رہی تھی۔ گھر والوں کو اس لئے نہیں بتایا کہ کوئی گڑبڑ نہیں ہو جائے۔ دوسرے دن کچھ نہیں ہوا لیکن تیسرے دن اس وقت نظر آیا جب وہ ویگن میں بیٹھ رہی تھی۔ اس نے شناسائی سے اس کی طرف ہاتھ ہلایا تھا۔

پھر امتیاز کراچی چلا گیا اور وہ مزید خوفزدہ ہو گئی اسے شدید عدم تحفظ کا احساس ہوا تھا شکر ہے کہ وہ کئی دن نہیں نظر آیا' آج وہ فیکٹری سے باہر نکلی تھی اس کے ساتھ کام کرنے والی لڑکیاں مزے سے کمپنی کی بسوں میں بیٹھ کر چلی گئی تھیں اور وہ اسٹاپ پر کھڑی ویگن کا انتظار کر رہی تھی کہ وہی بدبخت اس کے قریب آ گیا اس نے کار سے سر نکال کر بے تکلفی سے کہا۔

"ہیلو شاہدہ........ کہاں جا رہی ہو بھئی۔ آؤ میں تمہیں چھوڑ دوں گا" روبینہ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اس نے گھبرائی ہوئی نظروں سے ادھر ادھر دیکھا۔ دو عمر رسیدہ افراد ادھر ہی تھے۔ ایک دو افراد بھی قریب تھے وہ کار سے نیچے اتر آیا۔ "کیا یہاں بے وقوفوں کی طرح کھڑی ہو........ چلو میرے ساتھ۔" روبینہ دو قدم پیچھے ہٹ گئی اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا۔

"کیا بات ہے؟ قریب آنے والے دونوں بزرگوں میں سے ایک نے پوچھا اور نوجوان نے دیکھ کر منہ بناتے ہوئے کہا........ "میری کزن ہے آپ لوگ اپنا کام کیجئے۔"

"نہیں........ نہیں" روبینہ بھینچی بھینچی آواز میں بولی۔ "یہ جھوٹ بول رہے ہیں۔"

"کیا بکواس کرتی ہو شاہدہ۔ سڑک پر تماشا لگا رہی ہو۔" نوجوان غرا کر بولا........ اور آگے بڑھ کر روبینہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ روبینہ تھر تھر کانپنے لگی اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا

"میرا نام شاہدہ نہیں........ روبینہ ہے۔ یہ بالکل جھوٹ بول رہے ہیں۔" وہ بمشکل بولی

"ہاتھ چھوڑ دو اس کا۔" ایک شخص نے قریب آ کر کہا۔

"آپ لوگوں کا دماغ خراب ہے کیا؟ یہ میرا اور میری کزن کا معاملہ ہے۔" نوجوان نے کہا۔

"یہ جھوٹ........ بول رہا ہے۔" روبینہ بے اختیار رونے لگی اور دوسرے کئی افراد قریب پہنچ گئے۔ ایک نوجوان نے ماؤزر نکال لیا اور آنکھیں نکال کر بولا........

"آپ لوگ اپنا کام کریں ورنہ اچھا نہیں ہوگا" لوگ پیچھے ہٹ گئے تھے۔ لیکن اسی وقت ایک ٹیکسی قریب آ کر رکی اور مہردین اس سے نیچے اتر آیا کچھ اور لوگ بھی اترے اور تعداد بڑھ گئی۔ روبینہ کی دھندلائی ہوئی آنکھوں نے مہردین کو دیکھ لیا۔ اور اس کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔

"مہردین چاچا........! "مہردین تڑپ کر اس کے قریب گیا۔ روبینہ کو پہچان کر اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔

"اوئے کون ہے تو........ او ہاتھ چھوڑ کتے دے پتر۔" مہردین نوجوان پر بل پڑا۔

"پیچھے ہٹ بڈھے ورنہ گولی مار دوں گا۔" نوجوان غرایا۔

"اوئے مار گولی' خنزیر دے پتر۔ میری عزت ہے یہ۔"

"یہ میرے چاچے کی بیٹی ہے اور میری منگیتر........ تم بیچ میں ٹانگ کیوں اڑا رہے ہو؟" وہ بولا۔

"میں ہوں اس کا چاچا۔ تو میری کونسی اولاد ہے بھئی۔" مہردین نے ماؤزر کی پروا کئے بغیر اس کو رگید کر اس سے روبینہ کا ہاتھ چھڑوا لیا۔ نوجوان لپک کر کار میں بیٹھ گیا۔ اور پھر اس نے کار آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"چاچا جی ہم نے اسے شاہدہ کہا ہے تو یہ شاہدہ ہے آج نہیں تو کل یہ اپنے منہ سے کہے گی کہ شاہدہ ہے۔ کیا سمجھے۔"

"جا خانہ خراب۔ اپنے گھر جا کر دیکھ تیری ماں بہنیں کس سے کیا کہہ رہی ہوں گی۔ مہردین .... نوجوان نے کار آگے بڑھا دی۔ آ پتر آ ادھر سے چل۔" مہردین نے روبینہ کو آگے لے جاتے ہوئے کہا روبینہ کے قدم کانپ رہے تھے۔ اس کی بے اختیار سسکیاں نکل رہی تھیں۔ مہردین نے ایک گزرتے ہوئے رکشہ کو روکا اور روبینہ کے ساتھ اس میں بیٹھ کر چل پڑا۔

☆........☆........☆

ڈی ایس پی زمان نے فون اٹھا لیا اور ریسیور کان سے لگا کر بولا۔ "زمان بول رہا ہے۔"

"ڈی ایس پی صاحب' انگریزی کی ایک کہاوت ہے **نو پینز نو گینز** آپ کو پتہ ہے۔"

"جی آگے فرمایئے۔"

"ملک ستار ہے ہمارا نام۔" دوسری طرف سے آواز آئی اور ڈی ایس پی زمان کے جبڑے بھینچ گئے پھر بھی اس نے آواز پر قابو پا کر کہا "جی ملک صاحب فرمایئے؟"

"سنا ہے پچھلے دنوں آپ ہمارے لئے بڑے پریشان پھر رہے تھے کیسی عجیب بات ہے،
مثال ہوئی کہ بغل میں بچہ شہر میں ڈھنڈورا۔ ایک فون نہیں کر سکتے تھے آپ ہمیں۔ فوراً
کا انتظام ہو جاتا۔ ہم نے اپنے ڈرائینگ روم کی ڈیکوریشن پر لاکھوں روپے خرچ کئے ہیں
کس لئے۔ آپ جیسے معزز لوگوں سے ملاقات کے لئے اور آپ ہمیں اس طرح نظر
کر گئے۔"

"اس وقت آپ گھر پر نہ ملتے ملک صاحب اب کی بات اور ہے۔ آپ نے اپنا حصار
اونچا کر لیا ہے۔"

"بچوں جیسی باتیں کر رہے ہیں ڈی ایس پی صاحب آپ صرف حصار کی بات کر رہے
تو اس قلعے میں رہتے ہیں جہاں کے دروازے طے کرتے کرتے آپ کے پاؤں تھک جائیں
آپ کو سمجھانا مشکل ہے۔"

شاید' فرمایئے ہمارے لئے کیا حکم ہے۔"

"آپ کو ایس پی بنوانے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔"

"پیشگی شکریہ۔"

"زمان صاحب' ہم جیسے سرمایہ داروں کے دوست کم ہوتے ہیں دشمن زیادہ۔ آپ اس
میں کیوں نہیں سوچتے۔ ہمارے پاس اتنا کچھ ہے کہ ہماری نسلیں حکومت کر سکتی ہیں۔
الٹے سیدھے کام کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہاں ہمارے اردگرد کوئے ضرور منڈلاتے رہتے
ہمارا تھوکا چاٹنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ آپ کو اس انداز میں سوچنا چاہئے تھا۔"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں ملک صاحب۔"

"بڑے ملک صاحب نے ہماری ڈیوٹی لگا دی تھی کہ ہم اصلیت کا پتہ لگائیں۔ ان کا حکم
نے کچھ کام کیا۔ ابھی دو قدم ہی آگے بڑھ سکے ہیں۔ ایک نام بتا رہے ہیں آپ کو۔ ہوشیا
تفتیش کریں ممکن ہے اس کے ذریعہ اور بھی کچھ نام سامنے آجائیں۔"

"محمود ممتاز ہے اس کا نام........ ہمارا خاص آدمی ہے پروڈکشن اور سپلائی کے تمام ا
اس کے پاس ہیں اور یہی دو اختیار ہیں جن کے ذریعے سب کچھ کیا جا سکتا ہے۔ اس کا
نوٹ کر لیجئے۔ ہم نے صرف اپنا خیال ظاہر کیا ہے ممکن ہے ہم غلطی پر ہوں۔ آپ ذرا
جا کر کام کریں۔"

"محمود ممتاز۔" ڈی ایس پی نے کہا۔ اس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔ وہ جلدی سے بولا
بتایئے۔" اور ملک ستار نے محمود کا پتہ دہرا دیا۔

"آپ کے خیال میں ملک صاحب جو فیکٹریاں پکڑی گئی ہیں وہ اس شخص کی لگائی گئی
ہیں۔"

"ڈی ایس پی صاحب نو پینز نو گینز ہمارا مطلب ہے پڑوسیوں سے تحقیقات کر
معلومات حاصل کریں اصل بندہ سامنے آجائے گا تھوڑی سی محنت تو کرنی ہی ہوتی ہے نا؛

پورا پورا ہولڈ ہے' ہم نے کبھی غور ہی نہیں کیا تھا کہ ایسا کوئی گھپلا ہو سکتا ہے' بس ذرا
ئے تو دماغ دوڑایا کہ آخر کون ہو سکتا ہے آپ ذرا غور کریں ایک شخص جو ہمارا ہر ان
جانتا ہے اسے پروڈکشن کا تجربہ بھی ہے۔ ہماری ہی فیکٹریوں سے مال چرا کر اس طرح
یقے سے اپنی فیکٹریاں لگالے تو اس میں اسے زیادہ مشکل نہیں ہوگی ہاں ہمارا جو نقصان ہوتا
کا آپ کو بھی اندازہ ہوگا۔ ہم نے آپ کو ٹپ دے دی ہے کام کریں اور پھر ہمیں
یں۔"

صاحب' اگر واقعی ایسی کوئی بات ہے تو میں آپ کی خدمت میں حاضری دے کر خود
معافی مانگوں گا۔" ڈی ایس پی نے کہا اور ملک ستار کی ہنسی کی آواز سنائی دی۔

جو کہتے ہیں نا ڈی ایس پی صاحب کہ کر بھلا سو ہو بھلا آپ نے ہم پر شک کیا ہمارا فرض تھا
پوزیشن بھی صاف کریں اور کالی بھیڑ کو سامنے لائیں۔ وہ کالی بھیڑ اکیلی ہی نہیں ہوگی۔ اس
پاس اور بھی کچھ نہ کچھ ہوگا۔ ہم بعد میں بھی آپ کی رہنمائی کرتے رہیں گے ہمارے
ر کوئی خدمت۔"

ے حد شکریہ ملک صاحب بس آپ مطمئن رہیں میں کام شروع کرتا ہوں" دوسری طرف
ن بند ہونے کے بعد ڈی ایس پی زمان نے جلدی سے اپنی میز کی نچلی دراز کھولی اور اس میں
سویروں کا ایک پیکٹ نکال لیا۔ پشت پر صاحب تصویر کے نام لکھے ہوئے تھے اور ایک تصویر
، محمود ممتاز لکھا ہوا نظر آگیا۔ ڈی ایس پی زمان کے ذہن میں ہلچل ہو رہی تھی اس نے اپنی
انڈکس میں سے ایک نمبر نکالا اور ریسیور اٹھا کر وہ نمبر ڈائل کرنے لگا پھر جب لائن مل گئی
نے کہا۔

شم انٹیلی جنس کے افسر فیروز خان سے بات کرایئے۔" چند لمحات انتظار کے بعد اسے فیروز
آواز سنائی دی۔

ہیلو فیروز خان ہاں بھئی تمہارا کیا ہوا؟"

مارا کیا ہونا ہے زمان صاحب ویسے آپ کا کام شروع ہو گیا ہے۔ ممکن ہے حالات کا صحیح پتہ
ے بعد ہمارا کام بھی ہو جائے۔"

یار کچھ کلیو ملے ہیں ایسا کرو تم میرے پاس آجاؤ' تم سے ڈسکس کر کے تمہارے تعاون کے
کام کرنا چاہتا ہوں۔"

آدھے گھنٹے انتظار کر سکیں گے میرا۔"

جتنی جلدی ممکن ہو سکے آجاؤ۔"

میں آرہا ہوں" دوسری طرف سے فیروز خان کی آواز سنائی دی۔ اور ڈی ایس پی نے سلسلہ
کر دیا۔ وہ کافی پرجوش نظر آرہا تھا۔

☆ .... ☆ .... ☆

سیما نے بینش کو پوری کہانی سنا دی اور بینش سکتے میں رہ گئی۔ محمود سے وہ سگے
مانند ہی محبت کرتی تھی اور اس کے دل میں اس کے لئے بے پناہ محبت تھی ریاض کا از
تھی طے کئے بیٹھی تھی کہ اس بار ریاض آجائے تو اسے قائل کر کے ہی چھوڑے گی کہ
کا گھر بھی بس جانا چاہئے۔ اچھا خاصا کما لیتا ہے اور گھر کے حالات بھی خوب اچھے ہو گئے
کی شادی کے ساتھ ساتھ محمود کی شادی بھی ہونی چاہئے۔ اسے آج تک پتہ نہیں تھا کہ
اپنے دل میں کسی کو بسایا ہوا ہے لیکن یہ بھی طے کیا تھا اس نے کہ محمود کی پسند کی ا
کیسی ہی ہو۔ وہی محمود کے گھر کی زینت بنے گی۔ لیکن اب جو سیما نے کہانی سنائی اس
کے ہوش و حواس چھین لئے۔ بہت دیر تک وہ ساکت رہی اور پھر اس نے سوتے ہو
جانب دیکھا اور بولی۔

"آؤ سیما چلیں ذرا محمود کے پاس یہ کیا روگ لگا لیا اس نے خود کو۔"

"نہیں بھابی جی' ابھی نہیں وہ کسی قیمت پر دروازہ نہیں کھولیں گے انہوں نے کہہ
سے اور پھر میں بھی بری بن جاؤں گی ان کی بہت پیچھے پڑ گئی تھی میں تو کہیں جا کر انہو
یہ سب کچھ بتایا........ "بینش پریشان ہو گئی تھی اور اس نے کہا "ہائے سیما اب کیا ہو"

"میں کیا بتاؤں بھابی جی........ میرا دل بھی رو رہا ہے۔ میرے بھیا کو یہ کیسا روگ
وہ لڑکی کینسر کے آخری اسٹیج پر ہے بچنا مشکل ہے اور بھیا کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ
اپنا ہر تصور وابستہ کر لیا ہے۔"

"کوئی فیصلہ کرنا پڑے گا ہمیں کوئی فیصلہ کرنا پڑے گا........۔"

نجانے کب تک دونوں بیٹھی اس موضوع پر بات کرتی رہیں پھر یہ طے کیا کہ ا
طرح محمود کو اس لڑکی کی جانب سے بددل کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ یہی اعتماد دلایا جا
کہ قدرت سب کچھ کر سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے وہ صحت مند ہی ہو جائے یہ سب بعد کا
کہ ہم خدانخواستہ اس کی موت کے بعد بھیا کو کیسے سنبھال سکتے ہیں ایک فیصلہ کر لیا گیا
صبح بینش نے معمول کے مطابق محمود کو ناشتہ پیش کیا۔ محمود بہت ہی مضمحل تھا ایک
بہن اور بھابی کو دیکھا اور مدہم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا........

"لگتا ہے آپ لوگ رات بھر نہیں سوئیں........؟"

"بات ہی ایسی تھی محمود بھیا کہ نیند کہاں سے آتی لیکن ہم سے زیادہ پریشان تم
قدرت کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے قصے کہانیوں کی بات تو نہیں کرتے
آخری سہارا یہی دلایا گیا ہے کہ جب سارے راستے بند ہو جائیں تو اللہ سے مدد مانگی
بھیا میرا دل تو کہتا ہے کہ وہ ٹھیک ہو جائے گی۔"

"خدا کرے آپ کے دل کا کہا پورا ہو جائے۔" محمود نے محبت بھری نگاہوں
دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر بولا اور اب جب میری یہ خرابی آپ کے سامنے آ ہی گئی ہے
سے مل لیجئے۔ ویسے لڑکی بہت اچھی ہے۔"

ڈاکٹر سہیل نے مسکراتی نگاہوں سے سب کا استقبال کیا تھا پھر وہ ہنس کر بولا۔
"بھئی سچی بات ہے میرے کلینک کو آپ لوگوں کی اشد ضرورت ہے اور میں آپ کا انتظار کرتا
ہتا ہوں محمود کو بڑا خیال رہتا ہے میرے روزگار کا۔" سب ہنس پڑے۔ پھر سب نے غزل سے
قات کی امینہ بیگم بھی موجود تھیں۔ محمود نے تعارف کرایا۔

"غزل یہ میری بھابی ہیں۔ یہ میری بہن سیما ہے یہ میرا بھتیجا نوید ہے اور بھابی یہ میری چچی
ن ہیں۔ غزل کی والدہ اور غزل تو خیر مجسم ہے ہی۔"

"خدا کرے یہ تاابد مجسم رہے۔" بینش نے پرخلوص لہجے میں کہا۔

"ویسے یہ اس قدر مختصر ہیں کہ میں انہیں نظم کہتا ہوں' چھوٹی سی بحر کی نظم ہلکے ہلکے ہچکولے
تے ہوئے آگے بڑھتی ہوئی۔"

"اور اس کے بعد ایک شعر ایسا غیر متوازن ہو گا کہ پھر توازن کا قائم رہنا مشکل ہو جائے گا۔"
زل نے کہا۔

"نہیں غزل بیماری تو جسم کا صدقہ ہوتی ہے۔ یہ صدقہ نکل جانے دو پریشان کیوں ہو........؟"

"امینہ بیگم کسی کام سے گئیں تو سیما نے غزل کے کان میں کہا "میں تمہارا انتظار کروں گی غزل
میرے اس چھوٹے سے گھر میں تمہاری خوشبو ایک نہ ایک دن ضرور بکھرے گی۔"

"غزل نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولی "کیا کہوں اس محبت کے جواب میں
ہرحال اسے تمہاری دعا سمجھا جا سکتا ہے۔"

"میرے کان بھی بہت بڑے بڑے ہیں سن لیا ہے میں نے لیکن غزل ان خاتون کو سمجھاؤ انہیں
کیں اور جانا ہے جو واسطہ ہمارا رہے گا وہ ان کا کہاں کبھی کبھی کے آنے جانے والے........۔"

غزل بھی ان لوگوں کے آنے سے مسرور ہو گئی تھی جب یہ واپسی کے لئے مڑے تو غزل
نے کہا........

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ زندگی جو کچھ لمحات کے لئے لوٹ آئی تھی اب واپس جا رہی
ہے محمود صاحب نے آپ لوگوں سے ملا کر مجھے مضطرب کر دیا ہے اور اب میں دعا کروں گی کہ
زندگی سے اتنی سانسیں ضرور مل جائیں کہ آپ سے بہت سی ملاقاتیں کر سکوں آپ لوگ آتی
جاتی رہیے گا........"

"یہ تمہارے کہنے کی بات نہیں ہے غزل ہم جلد جلد آیا کریں گے۔ اور پھر تمہیں ایک دن
صحت یاب کر کے یہاں سے لے جانے والے بھی ہم ہی ہوں گے۔"

"بینش نے کہا اور بہت سی محبتوں کے ساتھ یہ سب لوگ اسپتال سے واپس آگئے........

"محمود گھر میں داخل ہوا تو ٹیلی فون کی گھنٹی بج رہی تھی وہ جلدی سے ٹیلی فون کے قریب پہنچ
گیا اور ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا........

"کون محمود........" دوسری طرف سے ملک ستار کی آواز سنائی دی تھی۔

"ہاں ملک صاحب میں بول رہا ہوں خیریت۔"
"خیریت نہیں ہے ٹائیگر' جس قدر جلد ہو سکے گھر چھوڑ دو' کسی خفیہ ٹھکانے پر منتقل ہو
لیکن بڑی احتیاط کے ساتھ' کوئی بالکل ہی نئی جگہ ہونی چاہئے مجھے فوراً" ہی فون نہیں کرنا تھ
وقت بالکل گمنام ہو کر گزارو۔"
"لیکن ملک صاحب۔"
"دیکھو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ تمہارے حق میں ہے اگر دیر کر دی تو پھر تم خود ذمے د
گے۔"
"لیکن کیا میں اپنے گھر سے بھی رابطہ نہیں رکھ سکتا.........۔"
"اگر پھانسی کے پھندے تک پہنچنا چاہتے ہو تو جو تمہارا دل چاہے کرو ورنہ اس وقت ج
میں کہہ رہا ہوں وہی تمہارے لئے مناسب ہے فوراً" اپنے چند جوڑے کپڑے لے کر گھر سے
جاؤ' رات کو بارہ بجے مجھے موبائل پر فون کرنا میں تمہیں باقی صورت حال سے آگاہ
گا.........۔"
"ٹھیک ہے ملک صاحب لیکن.........۔"
"میرے دوست لیکن وغیرہ کی گنجائش نہیں ہے تم تو سمجھتے ہو **نو پینز نو گینز** د
طرف سے کہا گیا اور فون بند کر دیا گیا۔ محمود کے اعصاب بری طرح کشیدہ ہو گئے تھے۔ لیکن
ستار کے اس انتباہ کو......... نظر انداز بھی نہیں کر سکتا تھا۔ بمشکل تیاریاں کیں۔ بینش او
اسے روانگی کے لئے تیار دیکھ کر حیران رہ گئی تھیں۔
"خیریت کہاں چلے.........۔" بینش نے کہا۔
"بتانا بھول گیا تھا بھابی بے حد ضروری کام ہے اس لئے تو آپ کو غزل سے ملایا ہے ممکن
مجھے واپسی میں کچھ زیادہ وقت لگ جائے آپ غزل کا خیال رکھیں۔"
"ارے لیکن.........۔"
"وقت نہیں ہے بھابی......... تفصیل بعد میں بتاؤں گا اچھا خدا حافظ۔"
"اس نے بریف کیس اٹھایا اور باہر نکل آیا۔ باہر قدم رکھتے ہی وہ چونک پڑا۔ پولیس
جیپیں سامنے سے آ رہی تھیں۔ وہ پھرتی سے برابر والی گلی میں داخل ہو گیا اور پھر رکے بغیر
سے چلتا ہوا گلی کے دوسرے سرے پر نکل آیا یہاں سے وہ گلی کے اس سرے پر پہنچ گیا جہا
وہ اپنے گھر کا دروازہ دیکھ سکتا تھا۔ لیکن ادھر دیکھ کر اس کی رگوں میں خون **جمنے** لگا۔
اس کے گھر کی ناکہ بندی کر رہی تھی محمود کی آنکھوں میں اندھیرا چھانے لگا۔ یہ کیا ہو گیا۔
پولیس کا چھاپہ۔
خدایا......... بھابی اور سیما کا کیا حال ہو گا۔ بہرحال اس وقت یہاں سے نکل جانا مناسب
ایک بالکل غیر معروف سے ہوٹل میں اس نے کمرہ حاصل کیا اور سنسناتے ہوئے ج
ساتھ بستر پر دراز ہو گیا۔ اس کا بدن ڈھلا جا رہا تھا یہ کیا ہو گیا۔ کیا وہ جس کی اسے توقع تھی

کچھ.........
ان کے دس بج کر سترہ منٹ ہوئے تھے جب اسے موبائل پر بیل سنائی دی ملک ستار تھا۔
ملک صاحب" وہ بے چینی سے بولا۔
میں بول رہا ہوں۔" ایئرپورٹ پہنچ جاؤ......... کراچی جانا ہے گونگا وہاں ملے گا.........
اور دوسری ضروری چیزیں تمہارے حوالے کر دے گا۔ وہاں کریم شیخ کے پاس چلے جانا وہ
لئے تمام بندوبست کر دے گا۔ تمہیں پاکستان سے نکل جانا ہے۔"
.........۔"
ہاری زندگی بچانے کا اس کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے ٹائیگر بعد میں صورتحال دیکھیں

لن آخر کیوں.........۔"
وقت کیوں کی گنجائش نہیں ہے ٹائیگر لاہور کی سڑکوں پر موت تمہیں تلاش کرتی پھر رہی

ملک صاحب میرے گھر......... میری بھابی اور بہن.........۔" محمود گلوگیر لہجے میں بولا۔
مر نہیں گئے ٹائیگر......... ان کی جانب سے بے فکر رہو۔ پولیس نے تمہاری تلاش میں
گھر پر ریڈ کیا تھا۔ شکر ہے اس وقت تک تم نکل گئے تھے بہرحال بڑے ملک صاحب نے
ہموار کر لیا ہے ادھر اب کوئی نہیں جائے گا۔ اوکے......... خدا حافظ........." فون بند

☆.........☆.........☆

باز بادل نخواستہ فلیٹ سے نیچے آ گیا تھا۔ ہوش و حواس رخصت تھے۔ قدموں میں لڑکھڑاہٹ
حقیقت زندگی میں اتنا برا وقت کم ہی آیا تھا اپنے گھر کی بات کچھ اور ہوتی ہے وہاں کیسے ہی
حالات کیوں نہ ہوں کم از کم ایک پناہ گاہ تو ہے بھوکا پیاسا ہی سہی کسی بھی کیفیت کا شکار
گھرانا ہی ہوتا ہے لیکن یہاں ہانگ کانگ میں تو صورتحال اس قدر بھیانک ہو گئی تھی کہ
ی کے لالے پڑ جائیں۔ وحشت زدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھتا ہوا۔
لک سے بچتا ہوا چوڑی سڑکوں پر خوفزدہ اور ہراساں آگے بڑھ رہا تھا لاکھوں افراد تھے یہاں
درد' اور شناسا کوئی نہیں تھا۔ ہر شکل بھیانک محسوس ہوتی تھی۔ سوچنے سمجھنے کی قوتیں
ہو چکی تھیں۔ پھر ایک ایسی جگہ نظر آئی جہاں رک سکتا تھا بیٹھ سکتا تھا اور پھر چند افراد
دٹے سے پارک کی بینچوں پر بیٹھے ہوئے تھے وہ خود بھی سہما سہما ایک بینچ پر جا بیٹھا اعصاب
کشیدہ تھے کہ بدن **اینٹھا اینٹھا** محسوس ہو رہا تھا۔ کیا ہو گیا یہ بھٹی صاحب تو اپنے دیس
ہنے والے تھے۔ روایتوں کے شہر لاہور کے جہاں محبتوں کو تلاش نہیں کرنا پڑتا اور پھر دیار

غیر میں تو اپنوں سے پیار کچھ اور بڑھ جاتا ہے۔ یہی پیار ان کے لہجے اور ان کی آواز میں
تھا۔ لیکن تباہ کر دیا انہوں نے ظاہر ہے دھوکا دیا تھا۔ بے وقوف بنایا تھا لیکن کسی غیر کے فل
اس طرح جانا' آزادی سے اس فلیٹ کو استعمال کرنا یہ کیسے ممکن ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ
جو بعد میں وہاں پہنچے تھے اور مقامی تھے کسی نہ کسی طور مشتاق بھٹی کے شناسا تھے ملی بھگت
کام ہوا تھا لیکن سب کچھ جاننے کے باوجود وہ بے دست و پا تھا غالباً" بھٹی صاحب نے بھ
تھا کہ کوئی اجنبی ہے ورنہ اس طرح رسک نہ لیتے یہ صورتحال جاننے کے باوجود وہ ان کا
بگاڑ سکتا تھا کیا ثبوت تھا کیا کر سکتا تھا اور اب صورتحال یہ تھی کہ جیب میں پھوٹی کوڑی ن
بدن پر جو ایک جوڑی کپڑے تھے ان کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا وہ بھی رات کو سونے کی
ملگجے اور شکن آلود ہو گئے تھے پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات بھی گم ہو گئے تھے۔ اس
بھرے انداز میں جیبوں کو ٹٹولا۔ کاغذ کا وہ پرزہ خدا کا شکر تھا کہ پاس موجود تھا جس پر ا
نے نمبر لکھ دیا تھا۔ امید کی ایک کرن ذہن میں رہے گی۔ پرزے کو نکال کر پڑھا اور سو
اس نمبر پر رنگ کر کے اس شخص کو اپنی دکھ بھری داستان سے آگاہ کرے۔ جس نے ا
وصول کیا تھا وہ ایک مطلوبہ تاریخ کو فون کرنے کے لئے کہا تھا۔ لیکن بدبختی یہ تھی کہ ا
کرنے کے پیسے بھی نہیں تھے بھوک' پیاس' اور وقت گزاری کا معاملہ تو دیگر نوعیت رکھ
شدید ذہنی اذیت میں مبتلا تھا امتیاز........ بہت دیر تک وہاں بیٹھا رہا اور اپنے بھیانک
بارے میں غور کرتا رہا۔ کب تک اس طرح وقت گزار سکتا ہے کیا کہا جا سکتا ہے کچھ ب
چھوڑا تھا ان کم بخت لوگوں نے آہ کیسے ظالم لوگ تھے کیا زندگی میں خوشیاں اس طرح
کی جا سکتی ہیں۔ کہ کسی کو زندہ درگور کر دیا جائے پیاری سی بچی تھی ان کے ساتھ ماں
اس کے ان کے دل میں کبھی یہ احساس نہیں جاگا ہو گا کہ کوئی اور بھی ان کی اس
زندگی سے محروم ہو سکتا ہے ہانگ کانگ کی پولیس اگر اسے روک لے تو وہ کس طرح
انہیں بتا سکتا ہے ناممکن ہے پھنس جائے گا ایسا عذاب میں پھنسے گا کہ بچنا مشکل ہو گ
چارج لگایا جا سکتا ہے اس پر کہانیاں چاہے کتنی ہی سنائے آہ زندگی تو نے مجھے برا بن کر
دیا حالانکہ میرا آئیڈیل رہبر ملت علامہ اقبال تھے۔ میں نے تو ان کی نظم کو اپنی زندگی
لیا تھا۔ وہ مفہوم نہ پا سکا۔ انحراف کیا اس سے لیکن میرے لئے تو برائیوں میں بھی پناہ
نجانے کب تک وہاں بیٹھا رہا اور اس کے بعد اپنی جگہ سے اٹھ کر چل پڑا۔ موسم ش
اور گزارہ کیا جا سکتا تھا لیکن بھوک پیاس اور پھر سب سے بڑی چیز یہ کہ خوف ہر نگ
اٹھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی دوپہر گزری۔ شام ہو گئی نجانے کہاں کہاں مارا مارا پھ
کوئی محور تو تھا نہیں بس چلتی کا نام گاڑی ہوتا ہے بہت فاصلہ طے کر لیا تھا۔ بڑا پر فضا
قدیم عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔ ایک عجیب طرز تعمیر کی حامل........ ان کے درمیان
پھیلا ہوا تھا اور اس سبزہ زار پر بڑے خوبصورت ٹرالر کھڑے ہوئے تھے غالباً" امراء کی
تھی درمیان میں چھوٹے چھوٹے اسٹال لگے ہوئے تھے جن پر کھانے پینے کی اشیاء

فاصلے پر ایک خوبصورت سی جھیل نظر آ رہی تھی۔ وہ آگے بڑھتا رہا۔ کم از کم انسانوں کے
پابندی نہیں تھی۔ یہاں وقت گزارا جا سکتا ہے بدن جواب دیتا جا رہا تھا دل چاہ رہا تھا کہ کوئی
بن جگہ نظر آئے تو گہری نیند سو جائے ایک جگہ بیٹھ گیا۔ لوگ سیر تفریح میں مصروف تھے۔
اچھا تھا کہ کوئی کسی کی جانب توجہ نہیں دے رہا تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک ٹرالر موجود تھا
بند نظر آ رہا تھا وہ ٹرالر کو گھورتا رہا۔ سب سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ ذہن کچھ سوچنے سمجھنے
قابل نہیں رہا تھا کس سے بھیک مانگے اپنی بپتا سنائے یاس بھری نگاہوں سے ایک ایک چہرے کو
رہا تھا کوئی تو ہو جو اس کی جانب متوجہ ہو۔ پتہ نہیں کمال الدین نے کیا سوچ کر اسے یہاں
تھا۔ لیکن کمال الدین کا کوئی قصور نظر نہیں آتا تھا اس نے تو اپنے طور پر اسے راستہ بتا دیا
اچھی خاصی رقم بھی دی تھی اس نے بطور ایڈوانس۔ اور اس سے کہا تھا کہ ہانگ کانگ میں
تکلیف نہ اٹھائے۔ بعد میں سارے حساب کتاب ہو جائیں گے خواہ مخواہ بھٹی صاحب کی چال
آ گیا۔

رات ہو گئی آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں پھر سامنے والے ٹرالر کا دروازہ کھلا اور اس سے
لاؤرن لڑکی نیچے اترتی ہوئی نظر آئی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس
نزدیک پہنچ گئی۔ وہ لڑکی کی حرکات و سکنات دیکھ رہا تھا۔ قریب آنے پر وہ چونک سا پڑا۔ لڑکی
کے پاس ہی آئی تھی وہ پھر ادھر ادھر دیکھتی ہوئی نیچے بیٹھ گئی۔

"ہیلو........" اس نے کہا اور امتیاز کے منہ سے بھی نقاہت بھری جوابی آواز نکل گئی۔

'انڈین........ لڑکی آہستہ سے بولی........۔

'نہیں پاکستانی........ اس نے بھی انگریزی ہی میں جواب دیا۔

"اوہو........ میں ہندوستانی ہوں۔" لڑکی نے اس بار اردو میں کہا تھا۔ اور امتیاز کو ایک بار
نئے قدم زندگی کی جانب بڑھتے ہوئے نظر آئے۔"

"سوری میڈم........ میرا نام امتیاز ہے۔"

'اور میں گیتا ہوں........"

'مجھ سے کوئی کام ہے۔"

"ہاں........ تمہیں کئی گھنٹوں سے یہاں بیٹھے دیکھ رہی ہوں کچھ عجیب سی کیفیت کے شکار
کیا بات ہے۔" ہمدردی سے اس کی کیفیت پوچھنے والا پہلا فرد تھا آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی
لیکن ایک عورت کے سامنے رونا بڑی عجیب سی بات تھی البتہ اس وقت انا کی آغوش میں
پہنچا جا سکتا تھا اس نے آہستہ سے کہا۔ میں سخت مشکل کا شکار ہوں مس گیتا۔"

"مجھے اندازہ ہے کیا بات ہے۔"

'ہانگ کانگ ایک دوست کے پاس آیا تھا وہ نہیں ملا تو پریشان ہو کر اس کی تلاش میں نکل پڑا۔
کانگ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ میرے ایک ہم وطن ملے بڑی محبت سے مجھے اپنے
لے گئے........ امتیاز نے بقیہ کہانی اسے سنا دی۔ ابتدائی کہانی میں تھوڑی سی تبدیلی ضروری

تھی۔

"مجھے افسوس ہوا۔ ایسی داستانیں یہاں عام ہیں۔ میں تمہاری کیا مدد کر سکتی ہوں۔"

"پتہ نہیں" امتیاز لاچارگی سے بولا۔

"اچھا ایسا کرو........ یہ کچھ پیسے لو........ پہلے کہیں سے کچھ لے کر اپنی بھو
لو........ اس کے بعد اسی جگہ واپس آجاؤ۔ میں تمہارے لئے بہت کچھ کروں گی۔"

"اس کے بدلے میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔" امتیاز نے کہا۔

"جاؤ پلیز۔ میں خود تمہارے ساتھ چلتی........ لیکن میرے لئے کچھ مشکل ہے۔"

"او کے........ شکریہ........ امتیاز نے کہا اور رقم ہاتھ میں لے کر ٹھنڈی سانس لے
آگے بڑھ گیا عزت اور ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر اس کی یہی مرضی ہے تو ٹھیک۔
بھیک بھی مل گئی۔"

ضرورت پوری کرنے کے لئے بسکٹ اور کافی کے دو مگ کافی ہوئے تھے۔ یہاں سے ک
بھی نکلا جا سکتا تھا لیکن کیا فرق پڑتا ہے لڑکی بھی اسے کوئی دھوکہ دینا چاہتی ہے تو وہ بھ
ویسے ہی کونسا محفوظ ہوں۔ پیٹ بھرنے کا یہ عارضی سہارا مشکلات کا حل تو نہیں ہے کہیں
گردن پھنسے گی۔ لڑکی کے ہاتھوں پھنس جائے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کھانے پینے سے فار
وہ واپس اسی جگہ آگیا۔ گیتا وہاں موجود نہیں تھی۔ وہ وہیں کھڑے ہو کر چاروں طرف د
تب وہ اسی ٹرالر کے عقب سے نکل کر اس کے پاس پہنچ گئی۔

"کچھ کام بنا۔" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں........ شکر گزار ہوں۔

"اب کیا کرو گے........!"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"دوست کا کوئی پتہ ٹھکانہ ہے۔"

"لکھا ہوا رکھا تھا۔ سامان کے ساتھ غائب ہو گیا۔"

"کافی مشکلات کا شکار ہو جاؤ گے۔ خیر یہ تمہارا مسئلہ ہے۔ میرے ساتھ کچھ وقت
ہو........"

"میں نہیں سمجھا........"

میں ایک الجھن میں پھنسی ہوئی ہوں۔" تفصیل تمہارے لئے بیکار ہو گی بس یوں
کچھ لوگ مجھے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ جائیداد اور دولت کا مسئلہ ہے۔ یہ ٹرالر خالی پ
وقت سے اس میں چھپی ہوئی ہوں۔ یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔"

"کیسے۔"

"گاڑی ہے میرے پاس پارکنگ میں کھڑی ہے تمہیں ڈرائیونگ آتی ہے۔"

"ہاں" امتیاز نے جواب دیا۔

"یہ چابی سنبھالو........ میں تمہارے ساتھ نہیں چلوں گی۔ تمہیں کار کا پتہ بتائے دیتی ہوں۔
دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھو میں پہنچ جاؤں گی۔ میرے لئے پچھلا دروازہ کھلا رکھنا۔"

"اوہ........ لیکن........!۔"

"تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ بس یہاں سے نکلنا ہے۔ کچھ فاصلہ طے کر کے میں تمہیں
دوں گی اور خود چلی جاؤں گی۔ اس کے بدلے پچاس ڈالر ایڈوانس رکھ لو........ تمہیں سہارا
گے۔" اس نے پرس سے پچاس ڈالر کا نوٹ نکال کر امتیاز کی جیب میں ٹھونس دیا۔ اور پھر
"چلو اب دیر مت کرو۔" پارکنگ پر لائٹ گرے سوک کھڑی ہوئی ہے۔ نمبر اٹھاسی ہے۔ دیکھ
"

امتیاز اٹھ گیا۔ سارے کام اسی طرح ہو رہے تھے کسی کا سر پاؤں نہیں تھا۔ یہ بھی سہی۔ اس
سوچا اور لڑکی نے جس طرف اشارہ کیا تھا ادھر چل پڑا۔ پارکنگ لاٹ کا ماحول نیم تاریک تھا۔
اٹھاسی نمبر کی گرے اور بلو کار کو تلاش کرنا مشکل نہیں ہوا۔

اس نے قریب پہنچ کر لاک میں چابی گھمائی اور لاک کھل گیا اندر بیٹھ کر اس نے عقبی
ازے کھول دیئے تھے۔ پھر اسے واقعی یہ پتہ نہیں چل سکا کہ لڑکی کس طرف سے آئی تھی۔
دروازے کے پاس آہٹ ہوئی اور پھر کار تھوڑی سی ہلی۔ لڑکی نے دونوں طرف کے دروازے
کئے اور سرگوشی کے انداز میں بولی۔

"چلو........" امتیاز نے کار اسٹارٹ کر کے ریورس کی پھر اسے آگے بڑھا دیا۔ عقب نما
ینے میں لڑکی نہیں نظر آرہی تھی اس کا مطلب تھا کہ وہ پچھلی سیٹ پر دراز ہے۔ بڑی سڑک پر
امتیاز نے کار کی رفتار تیز کر دی۔ لیکن اسے فوراً ہی ان روشنیوں کا اندازہ ہو گیا تھا۔ جو اسے
گے بڑھتے ہی نظر آئی تھیں۔ اور اب ان کے پیچھے آرہی تھیں۔

"سنو........ کوئی گاڑی ہمارا پیچھا کر رہی ہے۔" امتیاز نے لڑکی سے کہا۔ وہ تھوڑی سی ابھری
پھر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اس نے عقب میں دیکھا اور آہستہ سے بولی۔

"وہ میرے دشمن ہیں۔ ہمیں ہوشیاری سے ان کے چنگل سے نکلنا ہے۔ رفتار تیز کر دو۔"

"امتیاز کے بدن میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔ وہ گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا تمہیں کہاں جانا ہے۔"

"سیدھے چلتے رہو میں بتا دوں گی۔"

"دیکھو........ میں تمہیں اپنے بارے میں بتا چکا ہوں میں ویسے ہی تباہ حال ہوں کسی اور
ل میں نہیں پھنسنا چاہتا........"

"اوہ بکواس مت کرو........ رفتار تیز کر دو........ وہ قریب آتے جا رہے تھے۔"

"میں کسی مشکل میں نہیں پڑنا چاہتا۔ سمجھیں تم۔"

"امتیاز جھلائے ہوئے لہجے میں بولا لیکن اچانک لڑکی نے اپنے لباس سے پستول نکال کر اسے
از کی گردن کی پشت سے لگا دیا اور اس کی سرد آواز ابھری........

"جو کچھ میں کہہ رہی ہوں کرو........ ورنہ ان سے پہلے میں تمہیں ختم کر دوں گی۔

پستول کی ٹھنڈی نال امتیاز کی گردن پر دباؤ ڈال رہی تھی اور امتیاز کے پورے بدن می
لہریں دوڑ رہی تھیں۔ مصیبت در مصیبت مرتا کیا نہ کرتا۔ کار دوڑانے میں ہی عافیت تھی
نے نرم لہجے میں کہا۔

"تم نہیں جانتے وہ کتنے خطرناک لوگ ہیں۔ اس وقت اگر وہ ہمارا راستہ روکنے میں
ہو گئے تو تمہیں اور مجھے دونوں کو ہلاک کر دیں گے وہ تم سے یہ نہیں پوچھیں گے کہ تم کو
بس تمہیں میرا ساتھ سمجھیں گے اوہ........ پلیز رفتار اور تیز کرو۔"

امتیاز نے ایکسی لیٹر پر دباؤ اور بڑھا دیا۔ "میں پستول تمہاری گردن سے ہٹا لوں........

"نہیں اسے میری گدی میں پیوست کر دو۔" امتیاز جھلائے ہوئے لہجے میں بولا اور لا
نال اس کی گردن سے ہٹالی۔

"پلیز........ رفتار اور تیز کرو' اسٹیئرنگ سنبھالے رکھو۔" وہ لجاجت سے بولی۔

"ارے مجھے راستہ بھی نہیں معلوم۔ اگر کوئی موڑ آگیا تو........!" امتیاز نے رند
آواز میں کہا۔

"ابھی دور تک کوئی موڑ نہیں ہے۔ کافی آگے چل کر بائیں سمت مڑنا ہوگا لیکن
تمہیں بہت بڑا چمکتا سائن بورڈ نظر آئے گا جو موڑ کی نشاندہی کرتا ہے........۔"

"ٹھیک ہے میں ایکسپرٹ ڈرائیور نہیں ہوں۔ مرنے کے لئے تیار رہنا۔" امتیاز نے
بڑھا دی۔ کار نئی اور شاندار تھی ذرا سے دباؤ پر رفتار پک کر لیتی تھی۔ امتیاز کی نظریں خو
میں سڑک پر جمی ہوئی تھیں اور اسٹیرنگ پر اس نے مٹھیاں بھینچ رکھی تھیں۔ اس کے سا
عقب نما آئینے میں پچھلی کار کی روشنیاں بھی دیکھتا جا رہا تھا اور یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ وہ ا
اس کی رفتار کو پوری طرح چیک کر رہے تھے۔ لڑکی بھی کاروائی میں مصروف تھی۔ امتیاز
کھڑکی سے ہاتھ نکالتے ہوئے دیکھا۔ وہ پستول سے پچھلی کار کا نشانہ لے رہی تھی پھر فا
امتیاز کے ہاتھ اسٹیرنگ پر بہک گئے۔ لڑکی کی غراہٹ ابھری۔

"اوہ اسٹیرنگ سنبھالے رکھو........!" امتیاز نے اسٹیرنگ کنٹرول کیا اور لڑکی نے
کیا۔ امتیاز نے عقب نما آئینے میں متعاقب کار کی ایک ہیڈ لائٹ اڑتے ہوئے دیکھی وہ
سڑک پر لہرائی تھی لیکن وہ بھی کسی مشاق ڈرائیور کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے بھی
سنبھال لیا تھا۔ لڑکی نے خوشی کی ہلکی سی آواز حلق سے نکالی اور پھر جلدی سے بولی "
رکھو........ موڑ آرہا ہے۔ وہ دیکھو........ وہ چمکدار سائن بورڈ۔"

امتیاز نے سائن بورڈ دیکھ لیا اور ایکسی لیٹر پر سے پاؤں ہٹا لیا۔ کار کی رفتار یکدم
تھی لیکن اس بار لڑکی نے کچھ نہیں کہا کیونکہ موڑ پر رفتار سست کرنا ضروری تھا لیکر
عقبی کار نے فائدہ اٹھا لیا غالباً" ٹائر کو ہی نشانہ بنایا گیا تھا اور اگر رفتار سست نہ ہوتی تو
کھا جاتی۔ اس وقت امتیاز موڑ مڑ رہا تھا کہ دھماکے کے ساتھ اچانک کار بائیں سمت گ
اسے سنبھالنے کے لئے سخت جدوجہد کرنی پڑی۔ بمشکل تمام وہ کار کو بریک لگانے میں

کار ڈھلان میں لڑھکتے لڑھکتے بچی تھی۔ امتیاز کا پورا بدن پسینے میں ڈوب گیا۔ لیکن اسے لڑکی
کچھ کہنے کا موقع نہیں مل سکا پیچھے آنے والی کار آن کی آن میں قریب آگئی اور اس کار کے
نے رک گئی اس کے چاروں دروازے کھلے اور اس سے چار آدمی نیچے اتر آئے ان کے ہاتھوں
پستولیں نظر آرہی تھیں۔ وہ چیختے ہوئے لپکے۔

"خبردار........ جنبش نہ کرنا ورنہ چھلنی ہو جاؤ گے۔" اس کے ساتھ ہی ان میں سے ایک
اسٹیرنگ والا دروازہ کھولا اور امتیاز کو نیچے گھسیٹ کر زمین پر گرا لیا۔ اس نے امتیاز کو اوندھا کر
اس کے دونوں ہاتھ موڑ کر پیچھے کر لئے اور اس کی گردن پر گھٹنا رکھ لیا۔ دوسرے لوگ شاید
کو قابو میں کر رہے تھے پھر ان میں سے کسی کی آواز ابھری۔

"نکل گئی ڈھلانوں میں اتر گئی ہم اسے دیکھ رہے ہیں تم اسے سنبھالے رکھو!۔"

"کار میں اور کوئی نہیں ہے۔"

"نہیں۔ تم اس مردود کو سنبھالو۔ ہم نیچے جا رہے ہیں۔" جواب ملا اور مردود کو سنبھالا جانے لگا۔
با" دو آدمی نیچے اترے تھے اور دو اوپر رہ گئے تھے۔ امتیاز کے بدن پر کئی ٹھوکریں مار کر اسے
ھا کیا گیا پھر ایک نے اسے پستول سے کور کیا اور دوسرے نے اس کے لباس کی تلاشی لی۔ لڑکی
ے دیئے ہوئے پچاس ڈالر بھی ان کے قبضے میں چلے گئے اور انہوں نے اسے پکڑ کر کھڑا کر دیا
ن اس کے ہاتھ موڑے رکھے گئے تھے اور پستول اس کی گردن میں چبھتا رہا تھا۔

امتیاز صبر و سکون سے سب کچھ برداشت کر رہا تھا۔ یہ تقدیر کی دین ہے بھیک مانگ کر پیٹ
ا اور اب........

لڑکی کو تلاش کرنے والے واپس آگئے ان میں سے ایک نے کہا "نکل گئی ڈھلانوں میں غائب
گئی۔"

"چلو........ وہ مسلح ہے کہیں پوزیشن لے کر فائرنگ نہ شروع کر دے۔"

"اس کا کیا کریں۔"

"لے چلو........۔" جواب ملا اور وہ امتیاز کو دھکے دینے لگے اسے کار کی پچھلی سیٹ پر ٹھونسا
یا ایک آدمی اس کے ساتھ بیٹھ گیا اور پستول کی نال اس کی پسلیوں سے لگا دی دوسرا گھوم کر
سری طرف آبیٹھا۔ باقی دونوں آگے جا بیٹھے اور کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ لڑکی کی کار کو
ہوں نے وہیں چھوڑ دیا تھا۔

☆ .... ☆ .... ☆

بینش اور سیما کچھ بھی نہیں سمجھ پائیں ابھی وہ غزل سے ملاقات کے تاثر میں ہی ڈوبی ہوئی
تھیں کہ اچانک محمود کہیں جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ وہ کسی قدر بدحواس بھی تھا اور اس نے ان
کی کسی بات کا کوئی تسلی بخش جواب بھی نہیں دیا تھا۔

"کہیں جانے کی تو کوئی بات نہیں کی تھی محمود نے۔" بینش نے تعجب سے کہا۔
"بالکل نہیں۔ کوئی فون آیا تھا۔" سیما نے جواب دیا۔ اسی وقت دروازہ زور سے بجا
یہ سوچ کر دروازے کی طرف بڑھی کہ ممکن ہے محمود کو کوئی چیز یاد آئی ہو اور وہ اسے
ہو۔ اس نے دوڑ کر دروازہ کھولا اور باہر وردی والوں کو دیکھ کر دم بخود رہ گئی۔ ایک افسر
سے کہا "محمود کہاں ہے۔"
سیما نے کچھ کہنا چاہا لیکن اس کے حلق سے آواز نہیں نکل سکی۔ افسر کے ساتھ بہ
پولیس والے تھے۔ افسر نے پھر کہا "دیکھو بی بی ہمارے ساتھ اس وقت لیڈی پولیس نہیں
لیکن تم بے فکر رہو۔ تم ہماری بہن ہو' راستہ چھوڑ دو ہم دیر نہیں کر سکتے ہمیں گھر میں
جلدی کرو راستے سے ہٹ جاؤ۔"
"کون ہے سیما.........." اندر سے بینش کی آواز سنائی دی پھر وہ نوید کو کندھے سے لگا
آئی۔ لیکن باہر کا منظر دیکھ کر اس کا سانس بھی رک گیا پولیس افسر نے حکم دیا۔
"تلاش کرو" اور بے شمار پولیس والے بھرا مار کر پورے گھر میں پھیل گئے۔ کمرے
خانے' بستروں کے نیچے' ہر جگہ کی تلاشی ہونے لگی کچھ پولیس والے چھت پر بھی چڑھ گئے
اور بینش خوف سے تھر تھر کانپتی ہوئی ایک دیوار سے جا لگی تھیں۔
پولیس والوں نے پورا گھر چھان مارا ایک ایک الماری' ایک ایک صندوق خالی کر دیا
سامان باہر نکال پھینکا ہر چیز کی تلاش لے ڈالی اور جس چیز کی ضرورت سمجھی اسے قبضے میں
گیا۔ وہ افسر اعلیٰ کو رپورٹ بھی دے رہے تھے۔ بہت دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ محلے
سنسنی پھیل گئی تھی۔ پولیس افسر اپنے ماتحتوں سے مشورے کرتا رہا پھر اس نے سیما اور بینش
کہا۔
"آپ لوگوں کو پولیس اسٹیشن چلنا پڑے گا۔ وہاں آپ کا بیان ہوگا۔ پولیس یہ گھر سیل
گی۔" دونوں عورتیں سسکنے لگیں۔ افسر نے ہمدردی سے کہا "میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ
کو ذرا بھی تکلیف نہیں ہونے دوں گا مگر ضابطے کی کاروائی ضروری ہے آپ لوگ محمود
ہیں۔" دونوں کی بری حالت ہو رہی تھی وہ اس بات کا بھی کوئی جواب نہیں دے پائیں۔
"بچے کے دودھ کا سامان لے لیں آپ کو تھانے سے کسی رشتے دار کے گھر جانا ہوگا کیونکہ
تک پولیس کارروائی پوری نہیں ہوگی آپ کا گھر بند رہے گا۔ چلو.......... انہیں عزت
گاڑی میں بٹھا دو..........۔"
بینش اور سیما نیم غشی کی کیفیت میں مبتلا تھیں اسی عالم میں وہ تھانے آئیں لیکن پولیس
ہر فرد نے ان کی عزت کی تھی انہیں احترام سے ایک کمرے میں بٹھا دیا تھا۔ پولیس والے
جاتے ہی سیما سسک پڑی اور بینش سے چمٹ کر بولی۔
"ہائے بھابی.......... یہ کیا ہوگیا؟" بینش بھی دلاسے کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکی تھی
کوئی گھنٹے بھر کے بعد کمرے کے دروازے سے کچھ افراد اندر داخل ہوئے۔ بینش اور

کو پہچان لیا تھا یہی آدمی محمود سے اس دن ملنے آیا تھا اس نے خود کو محمود کا دوست بتایا
پیچھے پولیس کے افسر بھی تھے اندر آتے ہی اس نے بے تکلفی سے کہا۔
سیما ہیلو بھابی۔ آپ لوگوں کے ساتھ کوئی سختی تو نہیں ہوئی۔"
پوچھ لیں ملک صاحب انہیں یہاں لانا مجبوری تھی ورنہ..........۔"
یا مجبوری تھی بھئی کسی نے ان کی ایف آئی آر لکھائی ہے۔" ملک ستار نے کرخت لہجے

بیان لینا ضروری تھا۔"
گھر پر بھی لیا جا سکتا تھا زمان صاحب۔"
یل کرنا ضروری تھا۔"
.... کیا نفری نہیں ہے تمہارے پاس۔" "جی میں سمجھا نہیں۔"
نہیں لی تم نے گھر کی۔"
لی ہے..........!۔"
ملا..........۔"
ں۔ کئی کام کی چیزیں ملی ہیں۔"
ر کیا لینا ہے وہاں سے عورتیں ہیں چھوٹا بچہ ہے او زمان صاحب جس کے خلاف کیس ہے
لئے کاروائی کرو ان بے چاریوں کو کیوں پریشان کر رہے ہو اور یہ کیا بیان دیں گی۔ چلو
ل کھولو۔ انہیں ان کے گھر چھوڑ دو۔"
آپ ان کا بیان لینے کی اجازت دے دیں تو۔" زمان نے آہستہ سے کہا۔
لینے سے کون منع کر رہا ہے چلو میں چلتا ہوں آپ کے ساتھ انہیں گھر لے جا کر ان کا
لو۔"
تر ہے ملک صاحب" افسر نے بے چارگی سے کہا اور پھر دو ماتحتوں کو اشارہ کر کے بولا "ان
و احترام کے ساتھ گاڑی میں بٹھا دو۔"
یا بات کرتے ہو بھئی اب یہ واپس بھی پولیس کی گاڑی میں جائیں گے۔ ہرگز نہیں زمان
یری گاڑی موجود ہے میں انہیں اپنی گاڑی میں لے جاؤں گا۔"
وکیل تو نہیں ہیں ڈی ایس پی صاحب کہ انہیں کوئی پٹی پڑھا دیں گے زیادہ سے زیادہ یوں
آپ بھی ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ محمود نے جو کچھ بھی کیا وہ بہرحال ہمارا کارکن ہے اور ان
ہم نے ہمیشہ احترام کیا ہے۔"
آپ مجھے دو منٹ کی مہلت دیں میں اس کے لئے اجازت لے لوں۔" ڈی ایس پی نے
گھونٹ پیتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر نکل کر دوسرے کمرے میں پہنچ گیا۔ یہاں سے
موبائل پر کسی سے رابطہ قائم کیا اور پھر بولا۔
زمان بول رہا ہوں۔ ملک ستار پہنچ چکا ہے۔ اور.......... اور سر.........." زمان کا

سانس پھولنے لگا۔ "ہاں زمان بولو۔"

"سر.......... بڑی بے بسی میں ہیں ہم۔ ہمیں تو خود اس کی ضرورت تھی ا
احکامات چلا رہا ہے سر بڑی مشکل ہو گئی ہے۔"

"ان مشکلوں کو فیس کرنا ہو گا زمان۔ کون خوش ہے میں یا تم۔ لیکن ہم اس احکا
ہیں اور احکامات کہاں سے ملتے ہیں میں تمہیں بتا چکا ہوں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے سر.......... لیکن۔"

اس وقت جو کچھ وہ کہہ رہا ہے کرلو۔ بعد میں دیکھیں گے وہ بہت بڑی پاور کے
زمان۔ تمہیں معلوم ہے کہ ناجائز فیکٹریوں کے جن لوگوں کو پکڑا گیا ہے انہوں نے بیا
ان کا مالک محمود مختار ہے۔ محلے کے ایک دکاندار نے محمود کے گھر پر شناخت کرلی
دوسرے کسی آدمی کو نہیں جانتے اس کے بعد تم کیا کر سکتے ہو۔"

"او کے سر' لیکن آپ جانتے ہیں اصل مجرم کون ہے۔"

"خدا حافظ' نوکری کرو اور مجھے بھی کرنے دو۔" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہ
چند لمحے غم و غصے میں ڈوبا کھڑا رہا پھر موبائل کا سوئچ آف کر کے شکست خوردہ قدمو
چل پڑا۔

☆ .... ☆ .... ☆

مہردین آٹو رکشہ میں روبینہ کو لے کر پہنچ گیا۔ روبینہ کے آنسو راستے بھر نہ ر
دین اس کے ساتھ خاموش بیٹھا رہا تھا۔ شانو پڑھ رہی تھی۔ زبیدہ نے خود دروازہ کھولا
دیکھ کر ٹھٹھکی پھر روبینہ کو دیکھا اور اس کے آنسوؤں سے تر رخسار اور سرخ آنکھ
دہشت زدہ ہو گئی۔

"کیا ہوا روبینہ۔ کیا ہو گیا بھائی مہردین۔ روبینہ کیا ہوا بیٹی۔" اس کی آواز میں
خوف سمٹا ہوا تھا۔ روبینہ دوپٹے سے منہ ڈھک کر اندر چلی گئی تو زبیدہ نے دیوانگی
مہردین کا کرتا مٹھیوں میں بھینچ لیا۔ "کیا ہو گیا۔ بھائی مہردین۔ خدا کے لئے.....
کیلئے.......... بتا.......... دو۔"

"کچھ نہیں زبیدہ۔ پریشان نہ ہو۔"

"بتا دو میرے بھائی۔ تمہیں اللہ کا واسطہ بتا دو۔ کوئی اور بجلی گری ہے ہم پر۔" زبید

"نہیں بھرجائی۔ اللہ نے کرم کر دیا۔ اللہ کا شکر کرو۔"

"وہ.......... وہ کیوں رو رہی ہے کیا ہو گیا اسے۔"

"زمانہ خراب ہے بھرجائی۔ شیطان کا راج ہے۔ باپ کی ناجائز کمائی سے بگڑے ہو
زادے نے سڑک پر اسے چھیڑا تھا۔ اللہ کے کرم سے میں پہنچ گیا اور اللہ نے تمہار

شکر ہے۔ بس یہی بات تھی نا..........۔" زبیدہ نے بے قراری
ے مبعوں..........

بس نہیں ہے زبیدہ بہن۔ چوہدری ہمیں چھوڑ کر چلا گیا۔ امتیاز کراچی میں ہے۔ اللہ
نگہبانی کرے۔ میری رائے ہے کہ روبینہ کی نوکری ختم کرا دو۔ جوان بچی ہے اکیلے آنا
نہیں ہے۔"

نے نہیں کہا مہردین بھائی۔ میں نے نہیں کہا اس سے نوکری کے لئے خود ہی ضد چڑھی
ئی نے بھی مخالفت کی تھی پر گردن جھکا کر چپ ہو گیا۔ ارے بھاڑ میں جائے نوکری خود کو
سمجھنے لگی ہے کمینی کہیں کی۔ ارے بھوکے مر جائیں گے' زہر کھالیں گے سب کے سب
یں دیں گے۔ ہاتھ تو کیا پیلے ہوں گے ان کے.......... نہ ہوں.......... کفن تو پڑ ہی
۔ خدا بھلا کرے بھائی غلام حسین کا۔ خدا بھلا کرے ہمیں دو کوڑی کا سمجھ کر چھوڑ دیا۔
رقات اب کیا رہ گئی۔ مگر عزت سے مر جائیں گے.......... لوگ..........
.... بے عزت تو نہیں کریں گے ہمیں۔" زبیدہ بلکنے لگی۔

کو سنبھالو بھرجائی۔ اب تو پلکوں کی سوئیاں رہ گئی ہیں۔ اللہ نے امتیاز کا ہاتھ پکڑ لیا ہے بس
کی بات ہے۔ وہ پیسے بھیجنا شروع کر دے گا۔"

.... اللہ ہی جانے۔"

کل سے روبینہ کو نوکری پر نہ جانے دینا۔ کچھ کرنا ہی ہے تو بچوں کو ٹیوشن پڑھائے۔ سو
دس ملیں دس میں گزارہ کرو۔ ایک وقت کی کھاؤ۔ محلے والوں سے کہہ دو کہ تھوڑے سے
لی اپنے بچوں کو ٹیوشن پڑھوائیں آج کل تو ٹیوشن ہی سب کچھ ہے۔ ٹیچر رپورٹ میں لکھ
ا کہ بچوں کو گھر میں محنت کرائیں اسکولوں میں تو بس رجسٹری ہوتی ہے پڑھائی نہیں۔"

نہیں بھیجوں گی بھائی مہردین۔ ٹیوشن بھی نہ ملے ارے ایک روٹی پیٹ میں اتار لیں
گھر سے بے گھر ہو گیا ہے۔ پوچھے گا کہ ماں میری بہنوں کی دیکھ بھال بھی نہ کر سکی۔ کیا
دل گی اسے اب نہیں بھیجوں گی بھائی مہردین۔ تم نے ہماری عزت بچائی ہے اللہ تمہاری
بشہ بچائے۔"

ردین کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے تھے۔

☆ .... ☆ .... ☆

ک ستار ان لوگوں کو لے کر باہر آیا تھا اس کی قیمتی کار کا ڈرائیور کار کے قریب کھڑا ہوا تھا
نے ڈرائیور سے کہا۔ "اکرام چابی مجھے دو۔ تم ٹیکسی سے گھر جاؤ۔"
ا ملک جی۔" ڈرائیور نے ادب سے کہا اور کار کی چابی ملک ستار کے حوالے کر دی۔

"آپ لوگ اندر بیٹھئے۔ ملک ستار نے پچھلا دروازہ کھولا اور بینش نوید کو لے
گئی۔ سیما بھی بدحواس سی اس اعلیٰ درجے کی کار میں داخل ہو گئی۔ جب ملک ستار
ہوئے زمان سے کہا "اب کیا آپ کے لئے بھی دروازہ کھولنا پڑے گا۔ ڈی ایس پی صا
"نہیں سر۔ آپ تشریف رکھیں تو میں بھی بیٹھوں۔" زمان نے خود کو سنبھال لیا ت
"اوہو...... شکریہ......... ڈی ایس پی صاحب نو پینز نو گے
نے اسٹیرنگ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ زمان اس کے برابر بیٹھ گیا۔
"آپ ٹھیک کہتے ہیں سر۔ آج آپ کے ان جملوں کا مطلب میری سمجھ میں آ
"بہت بڑا اعزاز ہے آپ کو ڈی ایس پی صاحب' صرف ان لوگوں کی بدولت۔
ستار کے ساتھ اس کے برابر بیٹھے ہیں۔" ملک ستار نے مکاری سے ہنستے ہوئے کہا۔
"جی سر' یہ بھی آپ ہی کا حکم ہے۔" زمان نے بھی ہنستے ہوئے کہا اور ملک ستار
پھر پورے راستے میں وہ جبڑے بھینچے ہوئے گاڑی چلاتا رہا تھا۔ کچھ دیر کے بع
آگیا۔ علاقے میں بدستور سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔ بینش اور سیما سہمی ہوئی اپنے گھر
گئیں۔ ایسا برا وقت ان پر بھی نہیں آیا تھا۔ گھر کو دیکھ کر ہول چڑھ رہا تھا۔ ملک
لہجے میں کہا۔
"یہ کیا حال کیا ہے آپ نے گھر کا۔"
"پولیس کی مجبوریاں ہوتی ہیں سر۔"
"او میں سمجھتا ہوں آپ لوگوں کی مجبوریاں۔ چلو بھائی جلدی سے ان لوگوں کو
جی آپ سمجھدار ہو جو یہ پوچھیں وہ بتا دو اور فکر مت کرو۔ میں ہوں۔"
"آپ محمود کی بھابی ہیں۔"
"جی......." بینش نے آنسو بھری آواز میں کہا۔
"آپ کے شوہر کہاں ہیں۔"
"سعودی عرب میں نوکری کرتے ہیں۔"
آپ کو پتہ ہے کہ محمود کیا کام کرتا ہے۔"
"نہیں۔"
"اس نے آپ کو کبھی نہیں بتایا کہ وہ جعلی فیکٹریاں چلاتا ہے۔"
"افسر صاحب۔ آپ ساری سزائیں مجھے بے شک دیدو لیکن اتنا سن لو محمود کوئ
نہیں کر سکتا۔" بینش نے پراعتماد لہجے میں کہا۔
"آپ کے اخراجات کون اٹھاتا ہے۔"
"دونوں بھائی مل کر۔"
زمان سوالات کرتا رہا اور صرف بینش جواب دیتی رہی۔ سیما صرف آنسو بہاتی رہ
"اور کوئی سوال......۔" ملک ستار نے پوچھا۔

"نہیں ملک صاحب اور کوئی سوال نہیں۔"
"تب پھر ایک بات سن لو افسر۔ یہ تمہاری ذمے داری ہے کہ اب تمہارے محکمے کا کوئی آدمی
نہیں آئے گا اور اگر آیا تو یوں سمجھو ہمارے درمیان لڑائی شروع ہو جائے گی۔" ڈی ایس پی
نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"زمین پر اگر فرشتوں کا تصور کیاجا سکتا ہے ملک صاحب تو آپ کی طرف ذہن جاتا ہے محمود
ہی کی پروڈکشن کی نقل کر رہا تھا آپ کے اتنے بڑے کاروبار کو نقصان پہنچا رہا تھا اور آپ ہی
ے گھر کی اس طرح حفاظت کر رہے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔"
"پہلی بات تو یہ ڈی ایس پی صاحب کہ میں ضرورت سے آگے کوئی بات کسی سے کرنا پسند
کرتا میں جو کچھ کر رہا ہوں اپنے ضمیر کی آواز پر کر رہا ہوں' اگر کسی کا کوئی تصور ہے تو مجرم
وہی ہے اس کے گھر والوں کا اس سے کیا تعلق' میں یہاں آتا رہا ہوں اور ان لوگوں کے
ں کا بنا ہوا کھاتا پیتا رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ انسانی ذمہ داریاں کیا ہوتی ہیں۔ چنانچہ اگر میں
کر رہا ہوں تو یہ سوچ کر نہیں کر رہا کہ محمود نے ہمیں کیا نقصان پہنچایا ہے۔ بس ہم دونوں
اپنا انسانی فرض پورا کر رہے ہیں۔ آپ یہاں سے اٹھنا پسند کریں گے۔"
"جی جی سر........۔"
"تو پھر بسم اللہ اور خدا حافظ' اب اگر آپ یہ چاہیں کہ میں آپ کی ڈرائیوری کے فرائض انجام
ں تو آپ کو خود سوچ لینا چاہئے کہ یہ ممکن ہی نہیں ہے۔"
ڈی ایس پی زمان ایک جھٹکے سے اٹھا اور مزید کچھ کہے بغیر باہر نکل گیا۔ بینش اور سیما اب بھی
ے کے عالم میں بیٹھی ہوئی تھیں ملک ستار نے دونوں کا جائزہ لیا اور بولا۔
"آپ لوگوں کو جو تکلیف ہوئی مجھے اس کا افسوس ہے۔ ایک آدمی کا غلط قدم پورے گھر کو
طرح پریشان کر دیتا ہے۔ یہ آج میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ بہرحال محمود نے جو
کیا ہے اس کی تفصیل آپ کو کہیں نہ کہیں سے معلوم ہو جائے گی۔ میں محمود کا ساتھی رہا
اور اس رشتے سے آپ لوگوں سے بھی میرا واسطہ ہے' اپنا گھر ٹھیک ٹھاک کیجئے۔ میں یہ
دم کر کے آپ کو بتاؤں گا کہ محمود کا کیا ہوا۔ بہرحال مجھے آپ پر پڑنے والی اس بپتا کا افسوس
۔ میں چلتا ہوں یہ نہ سمجھئے کہ آپ لوگوں کو پریشانی اٹھانی پڑے گی۔ میں ہر طرح سے آپ کا
ھ دوں گا........" ملک ستار بڑی شرافت سے اپنی جگہ سے اٹھا اور باہر نکل گیا۔ بینش نے
ہمت پکڑلی تھی چنانچہ اس نے اتنا کیا کہ جا کر دروازہ بند کر آئی اور اس کے بعد سیما اس سے
کر اس طرح روئی کہ آسمان کا کلیجہ بھی ہل جائے بینش بھی زاروقطار رو رہی تھی۔ سیما روتے
ئے کہتی جا رہی تھی۔
"یہ کیا ہو گیا بھابی یہ ہمارے گھر کو کس کی نظر کھا گئی کیا ہو گیا یہ بھابی........"
"اللہ ہی جانتا ہے' سیما اللہ ہی جانتا ہے۔"
"ہائے بھابی ہم نے کبھی بھی نہیں سوچا تھا ہم نے کہ محمود بھیا ایاز سے محمود کیوں بنے ہیں

سامنے ہی کی تو بات ہے نوکری سے مایوس ہو کر انہوں نے اپنا نام تبدیل کیا ڈگریاں جلا
رہے تھے ایاز کے نام کی۔ بھابی بھیا برے راستوں پر چل پڑے تھے ضرور وہ برے راستو
پڑے تھے ہائے ہم نے کبھی ان سے یہ نہ پوچھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں وہ کیا کر رہے تھے
پتہ چلے کچھ پتہ تو چلے............؟"۔

"میں بھی تو تیری طرح گھر میں ہی رہتی ہوں سیما مجھے کیا معلوم' خدا کی قسم مجھے
معلوم۔" دونوں نند بھاوجیں نجانے کب تک روتی رہی تھیں بینش نے ایک ایک چز
ہوئے کہا۔

"گھر کا گھورا کر گئے کم بخت سب کچھ الٹ پلٹ دیا' ریاض کو خبر کرو' خط لکھوا ن
سے کہو اب تو واپس آ جائیں ہمارا محمود مشکل میں پڑ گیا ہے ہائے ہم کیا کریں سیما ہم کیا کر
نوید کے رونے پر دونوں کو خاموش ہونا پڑا تھا۔ معصوم بچے پر برے اثرات پڑنے کا
بینش نے سیما سے کہا۔

"اپنے آپ کو سنبھالو سیما' ابھی تو محلے والوں کا بھی سامنا کرنا ہے۔" دونوں کے چہروں
تشویش کے آثار چسپاں تھے۔

☆ .... ☆ .... ☆

محمود کراچی پہنچ گیا اس کی اندرونی کیفیت بے حد خراب تھی جہاز کے سفر کے دوران
بیٹھا رہا تھا حالات کے اس بھیانک رخ کے بارے میں اس نے کبھی نہیں سوچا تھا اس کی
کچھ نہیں آ رہا تھا۔

بہرحال کراچی ایئرپورٹ پر اتر گیا باہر آیا اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر نرسری چل پڑا۔
سے کئی بار ملاقات ہو چکی تھی کراچی کی بااثر شخصیات میں شمار ہوتا تھا۔ محمود دو بار اس
ملک ستار کے کام لے کر آ چکا تھا اور کراچی میں ملک ستار کی پروڈکٹس کریم شیخ ہی ڈیل کر

"کریم شیخ اسے اپنا منتظر ملا............ اس نے مسکراتے ہوئے محمود کا خیر مقدم کیا تھا"
تمہارے حلئے سے تو پتا چلتا ہے کہ لاہور سے کراچی تک کا سفر تم نے جہاز میں نہیں بلکہ
بیٹھ کر کیا ہے۔ چلو اندر نہا کر کپڑے بدل لو۔"

"نہیں شیخ صاحب............ ضرورت نہیں ہے ویسے یوں لگتا ہے جیسے آپ کو میری
ہے۔"

"ابھی کچھ ہی دیر پہلے تو ملک صاحب نے فون پر تفصیل بتائی ہے۔"

"اچھا بات ہو گئی۔"

"ہاں میں تو تمہیں لینے کے لئے گاڑی بھیج دیتا مگر بیکار ہوتا کیونکہ اس وقت تک تم
سے نکل چکے تھے۔"

نہیں ہوئی۔"
مجھے کوئی دقت
تمہاری تواضع کیسے کی جائے۔"
ممکن ہو سکے تو کافی پلوا دیں۔" محمود نے کہا۔
کافی ہو گی۔" شیخ نے مسکرا کر کہا۔
میرے لئے کافی ہوتی ہے کیونکہ میں اس سے آگے کا بندہ نہیں ہوں۔"
نئے ہو' بہرحال پرانے ہو جاؤ گے۔" کریم شیخ نے ملازم کو بلا کر کافی وغیرہ کے لئے کہا پھر بولا
بیٹھو یہ گوشہ عافیت ہے ویسے اب تو تم غیر ملکی ہو گئے۔ پاکستان تو شاید اب دس بیس
کے بعد ہی آ سکو۔ شاید اس وقت جب موجودہ انتظامیہ ریٹائر ہو جائے۔"

"آپ نے میرے حلئے کے بارے میں جو کہا ہے شیخ صاحب تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اب سے
پہلے مجھے کچھ پتہ نہیں تھا سب کچھ یکایک ہی پیش آیا ہے۔"

"جس طرح ہم لوگ کام کرتے ہیں اس طرح انتظامیہ بھی اپنے کام میں مصروف رہتی ہے جو
ہونا ہے اچانک ہی ہوتا ہے۔"

"اصل میں میرے گھر والے برے حال میں ہوں گے۔ مجھے اپنی کوئی فکر نہیں ہے بس وہ
............"

"ہاں ہوتا ہے زندگی کے بہت سے رخ ہوتے ہیں ہم اپنے راستے خود منتخب کرتے ہیں۔ کچھ
دفتروں میں کلرکی کرتے پوری زندگی گزار دیتے ہیں۔ گھر کا راشن بچوں کی فیس اور گیس بجلی
بل کا حساب کرتے ہوئے روشن زندگی کی لئے خطرناک راستے اپنانے ہوتے ہیں اور کوئی نہ
تو شکار ہوتا ہی ہے۔"

"کافی پیتے ہوئے محمود نے کہا "اب کیا ہو گا۔"

"تمہیں یہاں سے نکلنا ہے انتظام ہو جائے گا فکر مت کرو۔"

"کہاں جانا ہو گا............"

"بتاؤں گا ویسے اجنبی جگہ نہیں ہو گی تم جا چکے ہو۔"

محمود نے گردن جھکا لی۔ آج اسے احساس ہو رہا تھا کہ ایاز کی غلام زندگی کو چھوڑنا کتنا مشکل
تھا محمود کے مسائل کا اسے اندازہ نہیں تھا وہ ایک جذباتی عمل تھا اس سے آگے نہ سوچا تھا آہ
سب کچھ چھن گیا ملک ستار سے انحراف کر کے بھی جیل کی زندگی اپنانی پڑے گی اور گھر والوں
سے دور ہونا پڑے گا دوسری زندگی آزاد ہو گی لیکن نہ جانے کیسی............ انداز ایک ہی ہے سیما
بینش نوید اور غزل جن کے سانس نہ جانے کتنے باقی ہیں۔ افسوس میں اس کے آخری سانس تک
ساتھ دینے کا وعدہ پورا نہیں کر سکا کاش اس زندگی میں اس سے پہلے اس کے انجام کے بارے میں
سوچ لیتا۔

کریم شیخ بہت دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا اور پھر بولا۔ "سامان اٹھا کر میرے ساتھ آ جاؤ
میں تمہیں تمہارا کمرہ دکھا دوں۔" خواب گاہ میں لیٹ کر محمود پر عذاب کے فرشتے نازل ہوئے۔

سوچ کے دھارے اسے نجانے کہاں سے کہاں لے گئے لیکن بے بسی کے سوا اور کچھ ہا
زندگی کے لاکھوں پچھتاوے نگاہوں کے سامنے آکھڑے ہوئے تھے۔ اگر یوں ہوتا تو کیا ہ
تو زندگی کون سا رخ اختیار کرتی دکھوں اور غموں کے سوا کچھ نہیں ملا تھا۔ آہ! محبت بھ
کانچ کی گڑیا سے جس کے ٹوٹنے کے امکانات قریب سے قریب تر تھے۔ بہرحال رات گ
بھی گزر گیا۔ کریم شیخ اپنے معمولات میں مصروف رہا تھا۔ صبح ناشتے پر اس نے اسے بتا
تھی کہ انتظامیہ کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کہاں تک ہاتھ پھیلا دیئے ہوں
اسے گھر میں ہی محدود رہنا پڑے گا۔ اس رات بھی اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔ دوسر
نے البتہ صبح ناشتے پر کریم شیخ سے کہا۔

"کریم صاحب! میں اپنے گھر فون کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو کر لو بھائی.......... منع کس نے کیا ہے؟"۔

"کوئی حرج تو نہیں ہے۔"

"کر لو.......... اس بارے میں چونکہ ادھر سے کوئی ہدایت نہیں لی ہے اس لئے
نہیں کرتا۔" ٹیلی فون پر اس نے لاہور کا کوڈ ڈائل کیا اور اس کے بعد اپنے گھر کا
طرف سے بینش کی آواز سنائی دی تھی۔ لرزتی ہوئی کمزور آواز وہ ہیلو ہیلو کر رہی تھی۔
کے اپنے حلق سے آواز نہیں نکل پا رہی تھی۔ بینش نے کہا۔

"ہیلو کون ہے۔ بولو تو سہی ورنہ میں فون بند کر دیتی ہوں۔"

"بھابی میں محمود ہوں" محمود کا لہجہ مجرمانہ تھا لیکن دوسری طرف سے بینش پر ہیجان
تھا۔

"محمود میرے بھیا، میرے بیٹے، میرے محمود میرے بچے کہاں ہو کیسے ہو خیریت نے ا

"ہاں بھابی میں خیریت سے ہوں، لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ لوگ خیریت سے
گے۔ بھابی خدا کے لئے یہ سوال مت کرنا کہ میں نے کیا کیا البتہ جو کچھ تمہارے کانوا
ہے وہ سچ ہے۔ ایاز کی غلامی کا چولا اتار کر محمود بننے کا جو عمل میں نے کیا تھا وہ میر
حماقت تھی غلط سوچ تھی۔ محمود تو بہت عظیم تھا اور ایاز وہ اس کے غلام کی حیثیت
تھا۔ بھابی میں نے چولا بدلنے کی کوشش کی تھی لیکن بات بگڑ گئی۔ بھابی میں مجرم ہوں
کا، بہت تکلیف پہنچائی ہے میں نے آپ کو۔ میں جانتا ہوں کہ آپ پر کیا گزر رہی
ہوگی بھابی ایک ہی جملہ ہے میرے پاس ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجئے پلیز بھابی، مجھے
دیجئے۔"

"محمود تم کہاں ہو، کہاں سے بول رہے ہو۔" ہمیں بتاؤ تو سہی کب واپس آؤ گے
ہمیں بتاؤ۔"

"بھابی، میں شاید کافی عرصے تک واپس نہ آسکوں، بڑے دکھ کے ساتھ آپ سے
ہوں سنئے بھابی! میں آپ کے نزدیک بے شک نہیں ہوں لیکن آپ بالکل مطمئن ر

تکلیف نہیں ہونے دوں گا، لیکن اگر آپ کو کوئی تکلیف ہوئی بھابی تو پھر اس دنیا کی آبادی
اتنی کم کر دوں گا کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکے گا۔ میں آپ سے رابطہ رکھوں گا ٹیلی فون کرتا
ہوں گا۔ کبھی کبھی لیکن جلدی جلدی نہیں۔ میں ملک سے باہر جا رہا ہوں۔ بھابی بہت عرصے تک
آپ لوگوں سے دور رہنا پڑے گا۔ میرا آپ لوگوں سے رابطہ رہے گا۔ بے شک آپ لوگوں
کی کمی محسوس ہوگی میری، لیکن مجبوری ہے میں اس طرح زندہ رہ سکتا ہوں کہ آپ سے دور
ہوں۔"

"ہماری فکر مت کرو بیٹے! محمود بھیا ہماری فکر مت کرو، ہم جی لیں گے آرام سے جی لیں
ہمارے لئے بالکل پریشان نہ ہو ہم گزارہ کر لیں گے سیما کی بھی فکر نہ کرو، سیما کو سمجھا لوں گی
سنبھال لوں گی ریاض کو ابھی تک میں نے اطلاع نہیں دی ہے انہیں بھی خبر کر دوں گی انہیں
واپس بلا لوں گی محمود، تم حفاظت سے رہو اپنی زندگی کی فکر کرو۔"

"ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں بھابی۔ مان لیجئے میری درخواست یہ بھی حالات کے تحت ہے۔"

"کہو محمود بھیا کہو" بینش ہزار محبتوں کے ساتھ بولی۔

"ریاض بھائی سے اس بارے میں کوئی رابطہ نہ کیجئے گا انہیں اس کا بالکل علم نہیں ہونا چاہئے۔
نہ بھابی میں خودکشی کر لوں گا آپ کو میری زندگی کی قسم ہے اس وقت تک ریاض بھائی سے
کسی طرح کا رابطہ قائم نہ کیجئے جب تک وہ خود وطن واپس نہ آجائیں جب گھر آجائیں تو انہیں
اس بارے میں کچھ بتائیے گا۔ بھابی قسم دی ہے میں نے آپ کو۔"

"نہیں بتاؤں گی۔" تیری قسم سے زیادہ مجھے دنیا کی کوئی چیز عزیز نہیں ہے محمود۔"

"بھابی آپ کا شکریہ۔ ایک درخواست اور کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں ہاں کہو کہو۔"

"جب تک کی زندگی اللہ نے غزل کو دی ہے آپ لوگ اس کا بھی خیال رکھئے گا۔ وہ بہت
غریب لوگ ہیں۔ امینہ بیگم کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ کو اچھی خاصی رقم ملتی رہے گی آپ
ان کا بھی خیال رکھئے گا۔ ڈاکٹر سہیل کو بس اتنا بتا دیجئے کہ میں ملک سے باہر چلا گیا ہوں اور
واقف ہوں اس سے زیادہ کچھ نہ بتائیے گا۔"

"تم فکر مت کرو محمود، تم بالکل فکر مت کرو لو ذرا سیما سے بات کر لو، تڑپ رہی ہے تم سے
بات کرنے کے لئے۔"

"اسے فون دیجئے۔" محمود نے لرزتی آواز میں کہا۔ فون پر سیما کی صرف اتنی آواز سنائی دی۔
"محمود بھیا، اور بس اس کے بعد وہ روتی ہی رہی تھی۔ محمود نے اسے بہت سی **نصیحتیں**
کیں اور اس کے بعد سلسلہ منقطع کر دیا۔

☆ .... ☆ .... ☆

امتیاز کا دم الٹ رہا تھا لیکن صبر کے سوا اور کیا کر سکتا تھا۔ وہ لوگ درندہ صفت تھے
جس قدر ان کے بارے میں اندازہ ہو سکا تھا یہی پتہ چلا تھا کہ وہ ہندوستان' یا پاکستان سے
رکھتے ہیں اردو بول رہے تھے اور انہوں نے امتیاز سے بھی اردو میں بات کی تھی کہیں
رشتے کا انہوں نے کوئی خیال نہیں کیا تھا اور اس کے ساتھ نہایت وحشیانہ سلوک کر ر
جس شخص نے پستول کی نال اس کی کمر سے لگا رکھی تھی۔ اس سے امتیاز نے درخواست کی
نال بری طرح اس کی کمر میں چبھ رہی ہے وہ کوئی حرکت نہیں کرے گا پستول ہٹا لے جو
اس نے امتیاز کو جھڑک دیا تھا۔

گردش تقدیر ساتھ ساتھ سفر کر رہی تھی جو کچھ کیا تھا' حالات کے آخری حد تک مجبور
پر کیا تھا لیکن اس کے بعد جو کھیل شروع ہوئے تھے وہ ناقابل یقین تھے۔

بالاخر کار کسی علاقے میں داخل ہوئی اور پھر ایک جگہ رک گئی۔ بڑی سی عمارت تھ
احاطہ بہت وسیع تھا مگر یہاں کاٹھ کباڑ کے انبار پڑے ہوئے تھے۔ مدہم مدہم روشنی میں
ماحول نظر آرہا تھا۔ ایک جوہڑ جیسے تالاب پر پل بنا ہوا تھا۔ تالاب کے کنارے بے شمار
میں چونچ دبائے گہری نیند سو رہی تھیں۔ اسے پل سے گزار کر اندرونی عمارت میں لایا گی
روشن تھی۔ امتیاز کے ساتھ آنے والے اب صرف دو تھے۔ باقی دو کار کے پاس ہی رک
پھر ان میں سے ایک نے سامنے نظر آنے والا دروازہ کھولا اور روشنی کا طوفان امنڈ
ماحول الف لیلوی ماحول لگ رہا تھا۔ دودھ کی طرح سفید اور بے داغ چاندنی بچھی ہوئی
و عریض ہال نما کمرے میں دیواروں کے ساتھ ساتھ گاؤ تکیے لگے ہوئے تھے۔ سامنے کی
ساتھ ایک گداز سفید قالین بچھا ہوا تھا اور ایک عجیب و غریب شخصیت بڑی تمکنت سے
ہوئی تھی۔ سلک کی زرد جواہر ٹنکی خوبصورت قمیض سلک ہی کا غرارہ گلے میں جھلملاتے
ہاتھوں میں قیمتی انگشتریاں' انگوٹھے میں شیشہ لگی آرسی' ناک میں جگمگاتی ہیرے کی لونگ
جھومر سجا ہوا' خوبصورت نقوش' بڑی محنت سے شیو کیا ہوا چہرہ جس پر بہرحال شیو
نیلاہٹ نمایاں تھی۔ آنکھوں میں کاجل کے ڈورے کھنچے ہوئے ہونٹوں پر پانی کی دھڑی
مسی کی ہلکی سی کلاہٹ' سامنے بہت بڑا مراد آبادی نقش پاندان جس کے قریب خاصدان
بڑی سی تھالی میں کتری ہوئی چھالیاں' قوام اور زردے کی شیشیاں ہاتھ میں سروتا دبا ہوا۔
شاید اندر کچھ گفتگو ہو رہی تھی کیونکہ ان لوگوں کے داخلے پر سب ان کی طرف مت
تھے شدید حیرت کے باوجود امتیاز نے اس ماحول اور یہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کو تعجب سے
ہانگ کانگ میں اس منظر کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

قالین پر بیٹھی عجیب و غریب شخصیت نے ناخوشگوار نظروں سے آنے والوں کو دیکھ
بھاری مردانہ آواز ابھری۔
”اللہ مارو کچھ وقت موقع دیکھ لیا کرو۔ آن مرے رنگ میں بھنگ ڈالنے بھنگی کہیں

کہتی ہوں کسی موئے نے تمہیں بتایا نہیں کہ اس وقت میں کیا کر رہی ہوں۔ جھاڑو پھرے
ے منہ پر۔ ساری غزل کا مزہ کرکرا کر دیا۔ سناؤ مدہم جلالی تم باقی شعر پورے کرو۔
دل میں اٹکے ہی رہ جائیں اور تم چپکے کھڑے رہو اپنی جگہ نحوست مارو۔ نئیں تو گردن اڑا
گی قسم ایمان کی۔ اے مدہ میاں تم نے منہ میں گھونگنیاں کیوں دھرلیں۔" اس نے تالی
تے ہوئے کہا۔

”آخری دو بند ہیں استاد۔" سامنے بیٹھے ہوئے مدہم جلالی نے کہا۔
اس کے نازک رسیلے ہونٹوں کو۔
جام و مینا سلام کرتے ہیں۔
اس کی مخمور آنکھوں کا
میکدے........ احترام کرتے ہیں

”اچھی ترکیب ہے' میکدے احترام کرتے ہیں اے جیتے رہو۔ مولا سلامت رکھے۔" اس نے
کر کہا۔

امتیاز کی کھوپڑی چیخ رہی تھی۔ وہ ان دونوں کے ساتھ ساکت کھڑا تھا یہ طلسم ہوشربا اس کی
میں نہیں آرہی تھی۔

سامنے بیٹھی ہوئی شخصیت ناقابل یقین تھی اس کے حسین نقوش بہترین رکھ رکھاؤ احساس
تھا کہ وہ بے حد خوش ذوق ہے۔

لیکن مردانہ نقوش........... اور........... پھر وہ بھی ہانگ کانگ میں۔

مدہم جلالی نے مقطع پڑھا۔ اور عورت نما مرد نے اسے خوب سراہا۔ پھر بیزاری سے امتیاز اور
کے ساتھ آنے والوں سے کہا "کور ذوق انسان واجب القتل ہوتا ہے۔ شعر و سخن کی اس
میں تم کوؤں کی طرح کائیں کائیں کرتے گھس آئے۔ آئندہ خیال رکھنا نہیں تو جان سے جاؤ
“

”جی استاد" آنے والوں نے کہا۔ تب استاد کے نام سے مخاطب کئے جانے والے نے امتیاز کو
آنکھوں کو تھوڑا سا دبایا اور بھونڈے انداز میں مسکرایا۔ پھر بڑی نزاکت سے غرارہ سمیٹا اور
کھڑا ہوا۔ اس نے اپنے بدن کو بھی مصنوعی نسوانی نقوش سے سجایا ہوا تھا۔ پھر وہ امتیاز کے
آیا۔ قریب آکر نسوانی انداز میں ناک سکوڑی ہونٹ دبایا پھر بدن لچکاتے ہوئے اس کے گرد
کیا۔ پھر بولا۔

”یہ چھبیلا کون ہے۔ اس کی آنکھوں کے کنول کیوں مرجھائے ہوئے ہیں۔ اپنے دیس کے لگتے
اپنے اپنے سے۔"

”استاد یہ دشمن ہے" امتیاز کو لانے والوں میں سے ایک نے کہا۔

”ہائے.......... لیکن صرف دشمن ہی نہیں' دشمن جاں کہو۔ کچھ اتہ پتہ تو ہو" وہ اس انداز میں
کہ امتیاز کی گردن شرم سے جھک گئی۔

"وہ۔ وہ استاد' وہ شیطان کی بچی پھر نکل گئی۔"

"اللہ تمہیں نیکی دے لٹے مارو کہاں کی ہانک رہے ہو گفتگو میں کوئی رابطہ ہی نہیں ہے
ہے شبنم کو بلانا پڑے گا تب سیدھے ہو گے۔"

"استاد ہم گیتا کی بات کر رہے ہیں۔"

"گیتا کی بات" استاد ہنس پڑا۔ ہاں ٹھیک کہتے ہو۔ جسے ساتھ لائے وہ گیتا کے کسی منھ
کومل کنواری کے ہونٹوں سے نکلی ہوئی نغمہ بار آواز کا کوئی بھجن ہی لگتا ہے۔"

"ہم سیامی بلی کی بات کر رہے ہیں۔" آنے والوں میں سے ایک نے پریشان لہجے میں
اس بار استاد کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ اس کے نقوش میں ایک درندگی سی ابھر
پھر اس نے غمزدہ لہجے میں کہا۔

"ہائے تمہیں ڈھائی گھڑی کی آئے۔ جذبات میں لطافت تو رہنے بھی نہیں دیتے۔ کیا
سیامی بلی کی۔"

"وہ پھر نکل گئی استاد۔"

"تم مرد کبھی کسی عورت پر قابو پا سکے ہو جو اب پاؤ گے۔ تم سے تو ہم بھلے۔ اے شبنم
او۔ شبنم۔ کہاں مر گئی کمبخت اری انار کلی۔ او انار کلی۔"

اندرونی دروازے سے شبنم اور انار کلی آگئیں۔ زرق برق زنانہ قیمتی لباس پہنے ہوئے
تھے۔ کسے ہوئے ورزشی جسموں کے مالک لیکن زیورات سے لدے ہوئے۔ یہاں آکر ا
گردنیں جھکائیں اور سیدھے کھڑے ہو کر دوپٹے درست کرنے لگے۔

"دیکھو یہ شیر جنگل سے آئے ہیں۔ لڑکی پر بس نہ چلا لڑکا پکڑ لائے پوچھو ان دلیروں
کارنامہ انجام دے کر آئے ہیں میرے تو سر میں درد کر دیا انہوں نے۔"

"شبنم اور انار کلی آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر قریب آ گئے۔ امتیاز نے انہیں قریب
اس کی روح فنا ہونے لگی۔ دونوں انتہائی ہیبت ناک شکلوں کے مالک تھے۔ انہوں
اچکا کر دونوں کو دیکھا۔ اور ان میں سے ایک نے جلدی جلدی لڑکی کے تعاقب سے لیکر
گرفتاری کی پوری داستان سنا دی۔ استاد برا سا منہ بنائے بیٹھا یہ کہانی سن رہا تھا۔

انار کلی نے استاد کو دیکھ کر کہا "اور کچھ استاد" جواب میں استاد نے اپنا اوپری بدن
گندی سی گالی دی اور پھر بیزاری سے بولا۔" بندی خانے لے جاؤ۔ صبح دیکھوں گی۔"

بندی خانہ ایک زیر زمین کمرہ تھا جہاں ایک میز پڑا ہوا تھا۔ وہ دونوں امتیاز کو وہاں
واپس چلے گئے۔ امتیاز کو اس قید خانے کے بارے میں اچھی طرح اندازہ ہو گیا تھا کہ
نکلنے کی کوشش موت ہی کا دوسرا نام ہو سکتی ہے۔ وہ تھکے تھکے انداز میں بستر پر گر پڑا
دل چاہ رہا تھا۔ لیکن یہ عمل بھی اپنے لئے ہی باعث شرمندگی بنتا۔ ذہن کو اس عجیب
کی طرف منتقل کر دیا۔ جن لوگوں سے اس غیر جگہ واسطہ پڑا تھا وہ بھی اپنے ہی دیس
تھی۔ اس مخلوق کو اس نے لاہور میں بھی دیکھا تھا لیکن اس رنگ میں کبھی نہیں پھر

اس کے بعد اس نے لڑکی کے بارے میں سوچا۔ وہ کیا تھی۔ صرف وہ جو اس نے بتایا تھا۔ یا
اور۔ ایسا ہی لگتا تھا۔ ورنہ ایک عام سی لڑکی کے اندر یہ خوبیاں نہیں ہو سکتیں۔ وہ کتنی
انہیں جل دے کر نکل گئی تھی۔ خدا جانے یہ سب کیا ہے۔

دوسری صبح اسے وہاں سے باہر لے جایا گیا اور پھر ایک غسل خانے کی طرف اشارہ کر دیا گیا۔
نے الٹا سیدھا منہ دھویا اور باہر آگیا۔ ایک آدمی اس کا منتظر تھا اس نے اسے اشارہ کیا اور
ایک طرف مڑ گیا۔ "بھائی میری بات سنو گے۔" امتیاز نے لجاجت سے کہا۔

کیا بات ہے" وہ نرم لہجے میں بولا۔

تمہارا تعلق کہاں سے ہے۔"

ہانگ کانگ سے۔"

نہیں میرا مطلب ہے۔"

سوری۔ اس بارے میں بات نہیں کی جا سکتی۔" اس نے ایک کمرے کا دروازہ کھول کر کہا۔
ایک میز لگی ہوئی تھی جس پر چائے کی ٹرے آملیٹ مکھن اور توس رکھے ہوئے تھے۔ "ناشتہ
اس شخص نے اشارہ کیا۔ اور امتیاز کرسی پر بیٹھ گیا۔ عمارت کے کسی حصے سے ڈھول بجنے کی
آرہی تھی۔

آپ بھی" اس نے بے چارگی سے توس اٹھاتے ہوئے کہا۔

شکریہ........ تم جلدی سے ناشتہ کرو۔ استاد تمہارا انتظار کر رہا ہے۔" امتیاز نے چائے
اور آملیٹ سے توس کھانے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ "یہ استاد کون ہے۔"

تم نہیں جانتے؟"

نہیں" امتیاز معصومیت سے بولا۔

گیتا نے تمہیں اس کے بارے میں نہیں بتایا۔"

وہ استاد گلاب کلی ہے۔" اس شخص نے بتایا۔

گلاب کلی۔ امتیاز حیرت سے بولا "مرد ہے یا عورت۔" اس شخص نے حیرت سے اسے دیکھا۔
بے اختیار مسکرا پڑا۔

انہی سے پوچھ لینا۔"

یہ سب کچھ عجیب نہیں ہے۔" امتیاز بولا۔

میں تم سے جلدی ناشتہ کرنے کے لئے کہہ رہا ہوں اور تم تفتیش میں لگے ہوئے ہو۔ جلدی
" اس بار اس شخص کا لہجہ کرخت ہو گیا۔ پھر امتیاز نے اس سے کچھ نہیں پوچھا تھا۔ اس نے
کے دو کپ پئے۔ پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ اب اسے ایک ہال نما کمرے میں لایا گیا۔ یہاں کا ماحول
تھا۔ چاندنی بچھی ہوئی تھی کنارے کنارے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے ڈھول کی آواز اسی
سے آرہی تھی اور استاد گلاب کلی ہی یہ ڈھول بجا رہا تھا۔ اس نے پیروں میں گھنگھرو
ہوئے تھے۔ امتیاز کے کمرے میں داخل ہونے کے باوجود وہ ڈھول بجاتا رہا۔ پھر چند تھاپیں

دینے کے بعد رک گیا۔ اور امتیاز کو دیکھ کر مسکرانے لگا۔

"سچ مچ چندا۔ کسی ڈالی پر نئے نئے کھلے ہو۔ ان چکروں میں کہاں پڑ گئے۔ اس کمین کیسے جال ڈال دیا تم پر۔ کچھ سوچا سمجھا ہوتا۔ چلو تم جانو۔ ہمیں کیا بس اتنا بتا دو وہ وال کہاں ہے۔"

"آپ اس لڑکی کی بات کر رہے ہیں۔" امتیاز نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"کر رہے ہیں" گلاب کلی اچانک بگڑ گئی۔ وہ اسے گھورنے لگا۔ پھر بولا "میں تمہیں ک لگ رہی ہوں۔"

"یہ پوچھ رہا تھا استاد کہ آپ مرد ہیں یا عورت۔ امتیاز کو ساتھ لانے والے نے کہا۔ کلی نے گھٹنے سے ڈھول ہٹا دیا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے گوٹا لگے گھونگھٹ کے انداز میں چہرے پر کھینچا اور گردن مٹکاتا ہوا آگے بڑھا۔ پھر گھنگھرو چھنکا کے پاس آگیا۔ اور قریب آکر ٹھمکا لگا کر بولا "گلاب کی کلی ہوں میں۔ بالے میاں۔ نہ مہکی ہوں اور تمہیں میری شناخت بھی نہیں ہوئی۔ دیکھو۔ مجھے سونگھو اور بتاؤ میں کون

"مم.......... معافی چاہتا ہوں" امتیاز نے پریشانی سے کہا۔

"بولو کون ہوں میں۔" اس نے گھونگھٹ ہٹا کر اپنا چہرہ امتیاز کے چہرے کے ہوئے کہا۔

"گگ۔ گلاب کی کلی۔" امتیاز بولا۔

"عورت ہوں یا مرد۔"

"عورت" امتیاز بادل ناخواستہ بولا۔

"سوچ سمجھ کر کہہ رہے ہو۔"

"ہاں۔ ہاں" امتیاز کے منہ سے نکلا۔ لیکن گلاب کلی کا دوسرا عمل بھی حیرت نا نے دوپٹہ چھوڑ کر اچانک ایک گھونسہ امتیاز کے جبڑے پر رسید کر دیا۔ اور امتیاز کو ا ہوا۔ جیسے اس کے بائیں سمت کے سارے دانت ٹوٹ گئے ہوں۔ گھونسہ تھا کہ ہتھو کر کئی قدم ہٹا اور کوئی سہارا نہ پاکر زمین پر جا پڑا۔ سر چکرا گیا تھا اور منہ میں خون گیا تھا۔ گرتے ہی اس نے خود کو سنبھالا اور بے اختیار اس کا ہاتھ گال پر جا لگا۔ گلاب تھی۔

"لو اس امتیاز کی باتیں سنو۔ اس نے ہماری شناخت بھی کر لی۔ اے امین میاں ارے اٹھاؤ اسے۔ اس کا کھیل ختم کرو" وہ تالیاں بجاتا ہوا اور نہ جانے کیا کیا بڑبڑا بیٹھا اور ڈھول اٹھا کر گھٹنے سے لگا لیا۔ پھر اس پر کئی زور دار تھاپیں ماریں اور بولا۔ ستیاناسیوں اس سے کہ وہ چمار زادی کہاں چھپی ہے پوچھو اس سے۔ اری شبنم او انا دونوں خطرناک نسخے باہر نکل آئے۔ شاید قریب ہی تھے اور استاد کا حکم انہوں۔ استاد نے ڈھول پر تھاپ لگائی اور شبنم کا گھونسہ امتیاز کے پیٹ پر پڑا۔ وہ "اوغ"

جھکا تو انارکلی نے پیچھے سے اس کے بال پکڑ کر اسے سیدھا کر دیا۔ شبنم نے کئی ٹھمکے لگائے ر الیکر امتیاز کی طرف بڑھا۔ گلاب کلی نے باقاعدہ ڈھول بجانا شروع کر دیا۔ اس کے چہرے مسکراہٹ تھی اور وہ امتیاز پر ہونے والا تشدد دیکھ رہا تھا۔ امتیاز کی باچھوں سے خون لگا شبنم اور انارکلی نے اسے دھنک کر رکھ دیا تھا۔ دیر تک امتیاز پٹتا رہا۔ پھر اچانک اس یاں بھینچ گئیں اور وہ تن کر کھڑا ہو گیا۔

"ک جاؤ۔ رک جاؤ۔ ورنہ اچھا نہ ہوگا۔" اس کی آواز میں ایک عجیب سی گرج تھی شبنم اور رکلی حیران سے ہو گئے۔ استاد کی تھاپ بھی رک گئی۔

"نو۔ میں کسی گیتا کو نہیں جانتا۔ اس لڑکی نے بیشک مجھے اپنا نام گیتا بتایا تھا۔ لیکن وہ مجھے ایک ر میں ملی تھی اور تھوڑی دیر میرے ساتھ رہی تھی۔ اس سے زیادہ میں اس کے بارے ھ نہیں جانتا۔ اس کے باوجود اگر تم لوگوں نے یہ ڈرامہ جاری رکھا تو.......... تو میں تم میں ی ایک کو ضرور ختم کر دوں گا اور خود بھی مر جاؤں گا۔ خدا کی قسم میں ایسا ہی کروں گا۔"

امتیاز کے الفاظ نے ایک لمحے کے لئے تاثر قائم کئے رکھا۔ لیکن پھر اس کا ردعمل ظاہر ہوا۔ کلی نے ڈھول ایک طرف سرکایا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ اس نے دوپٹہ سر سے اتار کر ے کسا اور اس کے گھنے خوبصورت بال بکھر گئے۔ لیکن اس کے چہرے کے نقوش کرخت گئے۔

"مجھے مار دے مری کے لئے۔ دیکھوں تو تیری مردانگی۔ اے سنبھال انارکلی ڈھول۔ لگا ذرا تال۔" ب کلی نے کہا اور ایک زنخا ڈھول پر جا بیٹھا۔ "کھول رے کھول زبان بول سچ۔ نہیں تو ے کی طرح پھاڑ دوں گی" وہ امتیاز کی طرف بڑھا۔ عین اسی وقت ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔

"ہیں آگیا استاد" اس نے چہکتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور گلاب کلی جو دونوں ہاتھ سینے کے قریب ر رقص کا پوز بنا رہا تھا اچانک رک گیا۔ "مبارک ہو استاد۔ کام ہو گیا" نوجوان نے کہا۔ اور نے کیوں امتیاز کو یہ آواز جانی پہچانی محسوس ہوئی۔ اس کی گردن بے اختیار گھوم گئی۔ پھر اس کی یں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

☆ .... ☆ .... ☆

سری ویگن بھی نکل گئی۔ دفتر سے چھٹی ہوئی تھی رش کا وقت تھا کوئی ویگن خالی ہی نہیں ویگنوں کے کرائے بڑھانے کے لئے ہڑتال ہوئی تھی اور کرایوں کا مطالبہ پورا ہونے کے بعد ج چوتھے دن ویگنیں روٹ پر آئی تھیں اس لئے رش کچھ زیادہ ہی تھا۔ جمال جھلس رہا تھا۔ غلام ن انتہائی حد تک کنجوس انسان تھے اور کبھی کبھی جمال حسین کو احساس ہوتا تھا کہ غلام حسین بھی زندگی کی ان نعمتوں سے لطف اندوز نہ ہونے دیں گے جو ہر انسان کی آرزو ہوتی ہے۔

چوہدری نواز کی زمینوں کا چیک جمع ہو چکا تھا اور نہایت چالاکی سے رقم غلام
اکاؤنٹ میں پہنچ گئی تھی۔ وہ لکھ پتی بن گئے تھے۔ جمال حسین کے مختلف منصوبوں کو وہ
سے مسترد کر چکے تھے۔ جمال حسین کاروبار کر کے کروڑ پتی بننے کے اپنے خوابوں سے
طور متاثر نہ کر سکا تو اس نے دوسری تجاویز پیش کرنا شروع کر دیں جن میں ایک کار کی
کی تجویز بھی تھی۔ اس کے جواب میں غلام حسین نے کہا۔

"او پتر.......... کھلی کھا گیا ہے کیا.......... او تو ایسی بے وقوفی کی بات کرے گا
نہیں تھی۔"

"کیوں ابا جی.......... اس میں بے وقوفی کی کیا بات ہے؟"

"او کیا کریں گے بھئی ہم کار کا.......... ساری کمائی اس میں خرچ ہو جائے گی
گورنمنٹ کی طرف سے سال میں چار بجٹ آتے ہیں اور ہر بجٹ میں دوسری چیزوں
پٹرول کی قیمت بھی بڑھ جاتی ہے۔ کار پٹرول کے بغیر چلے گی کیا۔"

"مگر ابا جی.......... ہم ضرورت کے مطابق استعمال کریں گے۔ کوئی ہر وقت تو نہ
پھریں گے اسے سڑکوں پر..........۔"

"پتر سمجھا کر بات کو.......... اب تجھے الف بے تے کا قاعدہ تو پڑھانے سے رہا
لئے کار کا بندوست کر دیا ہے میں نے۔"

"وہ کیسے..........۔"

"او پاگل.......... بابو ارشاد جب اتنی بڑی کوٹھی دیں گے جہیز میں تو کار
گے.......... ہمارے پاس کار ہوگی تو ادھر سے ٹائیں ٹائیں فش ہو جائے گا۔ کیا سمجھا

"تو پھر ابا جی ایک کام تو کر دو.........." جمال حسین بے چارگی سے بولا۔

"وہ کیا..........۔"

"ایک موٹر سائیکل ہی دلا دو.......... اس میں تو پٹرول کا خرچ بھی نہ ہونے
ہے۔ مجھے دفتر جانے میں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔" غلام حسین پہلے افسردہ پھر آبد
پھر انہوں نے کندھے پر پڑے رومال سے آنکھیں پونچھیں پھر بھرائی ہوئی آواز میں بو

"آج تو نے مجھے پھر چوہدری بدرالدین کی یاد دلا دی۔ کیا گبرو جوان تھا یہ چوڑا چ
سائیکل کھا گئی تھی اسے یہی منحوس چیز خریدی تھی اس نے.......... بدرالدین آ
خاک ڈالتا ہے۔ اس کے تو اور بھی بیٹے ہیں.......... تو تو میرا اکیلا ہے پتر..........۔

جمال حسین نے خلوص دل سے تسلیم کر لیا کہ چوہدری غلام حسین دنیا میں سب
آدمی ہیں۔ ان کے پاس ہر جادو کا توڑ موجود ہے۔ اس وقت بھی وہ اسٹاپ پر کھڑا
عقب سے آواز آئی۔ "ایکس کیوز می..........۔" اس نے پلٹ کر دیکھا تو نورین
خوبصورت لباس میں ملبوس۔ آنکھوں پر فینسی چشمہ چڑھائے ہوئے وہ نروس سا ہو گیا۔

ادھر میری کار کھڑی ہوئی ہے.......... آپ کو دیکھ کر رک گئی
آیئے پلیز.........." جمال حسین بادل ناخواستہ آگے بڑھ گیا.......... تھوڑے
ایک خوبصورت کار کھڑی ہوئی تھی جس کے دروازے لاک نہیں کئے گئے تھے۔ "آیئے
" نورین نے اسٹیرنگ سائیڈ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھتے ہوئے کہا۔ جمال حسین ایک
سانس لے کر دوسری طرف سے اس کے پاس آبیٹھا اور نورین نے کار اسٹارٹ کر کے
بڑھا دی۔

"ہاں کہاں کھڑے ہوئے تھے آپ..........!۔"

"میرا دفتر یہیں ہے..........!۔"

"مین کا انتظار کر رہے تھے۔"

"ہاں" جمال حسین شرمندگی سے بولا۔

"ذرا "پیس" آئی تھی۔ عمران خان نے کمال کا شاپنگ سینٹر بنایا ہے۔ آدمی کچھ نہ بھی
چاہے تو خریدے بغیر نہیں رہ سکتا.......... دیکھئے میں نے پوری گاڑی بھرلی
.........." اس نے پیچھے اشارہ کیا اور جمال حسین نے گردن گھما کر پچھلی سیٹوں پر پڑے
بے شمار بنڈل دیکھے.......... وہ بری طرح مرعوب ہو گیا تھا۔ نورین نے مسکرا کر اسے
ور بولی۔

"اور جناب میں نے آپ کے لئے کچھ ٹائیاں بھی خریدی ہیں.......... آپ کو نظر انداز
کیا میں نے۔"

"ارے وہ.......... یہ تکلف کیوں کیا آپ نے.........."۔

"پتہ نہیں.........." وہ گردن مٹکا کر بولی اور مسکرانے لگی۔ پھر بولی "آپ کو گھر جانے کی
تو نہیں..........؟"

"بالکل نہیں" .... جمال جلدی سے بولا۔

"تم نے سوچا ممکن ہے اچھے بچوں کی طرح اسکول سے سیدھے گھر جاتے ہیں.........."
نے کہا اور ہنس پڑی۔ جمال کو اس کی ہنسی بہت اچھی لگی تھی۔

"میں اتنا اچھا بچہ بھی نہیں ہوں..........۔" جمال نے خود کو سنبھال لیا اور کچھ دیر کے بعد
نے کبانہ کے سامنے کار روک دی۔ جمال نے ایک لمحے ہونٹ کھولے پھر بند کر
.... دونوں کبانہ میں جا بیٹھے۔

"کیا پئیں گے آپ..........۔"

"یہ سوال میرا ہے؟ جمال حسین بولا۔"

"ٹھنڈا پیوں گی.......... کچھ بھوک بھی لگی ہے اس لئے اسنیکس بھی.........." وہ بے
سے بولی اور جمال کا دم گھٹنے لگا۔ اس نے جیب کا اندازہ لگایا اور اسے یاد آگیا کہ غلام حسین
ہزار روپے رکھنے کے لئے دیئے تھے جو اس کی جیب میں موجود ہیں۔ باقی سب کچھ بعد

میں سوچنے کی بات تھی۔ اس لئے ویٹر کو اشارے سے بلا کر کافی اور اسنیکس
دیئے۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد نورین بولی۔

"آپ نے پوچھا تھا کہ میں نے آپ کے لئے ٹائیاں خریدنے کا تکلف کیوں کیا...

"جی............" جمال بولا۔

"آپ یقین کریں میں تنہائی میں آپ سے ملنا چاہتی تھی............ لیکن کچھ سمجھ
تھا کہ کیسے ملوں............"

"یہ اتنا مشکل تو نہیں تھا............!"

"ہاں مشکل تو نہیں تھا............ بس میں الجھ رہی تھی۔ مجھے آپ کے مل جا
خوشی ہوئی ہے۔"

"خوشی تو مجھے بھی ہوئی ہے............" جمال حسین بولا۔

"ویٹر نے آرڈر سرو کر دیا اور نورین اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ کافی کے گھونٹ
اس نے کہا۔ "جمال صاحب میں بڑی فارورڈ لڑکی ہوں جو دل میں آتا اسے کہے
سکتی............ کسی مناسب بات کا کبھی برا نہیں مناتی۔ آپ سے ایک بات پوچھوں...

"ضرور۔"

میرے اور آپ کے والدین نے میرے اور آپ کے لئے جو کچھ سوچا ہے آپ
ہے۔"

"تو............ آپ نے ان لوگوں کے فیصلہ پر غور کیا ہے۔"

"کیوں نہیں۔"

"آپ کا ذاتی خیال کیا ہے اس بارے میں۔" نورین نے سوال کیا............ جما
آپ کو بڑی ہمت کر کے سنبھالا تھا۔ لیکن یہ لڑکی اسے چکرائے دے رہی تھی............
بڑی ہمت سے کام لے رہا تھا۔ اس نے کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"مس نورین آپ جیسی لڑکی اگر کسی کی زندگی میں شامل ہو جائے تو وہ اپنی خوش
رشک کر سکتا ہے اور نہ جانے کیوں مجھے اپنی اس خوش نصیبی پر بھروسہ نہیں ہے۔"

"کوئی وجہ ہے اس کی............"

"جی ہاں ہے۔"

"بھلا کیا۔"

"ہمارے اسٹیٹس میں فرق ہے............ آپ بہت بڑے لوگ ہیں اور ہم آپ
نہیں ہیں............ آپ ایک قیمتی کار میں گھومتی ہیں۔ میں بس سے خریداری کرتی
ویگن کا انتظار کرتا ہوں............ یہ ایک نمایاں فرق ہے............"۔

"اور............" وہ بولی۔

"جو کچھ میں نے کہا ہے وہ بہت ہے............۔"

آپ کو کیسی لگتی ہوں۔"

ت اچھی............!" جمال حسین بھی گدھا نہیں تھا۔

ینک یو............ جمال آپ بھی مجھے پسند ہیں۔ آپ کی شخصیت' معاف کیجئے گا آپ
گھر کے فرد ہی نہیں لگتے............ یہ بات میں نے اپنے ڈیڈی سے بھی صاف کہہ دی
نتے ہیں ڈیڈی نے کیا کہا............ وہ کہنے لگے کہ ہم آپ کو وہ ماحول دے سکتے ہیں جو
شخصیت سے ہم آہنگ ہو۔ ہمارے پاس بہت دولت ہے اور وہ سب میری ہے۔ میں اپنی
زندگی چاہتی ہوں............ اس گھٹے گھٹے گھر میں خدا کی پناہ............ آپ وہاں کیسے جی
ں جمال............ آپ کے والد............ ایک سخت روایتی چوہدری لگتے ہیں۔ آپ کی
.... بالکل عجیب............ اور وہ پولیو زدہ لڑکی. .... خدا کی قسم میں معذوروں
ر دیکھنا پسند نہیں کرتی۔ میری باتوں کا برا نہ مانئے............ میں کہہ چکی ہوں کہ میں بہت
ہوں۔"

............!" جمال کے حلق میں سینڈوچ اٹکنے لگا' "ہم اپنی پسند کا ماحول بنائیں گے۔ ایک
دگی جئیں گے............ اس کے علاوہ میری اور کوئی خواہش نہیں ہے۔ آپ کو میری اس
کی تکمیل کرنی ہوگی۔"

میں سمجھ رہا ہوں۔"

اس کے باوجود آپ خوب غور کر لیں............ جلدی نہیں ہے۔" نورین بولی جمال نے
ت کا جواب نہیں دیا تھا۔ اس کے بعد نورین بہت دیر تک جمال سے باتیں کرتی رہی پھر
اٹھ گئے۔ نورین اسے اس کے گھر تک چھوڑنے آئی تھی لیکن جمال نے اسے گھر آنے کی
نہیں کی تھی۔

☆............☆............☆

پڑوسیوں نے حیرت ناک طور پر خاموشی اختیار کر لی تھی۔ کچھ سے بس سلام دعا تھی۔ اتنا بڑا
پیش آگیا تھا............ لیکن نہ جانے کیوں وہ سب خاموش تھے۔ ایک عجیب اور پراسرار
ی سب پر مسلط تھی۔ اس دوران بینش اور سیما باہر بھی نکلی تھیں............ گھر کے ماحول پر
ہیبت ناک اداسی چھائی ہوئی تھی۔

بینش نے کہا "سیما............ کالج نہیں جاؤ گی۔"

کالج............" سیما نے عجیب سی نظروں سے بینش کو دیکھا۔

ہاں............ کیوں۔"

نہیں بھابی............ اب خدا کے لئے مجھے مجبور نہ کریں۔ آپ کو خدا کا واسطہ۔" سیما نے
ک کر کہا۔

"فائنل ہے تمہارا........." بینش کمزور لہجے میں بولی۔

"ہمارا فائنل ہو چکا ہے بھابی۔"

"ایسی باتیں مت کرو سیما جینا تو ہے نا......... دیکھو نوید کتنا ست رہنے لگا ہے۔"

"جئیں گے بھابی......... کون اتنی آسانی سے مرتا ہے مگر اب جینے کا انداز بدلنا پڑ

"ادھر غزل بھی ہے......... بے چاری ماں بیٹیاں جو صرف محمود کے سہار تھیں......... محمود نے سب کچھ غلط نہیں کیا سیما......... وہ اتنا......... کمزور ا تھا ہمیں اندازہ ہی نہیں ہو سکا۔"

"میں کیا کہوں بھابی......... لیکن ایک بات ضرور سوچتی ہوں......... ریاض حالات سے بے خبر رکھنا اچھا نہ ہوگا.........!" سیما نے کہا اور بینش سوچ میں ڈو گردن ہلا کر بولی۔

"قیامت تک نہیں......... اس نے اپنی قسم دلائی ہے مجھے خدا کی قسم مرجاؤں قسم نہیں توڑوں گی۔"

"ٹھیک ہے بھابی "اب بتاؤ کیا کریں۔"

"ہمت کرتے ہیں......... نوید کا دودھ بھی ختم ہو گیا ہے چلو چلتے ہیں۔ تم یوں جاؤ......... صحیح دودھ اسی ملک اسٹور سے ملتا ہے۔ چار ڈبے خرید لینا اور پھر ڈا کلینک آجانا......... میں نوید کو لے کر غزل کے پاس چلی جاتی ہوں......... اسے ہے۔"

"اسے کیا بتاؤ گی بھابی۔"

"اصلیت کا شبہ بھی نہ ہونے دیں گے اسے کوئی بہانہ گھڑنا پڑے گا۔"

"کیا......... مجھے بھی تو بتاؤ۔"

"کہہ دیں گے......... کہہ دیں گے وہ......... جرمنی چلا گیا ہے۔"

"کیوں.........۔"

"ملازمت کے چکر میں ایمرجنسی کال آگئی تھی......... فوری جانا پڑا.........
خیال رکھنا ہے سیما۔"

"ٹھیک ہے بھابی......... ایک بات کہوں......... اب باہر قدم رکھتے ہوئے بڑا ہم لاوارث ہو گئے ہیں بھابی......... پہلے بھیا ساتھ نہیں ہوتے تھے......... گم اب.........۔"

"نہیں سیما......... ہمت نہ ہارنا......... مقابلہ کرنا پڑے گا حالات سے در ہو جائے گا۔ چلو......... تیار ہو جاؤ۔"

بینش نوید کے ساتھ اسپتال چلی گئی۔ سیما اپنے پروگرام سے چل پڑی تھی..... تک پیدل چلتی رہی پھر اس کے قدم ٹھٹھک گئے......... سامنے ہی پارک نظر

بار اس پاگل کو دیکھا تھا......... بہت بار یاد آیا تھا اور جب بھی یاد آتا تھا دل کی دھڑکنیں ترتیب ہو جاتی تھیں اس کا چہرہ نگاہوں میں آجاتا تھا اس کی باتیں......... نوید کے بارے .... پھر کالج کے سامنے......... اس نے اپنی صفائی پیش کی تھی......... نہ جانے ں قدم اس موچی کے پاس رک گئے جہاں ایک بار اسے دیکھا تھا......... آج پھر بری طرح آیا تھا......... لیکن وہ نہ پارک میں تھا۔ نہ موچی کے پاس......... موچی نے کہا۔

"جی بی بی صاحب......... جوتا خراب ہو گیا ہے کیا۔"

"ایں......... نہیں" اس نے جلدی سے کہا......... اور تیزی سے آگے بڑھ گئی.........
زار کے مخصوص اسٹور سے دودھ خریدا......... پھر ویگن میں بیٹھ کر کلینک چل پڑی خلاف ع غزل بہت بہتر نظر آرہی تھی بینش نے ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی......... امینہ بیگم نوید ے کھیل رہی تھیں۔

"ہیلو سیما........." غزل نے بے تکلفی سے کہا۔

"ہیلو........." سیما بھی مسکرا کر بولی......... بینش نے ہنس کر کہا۔

"ہاں ہاں کہہ دو......... گھر میں تو بڑی زبان چلتی ہے۔ جانتی ہو غزل یہ گھر میں تمہیں کیا تی ہے.........۔"

"ارے کیا کہتی ہے........." غزل تعجب سے بولی۔

"بتادوں سیما......... غزل یہ تمہیں چھوٹی بھابی کہتی ہے......... اور محمود کا نام میں دم کر تی ہے۔

غزل نے گردن جھکالی......... لیکن نہ اس کے چہرے پر شرم کے آثار ابھرے تھے نہ آنکھوں میں کسی حسین تصور کی روشنی جاگی تھی۔ بس ایک سی سپاٹ سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ بھانپنے لگی تھی......... اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ بینش کسی بہتر انداز میں اسے محمود کی غیر موجودگی کے بارے میں بتا چکی ہے جس کی تصدیق بعد میں ہو گئی۔

غزل نے کہا......... "محمود صاحب اگر مجھ سے رابطہ نہ کر سکیں اور آپ لوگوں کو ان کا پیغام ملے تو میری طرف سے انہیں مطمئن کر دیں ویسے بھی آپ خود دیکھ رہی ہیں کہ میری حالت کافی بہتر ہے......... بلکہ اگر آپ لوگ پسند کریں تو.........۔"

"آپ کو کلینک سے گھر جانے کی اجازت دلوا دیں......... یہی نا........." بینش نے کہا۔

"ہاں یہی کہنا چاہ رہی تھی" غزل مسکرا کر بولی۔

"ہرگز نہیں آپکو اس وقت تک یہاں رہنا ہوگا جب تک ڈاکٹر سہیل آپ کو مکمل صحت یاب نہ قرار دیدیں۔"

"کیا کہوں آپ لوگوں سے" غزل نے بڑبڑانے والے انداز میں کہا اور خاموش ہو گئی۔ کافی دیر تک دونوں غزل کے ساتھ رہیں......... اپنا ذہن بھی بٹ گیا تھا غزل بھی خوشی محسوس کر رہی تھی بالآخر گھر جانا تھا......... غزل نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کتنا اچھا وقت کٹا ہے.......... کاش میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ آپ کے گھر چل
"وہ تو جانا ہے.......... لیکن.......... ذرا اہتمام کے ساتھ۔" بینش نے مسکراتے ہو
راستے میں اس نے سیما سے کہا "میں نے غزل کو اصل بات نہیں بتائی.......... ویسے وہ
نظر آرہی ہے..........!" سیما خاموش ہو گئی تھی۔

گھر پہنچیں تو دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی دروازے پر دستک ہوئی اور دونوں
گئیں۔ بینش نے دروازہ کھولا تو ملک ستار کو کھڑے پایا.........."ہیلو بھابی..........
سیما.......... آدھے گھنٹے سے باہر اپنی کار میں بیٹھا آپ لوگوں کی واپسی کا انتظار
تھا.......... آپ کو دیکھ کر آیا ہوں۔" ملک ستار بے تکلفی سے اندر آگیا بینش نے
دروازہ بند کر دیا وہ اس شخص کی ممنون بھی تھیں اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے انہیں
سے بچایا تھا ورنہ وہ تو خوف سے ہی مر جاتیں۔

"کہاں سیر سپاٹے ہو رہے تھے.......... کسی کام سے گئی تھیں آپ لوگ.......... ا
شاپنگ وغیرہ کا سلسلہ تھا۔" ملک ستار نے شاپنگ بیگ دیکھتے ہوئے کہا جس میں دودھ
رکھے ہوئے تھے۔

"جی بھائی جی.......... بچے کے لئے دودھ وغیرہ لینا تھا۔" بینش نے کہا۔

"سوری بھابی.......... غلطی میری ہے مجھے آپ کی ضرورتوں کا خیال رکھنا چاہئے تھا۔
بس کیا کروں آپ کو تو شاید پتہ بھی نہیں ہوگا کہ ہمارا کتنا بڑا کاروبار ہے.......... یوں
لاہور میں ہمارے نام کا سکہ چلتا ہے.......... ارے ہاں بعد میں کوئی پولیس والا تو
یہاں..........۔"

"نہیں بھائی جی آپ کی مہربانی۔"

"بھئی سیما چائے نہیں پلاؤ گی.........." ملک ستار بے تکلفی سے بولا.......... پھر
کہنے لگا.........." آپ نے ہم جیسے بھی نہ دیکھے ہوں گے چلیں چھوڑیں کیا کہیں آپ۔

"سیما چائے بنانے چلی گئی.......... ملک ستار نے کہا "اگر آپ اجازت دو تو ایک ما
دوں یہاں گھر کے کام بھی کر لے گا باہر کی ضرورتیں بھی پوری کر دے گا اور کوئی فکر آ
نہ کریں آپ کی ضرورتیں پوری کرنا میری ذمے داری ہے۔"

"نہیں بھائی جی.......... ہماری ضرورتیں ہی کیا.......... ہم ٹھیک ہیں۔" بینش
دیا۔ ملک ستار کچھ سوچنے لگا تھا.......... سیما چائے بنا کر لے آئی اور اس نے چائے
کے سامنے رکھ دی۔

بینش نے کہا.......... "ایک بات بتائیں گے بھائی جی.........."

"ہاں ضرور..........!"

"محمود کیا کرنے لگا تھا۔"

"بڑا مشکل سوال کر دیا آپ نے بھابی.......... کیا بتاؤں.......... آپ کو ہنسی

بے وقوفی پ.......... ہماری فیکٹریوں میں مختلف ادویات تیار ہوتی ہیں اور بہت سی
کٹس ہیں ہماری.......... محمود ہمارا پروڈکشن انچارج تھا مگر اسے دولت کمانے کا شوق تھا کسی
دھوکے میں آگیا.......... کسی اور نے پیچھے سے ڈور ہلائی اسے دولت دے کر جعلی فیکٹریاں
ادیں جہاں ہمارے مال کی نقل بننے لگی۔ محمود نقلی مال کو ہمارے مال میں شامل کر کے سپلائی
نے لگا.......... ہماری ہی گردن پر چھری چلا دی اس نے.......... مگر.......... وہ میرا
ت ہے۔ دس بیس پچاس لاکھ روپے کا نقصان ہمارے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ دوستی تو
ول ہوتی ہے.......... اصل میں اس نے ہمیں سمجھا نہیں.......... وہ ایک بار کہہ کر دیکھتا ہم
ے جو مانگتا اسے دے دیتے مگر اس نے غلط راستہ اختیار کیا۔ اس نے دس بیس لاکھ کمائے ہوں
ے.......... ہمیں کروڑوں کا نقصان ہو گیا۔ ایکسائز اور پولیس والے اتنے بے وقوف نہیں
ے۔ ہمیں تو پتہ بھی نہیں چلا انہوں نے خبر لگا لی.......... اور فیکٹریاں پکڑ لیں۔ بس اسے
اُلنا پڑا.......... ملک ستار نے چائے کی پیالی اٹھا کر ہونٹوں سے لگالی۔

بینش اور سیما ششدر رہ گئیں۔ پچھلے کچھ واقعات نگاہ دوڑائیں تو ملک ستار کی باتوں میں کافی
رتک سچائی محسوس ہوئی تھی۔ محمود نے بہت نوکری تلاش کی پھر ڈگریاں جلانے پر تل گیا آخر
اپنا نام بدل لیا اور اس کے بعد گھر میں خوشحالی بکھر گئی.......... ریاض تو بہت معمولی سے پیسے
بھیجتا تھا محمود نے گھر کی ہر ضرورت پوری کر دی تھی لیکن یہ بھی ایک مثال تھی۔ محمود نے جن
لوں کو نقصان پہنچایا تھا وہی اس کے گھر والوں کی مدد کر رہے تھے۔ بینش نے بڑی دیر کے بعد
لہا۔

"ایک بات میں بھی کہوں گی بھائی جی۔ آپ برا مت مانئے۔"

"ارے نہیں بھابی.......... بھلا آپ کی بات کا برا مانوں گا۔" ملک ستار نے ہنستے ہوئے کہا۔

"وہ اتنا برا نہیں ہے.......... ضرور کسی کے جال میں پھنس گیا۔"

"میں جانتا ہوں یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں.......... اسی لئے میرے دل میں اس کے
لئے برائی نہیں ہے۔ میرے دل میں اس کا بڑا پیار ہے بھابی۔ اب بھی میں اسے اپنا دوست سمجھتا
ہوں.......... میرا یار بھٹک گیا ہے.......... وہ برا نہیں ہے..........۔"

"وہ ہے کہاں..........۔"

"ایسی باتیں ہمیں بتائے گا وہ کہاں ہے۔ ہمیں تو اس نے دشمن سمجھ لیا ہوگا.......... خیر کوئی
بات نہیں۔ خود عقل آجائے گی.......... لیکن بھابی آپ لوگوں نے کوئی تکلیف اٹھائی تو مجھے بڑا
رنج ہوگا.......... خوش رہیں.......... سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ابھی کیس نیا نیا ہے پرانا ہو جائے
گا تو کچھ کریں گے اب میں اپنے یار کو اکیلا تو نہیں چھوڑوں گا۔ بس مجھے آپ کی فکر
ہے.......... آپ بالکل اطمینان سے رہیں.......... کوئی تکلیف نہ اٹھائیں.......... مجھے محمود
کی جگہ سمجھیں.......... یہ میرا کارڈ رکھ لیں۔ کوئی ضرورت ہو مجھے فون کر دیں۔ ویسے بھی میں
آتا رہوں گا۔ کبھی کبھی میرے ساتھ گھومنے بھی چلا کریں۔ جو مشکل ہو مجھے بتائیں۔ نو پینز نو

گینز۔"

"شکریہ بھائی جی............ بڑی مہربانی۔"

"اچھا چلتا ہوں............ اور ہاں یہ............ رکھ لیں............۔" ملک ستار ۔
کے نوٹ نکال کر بینش کے سامنے ڈال دیئے۔

"ارے نہیں............ یہ کیا ہے بھائی جی۔" بینش گھبرا کر بولی۔

"یہ تو ہر ماہ آپ کو ملیں گے بھابی۔ میں اپنا فرض جانتا ہوں۔"

"ہمارے پاس پیسے ہیں بھائی جی۔"

"کتنے ہی ہوں............ مجھے اس سے غرض نہیں۔ اپنا فرض تو میں پورا ک
ہاں............ گھومنے پھرنے نکلا کریں کسی وقت لے چلوں گا آپ لوگوں کو............"

ملک ستار کے جانے کے بعد بہت دیر تک دونوں گنگ بیٹھی رہی تھیں پھر سیما ۓ

"صورت سے فرشتہ نہیں لگتا مگر باتیں فرشتوں جیسی ہی کرتا ہے تمہارا کیا خیال ہے بھا

"میں تو ڈر ہی رہی ہوں سیما۔"

"کیوں؟"

"پولیس پر اس کا کتنا اثر ہے............ بہت بڑا آدمی لگتا ہے۔ مجھے تو یوں لگتا ہ
سے ٹوہ لینا چاہتا ہو۔"

"کیسی ٹوہ۔"

"ہو سکتا ہے یہ ہمارے ذریعہ محمود کا پتہ لگانا چاہتا ہو۔"

"ہاں ہو سکتا ہے............ تم نے اچھا کیا جو اسے بھائی جی کے فون کے بارے ؛
اور بھابی ہم اس کے ساتھ کہیں نہیں جائیں گے۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا............ بینش نے کہا۔"

☆ .... ☆ .... ☆

"فیروز خان ڈی ایس پی زمان کے آفس میں داخل ہو گیا۔ زمان نے خوش دلی
استقبال کیا تھا............ اس نے فیروز خاں سے ہاتھ ملا کر کہا............ "مبا
خان............ سنا ہے تم بحال ہو گئے۔"

"خیر مبارک دوست............ لیکن اس بحالی پر میں خوش نہیں ہوں۔" فیروز خان

"کیوں۔"

"وجہ تم بھی جانتے ہو اور میں بھی ہم نے کون سا کارنامہ سرانجام دیا............
پکڑی گئیں............ کرائے کے ٹٹو پکڑے گئے............ اور کون ہاتھ آیا
کوئی............ صحیح بندہ ملا............ اب میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ لڑکا محمود

اصل بندہ وہ نہیں تھا بس اسے ٹائٹل پر رکھا گیا تھا اور پھر اسے ذمے دار قرار دے
بنا ہے۔
نکال دیا گیا............ یہ فیکٹریاں کہیں اور بن جائیں گی............ کام چالو ہو جائے گا۔"

"محمود اصل آدمی نہیں تھا۔"

"تم خود بتاؤ............ ہو سکتا ہے میں پہلے بھی اسے اصل آدمی نہیں سمجھتا تھا۔ بعد میں اس
تصدیق ہو گئی زمان کیا تم نے اس کی حیثیت دیکھی ہے۔"

"ہاں............ میں نے اس کے گھر کی تلاشی بھی لی ہے۔"

"جتنا بڑا کام وہ کرتا تھا............ اتنی حیثیت کا مالک نظر آتا ہے۔"

"بالکل نہیں............ مگر نام اسی کا لیا گیا ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے............ اس سے پہلے بھی ایسے قربانی کے بکرے ہمارے حوالے
گئے ہیں۔ بہت بڑے لوگ ایسے جانور پالتے ہیں تاکہ ان کی گردن کہیں نہ پھنسے۔"

"کیا کر سکتے ہیں یار............ اوپر والوں کی بھاگ دوڑ دیکھی محمود کے گھر والوں سے تفتیش کی
ت بھی نہیں ملی۔"

"ان کی بریفنگ نہ ہوئی ہوگی۔"

"بہرحال ہمارے ہاتھ پاؤں تو بندھے ہوتے ہیں۔"

"نہیں یار............ ہم لوگ اپنے عہدوں کا حلف اٹھاتے ہیں نیک نیتی سے اپنا فرض پورا
نے کے لئے ہم صرف اپنے افسروں سے ہی نہیں اللہ سے بھی وعدہ کرتے ہیں۔ اللہ سے کیا
وعدہ تو پورا کرنا ہی چاہیئے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر ان بند راستوں کو کیسے کھولو گے۔"

"فرض ایک قرض ہوتا ہے زمان............ اور امتحان بھی۔ میں پٹھان ہوں............ اللہ سے
ہوئے وعدے کو پورا کرنے کے لئے میں نوکری ہی نہیں زندگی کی قربانی بھی دے سکتا
.... نہ صرف میں بلکہ تم بھی جانتے ہو کہ یہ ایک لمبی چال ہے............ ملک برادران
خوش ہیں کہ کھیل ختم ہو گیا............ مگر کھیل تو اب شروع ہوا ہے............ ایک گوٹ
آئی ہے اس پر واک شروع کر رہا ہوں۔"

"گوٹ............ کون ہے............؟" زمان نے اشتیاق سے پوچھا۔

"نوپینز .... **نوگینز** ...." فیروز خان نے کہا............اور ہنس پڑا............
بولا............ ملک ستار کی پرسنل سیکرٹری ہے............ ڈولی نام ہے۔"

ڈی ایس پی زمان سوالیہ نظروں سے فیروز خان کو دیکھتا رہا۔ فیروز خان نے کہا "ایک کرسچین
ہے میرے ایک کرسچین دوست نے ایئر نائٹ میں اس سے تعارف کرایا تھا۔ اس کی کزن
دوستوں کی کزن سے مجھے کبھی دلچسپی نہیں ہوتی لیکن جب اس نے بتایا کہ وہ لاہور کے بہت
آدمی ملک ستار کی سیکرٹری ہے تو مجھے متوجہ ہونا پڑا۔ اس سے دوبارہ ملاقات کا وعدہ لینا
ل نہیں ہوا۔ پھر اسے الحمرا تھیٹر میں شو دکھانا پڑا۔ لبرٹی مارکیٹ سے ساڑھے چار ہزار روپے کی

شاپنگ کرانی پڑی اور اب وہ میری بہت اچھی دوست ہے۔"
"کنفرم کر چکے ہو کہ وہ ملک ستار کی سیکرٹری ہی ہے" زمان نے پوچھا۔
"نہ صرف سیکرٹری بلکہ اس کی راز دار بھی ہے۔ اس کے کمرے میں اس کے
ہے۔"
"یار۔ یہ تو بہت بڑی بات ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم ملک ستار کی شہ رگ تک

"نہیں زمان' اس کی شہ رگ بہت محفوظ ہے۔ لیکن کچھ نہ کچھ کام ضرور ہو جائے
"تمہارے بارے میں جانتی ہے۔"
"ابھی تک نہیں۔ وہ خود ملک ستار کے معاملات میں ملوث نہیں ہے ورنہ میرے
ہزار روپے پر لعنت بھی نہ بھیجتی۔"
"ہاتھ پاؤں بچا کر رکھنا فیروز خان۔ لوگ بے حد خطرناک ہیں۔"
"میں نے غضنفر سیٹھی صاحب کو تو بام پر چڑھا دیا ہے ویسے بھی یار نیک آدمی
محکمے کو سنبھالو"۔
"ان لوگوں نے گہرے پنجے گاڑھے ہوئے ہیں۔ لیکن کام اونچے پیمانے پر کر
ردعمل یا برطرف ہونے کے لئے تیار رہنا پڑے گا اور سب سے خاص بات یہ کہ
ساتھ رکھنا پڑے گا تاکہ پہلے کام ہو جائے بعد میں جو کچھ بھی ہو۔"
"کوئی ہے؟" فیروز خان نے پوچھا۔
"وہ اپنا لانگ فیلو۔ وہی لمڈھیک سادھو۔ جو سال میں چار ماہ اسپتال میں رہتا ہے
سے؟" زمان نے ہنس کر کہا۔ اور فیروز خان اچھل پڑا۔
"ارے وہ تو جاسوس بھی ہے کیا یاد دلایا۔ ملے اس سے؟"
"جلدی نہیں۔ جلدی نہیں۔ یہ کام احتیاط سے کرنا ہے۔ یہ کام جلد بازی سے
زمان نے کہا اور فیروز خان گردن ہلانے لگا۔

☆ .... ☆ .... ☆

کبھی کبھی صورتیں دھوکہ بھی دے دیتی ہیں۔ چہرے ملتے جلتے محسوس ہوتے ہیں
اجنبی بھی نہیں تھا کہ ایسا دھوکہ ہو جائے۔ وہ محمود ہی تھا۔ تصدیق یوں بھی ہو گئی
اسے دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا۔
اسی وقت گلاب کلی نے کہا "اللہ کی نیکی وقت موقع کا لحاظ تو کسی کو نہیں ہے
چلا کے آئے ہو چاند چمن۔ تمہارے لئے بڑی بے چین تھی میں" پھر اس نے امتیاز کو
"دانتوں تلے زبان لو منے۔ ابھی دیکھتی ہوں تمہیں۔ ہاں شکر کی ڈلی' خوشخبری لائے

محمود جو امتیاز کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا تھا۔ ایک دم سنبھلا اور مسکرا کر بولا۔ "استاد کی
ی میں آیا ہوں اب معمولی آدمی نہیں ہوں میں۔ گورچرن سارے مال کے ساتھ سنگاپور میں
یا تین آدمی ساتھ تھے۔"
بیٹھے انارکلی نے خوش ہو کر ڈھول پر تین تال دیئے تھے۔ گلاب کلی بھی خوشی سے
ڈھول پر پھر وہ ایک پاؤں اٹھا کر دھمال کے انداز میں تھرکنے لگا۔ انارکلی نے ڈھول اور شبنم نے
بجانے شروع کر دیئے۔ محمود پھر امتیاز کو دیکھنے لگا۔ وہ بری طرح چکرایا ہوا تھا۔
چند لمحات یہ طوفان بدتمیزی جاری رہا۔ پھر گلاب کلی نے آگے بڑھ کر محمود کی بلائیں لیں اور

اری لو مل زادیو نظر اتارو میرے لاڈلے کی۔ ائے میں تو پہلے ہی کہتی تھی ہونہار بروا کے
چکنے پات۔ جشن مناؤں گی پیروں کی۔ سو دیگیں چڑھاؤں گی پوری پکی۔ جی خوش کر دیا تم نے!'

استاد ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں' سخت بے چین ہوں۔" محمود نے کہا۔
ارے سو باتیں پوچھیں۔ آؤ بیٹھو۔ آج تو دولہا بنو گے تم۔ آؤ ہماری آغوش کھلی ہے تمہارے
"
استاد یہ کون ہے' محمود نے امتیاز کی طرف اشارہ کیا۔
مولا ہے شہباز سمجھ بیٹھا ہے خود کو اسی مالی زادی کا حاشیہ بردار ہے۔ کچھ نکموں سے گھیرا
تھا۔ خود نکل گئی بچہ چھوڑ گئی۔ بچا لیا تم نے اسے میرے ہاتھوں سے اچانک آکر ورنہ کب کا
جا چکا ہوتا۔"
نہیں اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گا استاد لیکن بس یہ کہے دیتا ہوں کہ جو لوگ اسے
لائے ہیں۔ اول نمبر کے گدھے ہیں۔ یہ اپنے لاہور کا بندہ ہے میرا دوست ہے اور اس کا نام
ہے۔"
گلاب کلی کے بدن کو ایک جھٹکا لگا' چہرے پر مردنی چھا گئی۔ اس نے دونوں ہاتھ سینے پر
پھر مدہم لہجے میں بولا۔ "لاہور کا ہے یہ؟"
نہیں اسے خود یہاں دیکھ کر پاگل ہو گیا ہوں استاد' اتنا شریف اور دکھوں کا مارا ہے یہ کہ تم
نہیں سکتیں۔ امتیاز تم امتیاز ہی ہو نا۔!"
گلاب کلی کا بدن کانپنے لگا۔ اس کے ہونٹ ہل رہے تھے غور کرنے سے وہ مدھم آواز سنائی
رہی تھی جو اس کے ہونٹوں سے نکل رہی تھی۔ یہ بلھے شاہ کے اشعار تھے جنہیں پڑھتے
اس کی آنکھیں سرخ ہونے لگی تھیں۔ اس پر کیفیت طاری ہونے لگی تھی اور وہاں موجود
سمٹنے لگے تھی۔ انارکلی نے مدہم مدہم ڈھول بجانا شروع کر دیا تھا اور گلاب کلی سر کو جھٹکے
رہا تھا۔ پھر اچانک اس کے حلق سے نہایت سریلی آواز نکلی جو اس کی جسامت کے مطابق
فن کے دائرے میں تھی۔

ٹھاوے مندر ٹھاوے مسجد ٹھاوے جو کج ٹھینا اے
پر کسے دا دل نہ ٹھاویں وچ دلاں رب رہندا اے

استاد نے دھمال ڈالنا شروع کر دی اور دوسرے لوگ بھی اس کے ساتھ کھڑے ہو
تیزی سے امتیاز کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے امتیاز کا بازو پکڑ کر اسے آگے بڑھاتے ہوئے
آؤ.........!"

امتیاز آہستہ قدموں سے اس کے ساتھ چل پڑا تھا۔ درمیان میں بہت سے لوگ
لیکن کسی نے ان کا راستہ روکنے کی کوشش نہیں کی تھی محمود امتیاز کو ساتھ لئے ہو
آیا۔ پھر اس نے ایک کار کا دروازہ کھولا اور امتیاز کو اندر بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود اسٹیئ
لیا۔ کار کو ایک سیدھی سڑک پر لانے کے بعد اس نے کہا۔

"یار میرے تصور میں بھی نہیں تھا کہ ہماری چھٹی ملاقات اتنی عجیب ہوگی۔ خدا
ساتھ نہیں دے رہا۔ فیصلہ نہیں کر پا رہا کہ عالم ہوش میں ہوں۔"

امتیاز کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا "تقدیر مجھے یہ بتا
کہ اسے شکست دینے کے لئے دنیا کے آخری سرے پر بھی چلا جاؤں پھر بھی اس
دور نہیں کر سکوں گا۔"

"ہانگ کانگ کب آئے؟"

"کئی دن ہو گئے۔"

کیسے آئے؟" محمود نے کہا۔ پھر خود ہی بولا "اچھا ابھی نہیں آرام سے بیٹھ کر
ہے۔ واقعی یقین نہیں آرہا.........!" پھر راستہ خاموشی سے طے ہوا تھا۔ اس کے
ایک کار ہوٹل کے پارکنگ پر روکی تھی اور اسے روک کر کے امتیاز کو ساتھ لئے ہو
طرف بڑھ گیا تھا۔ لفٹ نے انہیں چھٹی منزل پر اتار دیا اور محمود امتیاز کو ایک کمرے
پر لے آیا۔ اس نے تالا کھولا اور اندر روشنی کر دی

"بیٹھو۔ آرام سے بیٹھو امتیاز۔ پلیز۔"

امتیاز بیٹھ گیا۔ محمود نے کہا "یہ بتاؤ ناشتہ منگواؤں یا کھانا منگواؤں۔ بے فکر رہو
منگواؤں گا۔"

"کھانا ابھی نہیں کھاؤں گا۔ ناشتہ کر چکا ہوں۔"

"تھوڑا ناشتہ اور ہو جائے تو کیا حرج ہے میں نے نہیں کیا ہے۔" محمود بولا اور
سانس لے کر خاموش ہو گیا محمود نے ٹیلی فون پر روم سروس کو ناشتے کا آرڈر دیا اور
امتیاز کی جانب دیکھنے لگا۔

"کوئی زیادہ چوٹ تو نہیں لگی ہے' یہ سب کچھ کیا ہے اور کیوں ہوا ہے اس کے
بعد میں پوچھوں گا تم سے وہیں استاد گلاب کلی سے معلوم کر لیتا۔ لیکن وہ لاہور کا نام
جذب میں ڈوب گیا تھا۔ بڑی عقیدت رکھتا ہے لاہور سے اگر تم جھوٹے منہ بھی اس

کہ تم لاہور کے رہنے والے ہو' تو تمہارے ساتھ کبھی کسی بھی قسم کی بدسلوکی نہیں ہوتی
تم نے استاد گلاب کلی کے ساتھ کتنا ہی برا سلوک کیوں نہ کیا ہوتا۔"

امتیاز نے آنکھیں بند کر کے زور سے گردن جھٹکی۔ پھر آہستہ سے بولا۔

معاف کرنا محمود' چونکہ تم بھی وہاں پہنچے تھے اس لئے وہاں کے بارے میں میں کوئی خاص بات
کہہ سکتا لیکن مجھے تو یہ لگا جیسے ہانگ کانگ کا سب سے بڑا پاگل خانہ ہو وہاں کیا ہو رہا تھا'
کون تھے کیا چکر ہے میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا مجھے وہاں لایا گیا تو محفل مشاعرہ جمی ہوئی
ایک شاعر صاحب اپنی غزل سنا رہے تھے اور یہ شخص زنانہ کپڑے پہنے ہوئے اپنی غزل پر
رہا تھا' بعد میں مجھے بندی خانے نامی کسی جگہ بند کر دیا گیا۔ رات بھر وہاں رہا۔ صبح ناشتہ
کے بعد اس کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔"

"پورا واقعہ بتاؤ امتیاز۔" محمود نے کہا اور امتیاز اسے اپنی داستان غم سنانے لگا۔ اس نے شروع
سے لے کر آخر تک ساری تفصیل محمود کو بتائی اور محمود آنکھیں بند کئے سنتا رہا۔ گیتا کے نام پر
نے ایک لمحے کے لئے آنکھیں کھولیں پھر گردن ہلاتا ہوا بولا۔

سو فیصد غلط فہمی کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے اور باقی تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا ہے وہ بھی
سمجھ رہا ہوں۔ لیکن میری جان بالکل پروا نہ کرو' خدا کا شکر ہے بلکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ
مجھے تمہارے ہی لئے یہاں بھیجا گیا تھا۔"

کچھ بتاؤ تو سہی یہ سارا چکر ہے کیا' گلاب کلی کون ہے اور اس نے جو یہ سارا بکھیڑا پھیلایا ہوا
اس کی کیا حیثیت ہے؟"

"استاد گلاب کلی ہانگ کانگ کی ایک بہت بڑی شخصیت ہے۔ ایک بہت بڑا گینگسٹر ہے جس
انتہائی خطرناک لوگوں کا ایک گینگ بنایا ہوا ہے اور اس گینگ نے یہاں اچھے اچھوں کے دانت
کر دیئے ہیں' استاد ہر قسم کے کام کرتا ہے' لیکن تمہیں یہ سن کر شاید حیرت ہو کہ وہ یہاں
والے پاکستانیوں کی بے پناہ مدد کرتا ہے بلکہ یہ سمجھ لو کہ استاد گلاب کلی' مشکل کے شکار
لوگوں کے لئے ہانگ کانگ میں سب سے بڑی پناہ گاہ ہے استاد جی جان سے ان کی مدد کرتا ہے۔
تم وہ لڑکی گیتا ایک خطرناک گروہ سے تعلق رکھتی ہے اور اس نے کئی بار استاد گلاب کلی
راستے میں آنے کی کوشش کی ہے بلکہ استاد گلاب کلی کے گینگ کو نقصان بھی پہنچایا ہے' اس
استاد اس کا دشمن ہو گیا ہے اور اب استاد کے آدمی اس کے پیچھے لگے رہتے ہیں چونکہ اسے
نہیں معلوم ہوگا کہ تم مسلمان ہو اور پاکستان سے تعلق رکھتے ہو اس لئے اس نے تمہارے
یہ سلوک کیا۔ وہ یہی سمجھ رہا ہوگا کہ تم ہندو ہو اور گیتا کے ساتھی ہو۔"

مگر مجھ سے کوئی ڈھنگ کی بات پوچھتا تو میں بتاتا نا' وہاں تو ایک عجیب و غریب ماحول تھا۔
کیا یہ ایک حیرت انگیز بات نہیں ہے محمود صاحب کہ ایک زنخا اس حیثیت کا مالک ہے۔"

وہ کیا ہے امتیاز' جتنا غور کرو گے ڈوبتے چلے جاؤ گے اتنا لٹریری ہے کہ تم اس کے علم کی انتہا
نہیں پا سکتے' اس کی لائبریری دیکھنا کبھی' دنیا کے عظیم ترین لکھنے والوں کی تخلیقات اس کی

لائبریری میں سجی ہوئی ہیں اور تم یقین کرو وہ ان سب پر اتھارٹی ہے۔ جب عالمانہ گفتگو
آتا ہے تو دنیا کی تاریخ کھنگال کر رکھ دیتا ہے۔ ہر شخص پر تبصرہ کر ڈالتا ہے اور اس
جامع ہوتا ہے کہ تم ششدر رہ جاؤ۔ میں تو خیر ویسے بھی ایک معمولی سا آدمی ہوں لیکن
ہوں کہ اگر کوئی اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص اس سے تھوڑی دیر گفتگو کر لے تو متاثر ہو کر رہ جا
رہی اس کی شخصیت تو اللہ ہی جانے کہ یہ سب کیا ہے؟"

"تم اسے کب سے جانتے ہو مسٹر محمود۔" امتیاز نے سوال کیا اور محمود ایک لمحہ
لے کر خاموش ہو گیا' اتنی دیر میں ویٹر نے دروازے پر دستک دی اور پھر بہترین قسم کا
میں کوئی مشکوک قسم کی چیز نہیں تھی وہ ناشتے کی جانب متوجہ ہو گئے اور ہرچند کہ امتیاز
بھی ناشتہ کیا تھا لیکن بہرحال پھر موڈ بن گیا تھا اور اس نے خاموشی سے محمود کے ساتھ
پھر کافی پیتے ہوئے محمود نے کہا۔

"میں تم سے سچ کہہ رہا ہوں امتیاز کہ تقدیر کے ہر فیصلے میں مصلحت ہوتی ہے۔ م
الفاظ میں تمہیں یہ تو بتا چکا ہوں میں کہ میری زندگی کا دھارا بھی رخ بدل چکا تھا۔ ایاز
اور جب حالات قابو میں نہ آئے تو یہ سوچا کہ اب قوت بازو کا استعمال کروں ایک ایسے
سے منسلک ہو گیا جو بہت بڑی حیثیت کا مالک ہے' دو نمبر اور ایک نمبر کام کا چکر چلتا ہے
کام کی تمام ذمہ داریاں میرے سپرد کر دی گئی تھیں بہت اچھی آمدنی ہو رہی تھی۔ لیکن
ساتھ چھوڑ دیا اور مجھے لاہور چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ کراچی پہنچا' کراچی سے ہانگ کانگ آ
ہانگ کانگ میں کئی بار آ چکا ہوں۔ استاد گلاب کلی سے پرانی شناسائی ہے اور استاد گلاب کی
بار پیش کش کی تھی کہ اگر کبھی ہانگ کانگ میں آکر قیام کرنا چاہوں تو وہ مجھے بخوشی اپنے
میں شامل کر لے گا۔ پھر جس ادارے کے لئے میں کام کرتا تھا اس ادارے کا بھی تعلق ا
کلی سے ہے اور تھوڑا بہت کام اس ادارے کا استاد گلاب کلی کرتا ہے۔ چنانچہ میں یہا
اور آتے ہی استاد گلاب کلی نے ایک کام بھی میرے سپرد کر دیا۔ ایک اسمگلر تھا۔ جس
استاد گلاب کلی کا راستہ کاٹا' بہت عرصے سے اس سے چل رہی تھی۔ استاد گلاب کلی اس
کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ وہ بے حد ذہین اور بڑی عجیب و غریب فطرت کا مالک ہے' وہ چا
اس دشمن کو اپنے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا لیکن میرے سپرد اس نے یہ ذمہ
کہ میں اسے منشیات سمیت گرفتار کرادوں اور یہ سب کچھ کوئی ایسی اہم سازش نہیں
صحیح وقت پر صحیح جگہ اس کی نشاندہی کرنی تھی اور ایسے حالات میں کہ اس کے پاس منش
ذخائر ہوں' تم جانتے ہو کہ سنگا پور' ہانگ کانگ' بنکاک وغیرہ میں منشیات کی اسمگلنگ کی
ہوتی ہے۔ چنانچہ استاد کا وہ دشمن اب اپنے آخری سفر پر روانہ ہو جائے گا۔ استاد مجھ
خوش ہو گا' وہ تو اس وقت صورتحال ہی ذرا بدل گئی۔ اصل میں وہ داتا صاحب' شاہ کمال
اور دوسرے بزرگوں سے اتنا متاثر ہے کہ لاہور کے نام پر اس کی عجیب و غریب کیفیت
ہے۔"

"رہنے والا پاکستان ہی کا ہے؟"
"لاہور کا رہنے والا ہے۔"
"اس کے علاوہ اور کوئی تفصیل نہیں معلوم اس کے بارے میں؟"
"اللہ ہی جانے۔ بس میری جتنی ملاقاتیں ہوئی ہیں تمہیں بتا چکا ہوں۔ ویسے مجھے بہت پسند
ہے اور بڑی عزت کرتا ہے۔" محمود نے کہا۔
"لیکن اس کا انداز گفتگو؟"
"ان سب کو بھول جاؤ یہ اس کی شخصیت کا ایک حصہ ہے۔"
"مگر اب کیا ہو گا؟" امتیاز نے پریشان لہجے میں کہا۔
"تم اب اپنی ساری فکریں میرے حوالے کر دو اور بے فکر ہو جاؤ میرے ساتھ ہو۔ کل ہم
د گلاب کلی سے ملیں گے۔ میں تمہارا مسئلہ اس کے سامنے بیان کروں گا بس تم سمجھ لو کہ استاد
ب کلی کو جب حقیقت معلوم ہو گی تو وہ دل و جان سے تمہاری مدد پر آمادہ ہو جائے گا۔ امتیاز
آنکھیں بند کر کے کرسی کی پشت سے سر ٹکا لیا۔ چند لمحات خاموش رہا۔ پھر آہستہ سے بولا۔
"بہرحال تقدیر کا یہ موڑ بھی انوکھا ہے' دیکھیں تمہیں مجھ سے کب شکایت ہوتی ہے اور کب
ی زندگی کا دور بدلتا ہی۔" محمود پھیکے سے انداز میں مسکرانے لگا تھا۔

☆ .... ☆ .... ☆

جمال نے گھر واپس آکر اس بارے میں بہت کچھ سوچا تھا۔ نورین نے بڑی سنہری پیشکشیں کی
ں اور جمال ان سے بہت متاثر ہوا تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں ایک کشمکش سی دل میں تھی۔ ماں
بہن ساری زندگی انہی کے ساتھ گزری تھی۔ سب سے محبت کرتا تھا۔ حریم سے اسے کافی
تھا۔ اکلوتی بہن تھی اور پھر معذور تھی۔ نورین نے اس کے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ کوئی
کہتا تو جمال برداشت نہ کر پاتا لیکن وہ نورین سے مرعوب تھا۔ وہ نہایت ماڈرن تھی۔ بے حد
ت مند تھی حالانکہ غلام حسین بے حد کنجوس انسان تھے۔ بے چارے نواز کی زمین بیچ کر پانچ
روپے ہڑپ کر لئے تھے لیکن ان میں سے ایک روپیہ بھی انہوں نے جمال کے حوالے نہیں کیا
اور باتیں بنا کر ٹال گئے تھے لیکن پھر بھی جیسے بھی تھے ماں باپ تھے۔ اور پھر نورین اتنی حسین
دل موہ لینے والی بھی نہیں تھی کہ اس کے خواب دیکھے جائیں۔ ہاں اس کے ساتھ زندگی
رنے کے حسین خواب دیکھے جا سکتے تھے۔ بہت غور کرنے کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ غلام
ن کو نورین سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں بتا دیا جائے۔
ایسی باتیں تنہائی میں کی جا سکتی تھیں۔ ماں اور بہن کو ایسی باتوں میں شریک نہیں کیا جا سکتا
موقع ملتے ہی اس نے غلام حسین کو جا لیا۔" ابا جی تم سے باتیں کرنی ہیں۔"
"کوئی خرچ والی بات تو نہیں پتر" غلام حسین نے ہنستے ہوئے کہا۔

"خرچ کی تو نہیں مگر مشکل کی بات ضرور ہے۔"

"تو کہہ پتر۔ ہر مشکل کا حل چوہدری غلام حسین کی مٹھی میں ہے" غلام حسین خوشگوار بولے۔

"وہ۔ نورین ملی تھی مجھے۔"

"اوہو۔ اچھا کہاں ملی تھی بھئی۔ تم لوگوں نے ملنا جلنا شروع کر دیا۔ بڑے خراب ہو آج کل کے بچے۔"

"پوری بات تو سن لو اباجی۔ بس اسٹاپ پر ملی تھی۔ اس وقت جب میں ویگنوں کے رہا تھا اور کوئی ویگن خالی نہیں رہی تھی۔" جمال نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ اس نے خاموش رہ کر اپنے لہجے کے طنز کے اثرات کا جائزہ لیا تو غلام حسین بولے۔

"بات پوری کر کے چپ ہونا چاہئے۔ پتر۔ تمہیں تو آداب گفتگو بھی نہیں آ سیکھو۔ سیکھو۔ پھر کیا ہوا آگے بڑھو۔"

"خاک آگے بڑھوں ابا جی۔ ہماری اوقات کا پتہ چل گیا اسے۔ اپنی کار سے اتر کر آئی اور مجھ پہ رحم کھا کر بولی کہ تمہارے پاس موٹر بائیک بھی نہیں ہے پھر وہ مجھے اپنی کا گئی۔ اور پھر مجھے ایک ہوٹل میں چائے پلائی۔"

"آہم.......... پھر.........." غلام حسین بڑے شاطر تھے بات کو ضرورت کے تحت کے گر جانتے تھے۔

"بس ابا جی۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے جو باتیں کی۔ وہ آپ کے رونگٹے کھڑ گی۔"

"اوئے تو بیچ میں غیر ضروری باتیں کرنے لگتا ہے۔ میرے رونگٹے اٹھتے بیٹھتے رہتے ہیں کیا کہا یہ بتا" .... غلام حسین جھنجھلا کر بولے۔

"اس نے ہمارے گھر کے ماحول کو گھٹا گھٹا ماحول پایا۔ اس نے کہا کہ میں اسے ناپسند لیکن وہ میرے گھر میں ایڈ جسٹ نہیں کر سکتی۔ اس نے حریم پر بھی بڑی چوٹیں کسیں۔"

"کیا چوٹیں کسیں" غلام حسین سکون سے بولے۔ "کہنے لگی اسے معذور لوگوں ک سے بھی گھن آتی ہے وہ ایک روشن اور شگفتہ زندگی پسند کرتی ہے۔"

"ہوں" غلام حسین کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر بولے "پتر چوہے اور بلی کا کھیل دیکھ بلی چوہے کو پکڑ لیتی ہے پھر اسے چھوڑ کر اس سے کھیلتی ہے۔ چوہے کی مجال نہیں کے چنگل سے نکل جائے۔ اوئے مرد بلی ہوتا ہے بلی۔ اور عورت اس کے سامنے ہر حا بابو ارشاد بیٹی کو بہت کچھ دیں گے۔ وہ کس کا ہوگا۔ ہمارا پہلے ایک محاذ پر جنگ جیت ل نکاح میں لے لو۔ اس کے بعد نورین کا مالک کون ہوگا۔ پتر جمال تم۔ صرف تم۔ عورت نگاہ کے اشاروں پر نہ چلے تو لعنت ہے ایسے مردپر۔ پتر بعد میں بھلا دن تمہارے ہاتھ ہے کسی کی جو تمہاری مرضی کے خلاف کچھ کرے۔"

تو ٹھیک ہے ابا جی مگر۔"

ے کیا اگر مگر۔ اپنے ابا کو نہیں دیکھا تو نے زندگی بھر۔ اپنی ماں کو نہیں دیکھا۔ ساری زندگی ی طرح ہمارے اشاروں پر نہیں ناچی وہ۔"

ے دور کی باندریاں تو الگ ہیں ابا جی" جمال نے کہا۔

پتر۔ باندری صرف باندری ہوتی ہے۔ نئے دور کی ہو یا پرانے دور کی۔ اوئے بس ڈگڈگی بجنے سے بجانی ہوتی ہے کیا سمجھا۔"

سمجھ ابا جی۔ میں نے تو سمجھ لیا ہے۔"

پتر۔ فلم میں ایک ہدایتکار ہوتا ہے۔ ہوتا ہے نا' پوری فلم اسی کی ہدایت میں بنتی ہے۔ بس کا ہدایتکار میں ہوں۔ تو فکر نہ کر" جمال گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا۔

☆ .... ☆ .... ☆

رگی بالکل ہی سونی ہو گئی تھی۔ ریاض تو قصہ پارینہ بن گیا تھا بس ایک یاد کی مانند.......... نے بڑی عمدگی سے بھائی اور بہن کو سنبھال رکھا تھا۔ اب وہ بھی نہ رہا تھا۔ نوید تھا جو اپنی شخصیت میں سمو لیا کرتا تھا۔ ورنہ کچھ بھی نہ ہوتا.......... کبھی کبھی سیما جاگتی آنکھوں ب خواب دیکھ لیا کرتی تھی۔ ایک چہرہ۔ اداس' غمزدہ.......... اپنی صفائی پیش کرتا ...... میں پاگل نہیں ہوں۔ اس چہرے کو یاد کر کے ایک عجیب سا میٹھا میٹھا احساس دل میں اور وہ اپنے اطراف سے خوفزدہ ہو جاتی تھی کوئی اس خیال کو پڑھ نہ سکے۔ کوئی اس چوری ف نہ ہو جائے۔ اور بس۔ یہ احساس دل کی آخری گہرائیوں کا راز تھا۔ دو نئے کردار زندگی ال ہوئے تھے۔ رضیہ بیگم اور غزل.......... ایک مشغلہ بھی تھا۔ فرض بھی۔ بلاناغہ غزل ا جاتی تھیں۔ بھائی کی امانت بھی تھی اور ایک پرکشش شخصیت بھی۔ غزل نے بھی حیرت بھلا لیا تھا ان دنوں دل کی حالت بہت بہتر تھی۔

بس رضیہ بیگم سے باتیں کر رہی تھی۔ نوید رضیہ بیگم کی گود میں کھیل رہا تھا۔ غزل اور سیما باتیں کر رہی تھیں۔ غزل نے کہا۔

پ کا کوئی اندازہ نہیں ہے؟"

ت مصروف ہو گئے ہیں شاید' گھر فون بھی نہیں کیا۔"

یں حیرت نہیں ہوتی سیما۔ محمود بے حد ذمہ دار انسان ہیں کبھی غیر ذمہ دار نہیں رہے ں بار وہ اچانک چلے گئے اور۔"

لی بہت ضروری کام ہو گیا ہوگا۔ ورنہ بھیا ایسے نہیں ہیں" سیما نے اداسی سے کہا وہ غزل کو ے نہیں بتا سکتی تھی۔ معمول کے مطابق دونوں گھر آ گئیں۔ لیکن اس شام بھی وہی ہوا۔ گھر ں ہوئے ذرا دیر بھی نہیں ہوئی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھلا تو ملک ستار

کی صورت نظر آئی۔

"ہیلو سیما.......... بھئی تمہارے لئے ہمیں جو کچھ کرنا پڑ رہا ہے وہ فریاد کے لۓ
شاید غلط بول گیا۔"

ملک ستار نے گھر میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ پھر وہ بینش کو دیکھ کر بولا۔ "ہیلو بھابی ک
تھے آپ لوگ چالیس منٹ ہو گئے باہر گاڑی میں بیٹھے بیٹھے۔ میں نے سوچا آیا ہو
جاؤں گا۔"

"سلام بھائی جی۔" بینش نے کہا۔

"کہاں ہو آئے آپ لوگ؟"

"بس ایسے ہی کام نکلے تھے۔"

"میں نے کہا تھا ہر ضرورت پر مجھے فون کر لیا کریں۔ کہاں رکشہ ٹیکسیوں میں دۓ
ہیں۔"

"نہیں بھائی جی۔ ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے"

"میں کسی ہوں" ملک ستار نے کہا۔

"نہیں آپ ہمارے محسن ہیں۔ لیکن پھر بھی۔ آپ سمجھدار ہیں۔ وقت ماحول
گے لوگوں کو انگلی اٹھاتے دیر نہیں لگتی۔" بینش نے ہمت کر کے کہا۔

"لوگ' کون لوگ' اٹھائی ہے کسی نے انگلی' بس اشارہ کر دیجئے گا بھابی اس کے
ہاتھ میں انگلیاں نہیں رہیں گی۔" ملک ستار نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ بات نہیں ہے بھائی جی' آپ بس ہماری مشکل سمجھیں ہمارے لئے تو یہ
مشکل ہو گا۔"

"آپ نے میرا دل توڑ دیا بھابی جی۔ میں تو بڑی محبت سے یہاں آیا ہوں' یہ دیکھۓ
ٹکٹ لے کر آتا ہوں' صرف یہ سوچ کر کہ آپ کو تھیٹر دکھانے لے جاؤں گا۔
بڑے دل اکتا گیا ہو گا آپ کا۔ کیا کروں بھابی جی یکطرفہ ہی سہی مگر دوستی نبھا رہا ہ
مجھے ایسی ہی محبت تھی' ارے ہاں کوئی خیر خبر لی اس کی؟"

"نہیں بھائی جی' کوئی خبر نہیں ملی۔"

"مل جائے گی آپ لوگ بالکل فکر نہ کریں میں جو ہوں' سب پتا چلا لوں گا'
بتاؤں گا کہ کہاں گیا ہے وہ اور آپ بالکل فکر نہ کریں اب جو کوئی بھی حماقت کر
میں اسے بھگتنا تو پڑے گا ہی۔ کچھ نہ کچھ کر ہی لیں گے اچھا بھئی سیما چائے پلاؤ او
ہمیں تھیٹر دیکھنے چلنا ہے۔

سیما نے تو کوئی جواب نہیں دیا۔ بینش نے کسی قدر سرد لہجہ اختیار کرتے ہوۓ

"بھائی جی آپ کی ان محبتوں اور عنایتوں کا ہم بدلہ نہیں چکا سکتے۔ لیکن ہماری مج
اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ نہ ہم آپ کے ساتھ کہیں جا سکتے ہیں اور اگر آپ برا نہ ما

بھی یہاں نہ آیا کریں آپ اتنی دیر سے گاڑی میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ لوگوں نے
اطہ آپ بھی یہاں نہ آیا کریں ... باتیں بنانے والوں کی زبان ہم بند نہیں کر سکتے' آپ کی بڑی مہربانی ہو گی یہ
دیکھا ہی ہو گا۔ باتیں بنانے والوں کی زبان ہم بند نہیں کر سکتے' آپ کی بڑی مہربانی ہو گی یہ
رکھے ہوئے ہیں آپ کے۔ ہم نے آپ کی امانت سمجھ کر رکھ لئے تھے بھائی جی دیکھیں
کے رشتے سے بھابی کہتے ہیں تو یہ وعدہ بھی کیجئے کہ بھابی کی بات کا برا نہیں مانیں گے' آپ
ی نزاکت کو سمجھ کر یہاں آنا جانا بند کر دیں۔ ہم آپ کا احسان کبھی نہیں بھولیں

"......

ر آپ پڑوسیوں سے خوفزدہ ہیں مجھ سے زیادہ آپ دوسروں کا خیال کرتی ہیں بھابی تو پھر
ا ہوں کہ آپ کے لئے یہاں سے کہیں ہٹ کر بندوبست کئے لیتا ہوں۔ چھوڑ دیجئے۔ یہ
۔ جہاں لوگ ایک دوسرے کی ٹوہ میں رہتے ہیں۔ آزاد زندگی گزاریئے۔ ابھی تو آپ کو
یے کیسے حالات کا مقابلہ کرنا ہے۔ دنیا سے ڈر گئیں تو کیا ملے گا آپ کو۔"

ں بھائی جی آپ کو پتہ ہے یہ ہمارے پرکھوں کا گھر ہے اسے چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر
بس آپ ہماری بات مان لیں۔ آپ یہاں نہ آیا کریں؟"

عجب صلہ دیا ہے آپ نے میرے خلوص کا' میری محبت کا میں تو اس گھر کو اپنا ہی گھر
اتھا۔ سیما سے بڑی انسیت ہو گئی ہے۔ آپ چاہیں میری بات کا برا مانیں لیکن حقیقت یہ
ا جی کہ میں نے جب سے سیما کو دیکھا ہے میرے دل میں نجانے آپ لوگوں کے لئے کیا
ت پیدا ہو گئے ہیں۔ دیکھئے میری جو حیثیت ہے آپ اس کا اندازہ نہیں لگا سکتیں' سینکڑوں
رے غلام ہیں ہماری کوٹھیوں میں بھی درجنوں ملازم کام کرتے ہیں۔ سات سات آٹھ آٹھ
ہیں ہمارے پاس' کروڑوں روپے کا بینک بیلنس ہے۔ بڑے بڑے لوگ ہماری قربت کی
تے ہیں۔ بھابی جی یہ تو بس ایک لگاؤ ہے ایک محبت ہے جو آپ لوگوں کے لئے میرے
ا پیدا ہو گئی ہے اور آپ۔ آپ نے بڑی بے عزتی کر ڈالی میری۔ مجھے اپنے گھر آنے سے
ریا۔"

اں کے لئے میں آپ کے پیروں پر سر رکھ سکتی ہوں بھائی جی لیکن کسی کی عزت کا خیال
بلی ساری باتیں اپنی جگہ میں سیما کی بھابی ہوں۔ سیما کے مستقبل کے سارے فیصلے محمود اور
کر سکتے ہیں۔ بھائی جی میں ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتی ہوں۔"

ں' آپ چاہتی ہیں میں چلا جاؤں۔ ٹھیک ہے بھابی جی میں چلا جاتا ہوں۔ لیکن میں نے بے
ے آپ سے اپنے دل کی بات کہہ دی ہے' سیما کے لئے کبھی کبھی آتا رہوں گا۔ اس
با رہا ہوں آپ نے بڑا اچھا صلہ دیا ہے مجھے میری محبت کا۔ سیما سوچنا غور کرنا مجھ پر۔ چلتا
ملک ستار نے تھیٹر کے ٹکٹ پھاڑ کر وہیں پھینکے اور اس کے بعد خاموشی سے واپس پلٹ
بما اور بینش دروازہ دیکھتی رہ گئی تھیں۔ اس کے جانے کے بعد بینش نے آگے بڑھ کر
بند کیا اور خوفزدہ انداز میں واپس پلٹی۔

ہائے سیما وہ بگڑ کر گیا ہے۔ ہائے اللہ ہم پر رحم کر' ہماری حفاظت کر' ہم بھلا اتنے بڑے

آدمی کو کیسے ناراض کر سکتے ہیں۔ مگر ہماری عزت' ہماری آبرو' اللہ ہماری حفاظت کر
بے حد خوفزدہ ہو گئی تھیں اور نجانے کب تک خوف۔ کے عالم میں ڈوبی ہوئی تھیں
دونوں اسی خوفزدہ احساس کا شکار رہیں اور آپس میں باتیں کرتی رہیں۔ لیکن کوئی
نہیں آیا تھا۔ بینش نے سیما سے کہا۔

"سیما کیا کریں ریاض کو لکھیں۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔ ہائے اللہ محمود بھ
بالکل ہی اکیلا چھوڑ دیا۔" سیما آہستہ آہستہ رونے لگی تھی۔ اسی وقت پوسٹ مین
کر خط دیا۔ ریاض کا خط تھا۔ بینش نے آنکھیں صاف کیں اور خط پڑھنے بیٹھ گئی۔ لک

"مائی ڈیئر بینش' سیما محمود اور نوید۔

امید ہے آپ سب لوگ خیریت سے ہوں گے میں تو ہمیشہ آپ سب کے
رہتا ہوں اور میں نے اپنے آپ کو داؤ پر لگا دیا ہے۔ واپس آؤں گا تو ایک ایسی نئی
جس میں آپ لوگوں کے لئے خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی میری زندگی کا بس یہی
کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا۔ کمپنی کی جانب سے جیسا کہ میں نے پہلے بتایا تھا مغربی
رہا ہوں۔ آج رات کی فلائٹ ہے۔ مغربی جرمنی پہنچنے کے بعد اگر موقع ملا تو آپ
وغیرہ لکھوں گا ورنہ کچھ عرصے کے لئے مجھے اپنی فہرست سے خارج ہی کر دیجئے بس
کہ آپ کے لئے ایک حسین مستقبل کی تلاش میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد۔
کو میرے بھیجے ہوئے پیسے کہیں نہ کہیں سے ملتے ہی رہیں گے۔ آپ ان کے لئے
اور خوب خرچ کریں۔ خبردار جو اس میں سے کچھ بچا کر رکھا۔ میں خود آپ لوگو
کچھ لے کر آؤں گا کہ اگر آپ لوگوں نے اپنا پیٹ کاٹ کر کچھ بچانے کی کوشش
اس پر ہنسی آئے گی۔ نوید کو پیار۔ سیما کو بہت بہت پیار۔ ریاض۔

دونوں سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔ حل یہ سوچا تھا کہ اب ریاض کو خط لکھ دیا جا۔
کہا جائے کہ وہ جس طرح بھی بن پڑے واپس آنے کی کوشش کرے لیکن یہ راستہ
تھا۔ ریاض نے لکھا تھا کہ وہ رات کی فلائٹ سے جا رہا ہے اس کا مقصد ہے کہ ا
پہنچ چکا ہوگا۔ بینش اور سیما سرد آہیں بھرنے کے سوا اور کیا کر سکتی تھیں۔

☆ .... ☆ .... ☆

دوسرے دن محمود امتیاز کو لے کر استاد گلاب کلی کے اڈے پر پہنچ گیا تھا۔ وہاں
جوں کے توں تھے۔ ایک شخص سے محمود نے استاد کے بارے میں پوچھا تو اس نے
کہا۔

"پرسش احوال ہو رہی ہے پرسش گاہ میں ہیں" محمود کو شاید یہاں کے ب
معلومات حاصل ہو چکی تھیں پرسش گاہ ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ جو بالکل اندرونی

دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر سے کچھ آوازیں ابھر رہی تھیں۔ محمود نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور
امتیاز کے ساتھ اندر داخل ہو گیا اندر کا منظر بڑا دلچسپ تھا۔ ایک بڑی سی چوکی پر استاد گلاب
کلی بیٹھا ہوا تھا۔ نہایت خوبصورت زنانہ لباس میں ملبوس گال میں گلوری دبی ہوئی برابر میں پیک
دان' سامنے کرسیوں سے تین آدمی بندھے ہوئے بیٹھے تھے اور ان سے کچھ فاصلے پر ایک چھت
میں لگے ہوئے کڑوں سے الٹا لٹکا ہوا تھا۔ استاد مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے
محمود اور امتیاز کو دیکھا اور اگالدان اٹھا کر اس میں پیک تھوکی' پھر پورا پان ہی اگل دیا۔ محمود اور
امتیاز کو اس نے قریب آنے کا اشارہ کیا تھا۔ امتیاز کسی قدر خوفزدہ نگاہوں سے ان تینوں کو دیکھ رہا
تھا۔ گلاب کلی نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے انگریزی میں کہا کچی اور بھاری غذا معدہ خراب کر دیتی
ہے کیوں محمود میں نے غلط تو نہیں کہا۔ سنو رے سنو۔ بچے کے چہرے پر خوف کے آثار نظر
آرہے ہیں میں انہیں دوسرے کمرے میں لئے جا رہا ہوں اس کا معدہ درست ہو جائے تو مجھے بتا
دینا' باقی تینوں سے بھی پرسش کر لی جائے گی۔ اے محمود پہچانو ہو ان پلوں کو۔ گورچرن کے پلے
ہیں۔ بڑا اودھم مچا رکھا تھا ہانگ کانگ میں استاد گلاب کلی کے خلاف۔ چلو چلو یہ رسیلا سجیلا آیا ہے
ذرا اس سے بھی باتیں کریں۔ جان میں تمہاری تو وہی کیفیت ہو گئی کہ۔

ساقی تنگدست ایک ہی جام
وہ بھی اترا ہوا کناروں سے

کچھ سنی نہ سنائی' چلے گئے' چھوڑ کر۔"

"استاد اس وقت آپ پر کیفیت طاری ہو گئی تھی اس لئے ہم نے چلے جانا ہی مناسب سمجھا۔"
محمود نے ادب سے کہا۔ گلاب کلی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ ان دونوں کو ساتھ لئے ہوئے
ٹہلتا ٹہلتا ایک اور کمرے میں آگیا تھا۔ جہاں بے حد خوبصورت قالین بچھا ہوا تھا۔ ایک طرف مسند
اور تکیہ لگا ہوا تھا اس نے بھنوؤں کے اشارے سے انہیں بیٹھنے کے لئے کہا۔ محمود اور امتیاز بیٹھ
گئے گلاب کلی ان کے سامنے گاؤ تکیے سے ٹیک لگا کر ایک عجیب سے ناز بھرے انداز میں بیٹھ گیا
تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات اتنے انوکھے ہوتے تھے کہ امتیاز کو محمود کی سنائی ہوئی کہانیاں عجیب
لگ رہی تھیں۔ لیکن چند لوگوں کو اذیت دینے کا منظر تو وہ اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ چکا تھا ایسے
لوگ بے حد خطرناک ہوتے ہیں جو ایب نارمل ہوں اور انہیں قوت حاصل ہو۔ استاد گلاب کلی
نے کہا۔

"ہاں میاں سناؤ' ہمارے لاہور کو کس حال میں چھوڑ کر آئے تھے۔ آرام سے بیٹھو اپنا ہی گھر
سمجھو اسے تو موسم کیسا تھا ہمارے لاہور کا' ارے ہاں ایک بات تو بتاؤ' پوچھنا ہی بھول گئے ہم تم
سے اس کمینی سفید بلی کے ہتھے کیسے لگ گئے تھے۔"

"استاد تمہاری زبانی سنیں گے" محمود نے کہا اور امتیاز چونک کر محمود کو دیکھنے لگا۔ محمود نے
اس وقت گلاب کلی کو مذکر کے صیغے میں بیان کیا جبکہ پہلے اس نے اس بات کا برا مانا تھا لیکن اس
وقت اس نے توجہ نہیں دی۔ اس نے ساری داستان من و عن سنا دی۔ استاد نے آنکھیں بند کر لی

تھیں۔ امتیاز خاموش ہو گیا۔ اور گلاب کلی بھی چند لمحے خاموش بیٹھا رہا۔" پھر بولا۔
"صدقے قربان۔ پہلے ہی منہ کھول دیتے۔ غارت ہو جاؤں ایسی جلی ہوئی ہوں اس کے
کہ اس کے ساتھی کی سن کر ہوش ہی قائم نہ رہے۔ جو ہوا وہ ہوا رس گلے۔ اب فکر
ہمیں معاف کردو۔ جرمانہ کر دو ہم پر۔"
"استاد ان کے پاسپورٹ اور کاغذات کا کیا ہوگا" محمود نے کہا اور استاد نے امین ا
پکارا۔ امین الدین آگیا تو استاد نے اس سے پٹاری منگوائی چاندی کے نقشین پاندان سے ا
پان بنا کر گال میں دبایا۔ پھر غرارے کے ازار بند سے بندھا کپڑے کا بٹوا نکالا اس میں
قوام اور چھالیوں کی پھنکی لگائی۔ پھر کمر کے ساتھ رکھے گاؤ تکیے کے عقب سے موبائل ف
اور ایک نمبر ڈائل کرنے لگا۔ دوسری طرف سے رابطہ قائم ہوا تو اس نے کہا۔
"جان علی' رجب شاہ کے پاس چلے جاؤ۔ اس سے کہو کہ امتیاز کا سارا سامان اڈے پر
ایک پرچی ضائع نہ ہو۔ ورنہ گردن مار دوں گی۔" اس نے سلسلہ منقطع کر دیا محمود
نظروں سے امتیاز کو دیکھا تھا گلاب کلی نے کہا۔
"لے جاؤ محمود" بچے کو ہانگ کانگ دکھاؤ خوب سیر کراؤ واپس جانے لگے تو مجھ
ضرور لانا داتا صاحب کے لئے چادر بھیجوں گی۔" استاد کی آواز گلو گیر ہو گئی۔ محمود اٹھ گیا
کر کے امتیاز کے ساتھ باہر نکل آیا۔ اڈے سے باہر آکر امتیاز نے کہا "گلاب کلی کو معلو
میرے ساتھ یہ فریب کس نے کیا۔"
"بہت مشکل شخص ہے یہ........ ویسے میں نے تمہیں بتایا تھا کہ یہاں ہانگ کانگ
لوگ دو نمبر کام کرتے ہیں استاد کے پاس ان کی فہرست موجود ہے وہ کسی بھی مشکل پڑ
سے رجوع کرتے ہیں اور وہ ان کی مدد کرتا ہے۔"
"دوسرے ملکوں کے لوگ بھی۔"
"نہیں صرف اپنے ہم وطن۔ بس کوئی بھی ہو پاکستان کے نام پر وہ استاد کے پاس آجا
اس کی ہر مشکل کا حل بن جاتا ہے۔ ہانگ کانگ پولیس کی جان نکلتی ہے اس سے۔ وہ ڈ
کاروبار کا سخت مخالف ہے باقی سارے کام کرتا ہے۔ آؤ اب عیش سے گھومو........
ہانگ کانگ دکھاتا ہوں۔"
رات کو ایک بجے جب سیر و سیاحت کے بعد محمود اور امتیاز ہوٹل پہنچے تو کمرے میں
پڑے سینٹر ٹیبل پر امتیاز کا گمشدہ بیگ رکھا ہوا تھا۔
امتیاز نے ایک لمحے میں اپنا بیگ پہچان لیا تھا۔ وہ بے اختیار بیگ کے پاس پہنچ گیا۔
اور اس کے منہ سے بھینچی بھینچی آواز نکلی........ "یہ تو میرا........ یہ تو........
ہے۔"
"تمہارا ہی ہوگا........" محمود نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ........ کمرے
تو تم نے کھولا تھا۔"

کسی اور کا داخلہ یہاں ممکن نہیں۔
استاد کی ہے........
چھوڑ........ چیک کرو اسے' کوئی چیز کم تو نہیں ہے۔" محمود نے کہا........
نے بے صبری سے بیگ کھول لیا۔ اس کے کپڑے' پاسپورٹ اور دوسرے
.... ایک ایک چیز موجود تھی........ امتیاز نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔
ہے نا........؟" محمود کی آواز ابھری........ اور امتیاز نے آنکھیں کھول دیں۔
محمود سب کچھ وجود ہے........ یقین کرو تم نے اطمینان تو دلا دیا تھا لیکن اپنی تقدیر سے
بددل ہوں کہ مجھے بیگ مل جانے کی امید نہیں تھی اور اس کے بعد پیش آنے والے
وسوسوں نے پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔"
زیہ........" محمود پھیکی سی ہنسی کے ساتھ بولا........ پھر سنبھل کر کہنے
........!" میاں ہانگ کانگ میں بہت سے ایسے نوسرباز سرگرم عمل ہیں یہی ان کا ذریعہ معاش
.... ان میں سے کچھ نے مقامی نوسربازوں سے گٹھ جوڑ کیا ہوا ہے........ چلو شکر ہے
م ہو گیا........ جاؤ لباس تبدیل کر لو........ پھر میں کپڑے بدلوں گا۔"
یاز لباس لے کر واش روم میں داخل ہو گیا........ لباس بدلتے ہوئے اس کی نگاہ عقبی
پر پڑی........ ہوا کے جھونکے سے کھڑکی کے پٹ بجے تھے کسی خیال کے تحت اس نے
کھول کر دیکھا........ دوسری طرف پتلی سی راہداری تھی جو استعمال میں نہیں آتی
.... اور اس میں سلاخیں وغیرہ نہیں تھیں........ اگر کوئی شناسا اس کھڑکی کے ذریعہ
نے کی کوشش کرے تو دقت نہیں ہوتی........ بند کمرے میں بیگ کی موجودگی سمجھ میں
.... لیکن امتیاز نے اس سلسلے میں خاموشی ہی مناسب سمجھی اور کھڑکی اسی طرح چھوڑ کر
ل آیا........ محمود اپنے کپڑے لے کر اندر چلا گیا تھا........ باہر آکر وہ اپنے بستر میں
یا اور مسکرا کر بولا۔
ہانگ کانگ خوبصورت جگہ ہے۔........ تمہیں کیسا لگا........۔"
ہاں بہت خوبصورت ہے........ اب اور اچھا لگنے لگا ہے۔"
آئندہ کیا پروگرام ہے........ کام جاری رکھو گے........ یا یہ تجربہ تلخ رہا........۔"
نہیں محمود........ جو کرنا چاہتا تھا وہ تو نہ کر سکا........ جو ہونا تھا وہ ہو چکا ہے اب اس
دامن کیسے چھڑا سکتا ہوں۔"
"میرا بھی یہی مشورہ ہے........ بس احتیاط رکھنا........ دو چار پھیرے لگاؤ گے تو تجربہ
جائے گا........ گھر والوں سے کیا کہا ہے۔"
"کراچی آیا ہوں ان کے خیال میں۔"
"آتے جاتے رہنے کی کہہ کر آئے ہو۔"
"ہاں۔"
"ٹھیک ہے........ ویسے میں یہیں ہوں........ اسی کمرے میں رہتا ہوں تمہیں یہاں

کی چابی دے دوں گا جب بھی آؤ سیدھے یہاں چلے آنا.......... میں ہوں یا نہ ہوا
نہ کرنا.......... کیا سمجھے..........؟" امتیاز نے خاموشی سے گردن ہلادی تھی۔

☆ .... ☆ .... ☆

گھر کی سوگواری کچھ اور بڑھ گئی تھی۔ مہردین فرشتہ صفت انسان تھا جس
چھوڑی تھی اور دوستی نبھا رہا تھا.......... غلام حسین تو چالیسویں کی نیاز میں بھ
تھے.......... زبیدہ ہمیشہ وسوسوں میں گھری رہتی تھی اور اس کی صحت پر
تھا.......... دروازے پر دستک ہوئی تو شانو نے دروازہ کھول دیا.......... ایک
دروازے پر کھڑی تھی۔

"روبینہ نواز اسی گھر میں رہتی ہیں..........۔"

"ہاں باجی.......... اندر آجاؤ..........۔"

"تم شانو ہو.........." لڑکی نے اندر آکر مسکراتے ہوئے پوچھا.......... اسی
کمرے کے باہر آگئی..........

"ارے.......... نوری تم.......... آؤ.......... افوہ.......... اماں میری دوس
ہے.......... آؤ نوری.......... خیر تو ہے.........." روبینہ نے خوش ہو کر کہا۔
میں اس کے برابر کی میز پر کھڑی ہوتی تھی اور دونوں میں دوستی ہو گئی تھی..........
اسے اپنے گھر کا پتہ بتا دیا تھا اور نوری کا گھر بھی یہاں سے زیادہ دور نہیں تھا...
چونکہ چند روز سے فیکٹری نہیں جا رہی تھی اس لئے نوری اس کی خبر لینے آگئی تھی۔

"خیر تو ہے اپنی بتاؤ.......... کیا ہوا.......... کام پر کیوں نہیں آرہی۔"

"نوری نے کہا.......... زبیدہ باہر نکل آئی تھی.......... نوری کے سلام ک
زبیدہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر دعا دی پھر بولی..........

"روبینہ کے ساتھ کام کرتی ہو بیٹی.......... آؤ بیٹھو۔"

"جی خالہ جی سب خیریت ہے.......... روبینہ فیکٹری نہیں آرہی۔"

"ہاں بیٹی.......... ہم لوگ.......... ہم روبینہ کو نوکری نہیں کرا سکتے..........
روک لیا ہے۔"

"کیوں خالہ جی..........؟"

"اصل میں ہمارے سر پر کسی کا سایہ نہیں ہے بیٹی.......... بے سہارا لوگ ہیں
دنیا سے بہت ڈرتے ہیں.......... اللہ تم سب کی عزت آبرو رکھے.......... بس
کی نوکری چھڑا دی.......... فاقے منظور ہیں بھوکے مر جائیں گے جو اپنے پاس
گنوائیں گے بیٹی اکیلے میں ہم لوگ تنہا ہیں.......... بے سائباں ہیں" زبیدہ کراہ

دونوں یاد آگئے تھے۔

نوکری اچھی ہے خالہ جی.......... تین مہینے میں پکی ہو جائے گی تو گاڑی لگ جائے گی لانے
جانے کے لئے..........۔"

"اللہ مالک ہے ہمارا.......... اللہ مالک ہے۔ روبینہ بچی کو چائے
نہیں بٹی..........
میں ذرا اندر جا رہی ہوں۔" زبیدہ نے کہا اور اٹھ کر اندر چلی گئی..........

"خالہ جی شاید برا مان گئیں.......... ہاں یہ تو بڑا افسوس ہوا مجھے.......... ابھی تو ہماری دوستی
ی نہیں ہوئی۔"

"نہیں نوری.......... دوستی پکی ہونے میں دن تو نہیں لگتے.......... تمہارا جب دل چاہے
آ.......... میں بھی آؤں گی.........." نوری چائے پی کر چلی گئی.......... روبینہ کی سمجھ
زبیدہ کا چلے جانا نہیں آیا تھا۔ ماں کے پاس پہنچی.......... زبیدہ ماہی بے آب کی طرح تڑپ
تھی۔

"ارے.......... اماں.......... اماں.......... کیا ہو گیا.......... اماں.......... ارے اماں
بینہ ماں کی حالت دیکھ کر حواس باختہ ہو گئی..........!۔"

"درد.......... دل میں درد.......... ہائے.......... میں مر
.... ہائے..........۔"

"ارے.......... ارے.......... شانو.......... شانو کی بچی.......... کسی کو بلا..........
کسی کو بلا شانو.........." روبینہ باہر بھاگی.......... شانو بھی گھبرا گئی.......... روبینہ چیختی
باہر نکل آئی تو باہر نظام چاچا نظر آگئے جو ایک پڑوسی تھے..........

"نظام چاچا.......... اماں.......... اماں.........." روبینہ کانپ رہی تھی۔.......... رو
تھی.......... نظام چاچا کو پکار کر وہ پھر ماں کی طرف دوڑ پڑی..........

"کیا ہوا.......... کیا ہوا پتر.........." نظام چاچا بھی گھبراہٹ میں اندر گھس آئے..........
کی حالت دیکھ کر بولے "ہارٹ اٹیک ہوا ہے.......... جلدی کسی اسپتال لے چلو۔"

"ہائے.......... میں کیسے لے جاؤں.......... میں کیا کروں..........اماں..........
..........۔"

"میں بندوبست کرتا ہوں.......... اللہ خیر کرے..........۔"

نظام چاچا باہر نکل گئے پھر انہوں نے چیخ کر کچھ اور لوگوں کو مدد کے لئے بلا لیا ایک نوجوان کو
لینے دوڑا دیا گیا۔

"سرکاری اسپتال لے چلیں..........؟"

"وہاں.......... وہاں ڈاکٹر صاحب کو گھر سے بلا کر لانا پڑے گا.......... وہاں کون دیکھے گا بے
ی کو.......... چیختی چلاتی مر جائے گی..........۔"

"پھر..........؟"

"او بھئی اللہ مالک ہے کسی اچھے اسپتال لے چلو............ او دیکھو ٹیکسی ملی یا نہیں۔
"پورے محلے میں کسی کے پاس اپنی گاڑی نہیں ہے۔"
"او پاؤں میں جوتے ہیں یہ بھی اللہ کی مہربانی ہے۔" تبصرے ہوتے رہے، ٹیکسی آ
اور بری طرح کراہتی ہوئی زبیدہ کو ٹیکسی میں ڈال دیا گیا............ روبینہ اس کے ر
تھی۔

"باجی............ میں" شانو نے روتے ہوئے کہا۔
"نا دھی نا............ میں ہوں تیرے پاس............ تو کہاں جائے گی" پڑوس کی ایک
نے کہا اور ٹیکسی چل پڑی............ کچھ دیر کے بعد وہ ایک بڑے کلینک میں
گئی............ نظام چاچا کے کسی عزیز کا اسپتال میں بہت اچھا علاج ہوا تھا اس لئے انہو
کی نشاندہی کی تھی اور واقعی اچھا اسپتال تھا۔ تڑپتی ہوئی زبیدہ کو فوراً اندر لے جایا گیا
نے اس کی دیکھ بھال شروع کر دی............ ایک ڈاکٹر نے کہا۔
"آپ لوگ براہ کرم باہر لان پر چلے جایئے............ یہاں زیادہ رش نہیں لگنا چاہئے
"وہ ڈاکٹر صاحب، مریض کے لئے کوئی ضرورت ہوئی تو............" نظام چاچا بولے۔
"کسی ایک بندے کو یہاں چھوڑ دیجئے۔ بس ایک آدمی یہاں بیٹھ جائے............
کرم آپ ہمیں کام کرنے دیجئے۔"
"میں یہاں ہوں نظام چاچا" روبینہ نے کہا۔
"دھی تو............؟"
"نہیں نظام چاچا............ میں یہاں ہوں تم جاؤ............" روبینہ نے بھینچی بھینچ
کہا............ وہ اپنی چیخوں پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی............ باقی لوگ
گئے............ روبینہ شدید اضطرابی کیفیت کا شکار تھی............ اس کا بدن ہولے ہو
تھا............ آنسو چہرہ بھگوئے دے رہے تھے............ وہ بار بار دوپٹے سے آنسو خ
تھی حسرت بھری نظروں سے اس دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی جہاں ڈاکٹر زبیدہ کو
تھے............ پتہ نہیں ماں اس کمرے سے زندہ باہر آئے گی یا نہیں............ ابھی
زیادہ دن بھی نہیں ہوئے............ اماں اندر ہی اندر گیلی لکڑی کی طرح سلگتی رہی او
کا روگ لگا بیٹھی............ ہائے روگ تو لگنا ہی تھا اسے............ ابا حسرتوں میں مر
نوکری لگنی تھی نہ لگی، اب وہ بھی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا کون جانے کہاں منہ چھ
ہو............ شرمندگی سے واپس ہی نہ آئے............ کہیں کچھ کر ہی نہ بیٹھے اتنا
ہائے کراچی میں تو سمندر بھی ہے۔ کہیں ڈوب کر مر ہی نہ جائے وہ کرب سے رو پڑی
طرف دیکھ کر دوپٹہ منہ پر رکھ دیا............ لوگ دیکھیں گے تو کیا کہیں گے............
کروں............ ہم تو اکیلے رہ گئے .... ابا مر گئے............ اماں اب مر جائے گی
تو جان ہی لے کر نکلتا ہے۔ بھیا سمندر میں ڈوب مریں گے............ پھر کیا ہو گا......

.... کتنا ڈر لگے گا ہمیں گھر پر............"
ہوگی اور میں
دور ے، ایک اوپری منزل کے کمرے سے اس راہ داری کا سامنا پڑتا تھا جہاں روبینہ موجود
وہاں سے کچھ آنکھیں روبینہ کی اس کیفیت کا جائزہ لے رہی تھیں............ کچھ ہی
یں تین عورتیں روبینہ کے پاس پہنچ گئیں............ روبینہ انہیں دیکھ کر گھبرا گئی تھی ان میں
یک نے کہا۔
یا بات ہے بی بی............ تمہارا کوئی مریض اندر ہے۔"
ہاں، اماں ہیں میری" روبینہ نے بمشکل کہا۔
یا ہوا ہے۔"
ہارٹ اٹیک۔"
او............ فکر نہیں کرو............ اللہ سے دعا کرو............ ٹھیک ہو جائیں گی۔ نہیں بی
.... اللہ بہت بڑا ہے دیکھ لینا تمہاری ماں ٹھیک ہو جائیں گی............ اور کوئی ہے
ے ساتھ............"
بڑی ہیں............ باہر ہیں۔"
تم فکر مت کرو............ ہم ہیں تمہارے ساتھ............ ذرا بھی فکر مت کرو............ کیا
ے تمہارا............"
روبینہ ہے۔"
اور کون ہے گھر میں .... بیٹھو............ بیٹھ جاؤ............" وہ سب بڑی ہمدرد تھیں۔
کو کچھ ڈھارس ہوئی............ انہوں نے اسے بٹھا دیا............ اس سے بات کرنے والی
رت عورت نے اپنے دوپٹے سے اس کے آنسو اور رخسار خشک کئے پھر بولی............"
بھائی ہیں............"
ابا تھوڑے دن پہلے مر گئے بھیا نوکری کرنے کراچی گئے ہیں بس شانو ہے جس کے پاس چاچی
مارک گئی ہیں ہائے وہ ڈر رہی ہو گی وہ تو بہت چھوٹی ہے۔
"ارے نہیں............ حوصلہ رکھو............ ہم ابھی بڑے ڈاکٹر صاحب سے بات کر کے
ی ماں کی حالت معلوم کراتے ہیں۔ سیما تم ذرا دیکھو............ ڈاکٹر سہیل اپنے کمرے میں
اتنی دیر میں ڈاکٹر سہیل اس کمرے سے برآمد ہوئے جس میں زبیدہ کو لے جایا گیا تھا۔ انہوں
ان سب کو دیکھا اور مسکراتے ہوئے اس طرف آئے۔
سبحان اللہ............ یہ جنرل اسمبلی کا اجلاس ہو رہا ہے یہاں............" انہوں نے کہا۔
ڈاکٹر صاحب ابھی ایک مریض خاتون کو اندر لے جایا گیا ہے شاید ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔"
بلے............ وہ ان کی والدہ ہیں شاید............" سہیل نے کہا۔
.... کیا حالت ہے بے چاری بچی بے حد پریشان ہے۔"
نہیں بی بی............ پریشانی کی کوئی بات نہیں ویسے وہ ہارٹ اٹیک نہیں تھا بلکہ نمونیے کا

اثر ہوا ہے' اسی کا درد تھا' فوری ٹریٹ منٹ دیا گیا ہے' بالکل ٹھیک ہیں وہ ہم انہیں
رکھ کر تمہارے ساتھ ہی روانہ کر دیں گے' اگر تم چاہو تو انہیں یہاں بھی رکھ سکتی
ضرورت نہیں پیش آئے گی مگر کوئی دو تین گھنٹے یہاں ضرور گزارنے ہوں گے۔"

"ویسے خواتین.......... یہ لارنس گارڈن میں چہل قدمی کیوں ہو رہی
غزل.......... کتنی دیر سے گشت کر رہی ہیں آپ..........؟"

"کہاں ڈاکٹر' ابھی تو کمرے سے اتر کر آئی ہوں ہم نے اوپر سے انہیں پریشان دیکھ
دلجوئی کے لئے آگئے اور اب میں ٹھیک تو ہوں۔"

"میں بالکل ٹھیک چاہتا ہوں۔"

"جا رہی ہوں بابا.......... انہیں ساتھ لے جاؤں" غزل نے روبینہ کی طرف اشارہ کر

"ہاں ہاں ضرور لے جایئے بی بی آپ کی والدہ ٹھیک ہیں آپ بالکل اطمینان رکھیں
سے ان کے پاس بیٹھیں.......... کم از کم دو گھنٹے کے بعد میں ان کا معائنہ کر کے آپ
کہ ابھی انہیں اسپتال میں رکھنا پڑے گا یا جانے کی اجازت دے دی جائے گی......
امکان یہی ہے کہ ہم انہیں چھٹی دیدیں گے او کے..........!"

"جی ڈاکٹر صاحب.........." روبینہ سہمے ہوئے لہجے میں بولی ڈاکٹر سہیل چلا گیا۔

"آؤ روبینہ.......... اطمینان رکھو ڈاکٹر صاحب کو کوئی ضرورت ہوگی تو وہ ہمیں کہ
دیں گے۔"

"وہ باہر نظام چاچا اور رحیم بھائی ہیں" روبینہ نے کہا۔

"آؤ.......... انہیں اطمینان دلا دیں۔"

"روبینہ ان تینوں کے ساتھ باہر نکل آئی.......... لان پر ہمدرد پڑوسی بیٹھ
تھے.......... روبینہ کو دیکھ کر اس کی طرف لپکے.......... اور روبینہ نے انہیں صورتحا

"چاچا جی.......... اگر آپ جانا چاہیں تو بیشک چلے جائیں ان کی چھوٹی بہ
دیدیں.......... ان کی اماں کی یہاں سے چھٹی ہو گی تو ہم انہیں گھر پہنچا دیں گے......
کوئی رکنا چاہے تو ایک آدمی رک جائے۔"

"نہیں بیگم جی.......... اگر ایسی بات ہے تو ہم ساتھ ہی چلے جائیں گے۔ ہم آرام
ہیں آپ فکر مت کرو..........۔"

"ٹھیک ہے یہ ہمارے ساتھ ہیں.......... آؤ روبینہ.........." اور روبینہ ان کے
پڑی.......... وہ اسے اوپر کمرے میں لے آئی تھیں.......... اندر کمرے میں ایک
چھوٹے بچے کے ساتھ موجود تھیں۔

"مس روبینہ آپ کا سب سے تعارف کرایا جائے' میرا نام بینش ہے اور میں ان دو
کی بھابی ہوں.......... یہ میری نند سیما ہے.......... اور.......... یہ.......... میری
دیورانی.......... غزل ہے" بینش نے آواز دبا کر کہا.......... تاکہ امینہ بیگم نہ سن لیں

... اور یہ غزل کی امی ہیں.......... سمجھ میں آگئے ہیں یہ
...یعنی میرا بچہ ہے..........

...!" روبینہ نے کہا۔

...لم جی.......... یہ ہم میں سے بیگم جی کون نظر آرہا ہے تمہیں میں بھابی ہوں یہ سیما' یہ
...تو.......... اور تم روبینہ.......... اچھا اب اپنے بارے میں بتاؤ.........."

...اتنا ہی ہے جتنا میں بتا چکی ہوں ابا مر چکے ہیں.......... بھائی نوکری کرنے کراچی گئے
...شاتو پڑھتی ہے میں اور اماں گھر رہتے ہیں اماں کے اچانک درد اٹھا تھا۔"

...گئی ہوگی.......... ویسے تمہارا گھر کہاں ہے" روبینہ نے اپنے گھر کا پتہ دہرا دیا۔

...ئیں تمہارے گھر.........."

...ضرور آیئے" تھوڑی دیر میں روبینہ کی حالت کافی سدھر گئی تھی پھر کوئی ڈیڑھ
...بعد ڈاکٹر اسلم نے کمرے میں آکر کہا.......... "زبیدہ خاتون کے ساتھ بی بی آپ ہیں۔"

...میں ہوں۔"

...اب انہیں گھر لے جا سکتی ہیں.......... یہ دوائیں گھر جا کر منگوالیں میں نے احتیاطی
...دی ہیں آپ انہیں دیکھ لیں اور بل بنوالیں.......... یہ لیجئے.......... ڈیوٹی ڈاکٹر نے
...روبینہ کے حوالے کر دیئے۔

...تم غزل کے پاس رکو.......... میں روبینہ کے ساتھ جا رہی ہوں۔" بینش نے کہا اور اٹھ

...ینہ.......... ہم تمہاری والدہ کو دیکھنے ضرور آئیں گے تم سے پھر ملاقات ہوگی.........."
...کہا۔

...پ لوگوں کا بے حد شکریہ.........." روبینہ نے کہا.......... باہر نکل کر بینش نے پوچھا۔

...ینہ.......... پیسوں کی مشکل تو نہیں ہے.......... میرے پاس پیسے ہیں بعد میں تم سے
...لی۔"

...ں نے پیسے ساتھ لے لئے تھے بھابی جی پتہ نہیں کتنے کا بل بنے گا۔" روبینہ نے کہا۔

...پہلے بل بنوا لیتے ہیں.......... پھر تم اپنے پڑوسی سے ٹیکسی منگوا لینا۔" بینش نے
...کچھ دیر کے بعد بینش نے دونوں ماں بیٹی کو ٹیکسی میں رخصت کیا.......... روبینہ
...ور ماں کے ساتھ شکر گزار نگاہوں سے بینش کو دیکھتی وہاں سے چل پڑی.......... اسے
...تھا جیسے وہ زبیدہ کو قبر کی تاریکیوں سے نکال لائی ہو..........!"

☆ .... ☆ .... ☆

بابو ارشاد نے اپنے ملازم کو بھیج کر غلام حسین کو دعوت دی تھی..........
آج دوپہر کے کھانے پر بابو ارشاد کے ہاں جا رہے تھے صبح سے شور مچا ہوا تھا۔
تھیں۔ حریم ساتھ نہیں جا رہی تھی۔ غلام حسین نے خود ہی اسے روک دیا تھا۔

"او بھئی گھر میں بھی تو کسی کا رہنا ضروری ہے۔ حریم گھر کو سنبھالے رکھے گی۔"

"لو وہ نہیں جائے گی۔ گھر کو تالا لگا دو.........." رحمت بی بی نے کہا۔

"او بے وقوف سمجھا کرو.......... کچھ ایسی ہی بات ہے۔"

"کیا بات ہے..........۔"

"ساری باتیں بتانے کی تو نہیں ہوتیں۔ بس میں نے جو کہہ دیا..........وہ
چاری۔ خوشی کے کام سے جا رہے ہیں او بھئی اس کا جانا ٹھیک نہیں ہے۔"

"ہائے چوہدری صاحب دل پر ہاتھ رکھ کر بات کرو.......... وہ اولاد ہے تمہاری
بات کر رہے ہو..........۔" رحمت بی بی نے کہا۔

"او میں کب کہہ رہا ہوں، تم مجھ سے بحث مت کرو.......... بس۔"

"جمال حسین نے کہا ہے" رحمت بی بی بولی۔

"او خدا کی بندی۔ اس نے بھی نہیں کہا ہے او میرا دماغ مت کھا بعد میں بتا دوں
نزاکت کو سمجھا کرو.......... وہ ہمارے دل کا ٹکڑا ہے دوسرے تو نہیں سمجھتے یہ بات

"کون دوسرے..........؟"

"بابو ارشاد کے گھر والے.......... خود نورین.......... وہ نہیں پسند کرتی حریم کو

"تو میں چولہے میں نہ جلا دوں گی اسے جو میری بچی سے نفرت کرے گا۔ اور ا
اچھی ہے کالی کلوٹی.......... سرخی پوڈر نہ لگائے تو چڑیل لگے پوری۔"

"او تجھ پر خدا کی مار.......... تیری سمجھ میں کبھی بات نہیں آئے گی چولہے
میں جلا دینا اسے.......... مگر شادی کے بعد.......... او دیکھو.......... او دیکھ
مشکل نہ بناؤ.......... ایک داؤ چلا رہا ہوں گھر کی حالت اچھی بنانے کے لئے۔ مجھے
دو تمہیں خدا کا واسطہ۔ تیاری کرو بھئی.........." غلام حسین بولے اور رحمت بی
چلی گئی۔

بابو ارشاد کی کوٹھی واقعی بہت خوبصورت تھی.......... غلام حسین دیر تک
کھڑے رہے تاکہ اندر سے کوئی دیکھ لے کہ یہ لوگ ٹیکسی سے آئے ہیں۔ پور
خرچ کئے تھے معمولی بات نہیں تھی۔ لیکن یہ حسرت پوری نہ ہو سکی کسی کم بخت
کی آواز پر باہر ہی نہ جھانکا تھا۔ بالاخر صبر کیا اور اندر داخل ہو گئے.......... وہاں
کاریں کھڑی ہوئی تھیں.......... غلام حسین پھیکے سے انداز میں مسکرا کر بولے۔"
ٹیکسی کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے۔" وہ بڑے دروازے پر پہنچ گئے ملازم نے دروازہ کھولا
"آیئے..........!۔" اس نے کہا اور ان لوگوں کو ڈرائنگ روم میں لے گیا۔

ہے کیا..........؟" غلام حسین نے پوچھا۔
چوہدری صاحب.......... خبر کرتا ہوں".......... ملازم بولا۔
بے خبر لوگ ہیں بھئی.......... یعنی گھر میں کوئی آجائے انہیں پتہ ہی نہیں

.........۔"

زم اندر چلا گیا.......... دس منٹ تک کوئی نہ آیا.......... اور غلام حسین جزبز ہونے
.... پھر بابو ارشاد داخل ہوئے اور غلام حسین کھڑے ہو گئے۔ مصافحہ کر کے انہوں نے
لو کیا دعوت کر کے بھول گئے تھے بابو ارشاد..........۔"
ہیں غلام حسین.......... بس آج چھٹی کا دن ہے دیر تک آرام کرتے ہیں.......... ایک
تو فرصت کا ملتا ہے..........۔"
بھابی جی کہاں ہیں۔"
ش روم میں ہیں.......... بس آتی ہی ہوں گی۔"
ر نورین بیٹی..........۔"
ے جگانے بھیجا ہے.......... اٹھ گئی ہو گی..........۔"
نی جلدی سو گئی.......... غلام حسین نے پوچھا۔
ی جاگی ہی کہاں ہے رات کی سوئی ہوئی.........." بابو ارشاد نے کہا۔
ے ہوئے ہوئے.........." غلام حسین نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔
ر بیگم بابو ارشاد آئیں.......... پھر نورین آگئی بیگم ارشاد نے کہا "اصل میں آپ کے ہاں
ں تو نہیں ہے.......... ورنہ ٹائم پرابلم نہ ہوتا۔ ہمارے ہاں چھٹی کے دن کھانا دیر سے کھایا
ہے۔"
ر بھائی غلام حسین.......... آخر فون کیوں نہیں لگا لیتے تم..........؟"
بس بابو.......... ارشاد.......... درخواست دے رکھی ہے تمہیں تو پتہ ہے کہ دادا
ت دیتا ہے تو پوتے کے پاس فون لگتا ہے۔" غلام حسین نے کہا۔
لیا.......... کب کی بات کر رہے ہو بھئی.......... او بھائی صبح درخواست دو شام کو فون
ہے۔ ہمارے گھر کی تین لائنیں ہیں پھر میری مسز کے پاس موبائل ہے۔ میرے پاس ہے
کے پاس ہے، کتنے فون چاہئیں تمہیں بھئی۔"
رے.......... اچھا مجھے پتہ ہی نہیں تھا۔"
و دنیا میں آؤ غلام حسین، کہاں زندگی گزار رہے ہو وقت بہت بدل گیا ہے.......... جمال
تم کہاں نوکری کر رہے ہو..........۔"
ایک فرم ہے چاچا جی۔"
کیا تنخواہ ملتی ہے۔"
ساڑھے پانچ ہزار۔"

"بڑی کم تنخواہ ہے.......... ہمارے ہاں فون کے بل ہی بیس سے پچیس ہ
ہیں.......... خیر کوئی بات نہیں.......... تمہارے لئے راستہ نکالنا ہی پڑے گا۔ ا
پتر.......... اپنا کاروبار.......... پیسہ کاروبار میں ہے۔"

"یہی تو میں کہتا ہوں اس سے۔" غلام حسین نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہو جائے گا سب ہو جائے گا بچہ ہے ابھی.......... نورین جمال کو اپنا گھر دکھاؤ"
کہا۔

"ہاں.......... آؤ جمال.......... نورین نے بے تکلفی سے کہا اور جمال اٹھ
ساتھ ساتھ غلام حسین بھی کھڑے ہو گئے تھے۔

"تم کہاں بھئی..........؟" بابو ارشاد بولے۔

"میں بھی ذرا کوٹھی دیکھ لوں.........." غلام حسین بولے۔

"او بیٹھو بیٹھو، تم بھی بچے ہو غلام حسین۔ بیٹھو تم سے باتیں کرنی ہیں
کوٹھی.........." غلام حسین جلدی سے بیٹھ گئے تھے۔ بابو ارشاد ہنسنے لگا تھا۔ جمال او
نکل گئے تو بابو ارشاد نے کہا۔

"یہ جوڑی بڑی بجتی ہے.........." غلام حسین تمہیں یہ دونوں بچے ساتھ سا
ہیں۔"

"کالا ٹیکہ لگوا دینا بابو ارشاد.......... آنکھوں میں اترتے ہیں۔"

"تو پھر کیا خیال ہے.......... دونوں کو ایک کیوں نہ کر دیں وہ.......... نواز کی
ختم ہو گیا نا..........۔"

"بس بابو ارشاد کیا بتاؤں.......... نواز پرانا دوست تھا.......... بیمار رہتا تھا..........
غربت کو دیکھتے ہوئے ہامی بھرلی تھی۔ ورنہ کہاں میرا بیٹا کہاں وہ.......... اور پھر بچے
بالکل ہی پسند نہیں تھی۔"

"انسان کو سوچ سمجھ کر بات کرنی چاہئے.......... یہ ہمارا تمہارا دور تو ہے نہیں
نے شادیاں کر دیں ہم نے نبھا دیں.......... اب تو بچے گلا پکڑ لیتے ہیں ماں باپ کا..........

"سو تو ہے.........." غلام حسین قہقہہ لگا کر بولے۔

"میں کہہ رہا تھا کہ کیوں نہ ان بچوں کا آپس میں رشتہ کر دیں دیکھو غلام حسین
اکلوتی بیٹی ہے.......... میرے پاس جو کچھ ہے اسی کے لئے ہے.......... جمال
ملکیت سنبھالے گا۔"

"یہ تو تم نے ہماری عزت بڑھائی ہے بابو ارشاد.......... اگر تم.......... جمال
سمجھتے ہو تو بسم اللہ۔"

"بس تو تم لڈو لے کر آجاؤ کسی دن ہمارے گھر.......... بات پکی..........
گے.......... اور پھر جلدی یہ کام نمٹائیں گے۔"

تیاری میں کچھ وقت لگ جائے گا۔" غلام حسین بولے۔

نہیں بھئی.......... خرچ کی تم فکر ہی نہ کرو.......... دونوں طرف کا خرچ ہم سنبھال
لیں جب بچوں کی زندگی شروع کرنی ہے تو پھر دیر کیسی..........۔"

تو غلام ہوں تمہارا بابو ارشاد.......... جیسے حکم دو گے کروں گا.........." غلام حسین
سے بولے۔

پھر یوں کرو.......... اتوار کا دن رکھ لو.......... سوا من لڈو بنوا لینا.......... ہم بھی کچھ
بلوالیں گے۔"

ٹھیک ہے بابو ارشاد.........." غلام حسین نے کہا..........

☆ .... ☆ .... ☆

یم کا کلیجہ خون ہو گیا تھا جو کچھ سنا تھا، سمجھ لیا تھا اچھی طرح جان گئی تھی کہ غلام حسین
ساتھ کیوں نہیں لے گئے.......... وہ عیبی تھی اور خوشی کی باتوں میں بیساکھی کی کھٹ کھٹ
نہیں برداشت کر سکتا تھا۔ دوسرے تو دوسرے لیکن ماں باپ.......... آہ جو کچھ
.... اس میں میرا ہی قصور ہے۔

الی گھر میں دل کھول کر رونے کا موقع مل گیا تھا.......... خوب روئی.......... امتیاز کی
نکل لی.......... اس سے باتیں کرتی رہی.......... پھر پروین آگئی.......... اچانک ہی آئی
ں کے آنے کی امید نہیں تھی۔ پروین نے اسے تاسف سے دیکھا.......... پھر بولی۔" گھر
تا ہے.......... سب لوگ کہاں گئے..........؟"

م ے گئے ہیں۔"

اکیلی ہو..........؟"

ں۔"

رے کونسی جگہ گئے ہیں سب.......... پہلے تو تم کبھی اکیلی نہیں رہیں خیر تو ہے؟"

بڑی خیر نہیں ہے شاید.........." حریم نے کہا اور سسک پڑی۔

حریم کیا بات ہے کیا ہو گیا مجھے بھی نہیں بتائے گی۔ تو تو کہتی ہے کہ دنیا میں میرے سوا تیرا
رازدار نہیں ہے۔"

نیا میں میرا کون ہے پروین.......... اب مجھے نہیں معلوم .... کون ہے میرا۔ کوئی
تا سکتا" حریم روتے ہوئے بولی۔ "تجھے میری قسم.......... مجھے کچھ تو بتا..........
نے کہا اور حریم روتے ہوئے اسے بتانے لگی کہ ابا لکھ پتی بن رہے ہیں۔ وہ تینوں بابو ارشاد
ں گئے ہیں اور خوشی کے موقع پر اسے اس لئے نہیں لے گئے کہ وہ معذور ہے اپاہج ہے۔
پروین دکھ سے اس کی صورت دیکھنے لگی۔ حریم روتے ہوئے بولی۔ "مجھے اس اپاہج کا بھی بڑا

غم ہے پروین جسے اس کی غربت نے معذور کر دیا ہے خدا کی قسم میں نے خود کو بر
کے قابل نہیں سمجھا۔ میں بیشک اس سے محبت کرتی ہوں لیکن............ میں نے ا
خواب کبھی نہیں دیکھے............ لیکن روبینہ............ روبینہ کے ساتھ بہت دھوکا
باپ بیٹوں نے۔ اس کی ہائے نہ پڑے ان لوگوں پر............ پتہ نہیں بے چاروں کا

پروین بہت دیر تک حریم کے پاس غمزدہ بیٹھی رہی تھی۔

☆............☆............☆

محمود امتیاز کو ہانگ کانگ گھما رہا تھا یہاں کے شب و روز کے بارے میں بتا رہا
امتیاز کو ہانگ کانگ کی زندگی کے مختلف گوشوں سے روشناس کرایا اور وقت کا اندازہ
پھر امتیاز نے کہا۔ "محمود آج مجھے اس فون پر رابطہ کرنا ہے۔"

"وقت ہو گیا............۔"

"ہاں۔"

"تو ٹھیک ہے فون کر لو............" امتیاز نے نمبر ڈائل کیا اور دوسری طرف سے
لیا گیا۔

"جی............ میرا نام امتیاز ہے۔ لاہور سے آیا ہوں اور مجھ سے آج فون کرنے
گیا تھا۔"

"ایک منٹ ہولڈ کیجئے۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔ پھر تیس سیکنڈ کے اندر جواب
گیا۔ "کل سوا پانچ بجے آپ کی فلائٹ ہے۔ ٹھیک پونے چار بجے آپ ایئر
جایئے............ دوسرے امور سب طے کر لئے جائیں گے آپ پونے چار بجے ایئ
جایئے............ خدا حافظ............" دوسری طرف سے فون بند ہو گیا............ امتیاز
اس جواب کے بارے میں بتایا اور محمود نے گردن ہلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے............ یہ سب کچھ ایسے ہی ہوتا ہے کل ہم دس بجے استاد کے
گے۔ وہاں سے واپس آکر کچھ خریداری کریں گے۔ پھر پیکنگ وغیرہ کر لی جائے گی م
ایئرپورٹ چھوڑ دوں گا............ بلکہ بہتر ہو گا کہ ٹیکسی سے چلے جانا............ ایے
دوسرے کے سامنے آنا پسند نہیں کرتے۔ رات کو دیر تک دونوں باتیں کرتے رہے نے
دن ٹھیک دس بجے دونوں گلاب کلی کے اڈے پر پہنچ گئے............ اس وقت گلاب
کرتے پائجامے میں ملبوس تھا بال بھی بڑی خوبصورتی سے بنائے تھے۔ اس انداز میں
نئی چھب آگئی تھی۔ ایک عجیب بانکپن تھا اس کے چہرے پر مسکرا کر بولا۔

"ایک رسیلا' ایک چھبیلا............ شبنم............ کالا دانا لائیو............ نظر

کہاں سے آ رہی ہے آلہ اودل کی جوڑی............ آؤ بیٹھو............ کہو محمود میاں
ہمن کو شہر گھما دیا............؟"
ں استاد............ یہ آج واپس جا رہے ہیں۔"
ادوار............ "گلاب کلی کے لہجے میں ایک تڑپ تھی ایک کسک تھی۔
استاد............" محمود نے جواب دیا اتنی دیر میں شبنم ایک شخص کے ساتھ آگیا۔ انگیٹھی
لے سلگائے گئے تھے پڑیا میں کوئی شے تھی جسے مٹھی میں لے کر اس نے باری باری محمود
ز کے سر سے پاؤں تک واری............ اور انگیٹھی میں ڈال دیا۔ استاد اپنی جگہ سے کھڑا
ر پھر اندر چلا گیا۔ شبنم اور دوسرا آدمی انگیٹھی لے کر چلے گئے تھے۔ استاد چند لمحوں کے
ں آیا۔ اس نے سر پر کوئی چیز اٹھائی ہوئی تھی۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ قریب آکر وہ
ں نے امتیاز کے حوالے کر دیا اور بولا۔
لاڈلے............ یہ نذرانہ داتا صاحب کے قدموں میں وار دینا۔ ان سے کہنا گلاب کلی کے
لون کی دعا کریں۔ یہ تم رکھ لو............ گھر والوں کے لئے کچھ لے جانا اور سنو............
نگ کانگ آؤ کبھی بھی مشکل ہو اڈے پر چلے آنا............ جاؤ چندا............ اللہ کی امان
............۔"
بخش فیض عالم مظہر نور خدا............! حق ہے' حق ہے" وہ ہاتھ اٹھا کر سیدھا کھڑا ہو
.... پھر اس نے حق ہے............ حق ہے............ حق ہے کے نعرے لگانے شروع کر
شبنم اور انار کلی ڈھول مجیرے لے کر آگئے اور استاد آنکھیں بند کر کے دھمال ڈالنے لگا۔
ستاد نے آنکھ سے امتیاز کو اشارہ کیا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا پھر دونوں استاد کے اڈے
ر نکل آئے امتیاز بالکل خاموش تھا۔ استاد گلاب کلی سے جب بھی ملتا تھا دماغ کی کیفیت
ہو جاتی تھی۔ بہت دیر تک وہ اس بارے میں سوچتا رہا۔ پھر محمود نے ایک خوبصورت شاپنگ
م میں کار روک دی۔
ھ خریداری کریں گے اور ہاں امتیاز............ بلا تکلف تم مجھ سے ضرورت کے مطابق پیسے
.... قرض کے طور پر سہی اب تو آتے جاتے رہو گے واپس کر دینا۔"
ستاد کی مہربانی سے میرے پیسے مجھے واپس مل گئے ہیں۔ کمال نے ایڈوانس کے طور پر دیدئے
ں اس سے زیادہ خریداری نہیں کروں گا۔"
ستاد نے بھی تو تمہیں کچھ دیا ہے۔" محمود نے کہا۔ "ارے ہاں............ کیا ہے اس لفافے
" امتیاز کو یاد آگیا۔ لفافے سے ایک ہزار امریکن ڈالر برآمد ہوئے تھے............ "میرے
.... یہ تو بہت ہیں۔" امتیاز حیرت سے بولا۔
یہ سب تمہیں خرچ کرنے ہیں۔ "محمود بولا............ امتیاز کا دل دھڑکنے لگا۔ ماں' شانو'
.... ان کی آنکھوں میں ستارے اتر آئیں گے اپنے لئے تحفے دیکھ کر............ شاپنگ
یم میں داخل ہو کر سب ان کی آنکھوں میں آگئے اور اس نے بہت کچھ خریدا............

محمود نے اپنے طور پر خریداری کی تھی پھر وہ واپس آ گئے.......... ہوٹل پہنچ کر اس
پیکٹ بنائے گئے۔

"یار سامان زیادہ تو نہیں ہو گیا؟" امتیاز نے کہا۔

"فکر مت کرو یہ تو تمہاری تربیت ہو رہی ہے تم سے اس سامان کے بارے میں
پوچھے گا۔"

"لیکن وہ لوگ بھی تو سامان دیں گے۔"

"وہ خود ذمے دار ہوتے ہیں۔"

"اور ہوائی جہاز میں وزن وغیرہ کا مسئلہ..........۔"

"تمہیں خود اندازہ ہو جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ اگر کسی سامان پر اعتراض ہو جائے تو ا...
دینا لیکن ایسا ہو گا نہیں.......... اس کے علاوہ امتیاز ایک کام میرا بھی کر دینا۔"

"ہاں، ضرور..........۔"

"یہ ایک چھوٹا سا پیکٹ ہے ایک پتہ بتا رہا ہوں.......... نوٹ کر لو.......... وہاں ...
اور سیما ہوں گی۔ انہیں دیدینا.......... اور تم ان سے یہی کہنا کہ کراچی میں تمہاری
ملاقات ہوئی تھی۔ میں کچھ دن کے لئے پاکستان سے باہر جا رہا ہوں جیسے ہی موقع ملے
آؤں گا۔ امتیاز انہیں میرے بارے میں یہی بتانا کہ میں بہترین زندگی گزار رہا ہوں..........
خوش ہوں اور امتیاز.......... ان سے پوچھنا کہ انہیں کوئی پریشانی تو نہیں ہے..........
کہنا امتیاز.......... کہ میں ان سے بہت شرمندہ ہوں اور امتیاز..........۔" اچانک محمو...
ہو گیا.......... اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی تھی پھر اس نے آہستہ سے کہا..........
یار میں نے خط لکھ دیا ہے۔ خط اس پیکٹ میں ہے۔"

"دوسری بار آؤں گا محمود.......... تو ان کی پوری خیریت لے کر آؤں گا تم فکر...
یار..........۔"

"اب تیار ہو جاؤ.......... میں تمہیں ٹیکسی لائے دیتا ہوں۔ تم ٹیکسی...
گے.......... میں اپنی گاڑی میں ہوں گا تم سے دور رہ کر تمہاری نگرانی کروں گا...
کرنا.......... اور سنو.......... خاص طور سے دوبارہ ہدایت کر رہا ہوں راستے میں یا ا...
پر کسی کی ایک سوئی بھی قبول نہ کرنا۔ خواہ کوئی کتنی ہی دوستی جھاڑنے کی کوشش کرے
جال میں نہ آنا.......... اپنا رویہ بے حد خشک رکھنا۔"

اطمینان رکھو.......... بھٹی صاحب نے مجھے عملی تجربہ بھی کرا دیا ہے۔" امتیاز ہنس...

"وہ بہت معصوم سی حرکت تھی بڑے بڑے بھیڑیوں سے واسطہ پڑے گا امتیاز...
اوکے.......... چل اب نیچے اتریں۔"

ٹیکسی نے اسے ایئرپورٹ چھوڑ دیا۔ نیچے اتر کر بل ادا کیا اور اپنا سامان لے کر آگے
تھا کہ وہی شناسا قریب آ گیا۔ آہستہ سے بولا۔ "مجھے پہچانتے ہو..........؟"

"... ٹکٹ سنبھالو.......... اور اندر جاؤ.......... خدا حافظ.........." اس نے دو
... پیکٹ امتیاز کے حوالے کئے اور خاموشی سے آگے بڑھ گیا.......... امتیاز لرزتے دل
... قدموں کے ساتھ آگے بڑھ گیا.......... امتیاز لرزتے دل اور لرزتے قدموں کے
آگے چل پڑا۔ ایئرپورٹ کے قوانین سے نمٹتے ہوئے اس کی جان آنکھوں میں آ رہی تھی۔
پہنچ میں جانے کے بعد کچھ سکون ہو گیا۔ دل میں لاکھوں امنگیں آرزوئیں سجی ہوئی تھیں۔
...نہ کیا کیا یاد آ رہا تھا۔ چوہدری نواز، جوتے والے خان صاحب، چاچا مہردین.......... اور دو
.... ایک بچہ.......... گاڑی میں لیٹا ہوا.......... خوشیاں..........
.... نہ جانے کیا کیا.......... ہاں ان یادوں نے سفر مختصر کر دیا.......... جب پائلٹ
...ے لاہور پہنچنے اور خوشگوار موسم کی اطلاع ملی تو وہ ششدر رہ گیا.......... لاہور بس اتنا
...تھا..........!

ایک بار پھر جانکنی کا عالم طاری ہونے لگا.......... ہر نگاہ مشکوک لگنے لگی لیکن جادو کی بنسری
...ی تھی۔ کالا جادو چل رہا تھا.......... کسی کو اس کے پیکٹ نظر ہی نہ آئے.......... ہاں
کمال الدین نظر آ گیا.......... جو اس کا انتظار کر رہا تھا۔ سب کچھ ایک سسٹم کے
.... کمال الدین نے ایک روبوٹ کی طرح آگے بڑھ کر صرف وہی پیکٹ سنبھالے جو
...ے لئے دیئے گئے تھے۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"فرصت ملتے ہی میرے پاس آنا.......... خدا حافظ.........." اور وہ اپنے پیکٹ لے کر
بڑھ گیا.......... امتیاز ششدر رہ گیا۔ کمال الدین نے کسی جذبے کا اظہار نہیں کیا
.... نجانے کیوں.........." پہلے اس اس نے ایک ٹیکسی سے سودا کیا اور ٹیکسی نے اسے
...سمیت گھر پر اتار دیا۔ جانا پہچانا گھر جہاں وہ کسی مشکل کے بغیر واپس آ گیا تھا.......... اس
...یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی مشکل ہی پیش نہ آئی ہو۔

دروازے پر رکے.......... اندر سے شانو کی زور زور سے آواز سنائی دے رہی تھی۔

میرے اللہ برائی سے بچانا مجھ کو.......... نیک جو راہ ہو اس راہ پر چلانا مجھ کو..........!

...دل سے آنسو ٹپک پڑے..........

قدم رک گئے.......... یہ گھر مقدس ہے اور میں ناپاک ہو چکا ہوں۔ اس گھر میں جو کچھ
...ہے اس میں چوہدری نواز کے خون پسینے کی بو شامل ہے.......... اور میں یہاں جو کچھ لے
...داخل ہو رہا ہوں وہ..........

اچانک دروازہ کھل گیا.......... شانو نے دروازہ کھولا تھا کسی کو کھڑے دیکھ کر وہ سہم
.... پھر غور سے دیکھا.......... پھر اس کے ہاتھ سے کتاب گر گئی.......... پھر وہ زور
چیخی..........

کمال بھائی جی آ گئے، اماں، اماں، اماں.........." وہ بدحواسی میں گرتے گرتے بچی۔

دوسرے کمرے سے روبینہ نکل کر بھاگی۔ زبیدہ کی حالت بھی اب خاصی بہتر تھی
کمرے سے نکل آئی .... امتیاز نے اندر داخل ہو کر سامان سے بھرے بیگ
دیئے......... ماں کے ہاتھ خود بخود پھیل گئے اور امتیاز اپنے گناہوں سے سہم کر ما
میں جا چھپا۔ زبیدہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی......... روبینہ کی آنکھیں بھی آ
تھیں......... شانو بھی دوڑ کر بھائی سے لپٹ گئی تھی اور امتیاز کو ایک عجیب سا ا
تھا......... برائی سے تو وہ نہ بچ سکا لیکن ماں اور بہنوں کے لئے تھوڑی سی خوشیاں
لایا تھا......... یہ خوشیاں اس کے دل کا داغ تھیں لیکن دوسروں کو تو یہ داغ نظر
تھے۔ اس نے یہ داغ اپنے دل میں چھپا لئے......... بہنوں کو لپٹا لیا......... ماں کو
لپٹا رہا اور اسے یوں احساس ہوا جیسے سارے جہاں کا سکون اسے میسر آگیا ہو جیسے وہ ر
لمحات ٹل گئے ہوں جنہوں نے اسے دہشت کی آغوش میں دھکیل دیا تھا' سب کچھ ہ
گیا تھا یوں لگتا تھا جیسے برس کے بچھڑے ہوئے ہوں' زبیدہ اسے چھوڑ نہیں پا رہی
امتیاز نے ماں کو سنبھالا۔ چارپائی کی جانب بڑھ گیا بیٹھ گیا......... ماں بھی قریب بیٹھ گ
نے اپنے آپ کو بالکل تبدیل کر لیا' اس نے کہا......... "ایسا نہیں لگ رہا اماں جیسے
بعد میں واپس آیا ہوں۔"

"برسوں کی بات کر رہا ہے امتیاز' لگتا ہے صدیوں میں تجھے دیکھا ہو' تو ٹ
نا.........؟"

"بس اب دیکھ رہی ہو نا مجھے' ٹھیک لگ رہا ہوں یا خراب لگ رہا ہوں.........۔
"اللہ کا شکر نہیں ادا کر پا رہی اپنی زبان سے' کیسے کہوں' بس کیا کہوں.........؟
دوپٹے سے آنسو خشک کرتے ہوئے کہا.........

"سب ٹھیک تو ہے نا اماں' سب کچھ ٹھیک ہے نا' روبینہ آج اپنی نوکر
گئی.........۔"

"بھیا باجی نے تو نوکری کب کی چھوڑ دی........." روبینہ کے بجائے شانو ب
امتیاز نے چونک کر روبینہ کو دیکھا' روبینہ نے آہستہ سے کہا "ہاں بھیا نوکری کرنا م
بات نہیں تھی۔ بس چاچا مہر دین نے کہا' اماں نے کہا تو میں نے جانا چھوڑ دیا' جتنے
اتنے دن کی تنخواہ بھی نہیں لی کمپنی سے.........۔"

امتیاز نے محبت سے بہن کو دیکھتے ہوئے کہا "اگر تو تنخواہ لے لیتی نا روبینہ تو یقین
روپے تجھے ملتے وہ ساری زندگی میرے سینے میں کیلوں کی طرح چبھتے رہتے۔ ب
میں بہن کی کمائی اس سے بڑی گالی بھائی کے لئے اور کوئی نہیں ہو سکتی.........۔"

"چھوڑ دی بھیا نے' میں نے ایک پیسہ بھی نہیں لیا وہاں سے' جانے آنے کا کر
پاس سے ہی خرچ کر دیا اور بھیا میں کہیں نوکری نہیں کروں گی......... بس اماں ک
خراب ہو گئی تھی اس لئے......... ابھی تک میں نے بچوں کی ٹیوشن نہیں شروع

ے دن کے بعد بچے آجایا کریں گے پڑھنے کے لئے جو کچھ بھی مل جائے گا اللہ مالک
.........۔"

"نہیں روبینہ' بات ختم ہو گئی بیٹا' اب میں نے کمائی شروع کر دی ہے' وقت ٹل گیا' برا
ٹل گیا' کاش ابا بھی اس اچھے وقت میں شامل ہوتے' اماں کی کیا طبیعت خراب ہو گئی
.........؟"

"بس بیٹا یونہی کبھی کبھی موسم اثر انداز ہو جاتا ہے۔"
"چائے بنا کر لاؤں بھیا.........؟"
ہاں چائے نہیں پلاؤ گی........." امتیاز نے مکمل طور سے خود کو سنبھال لیا۔
بہنوں کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں تھا' اچھلی اچھلی پھر رہی تھی' اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ بھاگ
کے گھر پہنچ جائے اور اسے بتائے کہ امتیاز بھیا واپس آگئے ہیں۔ دونوں بڑے بڑے بیگوں
طرف کسی نے نگاہ بھی نہیں اٹھائی تھی' محبت کرنے والے تو وجود کو پیار کرتے ہیں' خوشبو کو
تے ہیں یہ مصنوعی چیزیں محبت کے راستے میں بھلا کیسے آسکتی ہیں.........
چائے پی گئی' زبیدہ بھی بے پناہ خوش تھی بیٹا آگیا تھا' امیدوں کے چراغ اچانک جل اٹھے
نوکری کا معاملہ تھا' نجانے کتنے دن کراچی میں رہنا پڑتا' نجانے کتنے عرصے کے بعد واپسی ہوتی'
امتیاز غیر متوقع طور پر واپس آگیا تھا۔ بہرحال اس کے بعد باتوں کا آغاز ہوا......... پھر امتیاز
خود ہی بیگ سامنے رکھے اور اس میں سے چیزیں نکالکر رکھنے لگا شانو کے لئے خوبصورت
ے' ایسے کہ دیکھنے سے آنکھیں کھل جائیں شانو خود بھی سکتے میں رہ گئی تھی......... یہ بھی
پوچھ پائی تھی کہ بھیا یہ کس کے لئے ہیں امتیاز نے خود ہی پیار سے اسے اپنے نزدیک بٹھایا اور
"یہ ہماری شانو رانی کے کپڑے ہیں ذرا دیکھ کر بتاؤ اچھے لگے یا نہیں۔"
"م......... میرے........." شانو کی آنکھوں کے روشن چراغوں میں امتیاز کے وجود کے
ے اندھیرے گم ہو گئے' پھر روبینہ کی باری آئی اور روبینہ شرما شرما کر اپنی چیزیں دیکھتی
ا......... زبیدہ نے اپنے لئے لائی ہوئی چیزوں کو عجیب سی نگاہوں سے دیکھا اور پھر کہنے
....

"بیٹا آئندہ جو بھی کچھ خرید اپنی بہنوں کے خیال سے خریدنا' ہم اس عمر سے گزر چکے
.........۔"

"کہاں اماں ابھی تو بہت عرصے جینا ہے آپ کے لئے ابا نہیں رہے اس دنیا میں لیکن ہم
ہمیں اپنے قریب دیکھ رہے ہیں۔ اماں خدا کے لئے کوئی ایسی بات نہ کرنا جس سے دل
دکھے.........۔"

گھر میں خوشیوں کا طوفان آگیا تھا' باہر والوں کا جو سامان تھا وہ ایک سمت رکھ دیا گیا۔ تھا ہی
یا......... وہ پیکٹ جو محمود نے اپنے گھر کے لئے دیا تھا پھر امتیاز تھوڑا سا سامان کسی اور کے
لے لایا تھا' بہرحال اتنا کچھ لایا تھا کہ یقین نہ آئے کہ اس گھر میں بھی ایسی چیزیں آسکتی ہیں۔ پھر

امتیاز کافی دیر تک زبیدہ کو کراچی کے لئے جھوٹے قصے سناتا رہا۔ وہاں کی گلیوں سڑکوں او
کی کہانیاں برائی سے نہ بچ سکا تھا تو اب برائیوں کے باقی لوازمات بھی اس کی زندگی مر
گئے تھے جھوٹ تو بولنا ہی تھا معصوم ماں اور معصوم بہنوں کو سمجھانا تھا اور اس نے
سمجھایا.......... یہ بتایا کہ اس کی نوکری ایسی لگی ہے کہ اب وہ کراچی آتا جاتا رہے گا
دس پندرہ دن کے لئے وہاں.......... پھر تھوڑے دن کے لئے یہاں' کبھی یہ وقفہ طویا
سکتا ہے بہت دیر تک وہ ان سب لوگوں سے باتیں کرتا رہا پھر اس نے کہا..........

"کچھ اور لوگوں سے بھی ملنا ہے اماں دیر ہو جائے تو فکر نہ کرنا ابھی تو پورا دا
ہے.......... پھر تھوڑے دن کے لئے یہاں کبھی یہ وقفہ طویل بھی ہو سکتا ہے بہت د
ان سب لوگوں سے باتیں کرتا رہا تھا پھر اس نے کہا..........

"کچھ اور لوگوں سے بھی ملنا ہے اماں دیر ہو جائے تو فکر نہ کرنا ابھی تو پورا دا
ہے.......... ذرا دفتر کے کچھ کام نمٹا آؤں.......... یہ سامان کچھ اور لوگوں
ہے.........." زبیدہ نے بخوشی اجازت دے دی تھی۔ امتیاز سامان کے بیگ ہاتھ میں لا
سے نکل آیا اور اس کے بعد اس کی پہلی منزل وہی پارک تھی جہاں جوتے بنانے و
صاحب بیٹھا کرتے تھے۔ محنت کش پٹھان اس وقت بھی اپنی ذمے داریاں پوری کر رہا تھا
امتیاز اس کے سامنے اکڑوں بیٹھ گیا.......... اس نے لوہے کے پاؤں پر چڑھے ہوئے :
کیلیں ٹھونکیں اور پھر گردن اٹھا کر امتیاز کو دیکھا ایک لمحے دیکھتا رہا اور پھر اس کے چہر
کے آثار پھیل گئے..........

"او خدایا تم ای تم' جوتا بدل لیا تم نے او یارا کیسا ہے بہت دن سے اس طرف نہیں
مل گیا شاید تمہارے کو..........۔"

"ہاں خان صاحب آپ کی دعائیں جو تھیں میرے ساتھ..........۔"

"او یار ہمارے کپڑے گندے ہیں مگر تمہارے کو گلے ملنے کو جی چاہتا ہے خدا قسم بہت
کو..........۔"

"تو پھر اٹھے کیوں نہیں ہو خان صاحب.........." امتیاز کھڑا ہو کر بولا اور جوتے
پٹھان اٹھ کر اس سے لپٹ گئے..........

"او یار دیکھو دوستی دوستی ہوتا ہے' ای دوستی کے بیچ یہ کپڑا نہیں آنا چاہئے..........
تمہارے کو اچھا حالت میں دیکھ ایسا خوش ہوا جیسا ہمارے بھائی کو نوکری مل گیا ہو..........
کے دل میں ایک گولا سا آپھنسا' محبت اور خلوص کہاں ہے کوئی نہیں جانتا یہ کہیں ۔
سکتاہے۔ درحقیقت اس وقت اسے بے پناہ خوشی ہو رہی تھی' اگر وہ ہانگ کانگ میں
دوست کو نظر انداز کر دیتا تو آج اسے شرمندگی ہوتی.......... خان صاحب نے زور
لگائی..........

"آلکا چینک لاؤ' جلدی لاؤ.......... چائے والا لڑکا سامنے سے گزر رہا تھا وہ گردن

یار کدر نوکری ملا اچھا نوکری ملا..........۔"
ان صاحب.........." امتیاز کی آواز میں ہلکی سی لرزش پیدا ہو گئی پھر اس نے گلا
کہا۔
نوکری ملا ہے ادھر آنا جانا رہے گا آپ سے ملتا رہوں گا..........۔"
ئں رکھے.........." خان نے کہا اور امتیاز نے پیکٹ کھولکر خان کے سامنے رکھ
. پھر ایک بڑے خوبصورت کیس سے اس نے جیبی گھڑی نکالی اور خان صاحب کے
ہوا بولا "یہ میں آپ کے لئے لایا ہوں..........۔"
..........؟" خان نے اس چمکتی ہوئی گھڑی کو دیکھ کر کہا پھر امتیاز کی صورت دیکھی اور پھر
ن جھک گئی' وہ آہستہ سے بولا "نہیں یارا نہیں ہم اس کا قابل نہیں ہے ابھی دیکھو
رمندہ مت کرو..........۔"
صاحب یہ میں آپ کے لئے لایا ہوں' آپ نے ابھی کہا تھا نا کہ مجھے دیکھ کر آپ کو
، آپ کے چھوٹے بھائی کو نوکری مل گئی ہو۔ خان صاحب آپ کے چھوٹے بھائی کو
ے' تنخواہ ملی ہے تو چھوٹا بھائی آپ کے لئے کچھ نہیں لاتا.........." خان صاحب نے
، آنسو پونچھتے ہوئے ہاتھ آگے بڑھا کر گھڑی لے لی اور کہا..........
ہم نہیں سمجھتا اس کو ہم اپنے کونسے جی میں رکھے گا پرام تمہارے کو ایک بات بولی'
ہ سال کا تھا جب ہم نے ایک ایسا گھڑی ایک بہت بڑے امیر کے پاس دیکھا اور آرزو کیا
ایک ایسا گھڑی ہمیں بھی دے دے' باقی عمر ہمارا اسی آرزو میں گزر گیا' ای یارا کونسا چیز
کدر سے دیتا ہے انسان کو نہیں معلوم ہوتا' ای ہم اور کیا بولے..........؟"
صاحب آپ کا بھائی ہوں چھوٹا' یہ کچھ اور چیزیں بھی ہیں آپ کے لئے..........۔"
یار خدا قسم ای ہمارا گردن مت جھکاؤ' ہم کیا بولے تمہارے کو..........۔"
خان صاحب' آج ہمارا رشتہ پکا ہو گیا ہے آپ بے دھڑک ہمارے کو بولو آپ کے لئے
ے کیا لائے..........؟"
ا خدا تمہارا عمر دراز کرے.........." خان صاحب نے نمناک آواز میں کہا..........
ﺰں لے کر انہوں نے احتیاط سے رکھ لیں۔ چہرے پر پھیل جانے والی خوشی تمام مشکلوں کا
ا جو امتیاز کو اٹھانی پڑی تھی۔ چینک کی چائے پینے کے بعد خان صاحب کو سلام کر کے وہ
، چل پڑا اب اسے محمود کے بتائے ہوئے پتے پر جا کر محمود کی دی ہوئی اشیاء اس کی بھابی
کو پہنچانی تھیں پتہ معلوم کرنے میں زیادہ دقت نہیں ہوئی.......... اس نے دروازے پر
یا.......... دوسری بار.......... پھر تیسری بار.......... تب دروازہ کھلا اور امتیاز کو ایک
نظر آئی.......... لیکن اسے دیکھ کر وہ ساکت رہ گیا یہ پارک میں نظر آنے والی خواتین
کی لڑکی تھی.......... امتیاز اسے دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا.......... ادھر لڑکی کے منہ سے

خوف کی ایک آواز نکلی اور اس نے پوری قوت سے دروازہ بند کر دیا۔

دروازہ بند ہونے سے امتیاز چونکا........... اس نے صورت حال کا اندازہ کیا ا
آگئی........... کمال ہے یہ محترمہ اب بھی مجھے پاگل سمجھ رہی ہیں........... کچھ تو
اس نے پھر دروازے پر دستک دی........... لیکن دوبارہ دستک دینے کے باوجود درو
تھا........... وہ عجیب پریشانی میں مبتلا ہو گیا........... اندازہ ہو رہا تھا کہ اب دروازہ
لیکن سامان دینا ضروری تھا۔ پڑوس کے ایک بابا جی امتیاز کی پریشانی دیکھ رہے تھے قری
بولے۔

کیا بات ہے کاکا........... اندر کوئی نہیں ہے تو دروازہ کیوں بجا رہے ہو...........

"نہیں بابا جی اندر باجی ہے مگر دروازہ کھول نہیں رہی' پتہ نہیں کیوں ڈر گئی ہے!
آپ ادھر ہی کے رہنے والے ہو...........؟"

"ہاں سامنے ہی رہتا ہوں۔"

"تو یہ سامان پکڑو' یہ ایک پرچا بھی ہے کسی نے بھیجا ہے' آپ اپنا نام لے کر
دے دیو بس یہ سامان ہی پہنچانا ہے مجھے اور کوئی کام نہیں ہے۔" امتیاز نے کہا اور با
سمجھ میں آگئی۔ پیکٹ لے لیا رقعہ بھی لے لیا اور اس کے بعد وہ خود دروازے
گئے۔ انہوں نے دروازہ بجایا تو اندر سے آواز آئی۔

"کیا ہے کیوں دروازہ پیٹ رہے ہو........... "۔

"او پتر میں ہوں خالق چاچا' دروازہ کھول..........." سامنے والے بزرگ نے
آواز غالباً" جانی پہچانی تھی دروازہ کھلا اور امتیاز نے دیکھا کہ بزرگ اس خاتون سے
رہے ہیں۔ خاتون نے پیکٹ اور رقعہ بزرگ کے ہاتھ سے لیا تو امتیاز پلٹ کر واپس چ
اس نے دوبارہ پلٹ کر اس جانب نہیں دیکھا لیکن ایک عجیب سی کیفیت اس کے دل
گئی تھی ان لوگوں کا تعلق محمود سے نکلے گا تصور بھی نہیں کیا تھا خوب دلچسپ
تو........... وہ لڑکی شاید گھر میں موجود نہیں تھی جس سے اس کی ملاقات بس اسٹا
اور اس نے اسے بتایا تھا کہ وہ پاگل نہیں ہے یا پھر اگر گھر میں موجود بھی ہوگی تو ا
گیا ہوگا........... گویا اس نے اس وقت بھی اسے صحیح الدماغ تسلیم نہیں کیا تھا...........

دل میں ایک ہوک سی اٹھی اگر اس کی جھلک بھی نظر آجاتی تو دل کی
جاتی........... وہ شکل' وہ احساس آنکھوں سے اوجھل نہیں ہو سکا تھا' دل سے نہیں
اس لڑکی کے بارے میں پیدا ہو گیا تھا لیکن ان لوگوں کا تعلق محمود سے ہے' ایک
دوسری بھابی ایک بھتیجا بھی ہے۔ پتہ نہیں کون سی بہن ہے اور کون سی بھابی' امتیاز ا
اور پھر اتنا کور ذہن بھی نہیں تھا چہرے بولتے ہیں کنوار پن کی ایک الگ ہی کیفیت
یقیناً محمود کی بہن تھی اور یہ خاتون بھابھی........... نجانے کیوں امتیاز کے دل کو آ
ہوا........... محمود سے جس دوستی کی بنیاد پڑی ہے اس کے تحت یہ فاصلے طویل

نی ختم ہو جائے گی۔
کراتا ہوا وہاں سے آگے بڑھ گیا اور تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا بڑی سڑک پر نکل آیا۔
حسین لگ رہا تھا بہت سے احساسات' بہت سے تصورات دل میں تھے........... ایک
اور مال روڈ چل پڑا........... پھر کمال الدین کی دکان کے سامنے ہی رکشہ رکا تھا کمال
ب کتاب میں مصروف تھے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی اور بڑے تپاک
ے ملا...........

ھئی بیٹھو' اصل میں یہ سارے کام ہوتے تو ٹھیک ٹھاک ہی ہیں لیکن بس ذرا سی احتیاط
ہے۔ بندہ نظر میں نہیں آنا چاہئے' رابطے پتہ نہیں چلنے چاہیں........... اچھا خیر چھوڑو
رہا ہوں تمہارے لئے' سناؤ کیسا رہا تمہارا یہ ٹرپ ملک سے باہر جانے میں مزہ آیا یا
....." امتیاز کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "بہت مزہ
....۔"

میں جانتا تھا بیٹے' اب بتاؤ ہم زیادہ سیانے رہے یا تم........... کیا خیال ہے کام چالو
دل چھوڑ بیٹھے...........۔"

کمال الدین صاحب کام تو اب چالو ہوا ہے...........۔"

ردست' بس تو پھر میرے لئے تم سے زیادہ اور کون ہو سکتا ہے۔ آؤ حساب کتاب کر لیتے
یاز کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی........... اور کمال الدین حساب کتاب لگانے لگا۔

☆ .... ☆ .... ☆

حسین کے دل میں شاید غیرت کے کچھ ذرات باقی تھے' اسے یہ سب کچھ عجیب لگ رہا
ے بھی اتنا دور نہیں تھا اسے حریم سے محبت تھی ماں باپ جیسے بھی تھے ماں باپ تھے' وہ
بلت کر رہا تھا کہ بابو ارشاد کا گھرانہ بے حد مغرور ہے۔ وہ اپنے سامنے کسی کو خاطر میں
۔ یہی کیفیت نورین کی ہے۔ اس کے اندر ایک رعونت ہے۔ بیشک جمال کے لئے اس
رگی کا اظہار کیا تھا لیکن ایک رعونت کے ساتھ مگر غلام حسین ان لوگوں پر بری طرح
ئے تھے۔ ان کاروایتی لالچ اور کنجوسی عروج پر تھی اور ان دنوں وہ پورے شہر کے حلوائیوں
ن لڈو کے ریٹ لیتے پھر رہے تھے۔
ل' اچھی طرح سوچ لو........... بعد میں اسے میرا قصور قرار نہ دینا۔"
ے دل میں کیا ہے جمال یہ بتا۔"
ے دل میں کچھ نہیں ہے بس وہ سب مجھے مغرور لگتے ہیں وہاں ہمیں عزت نہیں ملے گی
ئی تو اس پر بھی تیار ہو گئے ہی کہ دونوں طرف کا خرچہ بابو ارشاد کریں۔"
ں کو پتہ نہیں تھا کہ غلام حسین واپس آگئے ہیں اور دروازے پر کھڑے ماں بیٹے کی باتیں

سن رہے ہیں۔ اس سے زیادہ وہ برداشت نہ کرسکے۔ فوراً اندر گھر آئے۔
"نا پتر نا.......... تم خود خرچہ کرو.......... لکھ پتی ہو بلکہ کروڑ پتی ہو.........
دے چرخے عقل بھی ہے کچھ.......... او آگے بھی زندگی پڑی ہے خرچوں کے ۔
اس وقت تو بابو ارشاد پھنسے ہوئے ہیں.......... اپنی شان کے لئے سب کچھ کریں
مرضی سے کریں گے۔ اوہم اپنی جمع پونجی لگا بھی دیں گے تو کیا فائدہ.......... ان
ہے ان کے دل میں نہ جانے کیا کیا ارمان ہوں گے.......... نہ پورے ہوئے تو کہیں
حسین.......... میں تو خود سب کچھ کر رہا تھا۔ تم نے بیچ میں ٹانگ اڑا دی.........
کی برائی مول لے لو.......... او بھائی شادی کے بعد بات دوسری ہو جائے گی.......
کچھ دکھانا تھوڑی ہوگا.......... اس وقت بھی تو زندگی گزارنی ہوگی تم لوگوں کو..
وقت ناک اونچی کر لو گے اور بعد میں رگڑتے پھرو گے تب ٹھیک ہے۔"
"مگر ابا جی.......... ہمیں کچھ تو کرنا ہوگا..........؟" "او کر تو لیا ہمیں جو کچھ کر
"کیا..........؟"
"تجھے پال پوس کر جوان کر دیا' پڑھا لکھا کر بابو بنا دیا۔ اوہم یہ نہ کرتے اور لگا د
ورکشاپ پر چھوٹے تو کیا بابو ارشاد ادھر کا رخ کرتے.......... او پوچھ اس ۔
بی.......... جواب لے.......... جو کچھ ہم کر چکے ہیں اسے یاد ہے..........۔"
"ابا جی.......... ابا جی.......... تمہارا بڑا احسان ہے مجھ پر.......... میں تو بر
کر رہا تھا۔ جو تمہارا دل چاہے کرو.......... میری توبہ میں کچھ نہیں بولوں گا.........
"بولنا بھی نہیں پتر .... میں بڑا ٹیڑھا آدمی ہوں.......... ہاں وہ لڈو بنوا
دے آیا ہوں.......... پرسوں مل جائیں گے.......... ہم بابو ارشاد سے کہہ دیں ۔
آرہے ہیں..........۔"
"ٹھیک ہے.........." رحمت بی بی نے کہا۔
"آدھی قیمت پر بن گئے.......... اسے کہتے ہیں عقلمندی۔"
"غلام حسین خوش ہو کر بولے۔
"کہاں سے بنوائے ہیں؟"
"او شالی میں اپنا ایک پرانا واقف کار تھا.......... منافع نہیں لے گا ہم سے......
"شالی میں.........." جمال حسین پھر چونک پڑا۔
"او ہاں بھئی بڑا پرانا حلوائی ہے۔"
"ابا جی ایسی مٹھائی جائے گی وہاں۔"
"او جمال حسین.......... او عقل کے خچر.......... یہ بڑے لوگ مٹھائی کہا
بھئی.......... وہ تو اپنی شان کے لئے مٹھائی منگوائی ہے.......... بعد میں سارے
غرباء کو چلے جائیں گے۔"

جائے گی بات پکی کرنے میں۔" جمال بولا.......... اور غلام حسین چونک پڑا۔
ہاں ہاں' کیوں نہیں جائے گی.......... اکلوتی بہن نہیں جائے گی تو اور کون
بھی کوئی کہنے کی بات ہے.......... ابھی تم لوگ اپنی چونچ کو قابو میں رکھنا..........
میں ٹھیک کرلوں گا۔" غلام حسین نے کہا۔

☆ .... ☆ .... ☆

کسی کام سے گئی ہوئی تھی واپس گھر پہنچی' دروازہ بجایا تو بنش نے دروازہ کھول دیا اور سیما
ہی بولی۔
سیما' غضب ہوگیا بڑی غلطی ہوگئی مجھ سے آج توبہ توبہ..........۔"
ہے بھابی کیا ہوا.........." سیما نے متوحش لہجے میں کہا۔
اندر تو آ بتاؤں تجھے برا ہی برا ہوگیا۔ سیما بڑی بھاری غلطی ہوگئی مجھ سے..........۔"
مجھے ڈرا رہی ہو بھابی بتاؤ تو سہی کیا ہوگیا سب خیر تو ہے نوید کہاں ہے..........؟"
رہا ہے ایک انوکھی بات ہوگئی سیما تجھے وہ لڑکا یاد ہے جو کئی بار ہمیں پارک میں ملا
....؟ وہ برے حال والا خوب صورت لڑکا جو الٹی سیدھی باتیں کرتا تھا ایک دفعہ نوید کے
کہنے لگا تھا کہ یہ ناکام ہی مرجائے گا۔" سیما کا دل دھک سے ہوگیا۔ جس کی بات ہو
وہ تو ایک ایسا حسرت آمیز' خواب بن گیا تھا جس سے پیچھا چھڑانا ہی ممکن نہیں رہا
.... سیما بہت سادہ لوح تھی لیکن دل کی گہرائیوں سے وہ نقش وہ آواز نہیں نکال سکی
کا ایک ایک لفظ آج بھی اس کے دل میں پیوست تھا۔ ٹکر ٹکر بنش کی صورت دیکھتی
..... بنش نے کہا..........
آیا تھا سیما' آکر اس نے دروازہ بجایا میں نے دروازہ کھولا تو میں اسے پہچان گئی..........
بہا اتنا پیارا لگ رہا تھا کہ میں تجھے بتا نہیں سکتی۔ اس کا تو حلیہ ہی بدلا ہوا تھا لیکن میں
دل میں ڈر جو بیٹھا ہوا تھا.......... تو جانتی ہے پاگلوں سے مجھے بچپن ہی سے ڈر لگتا ہے
نے دھڑ سے دروازہ بند کر دیا.......... وہ بے چارہ دیر تک دروازہ پیٹتا رہا.......... پر
دروازہ نہیں کھولا.......... پھر سامنے والے خالق چاچا کی آواز سن کر میری ہمت بندھی
نے دروازہ کھول دیا تو خالق چاچا نے سامان کا ایک بنڈل مجھے دیتے ہوئے کہا.......... "یہ
یہ اسی پاگل لڑکے نے دیا تھا اور سیما وہ یہی بنڈل لے کر آیا تھا..........۔"
بنڈل" سیما نے خود کو سنبھال کر پوچھا..........۔
ے محمود نے بھیجا تھا کراچی سے.......... کافی قیمتی سامان ہے نوید کے لئے ایسے
ت اور قیمتی سوٹ ہیں تیرے اور میرے لئے بھی ہیں اور ایک پرچا بھی بھیجا تھا..........
تو وہ پرچا پڑھ لے اور پھر مجھے بتا میں کیا کروں اتنی بڑی غلطی ہوگئی مجھ سے کہ بس کہہ

نہیں سکتی.........."

سیما حیرت سے بینش کی یہ باتیں سن رہی تھی اس کے دل پر ایک عجیب سا بوجھ
تھا.......... وہ یہاں آیا تھا محمود سے اس کی شناسائی ہے اور اسے اس طرح دروازہ بند کر
دیا گیا اس سے زیادہ دکھ کی بات اور کیا ہو سکتی ہے.......... بینش اس کی ذہنی کیفیت
نیاز اپنی سنائے جا رہی تھی.......... پھر اس نے پرچا نکال کر سیما کو دیا اور سیما دھندلا
آنکھیں صاف کر کے پرچا لے کر بیٹھ گئی لکھا تھا..........

پیاری بھابھی پیاری بہن سیما!

خدا کرے تم لوگ خیریت سے ہو اور تم نے مجھے معاف کر دیا' بس اگر تمہیں حالات
ہو گئے ہوں تو میں ایک ہی درخواست کروں گا تم سے.......... ہو سکے تو مجھے معا
دینا.......... میں نے اپنی جیسی بڑی کوششیں کیں کہ مجھے کوئی اچھی نوکری مل جائے
عزت کی زندگی گزاروں.......... لیکن وقت نے مجھے اس کا موقع ہی نہ دیا اور بالکل مج
حالت میں جب میرے سامنے کوئی راستہ ہی نہ رہا تو میں نے دوسرے راستے اپنا لئے ا
نتیجہ وہی ہوا کہ مجھے لاہور چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ کاش میں اپنی گرفتاری پیش کر دیتا تم لوگوں کو
نہ ہوتی۔ لیکن اس وقت حالات ایسے تھے کہ تمہیں کچھ سمجھا بھی نہیں سکتا تھا۔ تمہار
مستقبل کا بندوبست بھی تو کرنا تھا اس لئے بھاگنا پڑا۔ بہرحال مجھے تم لوگوں کی خیریت درکا
اب میں تمہیں آگے کی باتیں بتاؤں' کراچی میں بالکل محفوظ ہوگا' میرے لئے کوئی خطرہ نہیں
لیکن افسوس ابھی کافی عرصے تک لاہور نہیں آسکتا۔ تم لوگوں سے دوری میرے لئے مو
ہے۔ لیکن مجبوری بھی کوئی چیز ہوتی ہے بھابی اور سیما تمہیں خرچے کی کوئی تنگی نہیں ہو
قسم کی فکر نہ کرنا میں کسی نہ کسی شکل میں تمہیں خرچہ بھیجتا رہوں گا یہ لڑکا جو یہ سامان
آرہا ہے اتنا اچھا انسان ہے کہ اگر میں اس کی تعریفیں کرنے بیٹھوں تو صحیح تعریف بھی نہ کر
میری طرح یہ بھی زمانے کا ٹھکرایا ہوا ہے بی ایس سی پاس ہے بے چارے کا باپ اس کے
کی آرزو میں خون تھوک تھوک کر مرگیا' پر اسے نوکری نہیں ملی۔ بالآخر مجبوراً کراچی
یہاں اسے ایک اچھی نوکری مل گئی ہے۔ اس کی نوکری ایسی ہے کہ یہ کراچی سے لاہور
رہے گا۔ ضرورت کی چیزیں اس کے ہاتھ بھیج دیا کروں گا تم لوگ بالکل بے فکری
گزارنا۔ امتیاز کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرنا اور ہو سکے تو اس کے خاندان والوں سے بھی
جتنے اچھے مزاج کا یہ نوجوان ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ خاندان بھی اچھا ہی ہوگا۔ بالا
میری طرف سے بہت بہت پیار' میری طرف سے اب بالکل فکر مند نہ ہونا اور بہرطور
اطلاع مل چکی ہے کہ تم لوگ خیریت سے ہو۔

تمہارا مجرم

سیما نے خط پڑھنے کے بعد بند کر لیا اور نگاہیں جھکائے بیٹھی رہی بینش نے کہا۔
"ہائے ہمیں کیا معلوم تھا وہ بے چارہ ان دنوں بے روزگاری کا شکار تھا بے روزگاری'

ں ہے۔ اب بتاؤ کیا کروں' ہمیں تو پتہ بھی نہیں معلوم اس کا بات چیت کرتے' عزت
تو آگے کچھ کہتا محمود کو بتائے گا تو محمود کیا سوچے گا اپنے دل میں۔"
نے کوئی جواب نہیں دیا اس کا دل خود دکھ رہا تھا اور اسے وہ الفاظ یاد آرہے تھے جو اس
ے سامنے والے بس اسٹاپ پر کہے تھے۔ اس نے ٹھنڈی سانس لے کر پرچا بینش کو
ہوئے کہا۔
اکہہ سکتی ہوں بھابی۔"
ہوا ہے مجھے۔ خیر دوبارہ آئے گا تو سہی یا ہو سکتا ہے برا ہی مان گیا ہو' آئندہ نہ
ہانے پھر بھی کچھ نہ کہا رات تک دونوں نند بھاوجیں دکھ میں ڈوبی رہیں دوسرے دن
یح کے قریب دروازے پر دستک ہوئی تو دونوں ہی چونک پڑیں۔ سیما خود دروازے کی
تھی اور اس نے دروازہ کھول دیا تھا اس امید پر کہ شاید امتیاز ہی آیا ہو۔ لیکن سامنے
صورت والا شخص کھڑا ہوا تھا۔
ہرہ بڑی بڑی مونچھیں.......... سیما کو نیچے سے اوپر تک دیکھتا ہوا بولا۔
ہے ہمارا نام.......... محمود بھائی کدھر ہے؟"
نے جلدی سے دروازہ بند کرنا چاہا تو اس نے اپنا گھٹنا دروازے میں اڑا دیا۔
ں ہے لڑکی' کچھ پوچھا ہے ہم نے۔ تو ہمارا مرتبہ نہیں جانتی۔ بھولا ہے ہمارا نام۔"
تو ہے اور کوئی بھی تو ہو گا عزت سے بلا ہمیں ہم کوئی ایسے ویسے نہیں ہیں۔" بھولا نے
ے پیچھے کیا اور سیما چیخ کر اندر بھاگی۔ بھولا نے اندر داخل ہو کر دروازہ اندر سے بند

لڑ بڑ مچائی ہے تم لوگوں نے بھئی مہمانوں کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے سامنے آکر
بات کرو ہم سے ہم عزت دار آدمی ہیں۔"
نہ ہے بھائی جی آپ اس طرح اندر کیوں گھس آئے ہیں کیا کام ہے ہم سے۔" بینش
ر کے کہا۔
ے ملنا ہے ہمارا یار ہے وہ۔ یار کے گھر ہمیں عزت ملنی چاہئے۔"
گھر پر نہیں ہیں۔"
ں پڑتا ہے انتظار کر لیں گے۔ کوئی کرسی مرسی ڈالو ہمارے لئے۔"
اچی گئے ہوئے ہیں۔"
.... ہمیں بتائے بغیر.......... او بڑا غلط آدمی ہے وہ۔ ہم سرگودھا سے آئے ہیں۔
اتھا لاہور آؤ تو ہمارے پاس ہی ٹھہرنا۔ اب ہم کدھر جائیں گے۔"
بتائیں۔"
بی بی ہم بدمعاش ضرور ہیں سرگودھا میں بھولا استاد کے بارے میں کسی سے پوچھ لو وہ بتا
بھولا کیا ہے پر محمود ہمارا یار ہے۔ اس کے گھر کو ہم اپنا ہی سمجھتے ہیں ہمیں کچھ عرصہ

لاہور میں رہنا ہے ہم کدھر جائیں گے۔"
"بھائی جی گھر میں ہم دو عورتیں ہیں کوئی مرد نہیں ہے ہم آپ کو کیسے رکھ سکتے ہیں"
"او ہم جو مرد ہیں کمال ہے بھئی ہمارے یار کا گھر ہے اور پھر تمہیں معلوم نہیں ہے محمود کی کتنی مدد کی ہے۔ جب بھی ضرورت ہوتی تھی ہم سے ہی پیسے مانگتا تھا تمہیں معلو قرض ہے اس پر ہمارا۔"
"ہمیں کچھ نہیں معلوم.........." بینش رو دینے والے انداز میں بولی۔
"دو لاکھ روپے کے لگ بھگ اور دو لاکھ کم نہیں ہوتے۔"
"وہ تو ٹھیک ہے مگر۔"
"کچھ اگر مگر نہیں.......... ہماری رقوم کا بندوست کرو۔ ککڑ شکڑ پکاؤ ہمارے لئے۔ منجھی چاہئے ہوگی ہمیں زیادہ کچھ نہیں" بھولا استاد نے کہا۔
"کوئی زبردستی ہے..........؟" بینش نے کہا۔
"زبان لڑاتی ہو ہم سے یعنی بھولا استاد سے۔" بھولا نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔۔۔ بینش کے اوسان خطا ہو گئے۔ وہ جلدی سے اندر چلی گئی جہاں سیما کھڑی تھر تھر کانپ رہی
"ہائے سیما اب کیا کروں۔"
"پتہ نہیں بھابی۔ کچھ کرو' میرا تو دم نکلا جا رہا ہے۔"
"کیا کروں یہ تو جانے والا نہیں نظر آتا۔"
"محلے داروں سے بات کرو۔ کوئی تو ہماری مدد کرے گا۔"
"وہ باہر نکلنے دے گا ہمیں؟" دونوں کانپتی رہیں پھر بینش نے کہا۔" چالاکی سے کام

"کیسے؟"
"اسے کمرے میں بلا لو۔ محمود بھیا کے کمرے میں پہنچا دیتے ہیں پھر میں چالاکی سے جاؤں گی اور محلے داروں کو بلا لاؤں گی۔"
"اور میں۔"
"ہمت تو کرنی پڑے گی سیما۔"
"بھابی میں بھی ساتھ چلوں گی۔"
"وہ سنک جائے گا سمجھ جائے گا۔ ہمیں باہر نہیں جانے دے گا۔ تو یوں کرنا اندر سے کر لینا۔ اتنی دیر میں میں باہر سے لوگوں کو بلا لاؤں گی۔"
"بھابی..........!" سیما بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔
"کیا کریں سیما۔ اکیلے جو پڑ گئے ہیں۔ ہمت کر میری بہن!" بینش بھی بھاری لہجے میں سیما کو سمجھا بجھا کر باہر نکل آئی۔
"کیا کرتی پھر رہی ہو تم۔" بھولا نے گرج کر کہا۔

پ خود سوچو بھائی جی۔ ہم اکیلی دو عورتیں ہیں پہلے کبھی تم سے ملے بھی نہیں۔ ہم کیسے رکھ لیں۔"
کمال کرتے ہو بھئی۔ میں نے محمود کی ہر مشکل میں ساتھ دیا۔ اب مجھ پر مشکل پڑی ہے تو ہاں جاؤں گا۔ مجھے محمود کا انتظار کرنا ہی ہے.......... جیسے بھی ہو او کچھ چاشا پلاؤ..........
ہو..........۔"
جی.......... آپ کمرے میں آجاؤ.........." بینش نے کہا اور بھولا مسکراتا ہوا اٹھ .... بینش اسے کمرے میں لے آئی "یہ محمود بھائی کا کمرہ ہے آپ یہیں آرام ....۔"
ئے ہوئے ہوئے میرے یار کا کمرہ ہے۔ یہ او بسم اللہ.......... بھئی بسم اللہ تو ذرا سونی سی ...." بھولا زور سے جوتے اتار کر بستر پر نیم دراز ہو گیا۔ بینش نے سیما سے چائے کے لئے کہا.......... اور سیما چوروں کی طرح باورچی خانے کی طرف چل پڑی..........
چائے دی گئی.......... بینش نے پوچھا "کھانا کیا کھاؤ گے بھائی جی۔"
ئی بڑھیا سی چیز پکاؤ.......... ککڑ شکڑ بھون لو..........!۔"
لے آتی ہوں بازار سے گھر میں نہیں ہے..........۔"
لے آؤ آج.......... کل سے سودا سلف ہم خود لے آیا کریں گے..........۔" بھولا نے لی سے کہا.......... اور بینش کمرے سے نکل آئی۔ دوسرے کمرے میں آکر اس نے سیما لا۔
تم نوید کو سنبھالو.......... دروازہ بند کر لو.......... میں باہر جا کر کوشش کرتی ہوں۔"
"ہائے بھابی جلدی کرنا.......... سیما نے کہا اور نوید کو سینے سے بھینچ کر دروازہ بند کر لیا۔

☆ .... ☆ .... ☆

ڈ ہو گئی تھی مہر دین بیوی بچوں کے ساتھ آیا تھا۔ اسے بھی تحفے دیئے گئے تھے۔ اور اس نے دعائیں دی تھیں نواز کو یاد کیا گیا تھا کراچی کے بارے میں سوالات کئے گئے تھے..........
اور شانو تو خوشی سے نہال تھیں۔
ادھر کی بھی کچھ خبر ہے بھرجائی.......... غلام حسین کی بات کر رہا ہوں؟"
نہیں بھائی جی.......... بھائی غلام حسین نے تو ہمیں دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکا۔"
للہ جو کچھ کرتا ہے اچھا کرتا ہے.......... اس میں بھی اللہ کی طرف سے کچھ بہتری
مل نے تو کہا تھا بھائی مہر دین کہ مٹھائی کا ایک ڈبہ ان کے ہاں بھی پہنچا دیں پر امتیاز نہیں

مانتا۔

"آپ خود بتاؤ مہر دین چاچا انہوں نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا اب کیا لے
ادھر.......... اب کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتے ہیں ہم ان سے.........." امتیاز ابل پڑا۔
"ہاں غلام حسین نے جس وقت میں آنکھیں بدلیں وہ بہت برا تھا۔"
"پھر.......... کیوں تعلق رکھیں ہم ان سے۔"
"ٹھیک ہی کہتا ہے بھرجائی.......... اللہ بہتر کرے۔"

کمال الدین خود گھر آیا تھا امتیاز بہت محبت سے اس سے ملا..........! رسمی باتوں کے
نے کہا "ہاں مسٹر اب کیا پروگرام ہے۔"
"جو حکم باس..........۔"
"تیار ہو؟"
"بالکل.........." امتیاز نے جواب دیا۔
"تو پھر کل کا ٹکٹ کرا دوں۔"
"جیسے مناسب سمجھو.........." امتیاز نے جواب دیا.......... رات کو اس نے
کہا.......... "کل کسی بھی وقت نکل جاؤں گا۔ اپنا خیال رکھنا اماں جس ڈاکٹر سے فائ
اسی کو دکھاتی رہنا.......... اور سنو اماں یہ پیسے جو میں نے دیئے ہیں صندوق میں
دینا.......... خوب خرچ کرنا ہفتہ دس دن کے بعد پھر آؤں گا اور اس سے زیادہ
گا.......... اس کی ضرورتیں پوری ہونی چاہئیں.......... اب کنجوسی نہ کرنا۔"
"اللہ خوش رکھے.......... اپنا خیال رکھنا۔"
دوسرے دن کمال الدین نے تھوڑا سا سامان اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔
"اس بار جو مال ملا ہے وہ کچھ زیادہ ہوگا.......... لیکن تم بے فکر رہنا سارے انتظ
ہوں گے.......... اب میرا دل کھل گیا ہے.......... پہلے مجھے خطرہ تھا کہ ممکن ہے
اور صحیح کام نہ کر پاؤ.......... اب اطمینان ہو گیا ہے.......... اصل میں یہاں جو لوگ
ہیں ان کے اپنے بھائی بند ان کے ساتھ کام کر رہے ہیں.......... میں اکیلا ہوں.....
گھر جاؤں تو دکان بند کروں۔ فائدہ کوئی نہیں۔ .... اب ساتھ ہو گیا ہے تو کام
گا.......... یہاں بہت کام ہے.......... اس بار تمہارا کمیشن بھی ٹھیک ٹھاک بنے گ
اوکے۔"
"اوکے" ٹکٹ آگیا تھا.......... مقررہ وقت پر وہ روانہ ہو گیا.......... اب پہلے
پر اعتماد تھا.......... بس ایک کشمکش نے اب تک ساتھ نہیں چھوڑا تھا.......... محمو
والوں نے جو سلوک کیا تھا اس کے بعد دوبارہ وہاں جانے کی گنجائش نہیں تھی۔ حالانکہ
جائے.......... ایک بار پھر کوشش کرے.......... لیکن..........! بہرحال ممکن ن

ہیے!
فر میں احتیاط رکھی تھی.......... دوبارہ ہانگ کانگ پہنچ گیا۔ ایئرپورٹ کے قوانین سے
ے ہوئے اچانک اس کی نظر شیشے کے پارٹیشن کے دوسری طرف اٹھ گئی.......... ایک چہرہ
ٹھا۔ وہ دوبارہ اسے دیکھنے پر مجبور ہو گیا.......... خوبصورت مغربی لباس میں ملبوس گیتا ہی
وئی دوسری فلائٹ آئی تھی دوسری طرف اس کی چیکنگ ہو رہی تھی.......... امتیاز ایک
دھر دیکھتا رہا۔ پھر گیتا نے بھی اسے دیکھا فاصلہ ہونے کے باوجود اس نے گیتا کو مسکراتے
دیکھا۔ اسے احساس ہوا جیسے گیتا اسے اس سے پہلے دیکھ چکی ہے.......... امتیاز عجیب سی
ی کا شکار ہو گیا۔ بہرحال وہ اپنے کام میں مصروف تھا البتہ باہر نکل کر اس نے ادھر ادھر نگاہ
گر گیتا نظر نہیں آئی۔ البتہ وہی شخص اس کے پاس پہنچ گیا اور اس نے بڑے اطمینان سے
ے امتیاز سے لے کر ایک چٹ اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا..........
ات دن کے بعد.......... یہ نیا نمبر ہے.......... اوکے!" وہ خاموشی سے واپس مڑ گیا امتیاز
ہری سانس لی.......... اور کپڑوں کا بیگ سنبھالتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ پھر ایک ٹیکسی لے
۔۔کے ہوٹل پہنچ گیا.......... چابی اس کے پاس موجود تھی۔ ویسے اسے محمود سے زبردست
ملا تھا.......... کمرے پر پہنچا تو محمود موجود نہیں تھا۔ وہ اطمینان سے کمرے میں داخل ہو
اپنا سامان سنبھال کر رکھا اور پھر بے تکلفی سے بستر پر دراز ہو گیا۔ دل میں بے شمار خیالات
ی زندگی باقاعدہ ایک ڈگر پر چل رہی تھی۔ اور اب اس کے بہت سے رخ تھے..........
گلاب کلی بھی یاد آیا.......... اس کے لئے داتا دربار کا تبرک لایا تھا.......... اس سے بھی
.... رات ہو گئی اور وہ کاہلوں کے انداز میں بیٹھا رہا.......... دروازہ بھی بند نہیں کیا
.... سوچ رہا تھا کہ اٹھ کر دروازہ بند کرے اور روشنی جلا دے کہ اچانک دروازہ کھلا اور
اندر گھس آیا.......... امتیاز کو حیرت ہوئی.......... اگر ویٹر ہوتا تو دستک ضرور
.... اجازت طلب کرتا..........! پھر اچانک روشنی ہو گئی اور اس روشنی میں اس نے
دیکھا اسے دیکھ کر بری طرح اچھل پڑا..........
وہ گیتا تھی' بہت خوبصورت لباس میں ملبوس' بے حد اسمارٹ نظر آ رہی تھی اس نے اندر
ا ہو کر دروازہ بند کر دیا اس کے انداز سے محسوس ہو رہا تھا کہ اسے امتیاز کے یہاں موجود
ے کا پورا علم ہے امتیاز کو چونکہ اس کی یہاں موجودگی کا علم تھا' اس لئے اسے ایئرپورٹ پر بھی
لیا تھا اور یہ محسوس کر لیا تھا کہ وہ بھی امتیاز کو دیکھ چکی ہے۔ بس اس کا یہاں آجانا ذرا
ک تھا لیکن اس نے خود کو سنبھال لیا۔ گیتا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے سامنے پہنچ گئی وہ
قدر اچنبھے کی نگاہ سے امتیاز کو دیکھ رہی تھی کیونکہ پہلی بار جب امتیاز اسے نظر آیا تھا تو اول
ن حالات کا شکار تھا' انہوں نے اسے بری طرح نڈھال کر دیا تھا پھر چونکہ لباس وغیرہ بھی
تھا اور اس کی شخصیت دب گئی تھی لیکن اس وقت وہ مکمل طور سے بہتر حالت میں تھا جس
گیتا کو متاثر کیا تھا چند لمحے تو وہ خاموشی سے امتیاز کو دیکھتی رہی اور پھر مسکرا دی اور بولی۔

"مجھے پہچانا ....؟" امتیاز نے کوئی جواب نہیں دیا تو وہ خود ہی دوبارہ بولی۔
وقت تمہاری اپنی شخصیت بھی اتنی بدل گئی ہے کہ پہلے تمہیں جس عالم میں دیکھا تھ
اگر کوئی اور تمہیں دیکھتا تو اس وقت قطعی نہ پہچانتا لیکن یہ میری صلاحیت ہے کہ ایک
لیتی ہوں' اسے کبھی نہیں بھولتی اور خاص طور سے کوئی ایسی شخصیت جو اتفاقیہ طور
بن گئی ہو' ارے میں خود اتنی باتیں کئے جا رہی ہوں کیا میں تم سے بھی یہی سوال ک
تم نے مجھے پہچانا ....؟"

"ہاں کیوں نہیں مس گیتا' آپ کی وجہ سے جو خوشگوار لمحات مجھے گزارنے پڑ
بعد تو شاید مرتے وقت تک آپ کو نہیں بھلایا جاسکتا ہے۔"

"بیٹھنے کو نہیں کہو گے۔"

"جی ہاں تشریف رکھیئے۔" امتیاز کسی قدر طنزیہ انداز میں بولا اور وہ مسکرا کر بیٹھ
پھر بولی۔ "کوئی اہم مصروفیت تو نہیں ہے؟"

"نہیں آپ آرام سے بیٹھئے مس گیتا ....۔"

"مگر تمہارے لہجے کی تلخی بتاتی ہے کہ تم مجھ سے ناراض ہو۔"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنے لہجے کو مٹھاس کس طرح بخشوں۔"

"جو ہوا' اسے بھول جاؤ' اب تم دیکھو میں کس طرح تمہیں تلاش کرتی ہوئی
پہنچ گئی؟"۔

"اس پر میں خود بھی حیران ہوں۔"

"بہرحال امتیاز نام بتایا تھا تم نے مجھے اپنا دیکھو مجھے تمہارا نام بھی یاد ہے۔"

"جی ...." امتیاز آہستہ سے بولا۔

"غصہ تھوک دو' میں دوست کی حیثیت سے آئی ہوں اور تم سے کچھ باتیں کرنا
ہوں۔"

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اس کے بعد مجھ پر کیا قیامت ٹوٹے گی؟"۔

"سنو اگر وہ لمحات ذہن سے نکال دو تو ہم اتنے اچھے دوست بن سکتے ہیں کہ بع
اس پر خوشی ہوگی۔"

"نہیں مس گیتا میں اب آپ سے ناراض نہیں ہوں لیکن براہ کرم مجھے کسی او
نہ پھنسا دیجیے گا۔"

"صرف اتنا کہونگی کہ اب اگر میری وجہ سے تم مصیبت میں پھنسے تو میں وہ س
خود سمیٹ لونگی۔"

"کوئی بات نہیں کچھ منگواؤں آپ کیلئے۔"

"بالکل نہیں .... بالکل نہیں' مجھے بتانا پسند کرو گے کہ اس کے بعد کیا ہ
.... میں نے تمہیں آج ایئرپورٹ پر دیکھا تھا مجھے شبہ ہے کہ تم بھی مجھے دیکھ

نے مجھے پہچان بھی لیا تھا۔"
ں شیشے کی دیوار کے اس طرف میں نے آپ کو دیکھا تھا مس گیتا ....۔"
آپ کو نہیں .... مجھے تم سے مخاطب کرو' مجھے خوشی ہوگی۔"
تم وہاں کیا کر رہی تھیں۔" امتیاز نے اس کی بات مان کر کہا۔
میں سنگاپور سے آئی تھی اور اسی وقت ایئرپورٹ پہنچی تھی پھر بعد میں تمہارا تعاقب کر کے
ہوٹل کا یہ کمرہ دیکھ لیا اور فیصلہ کرلیا کہ تم سے ملاقات کرونگی اور اس وقت میں تمہارے
یہ سب کچھ میں نے اس لئے بتایا ہے کہ تم کسی الجھن کا شکار نہ ہو ویسے تم مجھے بہت
میں نظر آرہے ہو اور لازمی امر ہے کہ تم اس وقت سے اب تک ہانگ کانگ میں نہیں
دوبارہ یہاں آئے ہو۔"
ہاں .... تمہارا اندازہ درست ہے۔"
اور اب میں اگر فوراً" ہی تم سے یہ سوال کر ڈالوں کہ دوبارہ تمہارا یہاں آنا کس مقصد کے
تو یقیناً" تمہاری جگہ کوئی اور بھی ہو تو مجھے فوراً" ہی کچھ بتانے پر آمادہ نہ ہو اس لئے
تم سے اپنا تعارف کرادوں میرا اصل نام بھی گیتا ہی ہے اور میں یہاں .... میرا
ہے سنگاپور ہانگ کانگ' بنکاک' تھائی لینڈ وغیرہ آتی رہتی ہوں میرا ایک گروہ ہے جو اس پٹی
رتا ہے۔ کبھی کبھی مڈل ایسٹ کی طرف بھی نکل جاتی ہوں کام کی نوعیت اسمگلنگ ہے اور
وہ بہت مضبوط ہے گروہ کا سربراہ رانا کرن سنگھ ہے جو انٹرنیشنل شخصیت کا مالک ہے اس
کی ذمہ داری انچارج کے طور پر اسی نے میرے سپرد کی ہوئی ہے اور میں اسکے گروہ میں
جھے نام سے پہچانی جاتی ہوں یہ میری مکمل شخصیت ہے ڈیئر مسٹر امتیاز .... ہمارا
بنگلور میں ہے اور رانا کرن سنگھ وہیں سے اپنے احکامات جاری کرتا ہے۔"
ہوں ....۔"
اور اب میں تم سے تمہارے بارے میں پوچھ سکتی ہوں' بتانا پسند کرو گے ....؟"۔
مختصراً" تو تمہیں اس وقت ہی بتا دیا تھا گیتا' اب بھی یہی کیفیت ہے' میں نہ اسمگلر ہوں نہ
ق باقاعدہ کسی گروہ سے ہے بس چھوٹی موٹی کھیپ لے جانے کا کام کرتا ہوں اور دوبارہ بھی
سلے میں یہاں آیا ہوں۔"
مجھ سے بڑا مددگار فار ایسٹ میں تمہیں کوئی بھی نہیں مل سکتا اچھا چلو چھوڑو یہ بتاؤ اس دن
ا کیا ہوا۔"
"وہ لوگ مجھے پکڑ کر لے گئے اور ایک انتہائی عجیب وغریب آدمی کے سامنے پیش کیا جو استاد
بلی کے نام سے پہچانا جاتا ہے انہوں نے تمہارے بارے میں بتایا کہ سفید بلی ان کے جنگل
ل گئی اور میں اس کا ساتھی ہوں ان لوگوں نے مجھ پر شدید تشدد کرنے کے بعد مجھ سے
کہ تم کہاں مل سکتی ہو مگر یہ بات تم بھی اچھی طرح جانتی ہو کہ میں تمہارے بارے میں کچھ
بتا سکتا تھا میں نے ان سے یہی کہا بہت تشدد کرنے کے بعد انہیں اس بات کا یقین ہوسکا کہ

میں تمہارا ساتھی نہیں ہوں تب انہوں نے مجھے چھوڑ دیا اور پھر وہ شخص بھی مجھے مل گیا
میرا سامان غائب کیا تھا میرے رونے دھونے پر اس نے میرا پاسپورٹ اور کاغذات وغیرہ
تب کہیں میں یہاں سے جاسکا۔"

"ہوں اور استاد گلاب کلی نے تم سے اس کے علاوہ بھی کچھ اور کہا ....؟"

"امتیاز اپنے آپ کو ذہنی طور پر گیتا سے گفتگو کرنے کیلئے تیار کر چکا تھا اور اس
بات کر رہا تھا کہ اگر گلاب کلی کو بھی گیتا کی تلاش ہو تو وہ اس سلسلے میں استاد گلاب
کر سکے کیونکہ محمود بھی گلاب کلی کا ساتھی تھا چنانچہ اس نے پر احتیاط لہجے میں کہا۔

"بعد میں اس کا رویہ میرے ساتھ بہت نرم ہوگیا تھا۔ اس نے مجھے پیشکش کی
یہاں مجھے کوئی مشکل پیش آئے تو میں اس کے پاس آسکتا ہوں۔"

"گڈ ....۔" اچانک ہی گیتا کی آنکھیں چمکنے لگیں اور وہ بولی۔ "یہ ہوئی نا
.... ڈیئر امتیاز استاد گلاب کلی کے بارے میں تمہیں اتنا بتا دوں کہ وہ ایک بہت خ
ہے اور اس کے بنائے ہوئے جالے اتنے مضبوط ہوتے ہیں کہ بڑے بڑے ان جالوں
کے بعد زندگی بھر نہیں نکل پاتے میں تمہاری طرف سے بے خبر نہیں تھی بے شک تم
وجہ سے تشدد کا شکار ہونا پڑا .... لیکن بات اگر تمہاری زندگی پر بن آتی تو میں
بازی لگا کر تمہیں استاد گلاب کلی کے چنگل سے نکالنے کی کوشش کرتی چاہے اس کیلئے
نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑتا معصوم لوگ گلاب کلی کے جال میں پھنس جاتے ہیں اور پھر وہ
اس کے جال سے نہیں نکل پاتے دیکھو امتیاز اب جب کہ تم ان راستوں کے راہی بن
چھوٹی موٹی کھیپ لے جانا اور لانا کوئی اہمیت نہیں رکھتا اگر تم چاہو تو میں تمہیں پیشکش
کہ میرے ساتھ مل کر کام کرو ہم لوگ بے شمار مختلف قسم کے کام کرتے ہیں اور ان
بہت سے کام ایسے ہوتے ہیں جن میں انسان کبھی نہیں پھنس پاتا اور اس سے دولت
حاصل ہوسکتی ہے۔ بات صرف اتنی سی نہیں ہے کہ تم نے اس وقت میری مدد کی اور
ہے کہ تمہاری مدد کی وجہ سے ہی میں ان کے چنگل سے نکل بھاگنے میں کامیاب ہوئی
عرصے سے میری تاک میں ہیں اور مجھے اپنے قبضے میں کرلینا چاہتے ہیں بہرحال میں تم
ہوں کہ بات اتنی سی نہیں تھی بلکہ مسٹر امتیاز تم میرے لئے اور بھی بہت کشش رکھتے ہو
کیوں اس وقت بھی تم مجھے پسند آئے تھے اور آج بھی آزادی سے یہ بات کہہ سکتی
میری پسند ہو.......... بہرحال یہ انسانی مسئلے ہیں ایسا ہو جاتا ہے اگر تم چاہو تو میں تمہا
بہت کارآمد ثابت ہوسکتی ہوں اور تمہیں اتنے بڑے بڑے کام دے سکتی ہوں کہ تم
حیثیت بالکل بدل جائے اور تمہیں یہ چھوٹے موٹے کام کرنے کی ضرورت ہی باقی نہ رہ
نہیں کہتی کہ تم میرے گروہ میں شامل ہو جاؤ یہ تو بعد میں تمہاری مرضی پر منحصر ہے تم
بھی کرسکتے ہو لیکن مجھ سے ذاتی رابطہ رکھ کر تم بہت کچھ کماسکتے ہو اگر گلاب کلی
ملاقات ہو اور وہ خود بھی تمہیں کوئی پیشکش کرے تو میں تمہیں بتاؤں کہ تم اس کی پیشکش

کچھ ہمت کئے بغیر دنیا کا کوئی کام نہیں ہوسکتا گلاب کلی اگر تمہیں اپنے ساتھ شامل کرے تو تم
کے ساتھ شامل ہو جاؤ اس کے کہنے پر عمل کرو لیکن اصل میں تم میرے ساتھی بن جاؤ مجھے
ایسے آدمی کی اشد ضرورت ہے جو میرے اپنے سلسلے میں گلاب کلی کے ارادوں سے مجھے آگاہ
ڈیئر امتیاز! میں تمہاری اتنی اچھی دوست ثابت ہونگی کہ بعد میں تم اپنے اس فیصلے پر ناز کرو
کیا سمجھے .... اس کے باوجود اگر تم میری یہ پیشکش قبول نہ بھی کرو تب بھی میں
لئے سب کچھ کرنے پر تیار ہوں کیونکہ تم نے میرے دل میں ایک خاص مقام بنالیا

"گیتا اسے ایسی نگاہوں سے دیکھنے لگی کہ امتیاز کی نظریں خودبخود جھک گئیں اور وہ الجھن کا
ر ہوگیا۔

مصلحت ضروری ہوتی ہے اس لڑکی سے براہ راست دشمنی مول لینا بھی خطرناک ہوسکتا ہے
ونکہ وہ اپنے بارے میں سب کچھ بتا چکی ہے تھوڑا بہت مفاہمت کا انداز اختیار کرلینا ہی اس
مصلحت کا تقاضا ہے وہ چہرے سے الجھا الجھا نظر آنے لگا اور پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"اصل میں گیتا تمہیں بتا چکا ہوں کہ ان راستوں پر سفر نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن تقدیر نے یہی
وازے مجھ پر کھولے اور میں یہی سب کچھ کرنے پر مجبور ہوگیا فطرتاً" نہ میں اس قسم کا آدمی
ں اور نا ہی اسطرح کی کوئی ذہانت رکھتا ہوں۔"

"اوہ تم اس کی تو بالکل فکر ہی مت کرو میں تمہیں سارے طریقے بتاؤنگی ، میں تمہارا تحفظ
رونگی ، میں تمہاری تربیت کرونگی ، تم ایک بار میرے لئے ہاں تو کردو"۔

"کیا تم مجھے سوچنے کا موقع نہیں دوگی گیتا ....؟"

"خوشدلی سے ، خلوص دل سے .... تم بالکل فکر مت کرو جیسے تم مناسب سمجھو ، سوچو
ر اس کے بعد مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کردو اچھا اب یہ بتاؤ اب کتنے دن کا پروگرام ہے
تمہارا ....۔"

"چھ سات دن کے بعد مجھے واپس جانا ہوگا۔"

"جو کچھ کر رہے ہو ، اطمینان سے کرتے رہو میری اس پیشکش کو ذہن میں رکھو مجھ سے میرا
پتہ کبھی مت پوچھنا تم یہ سمجھ لو کہ تم جب بھی ہانگ کانگ ، بنکاک یا سنگاپور آؤ گے ، مجھے
تمہارے بارے میں علم ہو جائے گا۔"

"وہ کیسے ....۔" امتیاز چونک کر بولا اور گیتا مسکرادی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"دل کے تار اپنی آواز الگ رکھتے ہیں اور ہواؤں میں شامل خوشبو ان لوگوں کا پتہ دیدیتی ہے
جن کا مقام دل کی گہرائیوں میں ہوتا ہے سوچ تو رہے ہوگے کہ چند لمحوں میں مجھے تم سے پریم
کی ہوگیا اور میں تمہاری خوشبو ہواؤں میں سونگھنے لگی ، پر ایک بات بتاؤں تمہیں امتیاز
.... پریم بھاشا ایسی ہی ہوتی ہے ہوسکتا ہے تم اس سے آشنا نہ ہو .... خیر میں وہ
باتیں کرنے لگی جو ہم جیسی لڑکیوں کیلئے ہوتی نہیں ہیں بہرحال تم سوچنا میں تمہارے فیصلے کا انتظار
کرونگی یہ کمرہ تم نے مستقل لے رکھا ہے۔"

"نہیں یہ میرا کمرہ نہیں ہے .... اصل میں ....۔" امتیاز نے بھی ابھی ا
تھا کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی اور گیتا چونک پڑی پھر آہستہ سے بولی۔
"یہ کون ہو سکتا ہے............؟"۔
"پتہ نہیں ....۔"
"ہو سکتا ہے ویٹر ہو .... ایسا کرو میں باتھ روم میں چلی جاتی ہوں تم دروازہ
دیکھ لو اگر ویٹر ہو تو اس سے نمٹ لو اور اس کے بعد ہم لوگ باتیں کریں گے۔"
"ٹھیک ہے۔" امتیاز نے کہا اور گیتا جلدی سے اٹھ کر باتھ روم میں داخل ہوگئی۔ ا
اسے اپنے ہینڈبیگ سے پستول نکالتے ہوئے بھی دیکھا تھا اور اسکے بعد وہ باتھ روم میں داخ
تھی۔ امتیاز لرزے قدموں سے آگے بڑھا اور اس نے دروازہ کھولا دروازے پر محمود کھڑا

☆ .... ☆ .... ☆

باہر نکل آئی' کوئی سرپرست نہیں تھا' زندگی گزر رہی تھی بس اچانک ہی وہ اس سائبان
ہوگئی تھی جس نے انہیں ہر طرح کے سرد و گرم سے بچایا ہوا تھا۔ جب ریاض یہاں
ب کی بات ہی کچھ اور تھی دونوں بھائیوں میں بے شمار چاہت تھی اور ریاض' محمود کی
کرتا رہتا تھا محمود کے سہارے ہی وہ ان دونوں کو چھوڑ گیا تھا وقت نے ایسی ہی ڈگر پر لا
شہر چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا لیکن محمود نے ریاض کے جانے کے بعد اس طرح بہن اور
سنبھالا کہ کبھی اس کی غیرموجودگی کا احساس ہی نہ ہونے دیا پھر اب اچانک ہی افتاد پڑگئی
یہ محسوس کرنے لگے کہ وہ نہایت ہی سنگین حالات سے دوچار ہیں بینش کی حالت بہت
ں تھوڑے فاصلے پر رحم دین چاچا کا کھوکھا تھا جس میں وہ چھوٹی موٹی چیزیں لئے بیٹھے رہا
ے اور محلے کے لوگ زیادہ تر انہی سے خریداری کرتے تھے کسی زمانے میں سرکاری ملازم
ڈ ہونے کے بعد یہ چھوٹی سی دکان کھول کر بیٹھ گئے تھے بچپن سے ان لوگوں کے بھی
اور محلے پر کڑی نظر رکھتے تھے بینش کو وہی نظر آئے اور وہ سیدھی ان کے پاس پہنچ گئی
چاچا کی دکان پر کاکے نواب بھی بیٹھا ہوا تھا محلے کا ایک جی دار لڑکا .... بینش نے
سیوں سے اس طرح منہ کھول کر بات نہیں کی تھی اس گھر کی بہو تھی اور بہوؤں کی
چاہتی تھی لیکن حالات نے ایسا ہی برا وقت ڈال دیا تھا کہ اسے کسی ہمدرد کی تلاش تھی
دین نے اسے پہچان لیا اور کسی قدر حیران سے ہوگئے۔
چاچا جی ہم مصیبت میں گرفتار ہوگئے ہیں' چاچا جی ہم پر بہت برا وقت ہے۔ چاچا جی ہمیں
اللہ کیلئے ہماری مدد کرو' چاچا جی۔"
رے .... ارے پتر کیا ہوا کیا بات ہے۔"
چاچا جی ایک آدمی گھس آیا ہے ہمارے گھر' اپنے آپ کو بھولا بدمعاش بتاتا ہے کہتا ہے ایاز
ہے اور ایاز گھر پر نہیں ہے ریاض تو ویسے ہی باہر گیا ہوا ہے وہ آدمی نکل نہیں رہا کہتا
یہاں رہنے آیا ہوں۔ چاچا جی ہم کیا کریں ہم تو دو عورتیں ہی ہیں گھر میں ننھا سا بچہ ہے
سرپرست نہیں ہے چاچا جی .... ہماری مدد کریں۔"
ارے وہ کہتا کیا ہے" کاکے نواب سینہ تان کر بولا۔
کہتا ہے گوجرانوالہ سے آیا ہے ایاز کا دوست ہے اور اب یہیں رہے گا وہ کہتا ہے کہ اس
پر احسانات بھی کئے ہیں اور اب ان احسانات کا صلہ لینے کا وقت ہے بس ہمارے گھر میں

آبیٹھا ہے وہ ....۔"

"ہوں ' چلو میں چلتا ہوں .... آؤ رحم دین چچا' تھوڑی دیر کیلئے کھوکھا لے
دو .... آؤ ذرا دیکھتے ہیں۔"

"پتر کوئی اور بات ہو تو بتادے' ویسے برا مت ماننا' ایاز نے بھی اچھا نہیں کیا ہے
تم سے بگڑ گئے ہیں پتر' آخر پولیس کے آنے کی کوئی نہ کوئی وجہ تو ضرور ہوگی دیکھو پتر برا
برے کاموں کا برا نتیجہ ہوتا ہے ہمارے کانوں میں یہ خبر پہنچ چکی ہیں کہ ایاز نے اپنا نام
لیا ہے وہ خود کو محمود کہتا ہے لوگوں کا خیال ہے کہ اس کے دھندے کچھ برے ہوگئے
بھی تو آئی تھی اس دن تمہارے ہاں اس محلے میں بھلا پولیس کا کیا کام .... ساری
ہماری بھی گزر گئی یہاں محلے کے سارے لوگ اچھے ہیں وہ تو بس اللہ بخشے تمہارے سر
کے نام پر محلے والے خاموش ہوگئے ورنہ وہ تو سوچ رہے تھے کہ ذرا معلومات کریں اور
بعد تم سے کہیں کہ یہ محلہ چھوڑ دو دیکھو بھئی عزت داروں کا محلہ ہے ہم بے شک غ
ہیں مگر اس محلے کی ایک عزت ہے آج اس محلے میں پولیس آگئی کل دوسرے گ
دروازے بھی کھٹکھٹا سکتی ہے' پتر کوئی ایسا ویسا چکر تو نہیں ہے بلاوجہ ہم لوگوں پر کوئ
آئے۔"

"ہاتھ جوڑتی ہوں چاچاجی ہاتھ جوڑتی ہوں سارا کام غلط فہمی کی بنیاد پر ہوا ہے۔ ا
برا آدمی نہیں ہے آپ لوگوں کے سامنے پلا بڑھا' جوان ہوا چاچاجی کوئی ہمارے پیچھے پڑ گ
بے سہارا ہوگئے ہیں۔ ہم اللہ ہماری مدد کرے۔"

"اوئے کیا کہتے ہو کاکے ....؟"۔

"سوچنے کی بات تو ہے چاچا رحم دین معاملہ اگر کچھ الٹا ہوگیا تو ہم بلاوجہ ہی مصیبت
گے۔"

"بھیا ہماری مدد کرو ہمیں بڑا ڈر لگ رہا ہے۔"

"اب کیا کر رہا ہے وہ..........؟"

"بیٹھا ہے اور کہتا ہے کھانے پینے کو دو دھوکے سے باہر آئی ہوں یہ کہہ کر کہ سودا
کر آرہی ہوں چاچاجی اگر تم مہربانی کرو تو جب میں اندر چلی جاؤں' تو میرے جانے کے
بعد آجانا' اسے آواز دینا اس سے بات کر لینا ہم تو خود بڑے پریشان ہیں ہمیں تو کچھ سمجھ
آرہا۔"

"ہوں ' اچھا تو جا پتر دیکھتے ہیں ہم' کیا بولتا ہے وہ کوئی کسی کے گھر میں ایسے ہی
آتا' سوچنا سمجھنا پڑتا ہے پھر بات کرتے ہیں اس سے .... ایک دو سے اور بات
.... تو جو لینے آئی تھی ' لے اور اپنے گھر جا اسے پتہ مت چلنے دینا کہ باہر آکر
سے شکایت کرگئی ہے۔"

"بڑی مہربانی چاچاجی اللہ آپ کو خوش رکھے بس میں ابھی پندرہ منٹ کے بعد گھر

بنش نے کہا اور اس کے بعد وہاں سے چل پڑی بدن پر کپکپی طاری تھی تقدیر میں رسوائی
ی لکھ دی گئی تھی کیا کرتی کیا نہ کرتی تھوڑے فاصلے پر دکان سے سودا سلف خریدا اور
قدموں سے گھر واپس پہنچ گئی سیما اب اس کی ذمہ داری تھی حالات نے ہی برباد کر دیا تھا
ادہ سیما کو ایک لمحے کیلئے اکیلا نہ چھوڑتی ہانپتی' کانپتی دروازے پر پہنچی دروازہ کھلا ہوا تھا
ل ہوگئی بھولا بدمعاش محمود کے کمرے میں آرام کررہا تھا سیما کے کمرے کا دروازہ بجایا تو
سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔
ون ہے 'کون ہے ....؟"۔
میں ہوں سیما دروازہ کھولو ...." دروازہ بجنے کی آواز پر بھولا بھی باہر نکل آیا تھا
اس نے اسے دیکھا اور بولا۔
آگئیں تم؟"
ہاں۔" بنش جلدی سے اندر داخل ہوگئی۔ بھولا وہیں کھڑا رہا تھا' سیما کا رنگ زرد ہورہا
ں نے اشارے سے اس سے پوچھا کہ کوئی بات تو نہیں ہوئی' سیما نے نفی میں گردن ہلادی
شکل سے خود پر قابو پاکر بولی۔
ہائے بھابی میرا تو آدھا خون سوکھ گیا ہے۔"
کیا کہوں سیما کچھ سمجھ میں نہیں آتا' ہماری تو جان ہی آفت میں آگئی ہے؟" سیما نے
ے کی طرف دیکھا پھر آگے بڑھ کر اسے بند کر دیا اور اس کے بعد سرگوشی میں بنش سے
کچھ ہوا؟"
ہاں' رحم دین چاچا سے بات کرکے آئی ہوں' کاکا نواب بھی وہاں موجود تھا' آرہے ہیں وہ
ھوڑی دیر کے بعد۔"
ہائے' خون خرابہ نہ ہو جائے گھر میں" سیما نے کہا اور بنش ٹھنڈی سانس لے کر خاموش
' دونوں بیٹھ گئیں تھیں۔ پھر بنش نے چونک کر کہا۔"
میں باورچی خانے میں جاتی ہوں' ہانڈی تو چڑھاؤں' ورنہ وہ سوچے گا کہ میں ہی کچھ کرکے
ا۔"

ہائے رحم دین چاچا کیا کہیں گے یہاں آکر۔؟"۔
اللہ ہی جانے' میری تو عقل نے ہی ساتھ چھوڑ دیا ہے۔"
بنش نے جواب دیا' پھر نوید کو دیکھا جو قلقاریاں مار رہا تھا اور اس کے بعد ٹھنڈی سانس لے
ر نکل آئی۔ دروازے پر رک کر اس نے کہا۔
"آتو بھی آجا' وہ اپنے کمرے میں ہے اسے شبہ نہیں ہونا چاہیے۔" سیما لڑکھڑاتے قدموں
باہر آگئی تھی۔ اپنی جان بچانے کے لئے بھابی کو اکیلا تو نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ لیکن دونوں کے
ب رہے تھے۔ بنش نے ڈبوں سے مرچ مصالحہ نکالنا شروع کردیا۔ سیما بھی اس کے ساتھ
ہوگئی۔ دونوں کے کان دروازے پر لگے ہوئے تھے۔ پھر دروازہ زور سے بجا اور دونوں کے

دل اچھل کر حلق میں آگئے۔ ان کے سر چکرا گئے تھے۔ دروازہ ایک بار پھر بجا اور بیٹھ
ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے سیما کو دیکھا۔ دونوں کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ اٹھ کر
تک جائیں لیکن بھولا نے یہ مشکل خود ہی حل کر دی۔ وہ اپنے کمرے سے باہر نکل آیا
سیما کو کام کرتے ہوئے دیکھا' بینش اٹھنے کی کوشش کرنے لگی تو بھولا نے کہا۔

"میں دیکھتا ہوں' تم لوگ بیٹھو' مرد ہوں اس گھر کا" اور پھر یہ مرد دروازے کی جانب
بینش اور سیما کی آنکھیں دروازے کی جانب نگراں تھیں دونوں نے رحم دین چاچا کی آ

"تو کون ہے بھائی ' لڑکیاں کہاں ہیں؟ "

"کیا بات ہے کس سے کام ہے.........؟ " بھولا نے پوچھا۔

"اوئے مگر تو کون ہے ' لڑکیاں تو گھر میں اکیلی ہیں۔"

"میں اس گھر کا سرپرست ہوں ' محمود کا دوست ہوں۔"

"بینش کہاں ہے ' سیما کدھر ہے؟ " رحم دین چاچا اندر گھس آئے ان کے پیچھے ا
اور ایک اور لڑکا بھی تھا جو محلے ہی کا تھا اور کاکے نواب کا دور کا رشتے دار۔

"اوئے میں کہتا ہوں تم لوگ گھر میں کیوں گھس آئے' میں اس گھر کا رکھوالا ہوں
دوست ہوں میں ...." بھولا نے کہا۔

"تجھے پہلے تو ہم نے کبھی نہیں دیکھا کاکا تمیز سے بات کر' تو مجھے دیکھ نہیں رہا کہ
آدمی ہوں۔"

"باباجی ' بوڑھے آدمی ہو اسی لئے ابھی تک تمہیں معاف بھی کر دیا ہے گھروں میں ا
ہیں۔" بھولا نے کہا۔

"اوئے تو کون ہے ہمیں روکنے والا ' اس گھر میں تو ہم اس وقت سے آرہے ہیں جب
مونچھیں بھی نہیں بھیگی تھیں۔"

"اب تو تمہاری مونچھیں بھیگ گئی ہیں نا چاچاجی ' اب عقل سے کام لو' محمود گھر پر نہ
ہے۔"

"اوئے اسی لئے تو ہم آئے ہیں۔ ہم تو ہیں اس گھر کی نگرانی کرنے والے' اوئے
کہاں ہو تم؟ " بینش اور سیما کپکپاتی ہوئی اٹھ گئیں لیکن بھولا نے ادھر دیکھ کر کہا۔

"تم لوگ وہیں رکو میں بات کرتا ہوں؟ " اور پھر وہ اکڑ کر بولا۔

"دیکھو چاچاجی' اس گھر کی نگرانی میں کر رہا ہوں اور مجھے تم لوگ جانتے نہیں ہو
ہوں ' بہت سے لوگ قتل ہو چکے ہیں میرے ہاتھوں سے' محمود میرا یار ہے ہم لوگ مل ک
کرتے تھے' اب وہ چلا گیا ہے تو میں اس کا انتظار کر رہا ہوں دس پانچ دن رہوں گا یہاں لو
وہ آجائے گا تو چلا جاؤں گا۔"

"او بات سن بھائی بات سن' یہ شریفوں کا محلہ ہے اور یہاں کسی غیر کو محمود کے پیچھے
رکنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی' سمجھ رہا ہے نا تو' جب محمود آجائے تو تم بھی آجانا' اس دن

روکیں گے مگر اب تو یہاں نہیں رہ سکتا اور لڑکیو تم لوگ اس کا حکم کیوں مان رہی ہو
ہیں آؤ تم سے بات کرنی ہے۔" چاچا رحم دین نے کہا اور بینش لرزتے قدموں سے صحن میں
سیما کی تو اتنی بھی ہمت نہیں ہوئی تھی' لیکن اچانک ہی بھولا نے اپنے نیفے سے پستول
یا اور اندر آنے والوں کے ہوش گم ہوگئے۔ خود رحم دین چاچا کے بڑھتے ہوئے قدم رک
ے۔ بھولا نے پستول لہراتے ہوئے کہا۔

"اور جب میں کہہ دیتا ہوں کہ یہ کام نہیں ہوگا تو وہ کام نہیں ہوتا چاچاجی' جاؤ ورنہ تینوں
یں اٹھا کر باہر پھینکنی پڑیں گی ' یہ میرے یار کا گھر ہے' یہاں مجھے رہنے سے کوئی نہیں روک
چلو نکل جاؤ۔ فوراً اور تم اندر رہو' خبردار جو باہر قدم رکھا۔" بھولا نے بینش سے کہا اور
دیکھ کر بینش تو کھڑی بھی نہیں رہ سکی۔ زمین پر اکڑوں بیٹھ گئی اور کانپنے لگی۔ رحم دین چاچا
ں سے زیادہ خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔
چنانچہ انہوں نے کندھے ہلا کر کہا۔

"کمال ہے بھائی ' اب تو کہہ رہا ہے تو چلے جاتے ہیں ہم لوگ مگر؟ "

"سنو سنو باباجی ایک بات سنو' میں بھی عزت دار آدمی ہوں اور عزت داروں کی عزت کرتا
ں' یہ میرے یار کا گھر ہے اور یہ دونوں عورتیں میرے یار کی بہن بھابی ہیں' میرا بھی ان
شتہ ہے تم لوگ ان کی فکر بالکل مت کرو' بس میں یہاں محمود کا انتظار کروں گا اور اس کے
ا جاؤں گا' سمجھے ' باہر جاکر نہ تو شور مچانے کی ضرورت ہے اور نہ کوئی پولیس ولیس کے
ے میں پڑنے کی' باباجی ' کان کھول کر سن لو اگر پولیس نے مجھے یہاں آکر پریشان کیا' تو
، یہاں کوئی قتل نہیں کیا ڈاکہ نہیں ڈالا' چوری نہیں کی' اپنے یار کے پاس آیا ہوں' مجھے
یا گیا تو چلا جاؤں گا یہاں سے مگر چہرہ کر لیا ہے میں نے تمہارا واپس آکر ایک ایک کو بھون کر
دوں گا۔ جاؤ کان دبا کر اپنے اپنے کام سے لگو۔ بھولا کے راستے میں مت آؤ' اسی میں
ی زندگی چھپی ہوئی ہے۔" رحم دین چاچا اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ چپکے سے باہر نکل
ے۔ اور بینش کو نوشتہ تقدیر نظر آگیا تھا.......... بھولا جیسے بدمعاش سے کوئی بھی جھگڑا مول
لے سکتا تھا اور خاص طور سے اس لئے کہ اس گھر کی کیفیت بھی کچھ مشکوک ہو چکی تھی'
نے اطمینان سے دروازہ بند کیا' واپس پلٹا اور بولا۔

"دیکھو بڑے میاں تو خواہ مخواہ محلے کے گھروں میں ٹانگیں اڑاتے ہیں ارے میں کوئی غیر
تمہارے لئے' او بھئی جلدی کرو' مجھے بھوک لگ رہی ہے' تم کیوں باہر نکل آئیں جاؤ اپنا کام
لو۔" بھولا غرا کر بولا اور بینش جلدی سے اٹھ کر باورچی خانے میں گھس گئی' یہ آسرا بھی ختم
تھا۔

☆ .... ☆ .... ☆

چودہ سالہ سموئیل کار کے حادثے میں شدید زخمی ہوگیا فیروزخان اسے نہیں جانتا تھا۔ حادثہ اس کے سامنے ہوا تھا۔ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ہی وہ اسے اسپتال لے گیا تھا۔ اور اس سخت جدوجہد کی تھی۔ یہاں تک کہ جب ڈولی اور اس کی ماں اسپتال پہنچیں تو فیروزخان سمو اپنا خون دے رہا تھا۔ لیکن یہ جان کر وہ حیران رہ گیا کہ سموئیل ڈولی کا بھائی ہے۔

خوف ودہشت سے کانپتی ہوئی ڈولی نے فیروزخان کو دیکھا تو اسے ڈھارش ہوئی۔ کوئی ہے۔ ڈاکٹروں نے جب سموئیل کی حالت کو تسلی بخش قرار دیا تو فیروزخان کو سکون ہوا۔ نے ڈولی اور مامتا سے تڑپتی ہوئی ماں کو بتایا کہ خدا کے بعد جس شخص نے اس لڑکے کی بچائی ہے وہ فیروزخان ہے تو ڈولی کی ماں نے روتے ہوئے فیروزخان کے پاؤں پکڑ لئے۔ نے جلدی سے اسے شانوں سے پکڑ کر اٹھایا اور بولا۔

"ارے ارے ممی یہ کیا کرتی ہیں آپ۔" ڈولی کی ماں نے روتے ہوئے کہا۔

"گاڈ کے بعد اگر اس دنیا میں ہمارا کوئی سہارا ہے مائی سن تو صرف میرا بچہ سموئیل۔ اس کے لئے اپنے آپ کو وقف کرچکے ہیں اس کی پرورش کے لئے ہم ماں بیٹی جی رہے ہیں امید کے ساتھ کہ یہ جوان ہو کر ہماری ساری مشکلوں کا حل بن جائے گا ہم نے بہت تکلیف ہے مائی سن اس کے لئے تم نے اس کا ہیلپ کیا' ہم تمہارا یہ احسان مرتے دم تک نہیں گے............"

"ڈولی یہ تمہارا بھائی ہے۔" فیروزخان نے حیرانی سے کہا اور آنسو بہاتی ہوئی ڈولی نے میں گردن ہلا دی۔

"ویری گڈ' حالانکہ مجھے اس کا علم نہیں تھا لیکن بہرحال مجھے خوشی ہے کہ میں اپنی کے کام آسکا..........." ڈولی کی ماں نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ تمہارا فرینڈ ہے ڈولی..........؟"

"ہاں ممی۔ ایک گریٹ انسان ہیں' میں آپ کو اس کے بارے میں کیا بتاؤں ممی بہت آدمی ہے یہ۔"

"ویری گڈ ویری گڈ' بٹ مائی سن تم ہمارے اوپر اس وقت جو احسان کیا ہے اسے ہم دم تک نہیں بھولیں گے۔"

"نہیں ممی' ویسے ہر انسان کے ساتھ مجھے یہی کرنا چاہئے۔ لیکن یہ جان کر مجھے ایکسٹرا ہوئی ہے کہ یہ بچہ ڈولی کا بھائی ہے۔"

ڈولی سے فیروزخان کے تعلقات چند روز میں ہوئے تھے اور دونوں دوست بن گئے تھے۔ اس حد تک بھی نہیں کہ ایک دوسرے کے گھریلو معاملات سے واقف ہو جاتے' لیکن اس نے ڈولی کو فیروزخان کا غلام بنادیا۔ ڈاکٹروں سے تفصیلات معلوم ہوئیں۔ یہاں تک کہ یہ چلا کہ اس وقت سموئیل کے لئے خون کی تلاش ایک مشکل کام ہوتا۔ لیکن اس ہمدرد خون بھی اس کے خون سے میچ کرگیا۔ ڈولی نے فیروزخان کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

تمہاری غلام بن گئی ہوں مسٹر فیروزخان۔"

ست کبھی غلام نہیں ہوتے ڈولی' اب تم اور ممی مجھے شرمندہ کر رہے ہو' ویسے میں ئیل کی زندگی کی مبارکباد دیتا ہوں۔ اور اس کے بعد فیروزخان نے واقعی حق ادا کردیا تھا' جوان تھا' فرائض کی انجام دہی میں زیادہ سے زیادہ اتنی ہی کوشش کی جاسکتی تھی جتنی اس تھی' کامیابی اور ناکامی تقدیر کا ورثہ ہوتی ہے لیکن وہ ملک ستار کے سلسلے میں جنونی ہوگیا ے درحقیقت اسے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا۔ بس اپنے مقصد کے لئے اس سے ملا تھا اور ن کرکے اسے اپنی راہ پر لے آیا تھا۔ لیکن اس وقت کا معاملہ بالکل مختلف تھا اور اس الی نے اس کے لئے کامیابی کی بہت سی راہیں کھول دی تھیں۔ لیکن سموئیل کی مکمل کے بغیر وہ ڈولی سے اپنے مقصد کا اظہار بھی نہیں کرسکتا تھا۔ البتہ اب اس کا اور ڈولی کا گھریلو قسم کا ہوگیا تھا۔ سموئیل بھی چونکہ بچہ تھا بڑھتی ہوئی عمر تھی اس لئے بہت جلد اپنے زخموں کو کور کرلیا اور بہتری کی جانب گامزن ہوگیا۔ ڈولی فیروز کی کاوش اور محنت سے متاثر ہوگئی تھی کہ اب فیروز اس کے لئے ایک دیوتا کا درجہ اختیار کرگیا تھا اور فیروز کو یہ کہ ڈولی کا اس قدر متوجہ ہوجانا اور جذباتی ہو جانا اس بات کی ضمانت بن گئی ہے کہ ملک بارے میں جتنا بھی اسے معلوم ہے اب وہ اس سے دور نہیں رہے گا۔ بہرحال فیروزخان دل میں لگا ہوا تھا۔ پھر ایک دن زمان سے ملاقات ہوگئی اور زمان نے مسکراتے ہوئے اس

"ہاں بھئی فیروزخان کیا کیا ہو رہا ہے؟"

بس زمان' وہی رفتار بے ڈھنگی جو پہلے تھی سو اب بھی ہے۔"

لک ستار کا کیا ہوا..........؟"

اس مکڑے کے جالے کی طرف بڑھ رہا ہوں آہستہ آہستہ ظاہر ہے اس لیس دار تاروں پر شکل کام ہے جو اس نے اپنے گرد جالے کی شکل میں تنے ہوئے ہیں لیکن پھر بھی چیونٹی سے آگے بڑھ رہا ہوں اور کسی نہ کسی وقت اس تک پہنچ ہی جاؤں گا..........."

ہ تم نے بتایا تھا کہ ملک ستار کی سیکریٹری پر جال ڈالا ہے تم نے..........؟"

ہاں اس جال کو مضبوط کر رہا ہوں"

یار بعض اوقات تم پر حیرت ہوتی ہے فیروزخان بھئی نوکری نوکری ہے حالانکہ بڑا دل خون ہے جب فرائض کی راہ میں رکاوٹ ڈالی جاتی ہے ہم اپنی ذمہ داریوں کے لئے جو حلف اٹھاتے ں میں نیک نیتی شامل ہوتی ہے لیکن وقت کی مجبوریاں ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں دیتیں اور اس وقت بڑا شدید احساس ہوتا ہے کہ ہم اپنے حلف سے نافرمانی کر رہے ہیں۔"

ہاں مسٹر زمان۔ لیکن میں پٹھان آدمی ہوں اور ہم پٹھان لوگ اپنی زندگی کا جو مقصد بنا لیتے ں کے بعد زندگی کی بالکل پروا نہیں کرتے۔ حالانکہ غضنفر سیٹھی صاحب اس فائل کو بند ہیں ان کا خیال ہے کہ ملک ستار اور ملک جبار جیسے آدمیوں پر ہاتھ ڈالنا ممکن نہیں ہے اور کی اپنی بربادی کے سوا کچھ نہیں' بے شمار افراد ملک بھر میں پھیلے ہوئے ہیں جو قانون کو

فٹ بال بنائے ہوئے ہیں اور قانون ان کا کچھ نہیں بگاڑ پاتا۔ ہم ہی کون سے آخری پٹھا
ان جیسے لوگوں کے خلاف عمل کرسکتے ہیں۔ چنانچہ ان کو تقدیر کے حوالے کردو۔ میں
صاحب سے تو کچھ نہیں کہا۔ لیکن دل میں یہ ضرور سوچ لیا کہ اگر ملک ستار کو سلاخوں
نہ پہنچایا تو پھر پٹھان ہونے کا فائدہ۔"

"بہرحال میرے دوست ہاتھ پاؤں بچائے رکھنا' یہ سخت مشکل کام ہے۔"

"فکر نہ کرومائی ڈیئر زمان اپنے نہ کوئی آگے ہے نہ پیچھے ہے' بس یہ ایک زندگی ہے
ذاتی ہے اور اپنے کسی ذاتی مقصد پر باآسانی اس زندگی کو قربان کیا جاسکتا ہے۔" زمان فیر
بات سے بہت متاثر ہوا تھا۔ فیروزخان نے بالآخر شدید جدوجہد کرکے جس میں پیسے کا
تھا۔ سموئیل کو صحت یاب کرلیا اور پھر وہ خود اپنی گاڑی میں ممی اور ڈولی کے ساتھ سموئی
گھر آیا تھا۔ ممی نے گھر کو خوب سجایا تھا۔ چھوٹا سا یہ گھر خوشیوں کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔ ممی
فیروزخان پر نثار ہورہی تھیں سموئیل بھی اس کا ممنون تھا۔ بعد میں ڈولی نے فیروزخان سے

"مسٹرخان آپ میرے لئے جو کچھ کررہے ہیں' کیا اس کا صلہ میں اس زندگی میں
سکوں گی..........

"نہیں ڈولی ہر کام صلے کے لئے ہی تو نہیں کیا جاسکتا اب تمہیں علم ہے کہ میں
محکمے سے تعلق رکھتا ہوں کبھی کبھی ہماری زندگی کی گوٹ اس طرح پھنس جاتی ہے کہ ہمیں
ہی کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ کسی کے لئے کچھ کر دینے سے جو سکون حاصل ہوتا ہے وہی سا
کا صلہ ہے میں تم سے کبھی کچھ نہیں مانگوں گا ڈولی۔

"میں تمہیں کچھ دینے کے قابل ہوں ہی کہاں۔ میں نے تو ایک عجیب وغریب زندگ
ہے۔ فادر کی موت کے بعد ہم ماں اور بیٹی کا واحد سہارا سموئیل ہے اور سموئیل کے لئے
خود کو بیچ دیا ہے۔ میں تو اب اس قابل بھی نہیں ہوں کہ کسی باعزت شخص سے دوستی
کرسکوں۔ میں تمہیں بالکل دھوکے میں نہیں رکھوں گی۔ اگر تمہیں بھی دھوکا دیا تو ضمیر کا
چھوٹی سی شے جو میرے اندر باقی رہ گئی ہے مجھے جینے نہیں دے گی۔ میں کوئی باکردار لڑ
ہوں۔ میں نے اپنے آپ کو بیچ کر ہی اپنے اس چھوٹے سے خاندان کی پرورش کی ہے
بات ہے کہ میں سڑکوں پر نہیں آئی۔ بہرحال میں تمہاری دوست بنوں یہ میری خوش قسمتی

"سوری ڈولی' مجھے یہ سب کچھ بتانے کی ضرورت نہیں جس شخص کے پاس ملازمت
اس کے کردار کے بارے میں مجھے اچھی طرح معلوم ہے۔ لیکن ڈولی ایک خواہش
میرے دل میں اگر تم پوری کر دو تو ....؟"

"یہ پورا وجود اگر تمہارے کسی کام آجائے تو میں اسے فنا کرنے کے لئے تیار ہوں
نے جذباتی لہجے میں کہا اور فیروزخان اسے دیکھنے لگا۔ ڈولی سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھ
جب فیروزخان کافی دیر تک خاموش رہا تو اس نے کہا۔

"تم نے مجھے بتایا نہیں' میں تمہارے لئے کیا کرسکتی ہوں خان پلیز مجھے بتاؤ۔"

ستار ایک جرائم پیشہ آدمی ہے بے شک وہ بہت بڑی شخصیت کا مالک ہے لیکن
پس منظر میں بھی جو کچھ ہے شاید تمہیں اس کے بارے میں معلوم ہو اور یہ
نہیں معلوم ہوگی کہ میں اس کے ہاتھوں شکست کھا چکا ہوں۔"

"ہ ڈولی نے بھنویں اٹھا کر پوچھا..........

..........اور اس شکست نے میری زندگی میں ایک خلاء پیدا کردیا ہے کاش کوئی ایسا ذریعہ
ملک ستار کے کالے کارناموں کے بارے میں کچھ جان سکتا۔"

آہستہ آہستہ سرخ ہوگیا پھر اس نے فیروزخان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔
اس کے بارے میں بتاؤں گی خان جتنا کچھ میں اس کے بارے میں جانتی ہوں وہ
گی۔" فیروزخان کے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ وہ لمحہ آگیا تھا جس کے لئے اس
محنت کی تھی۔ اس نے خود پر قابو پایا اور خوشی سے ڈولی کا چہرہ دیکھتا رہا۔ ڈولی
بعد کہا۔

میں جانتی ہوں کہ اس کے خلاف زبان کھولنے کا نتیجہ کیا ہے لیکن تمہارے لئے
لئے۔" ڈولی جذباتی ہورہی تھی اور فیروزخان سناٹے کے عالم میں تھا۔ وہ ڈولی کی زبانی
انکشافات کو سننا چاہتا تھا جو بالآخر ملک ستار کے جرائم کے خلاف اس کی گردن کا
۔ فیروزخان ڈولی کا چہرہ دیکھتا رہا۔ کچھ لمحات خاموش رہنے کے بعد ڈولی نے کہا۔"
ملک ستار بے پناہ دولت مند ہیں لیکن ان کی مزید دولت کمانے کی ہوس ختم نہیں
فیکٹریوں میں بالکل صاف ستھرا کام ہوتا ہے لیکن انہوں نے لاہور کے بہت سے
کے گھروں میں جعلی اشیاء بنانے کی فیکٹریاں لگا رکھی ہیں۔ یہ جعلی اشیاء اصل کے
لیکن ملک بھر میں ان سے کم قیمت پر فروخت ہوتی ہیں اصل پروڈکشن میں کمی
ٹیکس اور ایکسائز ڈیوٹیز بچاتے ہیں اس سے انہیں کروڑوں کا فائدہ ہوتا ہے۔ وہ اپنی
سمگلنگ بھی کرتے ہیں جبکہ ریکارڈ پروڈکشن میں وہ اپنا حساب پورا رکھتے ہیں۔"
بھائی مل کر کام کرتے ہیں؟"

طرح .... انہوں نے اپنے لئے مکمل بچت رکھی ہے ملک جبار زیادہ تر غیرملکی
تے ہیں۔ انہوں نے یہ گنجائش رکھی ہے کہ اگر کبھی یہ معاملہ ڈس کلوز ہو جائے تو
چھوٹے بھائی کو مجرم اور غاصب قرار دے کر خود بچ جائے .... اور خود آزاد
ائی کا ڈیفنس کرسکے .... ملک ستار کو ایسے حالات میں ملک سے نکال دینا ملک
مشکل نہیں ہوگا۔"

ملک جبار کی طرف سے تو اپنی پروڈکشن کے نقالوں کے خلاف اشتہارات چھپتے رہتے

خلاف اشتہار بازی کونسا مشکل کام ہے۔ نقال پکڑے کب جائیں گے۔"
یقیناً علم ہوگا ڈولی کہ ابھی پولیس اور کسٹمز نے چھاپے مار کر کچھ جعلی فیکٹریاں پکڑی

ہیں جس میں پہلے ملک ستار ملوث تھا بعد میں کچھ اور لوگ سامنے آئے۔"
"ہاں مجھے معلوم ہے۔"
"ان فیکٹریوں کا مالک محمود مختار نامی ایک شخص ہے جو فرار ہوگیا ہے اور پ
نہیں آیا۔"
"کاش وہ زندہ ہو..........!" ڈولی نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔
"کیا مطلب..........؟"
"آسان سی بات ہے۔ اگر اس کے بارے میں ایمانداری سے تحقیقات ہو جا
جائے گا کہ وہ کس حیثیت کا انسان تھا۔ وہ ان فیکٹریوں کا مالک کیسے ہوسکتا ہے وہ ا
"
"انہیں یہی کہنا تھا.......... اسے تو رکھا ہی نشانہ بنانے کے لئے تھا۔"
"جعلی فیکٹریوں کے علاقے کے رہنے والوں نے محمود کو ہی وہاں کا کرتا دھرتا بنایا
"ضرور بنایا ہوگا یہ لوگ بے وقوف نہیں ہیں.......... لیکن ڈولی کسی سوچ م
"لیکن ڈولی..........؟"
"ایک نام یاد کررہی ہوں، یاد نہیں آرہا۔ اس علاقے میں ایک چھوٹا سا دکاندار
دکان کرتا ہے وہ ملک ستار کا مخبر ہے۔ اسے صحیح صورت حال معلوم ہے۔"
"کیا نام ہے اس کا.......... یاد کرو ڈولی۔"
"نہیں یاد آئے گا.......... مشکل ہے۔ البتہ ایک نام میں تمہیں اور بتاؤں
سے پکارا جاتا ہے حالانکہ گونگا نہیں ہے۔"
"گونگا.......... کہاں رہتا ہے وہ..........؟"
"شاید کرشن نگر میں۔"
"اور کوئی نام ڈولی۔"
"اصل میں فیروز خان، کبھی خواب میں بھی میں نے نہیں سوچا تھا کہ کبھی یہ
سامنے بیان کرنی ہوں گی۔ کبھی دلچسپی ہی نہیں لی ان میں۔"
"ایک سوال اور کروں ڈولی.......... برا تو نہیں مانو گی..........؟"
"بالکل نہیں۔"
"اتنی باتیں تمہیں کیسے معلوم ہوگئیں۔"
"نو بینز نو گیسز۔ ڈولی نے کہا اور ہنس پڑی پھر بولی.......... "آج ملک ستار
کلام کا مطلب میری سمجھ میں آیا ہے۔"
"کیا مطلب ڈولی..........؟"
"ملک ستار میں ایک خوبی، یا خامی ہے.......... وہ بے حد شیخی خور ہے اور ا
کے سامنے بیان کرنے کا عادی اور میں.......... سوری خان، میں ہی سب سے

ی آواز سسکی بن گئی۔
ن نے سر جھکا لیا تھا۔

☆.......... ☆.......... ☆

ے دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑا اس نے امتیاز سے بغلگیر ہوکر کہا۔ "کمرے کے
کھلا دیکھ کر معاً" میرے دل میں تمہارا خیال آیا تھا حالانکہ کبھی کبھی میرے کچھ اور
میرے پیچھے یہاں آجاتے ہیں۔ سناؤ میری جان لاہور کے کیا حال ہیں۔ میں بری بے
را انتظار کررہا تھا آؤ یار دل خوش ہوگیا۔"
ے گھسیٹتا ہوا صوفے تک لے گیا.......... پھر اسے بٹھاتا ہوا بولا۔ "آرام سے بیٹھو
کھوئے کھوئے سے کیوں ہو.......... سب خیریت ہے نا..........5"
بالکل خیریت ہے۔" امتیاز نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر محمود کی جیب پر لگے ہوئے پین کو
ر نے اس کی اس حرکت کو تعجب سے دیکھا لیکن نظرانداز کردیا، پھر بولا۔ "سوری یار
جھے پہلے میرے گھر کے بارے میں بتاؤ۔"
بھی سب خیریت ہے۔" امتیاز نے کہا.......... اور ہاتھ کی ہتھیلی پر لکھا۔ "باتھ روم
نک لڑکی گیتا چھپی ہوئی ہے اور وہ مسلح ہے۔" پھر اس نے ہتھیلی محمود کے سامنے
......

ھ اور بولتے بولتے رک گیا اس نے تحریر کو پڑھا اور سمجھنے کی کوشش کرنے لگا امتیاز
ی سے کام لے کر کہا.......... "میں نے تمہاری بھیجی ہوئی چیزیں وہاں پہنچا دی تھیں۔"

.... وہ سب.......... ایک منٹ رکو میں تمہارے لئے کھانے پینے کی کچھ چیزیں
.... ابھی آیا.........." محمود اچانک اپنی جگہ سے اٹھا اور دروازے کی طرف چل
روازہ کھول کر باہر نکل گیا.......... امتیاز شدید سنسنی کا شکار تھا۔ اس نے خشک ہونٹوں
رتے ہوئے واش روم کی طرف دیکھا اس کا خیال تھا کہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر گیتا
لنے کی کوشش کرے گی لیکن گیتا کو شاید محمود کے باہر نکل جانے کا علم نہیں ہوسکا تھا۔
ے دروازے پر کوئی تحریک نہیں ہوئی۔ امتیاز کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا اچانک اسے
کے دروازے پر آہٹیں سنائی دی اور وہ اچھل پڑا۔ گیتا باہر آرہی تھی لیکن گیتا کی جگہ
ازے سے باہر آتے دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا۔ محمود مسکراتا ہوا باہر آگیا۔
ا گئی..........! اس نے کہا۔
..........؟" امتیاز بے اختیار بولا۔

"جس طرح میں دروازے سے باہر نکل کر واش روم سے باہر آیا ہوں تم شاید
گئے جس سے پچھلی بار تمہارا سرقہ شدہ سامان بند کمرے میں آگیا تھا۔ واش روم مر
اسے بھی وہی کھڑکی نظر آگئی اور اس نے اسے استعمال کرڈالا۔"

"خدا کی پناہ۔" امیتاز بولا۔

"وہ آکہاں سے گئی؟"

"شاید اس نے ائیرپورٹ سے میرا پیچھا کیا تھا اور مجھے یہاں آتے دیکھ لیا' بس

"کیا کہہ رہی تھی کیا چاہتی تھی.........؟ محمود نے پوچھا اور امتیاز نے اسے
محمود کے چہرے پر سنجیدگی پھیل گئی۔ دیر تک وہ خاموش رہا پھر آہستہ سے بولا۔ "یہ

"کیا مطلب ....؟"

"وہ تمہارے پیچھے نہ لگ جائے' راناکرن سنگھ کا گروہ بے حد خطرناک ہے ا
کلی سے اس کی شدید دشمنی ہے۔ بہرحال تمہیں بہت احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ نی
بات نہیں ہے لیکن اگر وہ دوبارہ ملے تو"......... محمود جملہ ادھورا چھو
ہوگیا......... پھر بولا......... "خیر اس پر پھر بات کریں گے تم لاہور کی سناؤ......

"لاہور کی صورتحال بڑی دلچسپ رہی ہے محمود' میری زندگی کی دلچسپ واقع
ایک چھوٹا ساواقعہ یہ بھی ہے کہ جن دنوں میں شدید ذہنی بحران کا شکار تھا ملازم
تھی' حلیہ بری طرح بگڑا رہتا تھا بلکہ تم نے بھی مجھے اس حال میں دیکھا ہوگا۔ ایک
موچی کے پاس بیٹھا نظر آیا تھا تمہیں.........؟

"ہاں مجھے یاد ہے۔" محمود نے کہا

"اس موچی نے میرا جوتا چلوانے کا ٹھیکہ لے رکھا تھا اور بے چارے نے نجا
بار ٹھیک کیا تھا۔ میں جوتا اس کے پاس اتار کر اس کے عقب میں موجود پارک میں
ایک بار مجھے اس پارک میں موجود دو خواتین ملیں' ایک خاتون بچہ گاڑی کو دھکیلتی
دوسری ان کے ساتھ تھیں گاڑی میں چھوٹا سا بچہ ہوتا تھا۔ ایک بار انہوں نے مجھ
بکھرے بال' برے احوال دیکھ لیا تو شاید پاگل سمجھ کر خوفزدہ ہوگئیں اور بھاگنے
ہوئے بچے کے دودھ کی بوتل گاڑی سے نیچے گر پڑی تو میں نے ازراہ اخلاق بوتل ا
جانب دوڑا......... مجھے اپنی طرف آتے دیکھ کر انہوں نے بھاگنا شروع کردیا تھا لی
نے انہیں جالیا اور بوتل ان کے حوالے کردی۔ پھر یوں ہوا محمود کہ اتفاق نے دو
میرے سامنے کیا اور یہ بات ان کے ذہن میں بیٹھ گئی کہ اس علاقے میں ایک پاگل
خیر بات ختم ہوگئی' میری دیوانگی یہاں آکر دم توڑ گئی لیکن جناب جب آپ کا دیا ہوا
میں آپ کے گھر کے دروازے پر پہنچا تو دروازہ انہی دونوں خواتین میں سے ا
.... مجھے دیکھ کر چیخ ماری اور دروازہ بند کرکے بھاگنے کی کوشش کی۔ خدا خدا
کسی طرح میں نے پیکٹ ان کے حوالے کیا اور اس کے بعد بھلا اس بات کی کیا

ے ان کی خیروعافیت معلوم کرتا۔ دروازہ بجایا لیکن اس کے بعد دروازہ نہیں کھلا تاہم
ث ان تک پہنچ گیا ہے۔"
اوہ مائی گاڈ اوہ میرے خدا۔" محمود حلق پھاڑ پھاڑ کر قہقہے لگانے لگا اور بمشکل تمام اپنی ہنسی
ر بولا۔ "اوہ تو وہ تمہیں پاگل سمجھتی ہیں.......؟"
اللہ کی مرضی میں کیا کرسکتا ہوں......... صورت حال تمہارے علم میں ہے........."
یار ہمت نہیں پڑی' خواہ مخواہ اگر پڑوسیوں کو اکٹھا کرلیتیں تو میری مرمت ہوجاتی۔" امتیاز
چارگی سے کہا اور محمود پھر ہنس پڑا .... پھر بولا ....
لیکن اس وقت تو تمہارا حلیہ پاگلوں جیسا نہیں تھا۔"
بس وہی بات ہے ناکہ انسان پر جب ایک بار چھاپ لگ جاتی ہے تو ذرا مشکل ہی سے جاتی
ہوں نے سوچا ہوگا کہ ہوسکتا ہے بے چارہ علاج کراکے آیا ہو......... لیکن کون جانے
وانگی کا دروہ پڑ جائے۔"
نہیں امتیاز نہیں یار......... بس بے چاری غلط فہمی کا شکار ہوگئی ہوگی ان میں سے ایک
ھابی ہیں اور ایک میری چھوٹی بہن' بہن کا نام سیما ہے اور بھابی کا نام بینش ہے۔ ویسے جو
نے تمہیں دیا تھا وہ انہوں نے لازمی طور پر پڑھ لیا ہوگا۔ اگر تم دوبارہ وہاں جاتے تو
حال بدلی ہوئی ملتی .... خراب سہی .... میرا خیال ہے اب جب جاؤ گے تو
بدلے ہوئے ملیں گے........." امتیاز مسکرا کر رہ گیا تھا محمود بہت دیر تک اس دلچسپ
ر ہنستا رہا پہلے تو امتیاز نے ہی سوچا تھا کہ اس انوکھی داستان کو دل میں چھپائے رہے لیکن
ھی یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ محمود کی وجہ سے یہ معاملہ آگے بھی بڑھے گا چنانچہ محمود کو صحیح
حال سے آگاہ کردینا ضروری تھا .... محمود نے کہا.........
"امی کی اور اپنے گھروالوں کی سناؤ' کیا صورت حال رہی.........؟"
"ان کے چہروں پر رونق واپس آگئی ہے کم بخت یہ دور ہی الٹا ہے کیا کیا جائے' ہر جگہ کچھ
یں ہوتی ہیں۔ شاید میں نے تمہیں اپنے بارے میں تفصیل نہیں بتائی تھی اصل میں کچھ
ے معاملات ہیں محمود جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا میرے اباجی ریلوے ورکشاپ میں فورمین
ور مجھے افسر بنانے کی آرزو کرتے ہوئے بالاخر بہت سا خون تھوک کر مرگئے۔ اس دوران ان
ایک قدیم دوست چچاغلام حسین نے ایک اور چکر ڈال دیا تھا یعنی کہ میری بہن کا رشتہ اپنے
ے کردیا تھا اور اپنی بیٹی کو مجھ سے منسوب کر دیا تھا لیکن ابا کی موت کے بعد اور میری
ل بے روزگاری سے مایوس ہو کر انہوں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ ذرا لالچی قسم کے آدمی ہیں
اپنے لئے ذرہ برابر افسردہ نہیں ہوں' لیکن میری بہن بہت عرصے تک ان کے بیٹے سے
ب رہی' مجھے اس کے لئے زیادہ دکھ ہے لیکن اب کوئی فکر نہیں انشاء اللہ بہن کے لئے کوئی
اچھا رشتہ دیکھ کر اس کی شادی دھوم دھام سے کروں گا........."
"تم تنہا نہیں ہو امتیاز اب تمہاری بہن کے دو بھائی ہیں میرے لیے جس طرح سیما ہے اسی

طرح تمہاری بہن اپنے آپ کو تنہا مت سمجھنا دوست ' باقی سب کچھ ٹھیک ہے لاہور میں۔

"ہاں ...."

"گڈ ....واپسی کا کیا پروگرام ہے............؟"

"وہی چھ سات دن ...."

"کام اطمینان بخش ہے............؟"

"ہاں بالکل۔"

"اور تم اسے کرنے کے سلسلے میں مضبوط ہوگئے ہو............؟"

"مکمل طور پر اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں میرے لئے .... میں نے آواز کو دبالیا ہے۔"

امتیاز نے کہا اور محمود پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے بولا ....

"گیتا سے ہوشیار رہنا .... ویسے امتیاز اب تمہارے لئے یہ ضروری ہوگیا ہے ذہن سے کھولت کو جھٹک دو جب اس فیلڈ میں آہی گئے ہو تو اسمارٹ بن کر اس کی ہر آؤٹ کا جائزہ لو گیتا جیسی لڑکیاں بہت سی آئیں گی تمہارے راستے میں تمہیں ان سب کرنا ہے' جہاں تک استاد گلاب کا معاملہ ہے میرا خیال ہے وہ ہمارے لئے ایک بہترین ڈھا ہوگا میں خود بھی تمہیں بہت سی تفصیلات بتاؤں گا اور اس کے لئے تمہیں میرا ساتھ دینا ہو

"محمود میرا خیال ہے لاہور میں ہماری دوستی کی بنیاد اس لئے پڑی تھی کہ مستقبل دونوں کو یکجا ہونا تھا۔" محمود نے محبت بھرے انداز میں امتیاز کا ہاتھ دبایا تھا............

☆ .... ☆ .... ☆

"حریم او حریم اٹھ بھئی کتنی دیر لگائے گی جانا بھی ہے جلدی نکل جائیں گے تیرے مچا رہے ہیں ' اٹھ جا بیٹی جلدی کرو" رحمت حریم کے کمرے میں داخل ہوگئی۔ حریم نے باندھی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں سرخ ہورہی تھیں رحمت بی بی اسے دیکھ کر چونک پڑی۔

"حریم کیسی طبیعت ہے تیری ....؟"

"اماں سر میں اتنا درد ہو رہا ہے کہ میں بتا نہیں سکتی تھوڑی دیر پہلے الٹی بھی .... میری طبیعت تو بڑی خراب ہے ....

"ایں .... ارے کیا ہوا .... رات کو تو ٹھیک ٹھاک سوئی تھی؟"

"بس اماں صبح جاگی تو طبیعت بھاری بھاری ہورہی تھی ...."

"ہنہ خدا نہ کرے بخار تو نہیں آگیا ...." رحمت بی بی نے بیٹی کو ٹٹولتے .... پھر بولیں۔ "نہیں بخار تو نہیں ہے کیا سر میں زیادہ درد ہو رہا ہے؟"

بالال کے دماغ پھٹا جا رہا ہے۔"

ے بیٹی چلنا تھا آج تو ...."

ں برا نہ مانو تو ایک بات کہوں ...."

بابت ہے ....؟"

ر میں نہ جاؤں تو کوئی حرج ہے ....؟"

بی باتیں کرتی ہے بیٹی ' بھائی کی بات پکی ہونے جارہی ہے اور تو نہ جائے ...."

ں میرا جانا مشکل ہی نظر آرہا ہے۔" حریم نے کہا اور رحمت بی بی اسے دیکھتی رہی پھر

ے ابا سے کہتی ہوں ' دیکھو وہ کیا کہتے ہیں' پھر ہم دونوں ہی چلے جائیں گے ....

بی بی باہر نکل گئی' غلام حسین کو صورت حال بتائی تو غلام حسین بولے۔

بی حالت میں تو اسے لے جانا بھی ٹھیک نہیں ہوگا' چلو پھر کوئی بات نہیں ہے' جمال تو گھر وہی بہن کی دیکھ بھال کرلے گا۔"

ٹھیک ہے۔" اس طرح حریم نے اپنے منحوس وجود کو اس خوشی کے موقع پر شرکت سے یا۔ غلام حسین اور رحمت بی بی خود ہی لڈوؤں کے ٹوکروں کے ساتھ بابو ارشاد کے گھر پہنچ ں کوئی چہل پہل نہیں تھی۔ وہی روزانہ کے معمولات بڑے لوگ ایسی چھوٹی و اہمیت نہیں دیتے' بس اتنا ہی کیا گیا تھا کہ گھر میں ان کا انتظار کرلیا گیا تھا۔ بابو ارشاد نے ہوئے غلام حسین کو گلے سے لگایا۔ ان کی مسز نے رحمت بی بی سے معانقہ کیا اور دونوں

ہو بچے ٹھیک ہیں ....؟ بابو ارشاد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہاں جی ' بس وہ حریم کی کچھ طبیعت خراب ہوگئی تھی ' اس لئے اسے ساتھ نہیں لایا ...."

کوئی نہیں ' اچھا ہوا تکلیف نہیں دی اور پھر غلام حسین یہ باتیں تو بڑوں کے کرنے کی ' بچوں کا بھلا اس میں کیا دخل ' ہاں تو بھئی پہلے ہو جائے منہ میٹھا اور اس کے بعد بات ہا لیتے ہیں ...."

ملازم نے مٹھائی کے برتن اور چائے وغیرہ سامنے رکھی اور غلام حسین مٹھائی پر ہاتھ صاف لگے۔ تھوڑی دیر تک یہ مشغلہ جاری رہا پھر برتن اٹھ گئے تو بابو ارشاد نے کہا۔ "ہاں بھئی بن تو پھر کیا طے کیا اس بارے میں ....؟"

بس جی طے تو آپ ہی کو کرنا ہے' ہم تو جھولی پھیلا کر آئے ہیں آپ کے سامنے۔ اب یہ ہماری جھولی کب تک بھر رہے ہیں آپ ....؟"

بھئی دیکھو ہمارے ہاں تو کوئی مسئلہ نہیں ' بچی کے لئے ساری تیاریاں مکمل ہیں جیسا کہ میں ہیں بتایا تھا اس کے لئے میں نے الگ کوٹھی تیار کرائی ہے' رنگ و روغن دو چار دن میں ہو جائے گا' ہفتہ لگے گا اس کی ڈیکوریشن کرنے میں' نورین اپنی پسند کا فرنیچر خریدے گی'

سارا فرنیچر وہاں پہنچ جائے گا' بچی کے زیور کپڑوں کا تو کوئی مسئلہ نہیں ہے' وہ تو اتنے
بیٹیوں کے جہیز میں کام آجائیں' لیکن اللہ نے مجھے دی ہی ایک ہے' جو کچھ ہے اس
کردوں' باقی کیا رہ گیا کوئی پندرہ دن بیچ میں سمجھ لو غلام حسین' گاڑی بھی خریدنی
لئے نئی' ضد کر رہی ہے' میں نے تو کہا تھا کہ یہ والی لے جائے' کہتی ہے پرانی کوئی چیز
گی' بھئی بڑی زبردست مانگ ہے اس کی' مگر کیا کیا جائے پوری کرنی ہے' اکلوتی ہے' تو
غلام حسین رہے پندرہ دن' آج سے حساب لگالو' سولھویں دن بارات لے کر آجاؤ' یہیں
گھر یہیں انتظام کریں گے' ویسے تمہارے کتنے آدمی ہوں گے ....؟ "

"وہ بس بابو ارشاد چھوٹا سا کنبہ ہے کوئی سو کے لگ بھگ آدمی ہو جائیں گے ......

"او کیا دماغ خراب ہوا ہے تمہارا' سو آدمی لے کر آؤ گے بارات میں ایک ایک
کرتے پھرو گے' اکٹھا کرتے پھرو گے پھر گاڑیوں میں چڑھا کر لاؤ گے اور یہاں مجھے بھی
دیکھو غلام حسین زمانہ بدل گیا ہے' اب شادی بیاہوں کی رسمیں پڑھے لکھے سمجھدار
زندگی کے معمولات کی رسمیں بن گئی ہیں بھئی لڑکے اور لڑکی کا معاملہ ہوتا ہے'
انہیں گزارنی ہوتی ہے۔ بیچ کے لوگ تو بس بیچ میں آتے ہیں اپنی اپنی کہانیاں سنا کر
ہیں' یہ نہیں ہے' ایسا نہیں ہے ویسا نہیں ہے' اور پھر غلام حسین ایک بات اور بھی
اپنا ایک اسٹیٹس ہوتا ہے مجھے معاف کرنا۔ میرے خاندان میں بھی ایسے فرسودہ خیال کے
جنہیں سچی بات یہ ہے کہ اپنے خاندان کا بندہ کہنا برا لگتا ہے' وہی انداز' وہی رنگ
چال ڈھال' میں کہتا ہوں بدلتے زمانے کے ساتھ ساتھ چلنا چاہیے' اب پگڑی اور
کہاں ہے۔ ہم لوگ جس اسٹیٹس کے ہیں' ہمیں اسی کے مطابق رہنا چاہیے' میرا خیال
چار چھ بندے ٹھیک ٹھاک اکٹھے کر لو اور جمال حسین کو کار میں بٹھا کر لے آؤ دولہا
وغیرہ کا انتظام یہاں ہو جائے گا۔ نکاح کر دیتے ہیں' چار چھ بندوں کی خدمت کر دی جا
میں بھی اپنے خاص خاص دوستوں کو بلا لیتا ہوں اور میں تو تم سے یہ کہتا ہوں غلام
چار چھ بندے بھی زیادہ سے زیادہ یہ ہوں کہ ایک دو تمہارے خاندان کے بڑے' دو
حسین کے دوست ذرا اپ ٹوڈیٹ قسم کے تاکہ کسی سے ملانے میں بھی کوئی پریشانی نہ
دیکھو برا مت ماننا ان باتوں کا۔ کھلانے پلانے کا تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے' اس کے بعد
ولیمے کی شکل میں بلا لینا ان لوگوں کو اور کھلا پلا دینا جتنا دل چاہے' اخراجات کی پروا
میں کردوں گا' لیکن اس میں میرے بندے شریک نہیں ہوں گے سمجھ رہے ہو
.... "

"یار دیکھو' ساری باتیں میں نے تمہاری مانی ہیں' یہ بات میری مان لو بڑا ضرور
سب کچھ بھئی ہمیں بچوں کا مستقبل دیکھنا ہے کیا شان ہوگی تمہارے جمال حسین کی ذرا

"ٹھیک ہے بابو ارشاد مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے' بس ذرا خاندان میں شکوہ

"لو چھوڑو' اس خاندان میں کون کسی کے کام آتا ہے سب اپنی اپنی مرھیا الگ بنائے بیٹھے
زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ وہ تمہیں اپنی شادیوں میں نہیں بلائیں گے' اچھا ہی ہے بھائی بچت
ہوگی اور جھگڑے بھی کم ہوں گے۔ بلاوجہ اتنے لوگوں سے واسطہ رکھا جائے غلام حسین دور
گیا ہے........ "

"جی بابو ارشاد یہ تو آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" بچت کی بات غلام حسین کو سب سے زیادہ پسند
تھی' جبکہ رحمت بی بی گھٹی ہوئی بیٹھی تھی' کیا بولتی اور کیا نہ بولتی' ویسے بھی بولنا غلام حسین
تھا' جیسے وہ ہمیشہ بولتے آئے تھے' بات ختم ہوگئی بابو ارشاد نے کہا۔

"او ہاں سنو غلام حسین تاریخ طے کرلو پہلے اس کے بعد تم سے دوسری بات کروں گا۔"
منگوا کر پندرہ دن کے بعد سولھویں دن کی تاریخ دیکھی گئی' مناسب دن تھا چنانچہ اس تاریخ
ن لگا لیا گیا......... پھر بابو ارشاد نے بیوی کی طرف دیکھا اور بیگم صاحبہ اپنی جگہ سے اٹھ
ہزار ہزار کے نوٹوں کی ایک موٹی گڈی لاکر غلام حسین کے حوالے کی گئی اور غلام حسین
ن میں کپکپاہٹ دوڑنے لگی۔

"یہ رکھو لاکھ روپے ہیں' گاڑی کا انتظام میں کردوں گا چھوٹے موٹے انتظام تو تمہیں بھی
ہوں گے نا اور پھر غلام حسین سمجھا دینا جمال حسین کو۔ شادی کے دو تین دن کے بعد تم
رشتے داروں کو اپنے گھر پر اکٹھا کر لینا۔ تنبو لگوا دینا اور کھانے پکوا لینا۔ میں باورچی بھی بھیج
گا جو اپنے ساتھ چیزیں لے کر آجائے گا' بس بندے بتا دینا اسے' وہ سارا انتظام کردے گا تم
مت کرو' میرے خیال میں باقی اخراجات کے لئے یہ لاکھ روپے کافی ہوں گے.......... "

"جج......... جی بابو ارشاد........ " غلام حسین نے کہا۔

"بھئی ذرا شان والی شادی ہونی چاہیے سمجھ رہے ہو نا' میرا مطلب ہے جیسے بڑے آدمیوں
ہوتی ہے' اب یہ تو ذرا دوسرے ہی بندے ہوتے ہیں کہ آتش بازی بھی چل رہی ہے' بینڈ
بھی بج رہے ہیں' او بھئی غلام حسین اب یہ دور کہاں رہا' یہ تو ہمارے تمہارے زمانے کی
تھیں بابو ارشاد نے قہقہہ لگایا اور غلام حسین کا قہقہہ اس کے قہقہے میں شامل ہوگیا۔ ہزار
کے نوٹوں کی موٹی گڈی کی گرمی دل میں گدگدیاں کر رہی تھی اور قہقہے منہ سے ابل رہے
اس کے بعد وہ شاندار کھانا جو بابو ارشاد نے تیار کرایا تھا غلام حسین کو تو کوئی شکوہ ہی نہ رہا۔
بھلا بابو ارشاد سے زیادہ سمجھدار آدمی اور کون ہو سکتا ہے' جو کچھ وہ کہہ رہا ہے وہ یقیناً سب
ہی بھلے کی بات ہے۔

"وہاں سے واپس پلٹے تو بڑے خوش نظر آ رہے تھے' گرم جوشی سے رحمت بی بی کا ہاتھ
ہوئے بولے "قسمت کھل گئی اپنی رحمت بی بی....... "

"خاک قسمت کھل گئی' یہ ہو کیا رہا ہے ہائے کیسے کیسے ارمان تھے میرے دل میں تو' سات
پہلے سے گھر میں دھوم دھڑکا کرنا تھا لڑکیاں بالیاں نجانے کب سے کہہ رہی ہیں محلے بھر کی کہ
جمال حسین کی شادی ہوگی تو ہم یہ کریں گے اور وہ کریں گے۔"

"ارے بیوقوف ، اس سے کون منع کرتا ہے، دل کی خوشیاں پوری کرلو اپنی ، وہ تو بارات والے دن کی بات ہوگی اور پھر لاکھ روپے کم تو نہیں ہوتے سوچ سمجھ کر خرچ کرو سب کچھ ہو جائے گا" بابو ارشاد نے صرف اپنے ہاں آنے والوں کی بات کی ہے، ہمارے گھر والوں کو تو منع نہیں کیا اور پھر ٹھیک تو ہے، ولیمہ تو کرنا ہی ہوگا ایسا کرلیں گے کہ بارات کے بندوں کو دعوت نہیں دیتے۔ ولیمے کی دعوت دے دیں گے بات بن جائے گی، خرچہ تو بابا ار ہی اٹھا رہے ہیں تا سمجھنے کی کوشش کیا کر رحمت بی بی بچوں کا مستقبل بڑی ہوشیاری سے بنانا ہے۔" رحمت بی بی خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر خاموش ہوگئی تھی۔

☆..........☆..........☆

مہردین کو اس بات کا بڑا دکھ تھا کہ چوہدری نواز اس وقت رخصت ہوگیا جب اس کے گھر بہار آئی۔ اسے اندازہ ہوگیا کہ امتیاز کی نوکری بہت اچھی لگی ہے۔ امتیاز سب کے لئے کچھ نہ کچھ لایا تھا اور یہ چیزیں ایسی تھیں جنہیں دیکھ کر آنکھیں کھلتی تھیں۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا۔

"او نیک بخت کراچی ولایت سے کم نہیں ہے وہاں سمندر کے راستے ایسا ایسا مال آتا ہے بس دیکھتے رہ جاؤ.......... وہاں رہنے والے بڑے شان کے لوگ ہوتے ہیں۔ امتیاز کی کوئی نوکری لگی ہے اور کیوں نہ ہو بھئی چوہدری مرحوم نے اس پر محنت تو بہت کی ہے لاہور میں تو کی قدر ہی نہ ہوئی ورنہ چوہدری بھی بیٹے کی خوشیاں دیکھ لیتا۔"

"یہ تو ہے پر کراچی میں ایسی کیا خاص بات ہے۔"

"او وہاں سمندر ہے اور اس میں جہاز چلتے ہیں اور جہازوں میں مال آتا ہے۔"

"ایک بات بتاؤ مجھے۔" مہردین کی بیوی نے کہا۔

"کیا.........."

"یہ لاہور والے محنت کرکے لاہور میں سمندر کیوں نہیں بنا لیتے۔"

"او تیری..........او بے وقوفا.......... او تیری۔" مہردین قہقہے لگانے لگا۔ "او پاگل کوئی انسان بناتے ہیں وہ تو مالک کی بنائی ہوئی چیز ہے اور اسے انسان نہیں بناتے۔"

☆..........☆..........☆

"غلام حسین فتح محمد کے ڈیرے پر مہردین کو مل گئے مہردین کو تو اس کی صورت سے تھی غلام حسین خود ہی اسے چھیڑ بیٹھے۔ "او مہردین کیا ہماری شکل بھول گئے" نہ سلام" نہ دعا

"بھائی غلام حسین سلام کا مطلب ہے کہ تجھ پر اللہ کی سلامتی ہو بھائی غلام حسین تمہارے کرتوت تو ایسے ہیں کہ.......... میں.......... منہ نہ کھلے تو اچھا ہے۔" غلام حسین کا منہ

یا حیرت سے بولے۔ "کیا بک رہے ہو.........."

"سچ ہی کہہ رہا ہوں ، بھائی فتح محمد خود فیصلہ کرو.......... جو دوست کی موت کے بعد دوستی بھیج دے۔ ایسے آنکھیں بدل لے جیسے طوطا بدلتا ہے۔ اس پر اللہ کی سلامتی بھیجی جاسکتی ہے بھائی غلام حسین تم نے تو دوستی کے نام پر ایسا تھوکا ہے کہ شاید ہی کسی نے تھوکا ہو.........."

"تیرا تو دماغ خراب ہے مہردین ، انسان اپنا اچھا برا خود سمجھتا ہے اور کس بات پر کہہ رہا ہے میں نے چوہدری نواز کی دوستی پر لعنت بھیج دی اور اگر تو یہ کہتا ہے کہ میں اپنی بیٹی اس نکمے دیتا تو خود سوچ میری جگہ اگر تو ہوتا تو کیا ایسا کرسکتا تھا اور پھر بات تو وٹے سٹے کی ہوئی ب میری بیٹی اس کے گھر نہیں جاتی تو اس کی بیٹی کو کیسے لاسکتا تھا۔ میں اپنے گھر.......... .... اس امتیاز نے تو کچھ کرکے ہی نہ دیا جیسے کا تیسا نکما پھر رہا ہے۔"

"تمہارا خیال ہے بھائی غلام حسین ، اللہ نے امتیاز کا ہاتھ پکڑ لیا ہے اور ایسا پکڑا ہے کہ اب وں کے دلوں پر چھریاں چل جائیں گی۔"

"اچھا کیا الیکشن میں کھڑا ہوا تھا وزیر لگ گیا ہے۔" غلام حسین نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

"وزیر تو نہیں لگا لیکن نوکری اتنی اچھی لگ گئی ہے اس کی کہ اب تمہیں افسوس ہی کرنا گا۔"

غلام حسین کھلکھلا کر ہنس پڑے تھے انہوں نے کہا "نہیں بھائی مہردین نہیں۔ اب مجھے کوئی نہیں کرنا پڑ رہا" اللہ کے فضل سے جمال حسین کی شادی ایسی جگہ طے ہوگئی کہ سانپ تو ہمارے دشمنوں کے سینے پر لوٹیں گے بس جی اللہ کا فضل ہے اللہ شکر خورے کو شکر دے دیتا ہے"

"اور مریم کیا ہوا.......... کیا پھر کوئی وٹے سٹے والا مل گیا۔"

"لو مریم کی کیا بات کرتا ہے بھئی تو.......... اللہ نے چاہا تو کسی ایسی جگہ جائے گی جہاں وہ راج ہی کرے گی.......... او بھئی ذرا تیار رہنا کپڑے وپڑے سلوالینا جمال حسین کی شادی کی بھی بھیجیں گے۔"

"بس بس بھئی غلام حسین.......... میں تو بس ایک ہی بات جانتا ہوں اور وہ یہ کہ تم کسی ساتھ برائی کرو گے تو تمہیں اللہ کی طرف سے برائی کا جواب ضرور ملے گا۔ جمال حسین کی کسی بھی جگہ کردو لیکن جو داغ تم نے اپنی دوستی پر لگایا ہے وہ تمہارے منہ سے کبھی صاف ہوگا۔"

"ارے ایسی تیسی دوستی کی.......... دوستی اپنی جگہ اور بچے اپنی جگہ ۔ لو بھائی فتح محمد یہ دو ل کا آدمی لڑنے بیٹھ گیا ہم سے ارے تو ورکشاپ کی بھٹی میں کوئلے جھونک ، ہم لوگوں کے نے کی کیوں کوشش کرتا ہے..........؟"

"میں نے تو تمہاری صورت پر تھوکا بھی نہیں تھا تم خود ہی بھائی مہردین کہہ کر میری جان کو

لگ گئے تھے۔" مہردین نے ترکی بہ ترکی کہا اور غلام حسین اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔ فتح م
دونوں کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ارے تم لوگ کیوں لڑتے ہو' اللہ کی جو مرضی ہے وہی ہوتا ہے سارے کھیل تو تقدِ
ہوتے ہیں آسمانوں میں جو کچھ لکھا گیا ہوتا ہے وہی زمین پر ہوتا ہے بلاوجہ اپنے دل خراب کر
ہو۔" مہردین برا سا منہ بنا کر وہاں سے ہٹ گیا تھا لیکن اس کی باتیں غلام حسین کو ایسی چبھی
کہ بہت دیر تک وہ تلملا کر فتح محمد سے مہردین کی برائی کرتے رہے تھے۔

☆............☆............☆

بینش اور سیما کی زندگی پر بن گئی تھی' اپنے ہی گھر میں قید ہو کر رہ گئی تھیں یہ کم بخت
عذاب جان کی طرح نازل ہوگیا تھا اور دونوں ہی کو یہ احساس ہو رہا تھا کہ ان سے زیادہ بے
روئے زمین پر اور کوئی نہیں ہوگا.......... محلے کے لوگ تو اسی دن سے فرنٹ ہوگئے تھے
دن گھر پر پولیس کا چھاپہ پڑا تھا وہ تو بس محلے داری نبھا دی گئی تھی اور یہ لوگ آگئے تھے
ذلیل کرکے اور ذرا دھمکا کر بھگا دیا گیا تھا ورنہ اس دن کے بعد سے تو محلے والوں نے ادھر
کرنا بھی چھوڑ دیا تھا کسی نے ان سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ گھر پر چھاپہ کیوں پڑا ہے ہوسکتا
والوں کو پہلے ہی اس بات کا احساس ہو کہ محمود کے چال چلن خراب ہو گئے ہیں اور وہ
راستوں پر پڑ گیا ہے' لیکن اب کیا ہوگا' بھولا کی خاطر مدارت کی جارہی تھی اور وہ اس طر
کر گھر میں رہ رہا تھا جیسے اس کے باپ کا گھر ہو خوب اچھی طرح کھایا پیا تھا اور دونوں ہی
تھا کہ خبردار محلے والوں سے اس بارے میں کوئی بات کی گئی اس نے کہا تھا۔
"دیکھو لڑکیو یہ بتاؤ ابھی تک تمہیں مجھ سے کوئی نقصان پہنچا ہے اگر محمود یہاں ہوتا تو
اب سے چار گنا زیادہ خاطر مدارت کرنی پڑتی۔ میرے ہی بازوؤں پر اس نے قوت حاصل
اور اس گھر کو بدل کر رکھ دیا تھا' اب اگر میں یہاں اپنے دوست کے گھر رہ رہا ہوں تو تم
کوئی احسان نہیں ہے مجھ پر۔ تمہیں اندازہ ہوگیا کہ میں کس قسم کا آدمی ہوں برائی پر آ
تمہارے لئے مجھ سا برا کوئی نہیں ہوگا۔ کان دبا کر گھر میں پڑی رہو ورنہ جو نقصان ہوگا اس
دار تم خود ہوگی۔" بھولا کی بات کا وہ لوگ کبھی کوئی جواب نہیں دیتی تھیں' لیکن بات چ
اس کا کچھ نہیں بگاڑا جاسکتا تھا۔ پستول ساتھ رکھتا تھا کم بخت پورے کا پورا غنڈہ تھا۔ دونو
ہی کمرے میں بند ہوگئیں اور بری طرح پریشان ہوگئیں' کوئی ایک بات جو سمجھ میں آ
.... دوسرے دن بینش نے بھولا کو خوب اچھی طرح ناشتہ وغیرہ کرانے کے بعد کہا۔
"ہماری ایک رشتہ دار اسپتال میں داخل ہے' ہم اسے تقریباً روزانہ ہی دیکھنے جاتے
چاری انتظار کر رہی ہوگی' ہمیں جانے کی اجازت دو' آپ تو ہمارے گھر میں ہو ہی ہم
آپ ہی کو چھوڑ کر جارہے ہیں۔"

نے پہلے بھی تم سے کہا تھا کہ اگر باہر جانا بڑا ہی ضروری ہو تو تم میں سے کوئی ایک چلی
کو نہیں جانے دوں گا۔ کان کھول کر سن لو اور ایک بات کا خاص طور پر خیال رکھنا اگر
پولیس اسٹیشن کا رخ کر لیا تو میرے لئے خون کر دینا کوئی مشکل کام نہیں ہوگا۔ دیکھو
اپنے اوپر بن آتی ہے تو انسان کو کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہوتا ہے۔ نہ میں تمہیں کوئی
رہا ہوں نہ تم سے کوئی نقصان اٹھانا پسند کروں گا چپکی کان دبا کر پڑی رہو گھر کا
ہے ہی' کھاؤ پیو عیش کرو اس وقت تک جب تک محمود واپس نہ آجائے۔
محمود بھائی کے واپس آنے کا تو کوئی امکان نہیں ہے۔"
یک ہے میرے واپس جانے کا امکان ہے لیکن اس وقت جب میرے لئے مناسب
ب زیادہ دماغ مت خراب کرو میں عورتوں سے زیادہ بات نہیں کرتا.........." دونوں
، کمرے میں جا گھسی تھیں۔ دونوں کے چہرے ہلدی کی طرح زرد ہو رہے تھے' اب کیا
یک بات جو سمجھ میں آرہی ہو بینش نے کافی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا۔ "سیما آتی
ایک ہی ترکیب سمجھ میں آتی ہے میں تو سوچ سوچ کر تھک گئی مگر میرے پاس کوئی حل
"
ی ترکیب بھائی۔" سیما نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا اور بینش سوچ میں ڈوب گئی پھر

ے طرف پہاڑ ہے تو دوسری طرف چولہا مگر کریں تو کیا.......... میرے دماغ میں ملک
آیا ہے۔"
ے ستار..........؟" سیما تھوک نگل کر بولی۔
ں اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے ہمیں بری مصیبت سے بچایا تھا۔ اس کی واقف
زبردست ہے وہی ہمیں اس مشکل سے نکال سکتا ہے۔"
ے تو بھائی وہ اس سے زیادہ خطرناک لگتا ہے" سیما نے تھوک نگل کر کہا۔
بات ٹھیک ہے یہ تو بس ایک غنڈہ ہے وہ بڑا آدمی بھی ہے وہ اس کا سب کچھ بگاڑ سکتا
ئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔" بینش پرخیال لہجے میں بولی۔
پھر کیا کریں بھائی؟"
بتا سیما..........!"
ری تو عقل ہی کام نہیں کرتی۔"
کے تو ایک کام کریں۔"
یا..........؟"
لے اس مصیبت سے نجات حاصل کرلیں پھر اس سے چھٹکارا پانے کی کوشش کریں گے۔"
ٹھیک ہے بھائی' اس کمینے نے تو ہمارے آنے جانے پر ہی پابندی لگادی ہے۔ ہائے بے
ل کیا سوچ رہی ہوگی۔ نہ جانے اس کی کیسی طبیعت ہوگی۔"

"یہی اچھا ہے کہ اس پاگل نے فون پر غور نہیں کیا اس سے پہلے کہ یہ آسرا خ
ہمیں کچھ کر لینا چاہئے۔"

"بھابی اسے پتہ نہ چل جائے۔ اگر اس نے ہمیں فون کرتے دیکھ لیا تو کاٹ کر رک

"رات کو کریں..........؟"

"ہاں جب یہ سو جائے۔"

"یہ ٹھیک ہے۔"

"رات کا بڑی بے چینی سے انتظار کیا گیا۔ بھولا کو خوب ٹھنسایا گیا کم بخت کی خوراک
آدمیوں کی تھی کھاپی کر وہ جب خراٹے لینے لگا تو ملک ستار کا فون نمبر تلاش کیا گیا او
نے نمبر ڈائل کرکے ریسیور کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف سے آنے والی آواز کو اس۔
تھا پھر بولی۔

"آپ ملک ستار جی بول رہے ہیں۔"

"ہاں.......... ہاں آپ کون ہیں۔"

"دیکھئے میں محمود کی بھابی بینش بول رہی ہوں۔"

"اوہو بھابی کیسے یاد آگئے ہم.......... خیر تو ہے۔"

"ملک صاحب ہمیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے ہم بڑی مشکل میں ہیں۔ بینش۔

"دوسری طرف چند لمحے خاموشی رہی پھر ملک ستار نے کہا "آپ نے تو ہمیں دو
کی طرح نکال پھینکا تھا مگر ٹھیک ہے وہ آپ کا کام تھا۔ بتائیے کیا بات ہے۔"

"بینش نے بھولا کی پوری کہانی اسے سنادی اور ملک ستار ہنسنے لگا پھر بولا۔ نو پی
گینز۔"

"کیا مطلب۔"

"کچھ نہیں بھابی ٹھیک ہو جائے گا سب ٹھیک ہو جائے ہمیں کوئی بڑا کام بتائیں۔"

"بس ملک صاحب ہماری یہ مشکل حل کردیں آپ کا بڑا احسان ہوگا..........
مظلومیت سے بولی۔

"کیا کر رہا ہے وہ.........."

"سو رہا ہے۔"

"بس ٹھیک ہے ابھی انتظام ہو جائے گا۔" ملک ستار نے کہا اور بینش نے فون
ابھی اس نے ریسیور رکھا ہی تھا کہ دھڑاک سے دروازہ کھلا اور دونوں اچھل پڑیں۔
بھولا کھڑا قہر آلود نظروں سے دیکھ رہا تھا..........!

بینش کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ سیما دہشت بھری نظروں سے بھولا کو دیکھنے لگی۔
آگے بڑھ آیا۔ پھر خونخوار لہجے میں بولا۔ "کسے فون کر رہی تھیں تم لوگ؟"

.... کسی کو نہیں۔ بینش نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

فون..........
ے جھوٹ بول رہی ہو.......... او غلطی کی ہے میں نے تمہارے ساتھ شرافت برت
ے پکڑ کر رکھنا چاہئے تھا تمہیں۔ او بولو کسے فون کیا تھا؟" بھولا گرج کر بولا۔

کو نہیں.......... ہاں بس ایک دوست لڑکی کو۔"

خدا سے ڈرو.......... شرم نہیں آتی مجھ سے جھوٹ بولتے ہوئے۔ محمود کا خیال ہے
یں تو مزا چکھا دیتا میں۔ پولیس کو فون کیا ہے نا.......... ٹھیک ہے آنے دو پولیس
مقابلہ ہوگا۔ گولیاں چلیں گی بم پھٹیں گے۔ اور تمہیں معلوم ہی نہیں بھولا کے
بھولا کے علاقے میں تھانے دار چارج نہیں لیتے۔ ڈیوٹی کرتے ہیں تو پوچھ کر کرتے ہیں
"

پ.......... باہر جائیے آپ دیکھ نہیں رہے یہاں عورتیں ہیں۔" بینش نے ہمت

ں۔ ہاں جاتا ہوں۔" بھولا نے بے دھیانی سے کہا پھر چونک کر بولا۔ "تم لوگ مجھ پر
لا رہی ہو۔ سر ہی بدل لئے تم نے تو۔ آخر کس کے بل پر پولیس کے بل پر..........
تماشا' اسلحہ تیار کرلوں.......... پولیس سے مقابلہ کرنے کے لئے۔" بھولا دروازے سے

ند اسے غارت ہی کردے۔ کم بخت نے جان ہی نکال رکھی ہے۔ ہائے ہمیں اس سے
ے ملے گا۔ کیا ہوگا بھابی؟" سیما روہانسی ہو کر بولی۔ بینش کے پاس کہنے کے لئے کچھ نہیں
اپنے کمرے میں چلا گیا۔ ایک ایک لمحہ مشکل سے گزر رہا تھا۔ ہر آہٹ ہتھوڑے کی
ہوئی تھی۔ بہت دیر خاموشی سے گزر گئی۔ پھر دوازے پر دستک ہوئی اور دونوں کے دل
حلق میں آگئے۔ دستک اور زور سے ہوئی۔ بینش اور سیما سہمی ہوئی نظروں سے ایک
کی شکل دیکھ رہی تھیں۔ پھر بینش ہڑبڑا کر اٹھ گئی۔ اس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

بلو.......... دروازہ کھولیں۔"

ون ہوگا بھابی۔"

وسکتا ہے وہی ہو۔"

ور بھولا" سیما نے اتنا ہی کہا تھا کہ دروازہ پھر زور سے بجا.......... اور اب وہ نہ رک
دونوں دروازہ کھول کر باہر بھاگیں۔ لیکن جیسے ہی وہ باہر نکلیں۔ بھولا بھی دروازہ کھول کر
آیا۔

رکو.......... رک جاؤ' میں دیکھتا ہوں' او مجھ سے چار سو بیسی کرتی ہو تم .... کہتی
کسی کو فون نہیں کیا۔ دیکھتا ہوں کسے بلایا ہے تم نے۔ ایک ایک کو بھون کر رکھ دوں گا۔
نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پستول کو لہرایا اور پھر آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔"
ہائے بھابی اب یہاں خون ہوگا' گولیاں چلیں گی محلے دار پہلے ہی ہمیں بری نظر سے دیکھنے

لگے ہیں اب تو ہمارا یہاں رہنا ہی مشکل ہو جائے گا۔" سیما نے سسکتے ہوئے کہا۔
جواب نہیں دے سکتی تھی۔ پھر انہوں نے بھولا کی کڑک کی آواز سنی۔

"او کیوں دروازہ توڑے دیتے ہو۔ بندے دے پتر بنو او کھولتے ہیں دروازہ۔"
کھل گیا۔ بینش اور سیما نے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے ملک ستار کو دیکھا تھا۔ بھولا بھی
کو شاید پہچانتا تھا۔ اچانک ہی وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"اوئے ہوئے ہوئے۔ ملک جی آپ۔ مم ملک جی۔" بھولا بھیگی بلی بن گیا۔

"تو یہاں کیا کر رہا ہے بھولے۔" ملک ستار کی پاٹ دار آواز ابھری اور ا
آیا..........!

"وہ بس جی ملک جی ایسے ہی۔" بھولا عاجزی سے بولا

"ایسے ہی کیا۔ کیا کر رہا تو یہاں ' بھابی جی اور سیما کہاں ہے؟"

"وہ جی وہ رہیں' میں تو بس ایسے ہی ملک جی حالات کچھ خراب ہوگئے تھے ' میں
اپنے یار کے گھر جا کر رہوں بس جی ملک جی محمود کے گھر چلا آیا۔"

"تجھے معلوم ہے کہ محمود گھر پر نہیں ہے..........؟"

"او جی معلوم تو ہے' پر اس وقت نہیں معلوم تھا جب میں یہاں آیا تھا اور پھر جی
جی ہیں۔ بہن ہیں ہماری بس ملک جی کوئی اور ٹھکانہ نہیں تھا تو ادھر ہی رہ پڑا۔"

ملک ستار بینش اور سیما کی جانب متوجہ ہوا' ایک قدم آگے بڑھا اور بینش سے کہا۔

"بھابی جی آپ نے اسے خوشی سے اجازت دے رکھی ہے اپنے گھر رہنے کی........

"بینش کے حلق سے کوئی آواز نہیں نکل سکی بس وہ کپکپاتی رہی تھی۔ ملک ستا
طرف متوجہ ہو کر بولا۔

"اوئے بھولے ان لوگوں نے خوشی سے تجھے اجازت دے رکھی ہے یہا
کی..........؟"

"وہ جی ملک جی بس اپنا گھر سمجھ کر آگیا ہوں' جی۔ میں نے کوئی تکلیف نہیں دی
کو.........." جواب میں ملک ستار نے کئی موٹی موٹی گالیاں بھولے کو دیں اور کہا۔

"تو تو جانتا ہے محمود میرا کارکن ہی نہیں میرا دوست بھی ہے اس گھر کی حفاظت
داری ہے اور میں کہتا ہوں تجھے جرات کیسے ہوئی اس گھر میں داخل ہونے کی اور بھا
کیوں نہیں ہو۔ یہ کمینہ تمہاری مرضی سے یہاں آیا ہے یا زبردستی..........!"

"زبردستی ' ملک جی زبردستی۔" بینش نے ہمت کر کے کہہ دیا اور ملک ستار نے آ
بھولے کا گریبان پکڑ لیا۔ بھولا ہاتھ جوڑنے لگا اور اس طرح پستول بھی سامنے آگیا۔ ملک
پستول دیکھا اور غراتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ہوں تو تو نے یرغمال بنایا ہوا ہے ان لوگوں کو بھولے میں تجھے نہیں چھوڑوں گا
دوست کے سامنے ناک کٹوادی تو نے میری بھولے جان سے مار دوں گا تجھے !

ملک ستار نے بھولا کے ہاتھ سے پستول لے لیا اور بھولا زمین پر بیٹھ گیا۔
"........ معاف کر دو ملک جی بس ایک بار معاف کر دو حالانکہ ہم نے تو سنا تھا کہ محمود نے
ب بار کالک لگا دی ہے آپ کی گود میں بیٹھ کر آپ ہی کی پیٹھ میں چھرا گھونپا ہے پر ملک
منہ پر کا اور اس کا معاملہ ہے بس ایک بار معاف کر دو ہمیں ' دوبارہ کبھی ادھر کا رخ کر
پ
ہولا نہیں چمار کہہ دینا ہمیں بس ایک بار ملک جی بس ایک بار۔"
ود نے جو کچھ کیا ہے وہ اس کا کام تھا ' لالچ میں پڑ گیا تھا ہم سے مانگتا تو ہم کیا نہیں دے
ے ' دل دکھ کر رہ گیا ہے اس کے لئے۔ ارے یہ سب کرنے کی اسے ضرورت ہی نہیں
، شیطان نے بہکا دیا پر ہمارے لئے کوئی فرق نہیں پڑتا اللہ نے ہمیں بہت کچھ دے رکھا
ستی نہیں بھول سکتے۔"
ک جی پاؤں پڑتا ہوں آپ کے.......... بس ایک بار ہمیں معاف کردیں۔" ویسے بھی
بڑا پریشان ہوں پولیس نے ستایا ہوا ہے ' اب آپ نے ان کے حوالے کر دیا ملک جی تو
ج جان نہیں بچے گی.........."
ک ستار نے بوٹ کی ٹھوکر بھولا کی کمر پر لگائی اور دہاڑ کر بولا۔
ل جا بھولا۔ دل تو یہ چاہ رہا ہے کہ تیرے اس پستول کی ساری گولیاں تیرے بدن میں
۔ پر یہ گھر میرے یار کا ہے' یہاں میں کسی کا خون بھی نہیں گرانا چاہتا چل دفع ہو جا اور
نا کہ یہ گھر ملک ستار کی پناہ میں ہے کسی نے اس گھر کی طرف ٹیڑھی نظر سے دیکھا تو
نکال کر ہاتھ میں رکھ دوں گا چل دفع ہو جا۔ ملک صاحب نے دو تین ٹھوکریں بھولا کو اور
ر بھولا بری طرح دروازے کی جانب دوڑ پڑا۔ پھر وہ دروازے سے باہر نکل گیا تو ملک ستار
وازہ کھول کر دور دور تک دیکھا اور اس کے بعد دروازہ بند کر کے اس سے پشت لگالی۔
ر سیما کے دلوں میں اس وقت درحقیقت ملک ستار کے لئے احسان مندی کے جذبات ابھر
ے۔ بہت بڑی شخصیت تھی اس کی۔ ایک طرف تو پولیس اس کے آگے پانی بھرتی تھی۔
طرف بھولا جیسے بدمعاش بھی اس سے خوفزدہ تھے اور ملک نے جس طرح بے لوث ان کی
کی وہ واقعی متاثر کرنے والی بات تھی۔
ستار دو قدم آگے بڑھا اور پھر بولا۔ نو پیرز نو گیرز مم میرا مطلب ہے بھابی جی ہم تو خادم
ہ کے۔ آپ نے خود ہی ہمیں دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیا ہے ارے محمود
ہ چھوٹی سی برائی کرلی ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے دنیا میں کتنے لوگ ہیں جو نجانے کیا کیا
رہتے ہیں۔ اب اگر ان چھوٹی موٹی باتوں پر ہی دھیان دیا جائے بھابی جی تو آدمی ساری دنیا
ت کر بیٹھ جائے' میں سچ کہتا ہوں بھابی جی محمود نے دولت مند بننے کے لئے جو طریقہ اختیار
اچھا نہیں تھا۔ میری اس سے فون پر بات ہوئی ہے وہ خود بھی اب اس بات پر شرمندہ ہے۔
بلکہ اصل میں میرے ہاتھ میں نہیں رہا۔ ایکسائز اور پولیس کا مشترکہ کیس ہے آرام آرام
کچھ ہوگا۔ ورنہ میں تو ایک منٹ میں محمود کو یہاں بلالوں۔ میرا بہت اچھا دوست ہے وہ۔

پوچھوں گا بھی نہیں اس سے کہ محمود تو نے کیا کیا۔ ارے میرا کتنا نقصان ہوا' دس
پچاس لاکھ کا.......... بھابی جی یہ پیسے میرے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ آپ کی
بہت کچھ ہے میرے پاس۔ پر بھابی جی جب اپنے دل توڑتے ہیں تو بڑا دکھ ہوتا ہے۔
لوگوں کے پاس بڑی محبتوں کے ساتھ آیا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ محمود کو دکھاؤں کہ دو
ہوتی ہے اس نے چند پیسوں کی خاطر دوستی کو ٹھوکر لگادی۔ مگر ملک ستار اس کے گھر کا
ہے۔ بتانا چاہتا ہوں میں یہ اسے۔"

بینش واقعی بہت متاثر ہوگئی تھی۔ اس نے کہا۔ "معافی چاہتے ہیں ہم آپ سے
معافی چاہتے ہیں' آیئے' بیٹھئے۔" بینش اسے محمود کے کمرے میں لے گئی سیما بھی
اس وقت واقعی ملک ستار ان کے لئے فرشتہ ہی ثابت ہوا تھا اور اس نے انہیں ایک ا
سے نجات دلادی تھی جس سے چھٹکارا حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ ان کے ذہن میں نہی
ملک ستار نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ نہ سمجھیں آپ کہ ایک چھوٹا سا کام کرکے میں آپ لوگوں پر زبردستی مسلط
ہوں' بس اب مجھے اجازت دیجئے۔"

"بیٹھئے ملک جی' ہمیں واقعی اپنے رویئے پر افسوس ہے' مگر آپ دیکھئے ہم خود بھ
ہیں' محلے والوں نے ہمارا بائیکاٹ کر رکھا ہے پولیس کے چھاپے کے بعد آپ یہ سمجھ لیجئے
والوں کی نگاہوں میں ہم برے لوگ ہوگئے ہیں' نجانے یہ لوگ کیا کیا سوچتے ہوں
بارے میں۔ ایسے حالات میں اگر کوئی اس گھر میں آجائے تو لوگوں کے خیالات اور خ
گے.........."

"ارے وہ تو سب کچھ ٹھیک ہے بھابی جی' مگر کوئی اپنا تو گھر میں آتا ہی ہے' کوئی
دار مجھ سے بات کرکے دیکھے' حلق سے زبان کھنچوالوں گا' کیا سمجھا ہے انہوں نے
کو.......... مگر بھابی آپ کا حکم تھا کہ اس گھر میں قدم نہ رکھوں سو مجبور ہوگیا۔ جانتی
محمود نے مجھ سے کیا کہا ہے..........؟"

"فون کیا تھا بھیا نے آپ کو......؟"

"وہ اکثر کرتا رہتا ہے' جانتی ہیں آپ میں نے اس سے کیا کہا ہے.....؟"

"کیا ملک جی..........؟"

"میں نے اس سے کہا ہے کہ گھر کی طرف سے بالکل بے فکر رہے' میں گھر کا
خیال رکھ رہا ہوں' بھابی جی اور سیما سے ملاقات ہوتی رہتی ہے' بھابی جی میں نے اسے ب
کہ آپ لوگوں نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ اس کا دل ٹوٹ جائے گا..........
جائے گا۔ بے چارہ سوچے گا کہ اب آپ لوگوں کا پرسان حال کون ہے.......... بھابی
بتاؤں.......... کبھی کبھی ایسی مجبوریوں کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے۔ وہ مجھ سے معافیاں مانگ
اور میں اس سے کہتا ہوں کہ ارے یار اگر بات میری تیری ہوتی تو میں خود جا کر تجھے

ور کہتا کہ محمود دیکھ میرے پاس بڑی دولت ہے جتنی اس میں سے مرضی آئے لے لے تو
ے" ملک ستار کی آواز لرز گئی۔
اور سیما واقعی بہت زیادہ متاثر ہوگئی تھیں۔ چند لمحات خاموشی رہیں پھر ملک نے کہا۔
ابی جی وہ کہتا ہے کہ سیما کو میں اپنے ساتھ لگالوں"
سمجھی نہیں بھائی جی.........."
ں میری بہت بڑی فرم ہے بھابی جی' بڑا کاروبار ہے اللہ کے فضل سے' بڑا اسٹاف
مل میں میری بہت بڑی فرم ہے بھابی جی... بھلا میں سیما کو ملازم رکھوں گا.......... لیکن محمود کا کہنا ہے کہ سیما کے
ملازم ہیں۔ بھلا میں سیما کو ملازم رکھوں گا.......... لیکن محمود کا کہنا ہے کہ سیما کے
کچھ کروں اور اسے اپنے آفس میں لے آؤں تھوڑی بہت پڑھی لکھی ہے وہ میں تو کام
ا میرا کوئی مسئلہ نہیں ہے.........."
مود بھیا نے ایسا کہا ہے..........؟"
ں بھابی جی حالانکہ میں نے منع کیا تھا کہ بھائی محمود پیسوں کی کوئی بات نہیں ہے تو جتنا
بھابی جی اور سیما کو پہنچا دیا کروں' سیما نوکری کرکے کیا کرے گی' لیکن محمود کا کہنا ہے کہ
تا رہے گا اس کا.........."
نہیں' نہیں میں بھلا بھابی کو چھوڑ کر کہیں جاسکتی ہوں' نوید تو مجھ سے اتنا ملا ہوا ہے کہ میرا
نہیں چھوڑتا میں کہیں نوکری نہیں کروں گی.........."
ویسے تو وہ نوکری نہیں ہوگی سیما' ہر طرح سے میں تمہارا ساتھ دوں گا' لیکن اگر تم نہیں
ں تو کوئی بات نہیں ہے میں تو خود منع کر رہا تھا محمود کو.......... میں کہہ رہا تھا کہ محمود
نوکری کرتے دیکھ کر میں برداشت کر سکتا ہوں .... ہرگز نہیں سوال ہی نہیں پیدا
...... خیر چھوڑیں کوئی بات نہیں ہے اسے کہہ دوں گا کہ سیما میرے آفس آتی جاتی ہے
ی جی میرے لائق کوئی خدمت ....؟"
"نہیں بھائی جی آپ نے اس وقت ہم پر جو احسان کیا ہے ہم اس کا صلہ آپ کو دے ہی
سکتے۔"
"ارے تو صلہ مانگ کون رہا ہے' بس ہم تو یار سے یاری نبھا رہے ہیں' ہماری تو اتنی خواہش
ہمیں اپنا سمجھ لیا جائے غیر کی نظر سے نہ دیکھا جائے' محمود کا معاملہ بھی ہم ہموار کرکے
بحال لائیں گے.......... یہ ہمارا آپ سے وعدہ ہے۔"
"اللہ آپ کو خوش رکھے.......... اتنے بڑے آدمی ہونے کے باوجود آپ کا دل کتنا نرم
آپ کتنے اچھے انداز میں سوچتے ہیں ہم تو واقعی شرمندہ ہوگئے ہیں۔"
"نہیں بھابی جی کوئی ایسی بات نہیں ہے.........."
"بھائی جی چائے پئیں گے..........؟"
"سیما پلائیں گی تو ضرور پئیں گے بھابی جی' بھلا آپ کی چائے کو منع کریں گے ...."
ستار نے کہا اور سیما جلدی سے اٹھ گئی.......... ملک ستار بینش سے باتیں کرتا رہا تھا۔ پھر

کچھ دیر کے بعد سیما ٹرالی پر چائے لگا کر لے آئی .... جو کچھ گھر میں موجود تھا وہ
میں رکھ لیا تھا اس سے اس کے اندرونی احساسات کا پتہ چلتا تھا.......... وہ وقتی طور پر
سے متاثر ہوگئی تھی ملک ستار نے مسکراتے ہوئے چائے کا کپ اٹھا لیا اور چند گھونٹ لے
بولا..........

"تعجب ہے بڑا تعجب ہے مجھے اس چائے میں تو محبت کی مہک آتی ہے لیکن ت
آپ لوگوں نے مجھے اتنا برا آدمی سمجھ لیا..........؟"

"نہیں بھائی جی آپ برے آدمی نہیں ہیں' ہم اپنے کئے پر شرمندہ ہیں۔"

"ایسے نہیں بھابی جی' محبت کا اظہار کرنا ہوتا ہے' اب یہ گھر میرے لئے اجنبی
چاہئے' جو کچھ میں آپ کے لئے کروں آپ کو اسے قبول کرنا پڑے گا.......... دیکھئے
نہ کیجئے گا' بڑی پریشانیاں ہوتی ہوں گی آپ کو.......... گاڑی آپ کے دروازے پر
کرے گی.......... بہت گاڑیاں ہیں اللہ کے فضل سے میرے پاس.......... ڈرائ
گاڑی بھجوادوں گا جب بھی کہیں آنا جانا ہو ساتھ چلی جایا کریں اور اس کے علاوہ ڈر
ہدایت بھی کروں گا کہ آپ لوگوں کی تمام ضروریات کا خیال رکھا کرے۔"

"بھائی جی اتنا احسان کریں ہم پر جتنا ہم برداشت کرسکیں.......... ہمارے پاس آ
احسان کا صلہ دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے.......... ہم تو ویسے بھی پریشان
ہیں.......... ہم اتنی بڑی بڑی چیزیں برداشت نہیں کرسکیں گے' دیکھئے نا محلے والوں
بھی ہو جائے گا کہ آخر یہ سب کچھ کہاں سے ہو رہا ہے .... کیوں ہو رہا ہے
آپ ہماری پوزیشن کو بھی سمجھیں.......... گھر میں ایک کنواری لڑکی ہے.......... بد
یہ سمجھ لیں کہ کہیں کے نہ رہیں گے ہم ...." بینش نے عاجزی سے کہا۔

"جن لوگوں کی آپ پروا کر رہی ہیں نا یہ بھی آپ ہی کا معاملہ ہے.......... میں
کہ چھوڑ دیں یہ گھر.......... کیا نہیں ہے میرے پاس.......... بہترین گھر دیئے دیتا ہو
.... آرام سے رہیں.......... پھر جب محمود واپس آجائے تو آپ کی مرضی ہے
رہیں چاہے یہاں منتقل ہو جائیں۔ محمود کو آنا تو ہے یہ بات میں اور آپ سب ہی ا
جانتے ہیں۔"

"بھائی جی جیسی گزر رہی ہے' بس ویسے ہی گزرنے دیں.......... کبھی کبھی ہمارا
بس اس کے علاوہ ہمیں اور کچھ نہیں چاہئے.......... گاڑی کا کوئی تکلف نہ کریں۔"

"اچھا پھر ایک کام کریں آپ' جب بھی آپ کو گاڑی کی ضرورت ہو.......... می
دے رہا ہوں آپ کو ٹیلی فون کا نوٹ کرلیجئے.......... گاڑی منگوالیا کریں' کہیں ایسے ذ
کریں۔"

"بھائی جی ایک بات بتائیں.......... یہ بھولا پھر تو واپس نہیں آجائے گا؟ جواب
ستار ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

ں نے ملک ستار کی صورت دیکھ لی ہے اب یہاں سے میلوں دور تک وہ نظر نہیں آئے
آپ سے وعدہ ہے۔"

" آپ کو خوش رکھے' آپ نے ہماری بڑی مشکل ٹال دی ہے۔"

ئے پینے کے بعد ملک ستار اٹھ کھڑا ہوا پھر بولا۔ "ڈرائیور آپ کے پاس آجایا کرے گا پوچھ
گا آپ لوگ بالکل بے فکر رہیں.......... اچھا خدا حافظ .... وقت بہت ہوگیا ہے۔"

ستار واپسی کے لئے مڑ گیا.......... بینش اور سیما دونوں ہی اسے دروازے تک
آئی تھیں.......... واقعی ملک ستار دونوں بار ہی ان کے لئے فرشتہ ثابت ہوا تھا' اس
نے کے بعد دونوں دیر تک خاموش بیٹھی رہیں.......... وہ کچھ اس طرح خیالات میں گم
ان واقعات پر کوئی تبصرہ بھی نہیں کرسکتی تھیں۔

☆..........☆..........☆

یاز پچھلی بار کی نسبت اس بار بڑا سکون محسوس کر رہا تھا....... محمود کے ساتھ نے اسے بڑا
بخشا تھا.......... عام حالات سے ہٹ کر لاہور کا ایک دوست ملا تھا اور پھر بعد کے جو
ت ہوئے تھے انہوں نے امتیاز کے دل میں محمود کے لئے اور بھی وقعت پیدا کردی
.... محمود سیما کا بھائی تھا اور سیما امتیاز کے دل کی گہرائیوں میں آبسی تھی.......... ایک
تصور تھا.......... تقدیر پر بھروسہ بھی ہوتا جارہا تھا.......... حالات سدھرے تھے' گو جس
یں سدھرے تھے اس نے دل میں لاتعداد زخم ڈال دیئے تھے.......... یہاں مختلف ہو چکا
قدیر نے کچھ ایسے گھاؤ لگا دیئے تھے کہ انہیں بھرنا ممکن ہی نہیں ہوسکا تھا.......... راستہ
یا تھا لیکن ایک جرم کا احساس دل میں پوشیدہ تھا اور اب اس راستے پر آنے کے بعد
ے راستے بھی ہموار ہوتے جا رہے تھے.........." وہ سہمی سہمی صورت دل میں کچھ ایسی
تھی کہ بھلائے نہ بھلائی جاسکتی تھی اور پھر ایک راستہ بھی نکل آیا تھا سیما سے ملنے کا اور اندر
ندر امتیاز کو بے چینی ہوئی تھی کہ جلد واپس جائے اور دوبارہ کسی طرح سیما سے ملاقات
ے.......... محمود یقیناً اس بار بھی کچھ نہ کچھ ان کے لئے ضرور بھیجے گا.......... بہرحال اب
ور پر ذرا سکون کا احساس ہونے لگا تھا.......... اگر یہ سلسلہ جاری رکھا جائے تو حالات بہت
ہوسکتے ہیں۔ کمال الدین بہت اچھا دوست تھا.......... ہر طرح تعاون پر آمادہ.......... کافی
یاں حاصل ہوتی تھیں اس کی وجہ سے.......... دوسرے دن ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد
نے کہا۔

"کوئی اور مصروفیت تو نہیں ہے؟"

"بھلا مجھے کیا مصروفیت ہوسکتی ہے البتہ تم اطمینان سے جہاں دل چاہے جاؤ' اب میں محتاط
ں گا .... اصل میں محمود بار بار ان تفصیلات کو دہرانا میرے خیال میں حماقت ہے' میں

فطری طور پر اچھا انسان بننا چاہتا تھا لیکن کیا کروں تقدیر نے ان راستوں پر چلنے دیا......
جن راستوں پر آیا ہوں ان کے لئے بالکل ہی ناموزوں نہیں ہوں ' بس ذرا آہستہ آہستہ
جاؤں گا....... لیکن اب مطمئن رہو کسی کے فریب کسی کے جال میں نہیں پھنسوں گا اور ا
کو بھی دیکھ لوں گا.........."

"میں ایک مشورہ ضرور دوں گا امتیاز.......... ابھی کسی سے اعلان جنگ ن
بیٹھنا.......... ذرا تھوڑا سا وقت رواداری سے گزار لو.......... میں یہ نہیں کہتا کہ گیتا
کسی بھی طرح کام کرنے پر آمادہ ہو جاؤ.......... لیکن بہت غوروخوض کے بعد میں نے یہ
کیا ہے کہ معصوم اور بے وقوف بن کر اسے کسی اور وقت کے لئے ٹالتے رہو' ویسے ہم
ٹریپ کرسکے تو استاد گلاب کلی تم پر عاشق ہو جائے گا ویسے بھی وہ تم سے کافی متاثر ہے' خیر
دن ساتھ گزاریں گے.......... ہانگ کانگ بہت اچھی جگہ ہے چینیوں نے یہاں ایسے
عجائبات بنائے ہوئے ہیں کہ دیکھو گے تو دنگ رہ جاؤ گے اور ہاں ابھی تمہارے پاس چھ سات
باقی ہیں میں تمہیں بنکاک بھی دکھاؤں گا' چلیں گے وہاں.........."

"تمہاری مصروفیات کیا ہیں.........."

"بس یار انہی کم بختوں کے لئے کام کر رہا ہوں' تھوڑا سا واسطہ استاد گلاب کلی سے ہ
بہرحال میرا کام چل رہا ہے.......... میں غیر مطمئن نہیں ہوں سوائے اس کے کہ.......
محمود کسی خیال میں گم ہوگیا.......

"یہ دن انہوں نے ہانگ کانگ کے مختلف تفریحی مقامات پر گزارا اور پھر رات کو کھانا
کے بعد استاد گلاب کلی کی طرف جانے کا فیصلہ کیا' گلاب کلی کے ڈیرے کی طرف جاتے
محمود نے کہا۔

"وہاں جب بھی جاؤ گے نئے مناظر نظر آئیں گے .... وہ جگہ طلسم ہوشربا کی مانند
بہت سی باتیں عقل میں نہیں آئیں گی تفتیش کے چکر میں نہ پڑنا .... مناسب نہیں ہوگا
بس دیکھتے رہنا اور کہیں کسی جگہ بد دل بھی نہ ہونا۔ ڈیرے میں داخل ہوئے تو ہارمونیم اور ط
آواز سنائی دی ' باہر سوختہ تھا' صرف اکا دکا افراد نظر آرہے تھے .... محمود نے ایک نئے
رخ کیا اور چھوٹی سی سرنگ نما راہداری سے گزرتا ہوا ایک دروازے سے اندر داخل ہوگیا'
سے افراد یہاں موجود تھے .... تیز روشنی ہو رہی تھی اور ایک انوکھی محفل جمی ہوئی تھی۔
محمود نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر امتیاز کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اپنے لئے نشست تلاش
امتیاز کے ساتھ بیٹھ گیا .... سامنے ہی ایک چوکی بچھی ہوئی تھی۔ جس پر ایک ہندو پنڈت
مارے بیٹھا ہوا تھا گھٹے ہوئے سر کے درمیان لمبی سی چوٹ نظر آرہی تھی' گلے میں جنو پڑا ہوا
بدن اوپر سے ننگا تھا نیچے سے دھوتی باندھے ہوا تھا' کافی عمر رسیدہ نظر آرہا تھا شبنم اور انار کلی
ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے اور اس کے علاوہ گلاب کلی کے اور بھی گر کے وہاں موجود
درمیان میں فرش پر استاد گلاب کلی رقص کر رہا تھا ایک عجیب عالم تھا' پورا بدن پسینے سے

بکھر کر چہرے سے چپک گئے تھے' اور وہ جان توڑ کر ناچ رہا تھا' گھنگروؤں کی جھنکار طبلے کی
کم بخت بہت خوبصورت نظر آرہا تھا اور رقص بھی ایسا انوکھا کہ انگ انگ تھرک رہا تھا۔
ے کے بعد چوکی پر بیٹھے ہوئے سادھو نما شخص کے منہ سے ترت نکلنے لگتی تھی۔ تا تھیا
نا تھیا....... اور طبلے کے ہاتھ اس آواز کی سنگت کرتے تھے۔ لیکن طبلچی سارنگی نواز ستار
ہارمونیم بجانے والے کی حالت بے حد خراب نظر آرہی تھی طبلچی کی آنکھیں سرخ ہو رہی
دریوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ طبلے پر اوندھا ہو جائے گا۔ لیکن اس کے ہاتھ چل رہے تھے
بھی غلط ہاتھ پڑ جاتا تو دوسرے لوگ چونک کر اسے دیکھنے لگتے۔
نیاز کے لئے یہ منظر بے حد حیرتناک تھا .... اور پھر کوئی دس منٹ بھی نہیں گزرے تھے
طبلچی طبلے پر اوندھا ہوگیا اس کا سر طبلے سے لگا تھا۔ ہارمونیم نواز نے شاید اس موقع سے فائدہ
ہارمونیم روک دیا۔ باقی ساز بھی بند ہوگئے لیکن استاد گلاب کلی اس طرح رقص کرتا رہا لیکن
ں کے بند ہو جانے کی وجہ سے رقص کچھ بے مزہ سا ہوگیا تھا تب پنڈت اپنی جگہ سے نیچے
اور ہاتھ اٹھا کر بولا ....

"بس گلاب کلی رک جا بیٹا رک جا بس رک جا .... تو امر ہے ' تو امر ہے گلاب کلی ' تیرا
ں نہیں تیری مثال کوئی نہیں۔ " استاد گلاب کلی کو بمشکل تمام روکا گیا تھا وہ آنکھیں کھول کر
دھر دیکھنے لگا چہرے سے ایسا اظہار ہوتا تھا جیسے ماحول سے واقف ہی نہ ہو' کسی کو پہچان ہی نہ
۔ پنڈت جی مہاراج نے ایک آدمی کو اشارہ کرکے کہا ....
"پانی لاؤ رے پانی لاؤ .... " اور جلدی سے استاد گلاب کلی کے لئے پانی آگیا پنڈت جی
نے ہاتھ میں پانی لے کر کہا ....
"بیٹھ جا بیٹا بیٹھ جا لے دو گھونٹ سے زیادہ پیجیو" انہوں نے گلاس گلاب کلی کے ہونٹوں
لگایا تو گلاب کلی نے منمناتی آواز میں کچھ کہا۔
"نہیں بیٹا پی لے' بعد میں تجھ سے بات کروں گا۔"
بمشکل تمام گلاب کلی کو دو گھونٹ پانی پلایا گیا اور پنڈت جی نے جلدی سے گلاس ہٹالیا۔ پھر
ے لوگوں سے بولے۔
"گلاب کلی اپنی مثال آپ ہے۔ تم لوگوں نے دیکھ لیا ارے باؤلو تمہارے بیچ سرت پر نتھا
لی ہے' تم اس کی قدر کیا جانو' اٹھ بیٹا آرم کر .... تیرا آرام کرنا بے حد ضروری ہے"
جی گلاب کلی کو اٹھا کر ایک اندرونی دروازے سے اندر چلے گئے۔ باہر بیٹھے ہوئے لوگ طرح
ا کی باتیں کرنے لگے تھے ' کچھ دیر کے بعد پنڈت جی گلاب کلی کو چھوڑ کر واپس آگئے۔
انے کہا۔
"مترو اب تم لوگ بھی آرام کرو' تھک گئے ہوگے اپنی تھکن سے اندازہ لگالو کہ ارچناسندھا
راجہ پوردھنا کے سامنے کیا ناچ کیا ہوگا۔ ارچناسندھا ' راجہ پوردھنا سے پریم کرتی تھی پر وہ
دیوکنیا تھی' مندر کی داسی ' پرم تو اپرم پار ہے پریم کتھا تو سنسار میں نجانے کیسے کیسے روپ

وھارن کئے ہوئے ہے' ارچنا سندھا راجہ پوروھنا کے سامنے ناچتی ناچتی مرگئی اور اس ے
ناچ ارچنامنی کہلاتا ہے۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ اس سے تک ناچا جائے' جب تک ناچن
نہ جائے' یا پھر سننے والے پاگل نہ ہو جائیں .... گلاب کلی بڑا ودوان ہے' ساڑھے پانچ
ہے وہ پورا سازندے ساتھ چھوڑ گئے وہ نہیں ہارا .... ارے اگر وہ ہمارے بھارت م
بھگوان مانتے لوگ اسے دیوتاؤں کی طرح پوجتے پر ٹھیک ہے اب تم لوگ بھی آرام کرو"
امتیاز کو اندازہ ہوگیا کہ محمود نے واقعی جو کچھ کہا تھا وہ بالکل سچ تھا یہاں عجوبے ہوتے
ایک شخص سے محمود نے تفصیل پوچھی تو اس نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ گلاب کل
پانچ گھنٹے سے ناچ رہا ہے اور یہ سازندے اتنے ہی وقت سے ساز بجا رہے ہیں اور سننے و
وقت سے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں' سب کی جان پر بنی ہوئی تھی۔ اصل میں گروراجن
سے آئے ہیں' استاد گلاب کلی کے رقص وموسیقی کے استاد ہیں اور گلاب کلی نے ان
کچھ سیکھا ہے .... بات ارچناسندھا کی ہوگئی تو گلاب کلی نے کہا کہ وہ ارچنامنی ناچنا
مہاراج راجن چندجی تیار ہوگئے اور سب کو جمع کرکے یہ رقص شروع کردیا گیا۔ ساڑھے
سے گلاب کلی اسی طرح ناچ رہا تھا اور اگر یہ ساز بند نہ ہوتے تو طے یہی کرلیا گیا تھا کہ
سننے والوں اور دیکھنے والوں کے دم میں دم ہے استاد ناچتا رہے گا۔" محمود نے عجیب سی
امتیاز کی طرف دیکھا تھا اور امتیاز گہری سانس لینے لگا تھا۔ تب محمود بولا۔
"اب یہاں رکنا بے مقصد ہی ہے' ساڑھے پانچ گھنٹے ناچنے کے بعد استاد کی جو حا
اس میں وہ بھلا کسی کو کیا پہچانے گا۔ چلو چلتے ہیں" اور اس کے بعد محمود امتیاز کو ساتھ
باہر نکل آیا لیکن امتیاز کی آنکھوں میں حیرت بھری ہوئی تھی یہ استاد گلاب کلی واقعی
عجوبہ ہے۔
"ڈیرے سے باہر آنے کے بعد بھی وہ استاد کے بارے میں باتیں کرتے رہے
دوسرے دن محمود نے وعدے کے مطابق بنکاک جانے کی تیاریاں شروع کردیں۔ امتی
معنوں میں ان علاقوں کی سیر کرانے کے لئے اس نے ہیلی کاپٹر سروس سے سفر کا بندوبس
.... یہ نہایت مہنگا طریقہ سفر تھا اور امتیاز کو اندازہ نہیں تھا کہ اس کے دوست نے
خرچ کیا ہے لیکن اس سفر سے اس نے بے حد لطف اٹھایا تھا۔ مقررہ وقت پر وہ ہیلی
گئے یہاں ان کی رہنمائی کی گئی ہیلی کاپٹر سروس آفس کی عمارت میں ضروری اندراجات
بعد وہ عمارت کے مرکزی دروازے سے گزر کر گھاس کے اس وسیع میدان میں پہنچ گئے
کئی ہیلی کاپٹر کھڑے ہوئے تھے۔ ان کی رہنمائی کرنے والا انہیں ایک ہیلی کاپٹر تک لے
بڑا تھا اس میں چھ نشستیں تھیں اور باقی چار مسافر پہنچ چکے تھے جو دو جوڑے تھے۔ ا
یورپ سے تھا اور وہ ہنی مون پر نکلے تھے۔ امتیاز اور محمود ہیلی کاپٹر کے پروں کے نیچے
ہوئے ہیلی کاپٹر کے دروازے تک پہنچے ان کا مختصر سامان ہیلی کاپٹر میں پہنچ گیا۔ اس کے
اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے پائلٹ نے سیٹ سنبھال لی اور مسافروں سے بیلٹ باندھنے کی در

ے بعد ہیلی کاپٹر انجن اسٹارٹ ہوگیا اور فضا میں بلند ہونے لگا۔ پہلے وہ کچھ بلندی تک
ا گیا پھر ایلس بے کے اوپر سے ہوتا ہوا ابرڈین ہاربر کی طرف آگیا۔ محمود چیخ چیخ کر اسے
رف متوجہ کرکے ان تمام جگہوں کے بارے میں بتاتا جارہا تھا۔
از کی زندگی میں یہ بڑا انوکھا سفر تھا اس کے بدن میں سنسنی ہورہی تھی چہرہ سرخ ہو رہا
سمندر میں لانچیں اسٹیمر اور کشتیاں دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے بہت سی ماچس کی
میں پھینک دی گئی ہوں۔ سڑکوں پر دوڑتی ہوئی رنگ برنگی کاریں کھلونے لگ رہی

ر بدلتے رہے اور یہ منظر اپنی مثال آپ تھا سفر بے حد طویل اور مسلسل تھا جس وقت
بنکاک پہنچا' فضا میں تاریکیاں اتر آئی تھیں۔ بنکاک روشنیوں سے جگمگا رہا تھا' شہر کے
رف تاحد نگاہ دھان کے کھیت پھیلے ہوئے تھے شہر سے باہر جانے والی شاہراہیں پینسل
ہوئی باریک لکیریں نظر آرہی تھیں اور ان پر رواں ٹریفک بے حد عجیب لگ رہا تھا جیسے
وں میں چابی بھر کر چھوڑ دیا گیا ہو بالآخر یہ سفر ختم ہوگیا اور دونوں اپنے سفری تھیلے لئے
م امور سے نمٹ کر باہر آگئے۔ بنکاک خوشنما عمارتوں کا شہر ہے لیکن کاروباری سرگرمیوں
ے اتنا گنجلک کہ جی الٹنے لگے۔ یہاں دن اور رات کا تعین بس روشنی اور اندھیرے سے
ہے ورنہ زندگی چوبیس گھنٹے رواں دواں رہتی ہے۔
ہر کے پر شور ٹریفک سے گزر کر ہوٹل کی لابی میں پہنچے تو یوں محسوس ہوا جیسے جہنم سے
نت میں آگئے ہوں۔ امتیاز سحرزدہ نظروں سے اس پر سحر ہوٹل کا جائزہ لینے لگا۔ اس کی
ریں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں پھر کچھ دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ اس کے حلق سے
آواز نکل گئی تھی اور وہ بری طرح چکرا گیا تھا۔

☆.........☆.........☆

دن کے بعد آزادی ملی تھی باہر نکل کر یوں محسوس ہوا تھا جیسے نہ جانے کتنے طویل عرصے
قید سے نکلے ہوں۔ سب سے پہلے وہ غزل ہی کی طرف دوڑی تھیں راستے میں سیما نے
ے کہا۔ "غزل کو کیا بتائیں گے بھابی۔"
کی سوچ رہی ہوں میرے خیال میں اسے یہ سب بتانا مناسب نہیں ہوگا' پریشان ہو جائے

پھر کیا کہیں گے۔"
کہہ دیں گے کہ دونوں بیمار ہوگئے تھے۔"
ہاں یہی ٹھیک ہے۔"
ل سخت پریشان ملی تھی دونوں کو دیکھ کر اس نے آنکھیں بند کیں اور بولی۔ "شکر ہے اللہ

کا .... آپ دونوں نے تو مجھے مار ہی ڈالا۔"
"معاف کر دو غزل ہماری صورتوں سے کچھ اندازہ نہیں ہو رہا۔" بینش نے کہا۔
"اللہ خیر کرے کیا بات ہے؟"
"دونوں ہی کو سخت بخار چڑھ گیا تھا بے چارہ نوید بھی رل گیا تمہیں خبر کرنے کو
نہیں تھا۔" بات بن گئی کیونکہ بھولا نے ان کے حلیے خراب کر ڈالے تھے۔
رضیہ بیگم کہنے لگیں۔ "مجھے پاگل کر مارا اس نے' کہتی تھی کہ پتہ لگاؤں' بتاؤ میں
پتہ لگاتی ڈاکٹر سہیل بھی کئی دن سے شہر سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ یہ جان کو آ رہی
اسپتال سے چھٹی لے لو .... تم ہی اسے سمجھاؤ بیٹی کہ ہم یہاں بہتر ہیں خدانخواستہ ا
طبیعت بگڑ جائے تو کون سنبھالنے والا ہوگا۔"
"نہیں غزل' چچی جان ٹھیک کہتی ہیں تمہارا یہاں رہنا بڑا ضروری ہے ایسی ضد نہ ک
"قید ہوگئی ہوں میں یہاں' دل ہولتا ہے سب پنچھی آزاد پھرتے ہیں' میں یہاں
غزل کی آواز رندھ گئی کوئی نہیں ہے ہمارا .... کسی دن آزاد ہو جاؤں گی اس پنجرے
دیتی ہوں۔"
"رضیہ بیگم رونے لگیں بینش اور سیما نے غزل کو بہت سمجھایا بہت دیر اس کے
اور اسے بہلا لیا پھر وہ دوسرے دن آنے کا وعدہ کر کے وہاں سے چل پڑیں باہر آ کر بینش
"ہائے سیما اس غزل نے تو کلیجہ نکال لیا۔"
"رونے کو جی چاہتا ہے بھابی .... سچ کہوں میرا یہاں آنے کو جی نہیں چاہتا۔
بہت اچھی لگتی ہے لیکن دوسرے خیالات پریشان کر دیتے ہیں اور جی گھبراتا ہے۔"
"او سیما .... وہ لڑکی روبینہ یاد ہے۔"
"ہاں۔"
"ہم نے اس سے وعدہ کیا تھا آنے کا۔"
"میرے پاس اس کا پتہ بھی ہے۔" سیما نے کہا۔
"آ چلتے ہیں آج گھر واپس جانے کو دل نہیں چاہتا۔"
چوہدری نواز کے گھر کا پتہ اس محلے میں جا کر آسانی سے مل گیا تھا دروازہ شانو نے کھ
"جی باجی جی ....؟"
"روبینہ یہاں رہتی ہیں؟"
"ہاں باجی .... آندر آجایئے۔ شانو نے کہا روبینہ تو انہیں دیکھ کر خوشی سے
تھی وہ دونوں سے اس طرح لپٹ گئی جیسے برسوں کی شناسا ہو۔ زبیدہ بھی بہت خوش ہوئی
"مجھے یقین نہیں آتا کہ آپ نے ہمیں اتنا یاد رکھا۔"
روبینہ نے کہا۔
"شرمندہ مت کرو روبینہ .... ہم پہلے ہی آتے' مگر مشکل میں پھنس گئے تھے۔"

بات نہیں ہے بیٹی تمہارا شکریہ کہ تم آئیں ہم بھی اکیلے لوگ ہیں بس حالات کے
روبینہ بیٹی چائے وغیرہ بناؤ .... شانو تو نکے کو بلا لا۔"
جی اگر آپ کچھ نہ کریں تو ہمیں خوشی ہوگی۔"
بیٹا کچھ تو ...." شانو نکے کو بلانے چلی گئی .... زبیدہ بینش سے ان کے بارے
گی اور بینش نے انہیں اپنے بارے میں تفصیل بتائی۔ زبیدہ نے انہیں دعائیں دی
نے پوچھا۔ "اماں جی .... آپ کے کتنے بیٹے بیٹیاں ہیں؟"
رکھے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے' خاوند کو دنیا سے گئے ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا بس
سائبان اٹھا دیا ہے ہمارا۔ اللہ میرے بچے کو سلامت رکھے۔"
رتے ہیں آپ کے بیٹے ....؟"
جی میں نوکری کرتا ہے۔" زبیدہ نے بتایا اتنے میں نکا آگیا اور زبیدہ اٹھ گئی۔
تمہیں اباجی اور بھیا کی تصویریں دکھاتی ہوں۔" روبینہ نے کہا اور اندر سے ایک پرانی
ئی۔ اس نے اماں اور ابا کی جوانی کی تصویریں دکھائیں' اپنے بچپن کی تصویریں دکھائیں
ہ الٹ کر کہا۔ "یہ امتیاز بھیا ہیں۔"
اور سیما نے یہ صفحہ دیکھا اور ان کے منہ حیرت سے کھل گئے .... سیما کی جان
ں سمٹ آئی تھی تو امتیاز روبینہ کا بھائی ہے۔
ران کی حیرت سے بے نیاز عالم محبت میں اپنے بھائی کے بارے میں بتا رہی تھی۔
ے ہیں میرے بھائی جی کہ میں بتا نہیں سکتی بی ایس سی کیا ہے انہوں نے ٹاپ کیا ہے
ور میں۔ مگر ہم سب تقدیر کے بیٹے ہیں بھائی جی نے لاہور میں کون سے دفتر کو چھوڑا؟
لری کی بھیک مانگنے نکلتے تھے تو شام کو ہی واپسی ہوتی تھی۔ ابو بے چارے ان کے افسر
واب دیکھتے دیکھتے قبر میں جا سوئے۔ مگر سب تقدیر کی باتیں ہوتی ہیں۔ بھیا کی تقدیر اس
جب ابا جا چکے تھے۔" روبینہ کے لہجے میں اداسی گھل گئی۔
نے خود کو سنبھال کر پوچھا۔ "اب نوکری لگ گئی ہے۔"
ا....... پر کراچی میں .... اچھی نوکری ہے مگر ان کے جانے سے ہم خوش تھوڑی
ئی تو مرد تھے ہمارے گھر کے اب تو بس اللہ کا سہارا ہے .... اکیلے رہ کر اچھا تو نہیں
ری اچھی ہے پہلی ہی بار اتنی چیزیں لائے ہیں ہم سب کے لئے کہ ہائے .... میں تو
ئی۔"
ے تمہارے بھائی جی کب آئیں گے۔" "کہہ گئے ہیں جلدی آتے جاتے رہیں گے بس
ہے ورنہ وہ سال دو سال کے لئے چلے گئے ہوتے تو ہائے ہم تو اکیلے مر ہی جاتے۔"
ر رشتے دار نہیں ہیں تمہارے۔"
ا تو کھوٹی تقدیر ہے .... چھوٹا سا گھر تھا ہمارا .... اللہ نے ابا کو بھی لے لیا ....
لری ہی نہ ملی جو ساتھ رہتے۔" روبینہ پٹر پٹر سب کچھ بتا رہی تھی۔ اسے بے حد خوشی

تھی کہ کوئی ان کے گھر بھی آیا .... پھر زبیدہ مختلف اشیاء ٹرے میں سجائے چائے
واپس آگئی۔

"ارے توبہ چاچی جی .... آپ نے تو پوری دکان منگوالی۔" بینش نے کہا۔

"کہاں بیٹی تمہاری محبت ہے کہ تم نے ہمیں یاد رکھا اتنی خوشی ہوئی ہے کہ کیا بتاؤں
بیٹی ہم بڑے اکیلے لوگ ہیں۔"

"ضرور چاچی جی اب تو آنا ہوتا رہے گا آپ بھی تو ہمارے گھر ضرور آیئے۔" ب
مختصرا" انہیں اپنے بارے میں بتایا اس نے جان بوجھ کر امتیاز سے ملاقات کی تفصیل نہیں
لیکن واپس آکر وہ خوب ہنسی تھی۔ "توبہ ہے سیما .... یہ ہم سے کیا ہوگیا .... ا
بھلے کو پاگل سمجھ لیا ....ہائے مجھے تو اس کا سامنا کرکے بڑی شرم آئے گی وہ سمجھ تو گ
ہم اسے کیا سمجھتے ہیں۔"

"ہاں وہ سمجھ گیا تھا۔" سیما کے منہ سے بے اختیار نکل گیا اس سے زیادہ اور کون جا
امتیاز نے یہ بات سمجھ لی ہے اور سمجھایا بھی ہے .... اسے بتایا ہے کہ اس نے۔

بینش اپنی ترنگ میں کہہ رہی تھی۔ "اور تو اور .... ہم نے اسے اپنے گھر سے
اس نے محمود کو بتایا تو ہوگا۔"

"اب کے وہ آئے تو ...." سیما کہتے کہتے رک گئی۔

"ہائے وہ بے چارہ بھی کیا سوچتا ہوگا ہمارے بارے میں' پاگل تو ہم خود ہیں .... ا
وہ آتا بھی ہے کہ نہیں کسی کی اتنی بے عزتی کردو تو وہ دوبارہ کیا آئے گا۔"

سیما کا دل کسک گیا' روبینہ نے دوران گفتگو بتایا تھا کہ امتیاز کراچی سے جلدی جلدی
رہے گا اور وہ خوش ہوگئی تھی لیکن اب بینش کی بات نے اسے تشویش میں مبتلا کر دیا۔
ناراض ہوگیا وہ اب نہیں آئے گا۔ رات کو بستر پر لیٹ کر یہ سوچتے ہوئے اس کی آنکھ
آنسو آگئے اس کا دل تڑپنے لگا اسے ایک بار تو آنا چاہئے۔ اتنی جلدی ناراض ہونا اچھا تو
کہ کوئی معافی بھی نہ مانگ سکے۔ اسے .... اسے آنا تو چاہئے۔

☆............☆............☆

محمود نے امتیاز کے حلق سے نکلنے والی آواز کو سن بھی لیا۔ اور محسوس بھی کرلیا تب
چونک کر امتیاز کو دیکھا اور تعجب سے بولا..........

"خیریت..........؟"

امتیاز نے کوئی جواب نہیں دیا تو محمود کی نگاہیں اس کی نظروں کا تعاقب کرتی ہوئیں
اٹھ گئیں.......... لیکن وہ چھلاوہ غائب ہو گیا تھا۔ محمود کو کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی جو امتیا
طرح آواز لگانے پر مجبور کردے تو اس نے کہا۔

یت' کیا ہوا امتیاز..........؟"

.... وہ.........." امتیاز سحرزدہ آواز می بولا اور پھر جھرجھری لے کر محمود کو دیکھنے

ں اس جگہ.......... اس جگہ گیتا ہے' ابھی میں نے اسے دیکھا تھا.......... خدا کی پناہ
ان ہے یا کوئی بدروح یہاں بھی نظر آگئی..........؟"

امتیاز کی بات پر چونک پڑا' ایک لمحے سوچنے کے بعد اس نے کہا .... "ذرا
...." اور پھر وہ دونوں تیزی سے آگے بڑھ گئے' ایک راہداری سے گزرنے کے بعد دور
ا گیا لیکن گیتا کا نشان نہیں ملا تھا.......... امتیاز نے محمود کو یقین دلانے کی کوشش

..... اور بولا..........
دا وہی تھی' میری آنکھیں دھوکہ نہیں کھا سکتیں میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ گیتا ہی

ر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی وہ بولا.......... "قسم نہ کھاؤ وہ گیتا ہی
...... آؤ یار ہم کس چکر میں پڑ گئے۔"

ہر ہوٹل کے حسین کمرے میں بیٹھ کر محمود نے امتیاز سے کہا۔ "بنکاک آئے ہو..........
کا شہر ہے ایسا انوکھا اور ایسا عجیب کہ اس کی تفصیل جانو گے تو ششدر رہ جاؤ گے' گیتا
ں آئی ہوگی اب تو تمہیں اس کے بارے میں تھوڑی بہت تفصیلات بھی معلوم ہوچکی ہیں
سنگھ کا گروہ بنگلور کے علاقے میں سب سے بڑا گروہ مانا جاتا ہے اور پھر مشرق بعید اور
طی دونوں ان لوگوں کے لئے جنت ہیں۔ اصل میں ہانگ کانگ اور سنگاپور' بنکاک کی نسبت
نگے شہر ہیں اور مختلف کام کرنے والے وہاں کے رابطے بے شک رکھتے ہیں لیکن ان کی
خریداریاں بنکاک سے ہوتی ہیں الیکٹرانک گڈز میں تھوڑا سامان بے شک وہاں سے بھی
اتا ہے' لیکن صرف وہ جو بنکاک میں دستیاب نہیں ہوتا یا پھر اس کی فرمائش کی جاتی ہے
نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے تو تمہیں اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل ہو جائیں
ں سے اول تو تم کوئی خاص چیز لائے نہیں ہو لیکن جو چیز تمہیں یہاں سے بھیجی جا رہی ہے
۔ کانگ کی خریدی ہوئی نہیں ہے بلکہ اس کی شاپنگ بنکاک سے ہی کی جاتی ہے اور یہی
تمہارے لائے ہوئے مال کی ہے' میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ گیتا کا یہاں دیکھا جانا تعجب خیز نہیں
نہ ہی یہ تصور کرنا کہ وہ تمہارے تعاقب میں یہاں تک آئی ہے .... بلکہ بنکاک تو
کاموں کے لئے اصل جگہ ہے' بس اب یہاں تھوڑا توقف کرکے میں تمہیں بنکاک کی سیر
گا۔"

یاز نے ایک گہری سانس لی اور کچھ سوچنے لگا تو محمود نے کہا۔ "اس کے باوجود گیتا سے
رہنا ضروری ہے ہمیں اپنے طور پر یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ گیتا سے بچنے کے لئے کیا طریقہ کار
کرنا چاہئے۔ اصل میں تم نے ابھی یہاں آغاز کیا ہے اور گیتا نے رانا کرن سنگھ کے لئے

تمہارے راستے پر سفر شروع کردیا ہے' لیکن فکر مت کرنا.......... میں ہوں' استاد گ
ہے' گو ابھی تمہارا رابطہ کسی بھی شکل میں استاد گلاب کلی سے نہیں ہوسکا ہے لیکن آنے
کل میں اس کے امکانات ہیں کہ استاد گلاب کلی تم سے بھی رجوع کرنے کی کوشش کرتا ر
وہ وطن کے حوالے سے تم سے تعاون کرے گا اور یوں لگتا ہے جیسے وہ تمہیں پسند بھی
لگے گا۔

امتیاز کے ذہن میں وہ عجیب وغریب شخص آگیا بڑی انوکھی شخصیت تھی اس کی' نجانے
راز کیا ہے' بہرحال یہ ساری باتیں بعد میں سوچنے کی تھیں۔ ابھی تو صحیح معنوں میں وہ ا
ڈرا اور سہا سہا انسان تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ اگر اسے محمود کا سہارا نہ حاصل ہو جاتا تو ن
اس کے راستے کٹ ہی جاتے۔

محمود بھی اس سوچ میں گم تھا اس نے کہا۔ "اصل کام جو ہوا وہ استاد کی وجہ سے ت
پاسپورٹ وغیرہ کے مل جانے کا ہوا' پتہ ہے یہاں ایک بہت بڑا کاروبار یہ بھی ہوتا ہے ب
معنوں میں یہی کاروبار یہاں سب سے زیادہ ہوتا ہے' مقامی طور پر ہانگ کانگ' سنگاپور میں
بے شک ہوتے ہیں لیکن ایک حیرت کی بات یہ ہے کہ ان جرائم کی نوعیت مختلف ہوتی ہے
وغارت گری اور آتشیں اسلحے کا استعمال کر لیا کرتے ہیں.......... یا پھر ان کی کہانی مارشل
تک محدود ہوتی ہے آتشیں اسلحے کا استعمال شاذونادر ہی ہے اور یہی کیفیت مختلف جرائم
یہاں ایک طبقہ ٹوپی بازوں کا کہلاتا ہے۔ یہ ٹوپی باز زیادہ تر ہمارے ہم وطن ہوتے ہیں اور
ہو یہاں ان کا اصل کاروبار کیا ہے..........؟"

"نہیں.........."

"بے شمار افراد یہاں آکر اپنے پاسپورٹ مہنگے داموں فروخت کر دیتے ہیں اور پھر یہ
ان پاسپورٹوں کے ذریعے مختلف ذرائع استعمال کرتے ہوئے لوگوں کو آسٹریلیا یا جاپان نکال د
ہیں' خصوصاً" برما کی سرحد سے یہ کام ہوتا ہے' یہ ٹوپی باز فوٹو چینج کر دیتے ہیں اور اس
انہیں اتنی مہارت حاصل ہوتی ہے کہ دیکھنے والا یقین نہ کر پائے۔ یہ ایک بہت بڑا کارو
یہاں مختلف ممالک کے پاسپورٹوں کی بڑی اہمیت ہے' چنانچہ تمہیں اس کا خصوصاً" خیال ر
کبھی کسی ٹوپی باز کے ہتھے مت چڑھ جانا۔"

"جو لوگ اپنے پاسپورٹ فروخت کردیتے ہیں وہ خود کیا کرتے ہیں امتیاز نے دلچسپی سے
اور محمود مسکرانے لگا۔

"لمبی کہانیاں ہیں اتنی جلدی نہیں معلوم ہوں گی۔" امتیاز بھی مسکرا دیا کچھ دیر کے
بعد اس نے کہا۔

"مجھے تو واقعی ابھی کچھ بھی نہیں معلوم بلکہ مجھے تو تمہارے بارے میں بھی نہیں
تمہاری نجی زندگی کیا ہے۔"

محمود نے ایک گہری سانس لی پھر بولا۔ "نجی زندگی پتہ نہیں میری کوئی نجی زندگی ہے

ن لوگوں سے میں نے زندگی کے راستوں کا ہم سفر بننے کی آروز کی' کبھی وہ ساتھ چھوڑ
کبھی میرے راستے بند ہوگئے۔"

"مثلاً..........؟"

"جیسے میری بھابی بینش' میری بہن سیما' انہیں میری ضرورت تھی لیکن مجھے تقدیر کے کھیل
ن سے دور کر دیا۔ انہیں تنہا چھوڑ آیا میں.......... رات کی تنہائیوں میں جب ان کے
میں سوچتا ہوں تو دنیا بڑی تاریک نظر آتی ہے بہت افسردہ رہتا ہوں ان کے لئے لیکن امتیاز
بھائی جو کچھ واقعات گزرے ہیں انہیں سوچ کر ان سے کنارہ کشی نہ اختیار کرلینا..........
سہارا مل جانے سے تو ایک آس بندھ گئی ہے اس آس کو مت توڑ دینا.......... میں ان
کے اور اپنے درمیان تمہارے رابطے کو بڑا قیمتی سمجھتا ہوں۔"

"نہیں محمود کیسی باتیں کرتے ہو میں دل و جان سے تمہارے لئے حاضر ہوں ہزار بار وہ مجھے
مجھ کر گھر کے دروازے سے بھگادیں لیکن جاتا رہوں گا جب بھی تم کہو گے اور چاہو
.........."

"ایک اور لڑکی بھی ہے' غزل ہے اس کا نام.......... مجھے یاد نہیں رہا کہ میں نے تمہیں
کے بارے میں بتایا تھا یا نہیں.......... غزل کی تفصیل بڑی دردناک ہے۔" محمود نے امتیاز کو
کی کہانی سنائی اور امتیاز درحقیقت افسردہ ہوگیا' بہت دیر تک وہ محمود کی صورت دیکھتا
.... پھر اس نے کہا۔

"میں یہ بالکل نہیں کہوں گا محمود کہ غزل کو نہ چاہو لیکن میرے دوست زندگی کا سفر تو بڑا
ہوتا ہے' ہم کسی ہم سفر کو آگے بڑھنے سے نہیں روک سکتے' لیکن اپنے لئے بھی تو سوچنا پڑتا
میں دعا کرتا ہوں کہ غزل کو صحت حاصل ہو لیکن محمود..........؟"

"نہیں امتیاز پلیز نہیں مجھے غزل کی جدائی کا احساس نہ دلانا.......... میں ہمیشہ اس احساس
لار بھاگتا رہا ہوں' دکھ تو یہ ہے کہ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اس کا ساتھ نہیں
ڑوں گا.......... میرے دل میں یہی ایک احساس تھا امتیاز کہ اگر وہ دم بھی توڑے تو میری
ہوں میں تاکہ اسے اپنی کسی محرومی کا احساس نہ رہے۔"

محمود کی آنکھوں میں نمی آگئی' امتیاز بھی بہت افسردہ ہوگیا تھا.......... کچھ لمحوں کے بعد محمود
نے ایک مغموم مسکراہٹ کے ساتھ گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

"چھوڑو یار کیا باتیں لے بیٹھ گیا میں' بہرحال تو یہ ہے جناب امتیاز صاحب ہماری
.... میرے خیال میں بنکاک کی سیر کرکے ہمیں واپس چلنا چاہیے۔" امتیاز پرخیال انداز
گردن ہلانے لگا تھا.......... پھر اس نے محمود سے کہا۔

"لیکن محمود یہاں تم کیا ملک ستار کے نمائندے کی حیثیت سے آئے ہو یا پھر ایسے
.........؟"

"میں تمہیں بتاچکا ہوں تاکہ ابتدا میں ملک ستار کے مختلف کاموں کے لئے ہانگ کانگ'

سنگاپور ' بنکاک وغیرہ آتا رہا ہوں استاد گلاب کلی بھی ملک ستار کے کاروبار کے کچھ پورشن کا
کرتا رہا ہے اور گلاب کلی کے ملک ستار سے گہرے تعلقات ہیں یہاں بھی میں ملک ستار کے
کوئی کام نہیں کر رہا بلکہ یہاں چونکہ گلاب کلی کے پاس آگیا تھا اور ملک ستار ہی کا بھیجا ہوا تھا
لئے گلاب کلی نے اپنے کچھ کام میرے حوالے کر دیئے ہیں اور اس کے لئے وہ مجھے اپنے
کے مطابق بھرپور معاوضہ دے رہا ہے۔"

"ہوں تو یہ سلسلہ ہے.........." امتیاز نے کہا۔ بات ختم ہوگئی..........

بنکاک میں چار دن گزارنے کے بعد وہ لوگ ایک بار پھر ہانگ کانگ کی جانب چل پڑے
یہاں آنے کے بعد استاد گلاب کلی سے ملاقات ہوئی بڑی سرسری سی ملاقات تھی' استاد نے
مہربانی کے ساتھ امتیاز سے گفتگو کی اور پیش کش کی کہ جب بھی اسے کوئی مشکل ہو وہ اس
ضرور رابطہ قائم کرے بس اس مختصر سی ملاقات میں اور کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا تھا جو قابل
ہوتا۔ پھر امتیاز کے وہ دن مکمل ہوگئے جو اسے دیئے گئے تھے اس بار جب ٹیلی فون پر متعلقہ
سے رابطہ قائم ہوا تو اس نے کچھ مختلف بات کہی۔

"مسٹر امتیاز اس بار جو کچھ تمہیں لانا ہے اس کی تفصیل ایک کاغذ میں درج کر دی گئی
تمہارا سامان پیک ہوچکا ہے اور وہ تمہیں لے کر جانا ہے' تین پیکٹ ہیں جنہیں تم اپنے ساتھ
جاؤ گے' دو بیگیج میں رکھنا اور ایک ہینڈ کیری کرنا ہوگا وزن ذرا زیادہ ہے کیونکہ سامان اس
پیک کیا گیا ہے کہ کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔"

نہ جانے کیوں امتیاز کو ایک سنسنی کا احساس ہوا تھا ان لوگوں پر مکمل بھروسہ کرنا پڑ رہا تھا
دل میں یہ خدشہ موجود تھا کہ کہیں کوئی گڑ بڑ نہ ہو جائے۔

کمال الدین قابل اطمینان آدمی تھا اور امتیاز کو یقین تھا کہ وہ اسے غلط لوگوں کے سپرد
کر سکتا لیکن حالات معلوم ہونے کے بعد نہ جانے کیوں دل میں خوف کا ایک احساس ابھر آیا
اس نے خود کو سنبھال لیا جو کچھ شروع کیا ہے اسے جاری رکھنے کے لئے ہمت تو کرنی ہی
بہرحال.......... وہ مقررہ وقت پر وہاں سے چل پڑا اس دوران گیتا سے اور کوئی ملاقات نہیں
تھی جبکہ بنکاک میں بھی وہ بڑا محتاط رہا تھا اور چاروں طرف اس نظریئے کے تحت جائزہ لیتا
کہیں گیتا آس پاس موجود تو نہیں ہے .... لیکن وہ واقعی چھلاوہ تھی.......... اور اس کے
کے بارے میں جب بھی سوچا جائے ان کی آمد میں کوئی دیر نہیں ہوتی.......... اس وقت بھی
ہی ہوا.......... جہاز اپنی منزل کی جانب رواں ہو چکا تھا کہ کوئی دس ہی منٹ کے بعد گیتا اس
قریب پہنچ گئی امتیاز کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا تھا لیکن نزدیک کھڑی گیتا ایک حقیقت تھی
نے امتیاز سے مخاطب ہونے کے بجائے اس کے نزدیک بیٹھے شخص سے کہا۔

"معاف کیجئے گا جناب ' اتفاق کی بات ہے کہ ہم دو قریبی عزیز مل گئے ہیں' آپ چونکہ
ہیں اس لئے اگر آپ ادھر چلے جائیں تو میں آپ کا احسان مانوں گی آپ کے ساتھ اگر کوئی
سامان ہے تو آپ اس کے لئے ذرا بھی پریشان نہ ہوں میں اس کا تحفظ کروں گی۔"

آدمی نے اپنی جگہ خالی کر دی تھی ' جبکہ امتیاز صرف آنکھیں پھاڑے گیتا کو دیکھتا رہ گیا
راتی ہوئی اس کے قریب بیٹھ گئی اور امتیاز ایک بار پھر خوف کا شکار ہوگیا۔ یہ کم بخت
یں بھی موجود ہے.......... گیتا نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ کر کہا۔
ی سی فلمی کہانیاں اسی انداز میں لکھی جاتی ہیں اور اس وقت بھی ایک کہانی جاری ہے
تم اس کہانی میں ابھی پوری طرح شریک نہیں ہوئے ہو۔"
کا کیا حال ہے مس گیتا..........؟" امتیاز بادل ناخواستہ بولا۔
ہے پوچھا تو سہی' ورنہ میں تو یہ سوچ رہی تھی کہ کہیں تم اس شخص کو منع ہی نہ کر
اپنے ساتھ نہ بٹھاؤ۔"
ں میں تم کہاں غائب ہوگئی تھی..........؟"
ی جستجو کی تھی؟" گیتا نے محبت بھری نگاہوں سے اسے دیکھ کر کہا.......... امتیاز نے
ر خاموشی ہی اختیار کئے رکھی چند لمحات انتظار کرنے کے بعد گیتا پھر بولی۔
سہی ' لیکن میں بہرحال تمہاری مصیبت میں گرفتار ہوچکی ہوں۔" امتیاز کی سوالیہ
ے جواب میں اس نے کہا۔ "ہاں محبت اور مصیبت کے تلفظ میں تھوڑا سا ہی فرق ہے
ں نہیں۔"
مسکرا دیا پھر بولا۔ "ایسی کسی حماقت کا شکار کیوں ہو رہی ہو..........؟"
کل تو یہی ہے کہ انسان جان بوجھ کر اس حماقت کا شکار نہیں ہوتا' چلو چھوڑو' ہم جیسے
لئے عشق و محبت کی باتیں مذاق محسوس ہوتی ہیں ' ہماری یہ منزل کہاں ہے ویسے
تم اب نکھرتے جا رہے ہو' کہو کام کیسا جا رہا ہے..........؟"
ں چل رہا ہے۔"
ہری پیش کش پر غور نہیں کیا ابھی کچھ دن کے بعد بنگلور جانے والی ہوں' کیا تمہاری
ا کرن سنگھ کو دے دوں؟"
یکھو گیتا میں تمہیں اپنے بارے میں بتا چکا ہوں سچا آدمی ہوں وطن پرست بھی ہوں جو
رہا ہوں اس پر دل روتا ہے لیکن مجبوریاں آڑے آگئی ہیں مجھے باقاعدہ اس کام میں شامل
کوئی شوق نہیں ہے ' بس وقت گزاری کر رہا ہوں یونہی حالات نے تھوڑی سی کروٹ بدلی
سے نجات پالوں گا۔"
نس پڑی پھر بولی۔ "ایک بات کہوں تجربے کی بنیاد پر.......... یہ ایک ایسا رنگین جال ہے
ا آدمی ایک بار جکڑ جائے تو پھر خود بھی اس سے نکلنے کے بارے میں نہیں سوچتا تم میری
الو، جو کچھ تمہیں ہم سے ملے گا' وہ ممکن نہیں ہے کہ کہیں اور سے مل جائے۔"
گیتا مجھے تھوڑی سی مہلت درکار ہے اتنا وقت دے دو مجھے کہ میں اپنے اس احساس میں
بچاؤں کہ مجھے یہی سب کچھ کرنا ہے۔ پھر میں تم سے ضرور رجوع کروں گا۔"
ادھر..........؟"

"ہاں.........."

"اور کوئی ایسی بات تو نہیں جس پر غور کرو.........؟"

"کیا مطلب.........؟"

"میری محبت کی راہ میں کوئی اور رکاوٹ تو نہیں ہے۔ اصل میں رکاوٹوں کو برداشت میری فطرت کے بالکل خلاف ہے۔"

"لیکن تم نے جس محبت کا تذکرہ کیا ہے گیتا' اس کے درمیان تو بڑے مسائل ہیں۔"

"مذہب.........." وہ فوراً ہی بولی۔

"بنیادی چیز ہے۔"

"قائل ہو اس کے.........؟"

"خدا کے فضل سے شدت سے قائل ہوں۔"

"تو پھر کوئی درمیانی راستہ نکال لیں گے ورنہ سچی بات یہ ہے کہ ان کمزور سانسوں پر سے کم بوجھ ہوں زیادہ مناسب ہے۔"

"یہ تمہارا نظریہ ہے نا؟"

"ہاں.......... نظریہ بدلنے کو میں تمہیں کبھی مجبور نہیں کروں گی یہ میرا وعدہ ہے۔"

"کہاں جا رہی ہو.........؟"

"پاکستان اور کیا تم یقین کرو گے کہ تمہاری بکنگ کے بعد میں نے اپنے لئے ٹکٹ حا ہے' اگر اتنا وقت نہ ہوتا تو میری سیٹ تمہاری سیٹ کے برابر ہی ہوتی۔"

"گویا تم نے مجھ پر نگاہ رکھی ہے.........؟"

"صرف نگاہ رکھنا نہ کہو.......... میں نے تو سب کچھ تمہارے قدموں میں رکھ دیا" اس نے کہا پھر بے اختیار ہنس پڑی.......... "سوری یار بس ایسی باتیں کرنا کچھ ضروری ہے ورنہ ہمارے دلوں میں اتنا گداز کہاں رہ جاتا ہے۔"

"پاکستان کیوں جا رہی ہو.........؟"

"کہا نا بس تمہاری وجہ سے' لاہور تک کا ٹکٹ لے لیا ہے' فرصت کے لمحات میں لاہور میں تم مجھے لفٹ دو گے تو ٹھیک ہے ورنہ چند روز کے لئے کراچی چلی جاؤں گی۔ ا دوبارہ ہانگ کانگ آؤ گے تو میں تمہیں تمہارے آس پاس ہی ملوں گی۔"

"کیا کچھ لے کر جا رہی ہو.........؟"

"نہیں' چھوٹے موٹے کام میں نہیں کرتی' جو کچھ کرتی ہوں اس کی تفصیل ظاہر نہیں بتا سکتی لیکن اگر میرے ساتھ شامل ہو جاؤ تو سب کچھ بتادوں گی۔ چلو استاد گلاب کی بھی میں چھوڑے دیتی ہوں ورنہ یقین کرو مجھے بڑی آس بندھ گئی تھی کہ تمہارے ذریعے اپنے بہت بڑے دشمن پر قابو پالوں گی۔ یہ آس ابھی تک ٹوٹی تو نہیں ہے لیکن تمہیں مجبور کروں گی۔"

ستان کیوں جا رہی ہو.........؟"

تک جو کہا ہے اس پر یقین نہیں کرو گے.........."

گیتا اگر میرے وطن عزیز کو کوئی نقصان پہنچانا مقصود ہے تو پھر یہ فرض مجھ پر عائد ہو تم پر غور کروں تمہیں دیکھوں۔"

مجھ سے دشمنی کرو.......... مجھے گرفتار کرادو۔"

ن کے نام پر.........." امتیاز نے جواب دیا اور گیتا آنکھیں بند کرکے ہنسنے لگی پھر بولی۔

کبھی کوئی ایسا کام نہیں کروں گی جو تمہارے وطن کے خلاف ہو' یہ مھو وعدہ.......... کا ایک ثبوت ہوگا۔" دوران سفر گیتا نجانے کیا کیا باتیں کرتی رہی امتیاز اس کے ملنے خلفشار کا شکار ہو جاتا تھا حالانکہ بری نہیں لگتی تھی بلکہ اسے ایک نگاہ دیکھنے کے بعد تو بارے میں انسان کے کسی غلط خیال میں مبتلا ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا لیکن تھا کہ وہ کیا ہے اور اس کم بخت نے بھی کبھی چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی بہرحال گیتا کی وجہ سے یہ سفر کچھ عجیب ہوگیا تھا بہت سے کام تھے اس کے سپرد.......... دوسری رہا تھا اور وہ بھی بہت مختصر عرصے میں اس بار بھی محمود نے اسے اپنے گھر پہنچانے کے معقول رقم دی تھی' تحفہ وغیرہ کوئی نہیں بھیجا تھا اس نے۔ اور امتیاز یہ سوچ رہا تھا کہ ار بینش اور سیما کس طرح پیش آتی ہیں ممکن ہے ان کا رویہ بہتر ہو۔ سفر ختم ہوگیا گیتا سے کہا۔

ہور میں بے شک میں تمہاری مہمان نہیں ہوں لیکن کیا یہاں مجھ سے ملو گے۔ بڑا تاریخی پہلے بھی یہاں آچکی ہوں لیکن دوسرے انداز میں.......... تمہارے ساتھ یہ شہر دیکھنے ف آئے گا وہ دوسرا ہی ہوگا۔ بتاؤ ملو گے مجھ سے.........؟"

ہاں قیام کرو گی.........؟"

ہاں بھی کروں تم سے رابطہ کرلوں گی یہ میرا کام ہے" وہ مسکرا کر بولی۔

ٹھیک ہے امتیاز آہستہ سے بولا لیکن اس وعدے کے ساتھ ذہن میں دوسرے خیالات بھی خطرناک لڑکی کو اس کے بارے میں زیادہ نہیں معلوم ہونا چاہئے۔ جیسے چوہدری نواز کا گھر گھر' مستقبل میں اس کے ساتھ اچھے تعلقات قائم رہنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اس معلومات امتیاز کا کمزور پہلو بھی بن سکتی ہیں۔ یہاں لاہور میں وہ اتنا بے بس نہیں تھا اور اسے چکمہ دے سکتا تھا۔

☆..........☆..........☆

ل حسین دوہری کیفیت کا شکار تھا باپ نے زندگی بھر اپنی کنجوس فطرت کی وجہ سے محرومیوں کر رکھا تھا وہ جانتا تھا کہ غلام حسین کے پاس بہت کچھ ہے لیکن اس بہت کچھ میں ، اس ، کا

کچھ نہیں تھا۔ کم از کم غلام حسین اپنی زندگی میں اسے کچھ نہیں دے گا اور بعد کی باتیں ہوتی ہیں عمر ہی گزر جائے تو پھر کیا فائدہ۔ نورین ماڈرن تھی خود سر تھی، خود پسند تھی حسین اپنے مستقبل سے ناواقف نہیں تھا لیکن اس کے ساتھ ہی اسے اندازہ تھا کہ اس کی ضرور پوری ہو جائیں گی۔ وہ تعیشات بیشک مل جائیں گے جو زندگی کا حق ہوتے ہیں صرف حریم کا جس کا مستقبل خطرے میں تھا۔ غلام حسین کے لئے دوسرے امتیاز کا ح مشکل ہو گا۔ بہرحال اب سب کچھ ہو چکا تھا لیکن غلام حسین کو اپنی شاطرانہ چالوں پر نا انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ بابو ارشاد کو چت کرلیں گے۔

شادی کے دن قریب آرہے تھے غلام حسین نے ولیمے کے کارڈ چھپوائے تھے او مخصوص لوگوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ بارات میں کسی رشتے دار کو نہیں پوچھا تھا بس جمال پانچ چھ دوستوں کو مدعو کرلیا تھا گھر میں بھی خاص تیاریاں نہیں کی گئی تھیں یہاں تک کہ کو بھی شادی کے اس راز میں شریک نہیں کیا گیا تھا حریم کے دل میں بھائی کی شادی حسرتیں تھیں لیکن اس نے دل مار لیا تھا باپ اور بھائی کے کردار سے بخوبی واقف مداخلت اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

پھر بارات تیار ہو گئی......... گاڑی سج گئی جس کا انتظام بابو ارشاد نے ہی کیا تھا آج بہانہ نہیں تراش سکی تھی اس نے خاص کوشش بھی نہیں کی تھی اب ان ارمانوں سے انا نہیں رہ سکتی جو بھائی کے لئے دل میں تھے۔ اس نے بری چاہت سے بھائی کا حجلہ عروسی اور بھائی کے استقبال کے لئے گھر میں تیاریاں کی تھیں بارات کا بہت اچھا استقبال کیا گیا پھولوں کی برسات ہوئی۔ بابو ارشاد نے البتہ کافی لوگوں کو مدعو کیا تھا اور ان کی خوبصور کالان رنگ برنگے لباسوں سے بھرا ہوا تھا۔

دولہا اسٹیج پر پہنچ گیا قاضی صاحب آگئے نکاح نامہ پر کیا گیا......... مہر کی رقم پانچ لا گئی تو غلام حسین دھک سے رہ گئے۔

"وہ جی......... بابو ارشاد......... مہر پانچ لاکھ........." انہوں نے دبی زبان سے کہا

"نقد ادا کر رہے ہو کیا غلام حسین اور کون مانگ رہا ہے تم سے......... رہو......... ہم اپنی حیثیت کے مطابق کام کر رہے ہیں........." بابو ارشاد نے خشک کہا۔

"او نہیں بابو ارشاد......... میں نے تو ایسے ہی پوچھ لیا تھا......... ٹھیک ہے جی جیسا آپ پسند کرو۔" غلام حسین کھسیانی ہنسی سے بولے اور جمال حسین نے پانچ لاکھ رو پرونوٹ پر دستخط کر دیئے۔" عالیشان ڈنر ہوا جو اصل میں بابو ارشاد کے مہمانوں کے لئے تھ کی پذیرائی کی جا رہی تھی پھولوں کی بارش نکاح سے پہلے کے لئے تھی نکاح کے بعد ان لو کوئی وقعت نہیں رہ گئی تھی جسے چند لمحوں میں محسوس کرلیا گیا۔ لیکن غلام حسین صبر و کام لے رہے تھے اور اب وہ سوچ رہے تھے کہ اچھا ہوا رشتے دار بارات میں شریک نہ

ایسی ناک کٹتی کہ زندگی بھر جوتے کھانے پڑتے۔ اصل لطف رخصتی کے وقت آیا ن کی تصویریں بن چکی تھی وقت دیکھا گیا غلام حسین بولے۔

دیر بڑی ہو گئی بابو ارشاد......... اب رخصتی ہو جائے تو اچھا ہے گھر میں بھی کچھ رسمیں ان میں بھی وقت لگتا ہے۔

رسمیں......... کیسی رسمیں.........؟" بابو ارشاد چونک کر بولے۔

اوجی ہمیں آپ کو کیا معلوم بس عورتوں کے کھیل ہوتے ہیں کچھ محلے پڑوسی کی عورتیں اور کچھ رشتے دار......... ایک دو گھنٹے تو اس میں بھی لگتے ہیں۔"

دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا بڑھاپے میں غلام حسین یہ دور ان بچوں کا ہے ہمارا تمہارا بچے ایسے چونچلوں کو پسند نہیں کرتے خاص طور پر نورین......... وہ تو حشر نشر کر دے کے سامنے یہ باتیں نہ کہنا۔"

سمجھا نہیں بابو ارشاد۔"

لو میاں عقل سے کام لو......... بچوں کو رخصت کرو اور ٹھنڈے ٹھنڈے گھر جاؤ۔"

رخصت کردوں......... گھر جاؤں، میری سمجھ میں اب بھی نہیں آیا۔"

آجائے گا میں تمہیں کیا سمجھاؤں۔" بابو ارشاد بولے اور اندر چلے گئے پھر تیاریوں کے بعد باہر لایا گیا شہنائیوں پر درد لے کے ساتھ کار میں بٹھایا گیا دولہا ساتھ بیٹھا غلام حسین نے رحمت بی کو کار کی طرف بڑھایا تو بابو ارشاد ڈپٹ کر بولے۔

انہیں کہاں ٹھونسے دے رہے ہو بھئی......... بچوں کو جانے دو چلو ڈرائیور گاڑی بڑھاؤ۔"

نے گاڑی آگے بڑھادی اور غلام حسین منہ دیکھتے رہ گئے ساتھ آئے مہمان بہت دیر سے حال کو سمجھ رہے تھے اور مسکرا رہے تھے۔

ہمارے لئے اور کوئی خدمت غلام حسین.........؟" بابو ارشاد بولے۔

جی......... وہ......... نہیں جی......... بس وہ کچھ........."

ہاں ہاں بولو......... اب تو سمدھی بھی ہو ہمارے بابو ارشاد بولے۔

بچوں کے ساتھ انہیں بھی جانا تھا۔" غلام حسین بولے۔ "پاگل ہی ہو گئے ہو غلام حسین ہاں جا کر کیا کرنا ہے گھر لے جاؤ انہیں بچوں کو ادھر آرام کرنے دو۔"

کدھر.........؟" غلام حسین منہ پھاڑ کر بولے۔

تو اپنے گھر بھائی، کیا ہو گیا تمہیں او چالیس لاکھ کی کوٹھی دی ہے میں نے اپنی بیٹی کو پندرہ ڈیکوریشن کرائی ہے وہ ان کا گھر نہیں ہے تو کیا ہے۔"

مگر........." غلام حسین پریشانی سے بولے۔

ہاجی......... اب بحث کرنا بیکار ہے جمال حسین تو اغواء ہو کر پرائے دیس گیا۔ اب تم کو بابا بدیس" گاتے ہوئے گھر جاؤ اور آرام کرو، ان بے چاریوں کو کیوں تکلیف دے رہے

ہو، ٹیکسی لاتے ہیں تمہارے لئے۔" جمال حسین کے ایک باراتی دوست نے کہا اور
دوست سے ٹیکسی لانے کے لئے کہا۔

"سمجھاؤ اسے بھئی.......... یہ تو سٹھیا ہی گیا ہے۔" بابو ارشاد نے کہا اور واپس ا
کچھ دیر کے بعد ٹیکسی آگئی تھی۔

☆ .... ☆ .... ☆

ڈولی ایک لیٹر ٹائپ کر رہی تھی، ملک ستار اپنی میز پر بیٹھا ایک فائل دیکھ رہا تھا۔
سے ڈولی نے اپنا کام شروع کردیا تھا.......... اس سے پہلے اسے صرف اپنے کام سے کا
اب وہ ان تمام فائلوں پر نگاہ رکھتی تھی جو ملک ستار کے لئے اہمیت کی حامل ہوتی تھیں
ستار کے ساتھ کام کرتے ہوئے کافی عرصہ گزر گیا تھا اور ملک ستار اب اس پر بہت اعتبا
فائلیں کسی طرح کی ہوں ڈولی کے حوالے ہی کئے جاتے تھے پہلے وہ صرف انہیں فائل
لیکن اب اس نے کئی بار یہ فائلیں پڑھی بھی تھیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ابھی تک
خان کے مطلب کے کاغذات نہیں ملے تھے۔ البتہ اسے اندازہ ہوگیا تھا.......... وہ یہ کہ
ایسی ہوتی ہیں جنہیں ملک ستار اپنے ساتھ لے جاتا ہے.......... وہ ایسی کسی فائل کی
تھی اور گہری نگاہوں سے ملک ستار کی دلچسپی کے کاغذات کا جائزہ لے رہی تھی۔

اچانک فون کی گھنٹی بجی اور ڈولی کا ہاتھ بہک گیا غلط لفظ ٹائپ ہوگیا اور ڈولی رک
لفظ کو صاف کرنے لگی۔ ملک ستار نے فون اٹھالیا اور کسی سے بات کرنے لگا ڈولی اس
بغور سننے لگی لیکن ان میں کام کی کوئی بات نہیں تھی البتہ ملک ستار نے فون رکھنے
تھا۔

"ٹھیک ہے میں چار بجے دفتر سے اٹھوں گا.......... نہیں اس سے پہلے مشکل
اس نے فون بند کردیا تھا اسی وقت دروازے پر آہٹ ہوئی اور ایک شخص اندر داخل
تکی سی شکل کا مالک غنڈا قسم کا آدمی تھا۔ اس کی صورت ڈولی کے لئے اجنبی تھی ایک
دیکھنے کے بعد وہ اپنے کام میں مصروف ہوگئی لیکن اس کے کان اور دماغ اس آدمی پر
تھے۔ ملک ستار نے کہا۔

"آ بھولا.......... تو نے بڑی دیر لگا دی۔"

"چھپتا چھپاتا آیا ہوں ملک جی اب منہ اٹھا کے تو ادھر آ نہیں سکتا۔"

"او ایسی کوئی بات نہیں ہے ٹائیگر تو یہاں ہے نہیں اور کون تجھے جانتا ہے۔"

"پھر بھی ملک جی ہمیں تو خیال رکھنا ہے ناجی.......... ملک جی یہ لڑکی تو ٹھیک ہے؟"

"کون ڈولی.......... وہ ایک دیوار ہے بھولا جو نہ سنتی ہے نہ دیکھتی ہے اس کی فکر

"ٹھیک ہے جی آپ کو بھروسہ ہے تو ٹھیک ہے ویسے ملک جی اپنے ایمان سے

یا جی.......... پورے ایکٹر بن گئے تھے ہم.......... اب تو ملک جی ایک ڈرامہ کر ہی
ہیں اس میں چانس دلوادو.......... خدا قسم ایسی اداکاری کریں گے کہ پبلک یاد رکھے گی
لی اور بہن ایسی ڈری تھیں ہم سے کہ بس تم دیکھتے۔ پورا بھولا بدمعاش بن کر دکھادیا تھا
سسروں کو پتہ ہی نہ ہونے دیا کہ جسے انہوں نے اپنی مدد کے لئے بلایا ہے ہم اسی کے
ہیں۔"

انہوں نے ہمیں فون کرنے میں بڑا وقت لگایا۔"

پکا ہو رہا تھا جی.......... کئی بار ہمیں ڈر بھی لگا ایک دن تو محلے والے آگئے تھے بڑی
ان پر رعب ڈالا.......... ہر وقت پولیس کا خطرہ رہتا تھا جان نکلتی رہتی تھی ہماری۔"

وع سے سنا.......... کیا، کیا تھا تو نے.........."

جی ہم پہنچے.......... ہم نے محمود کا پوچھا اور گھس گئے زبردستی گھر میں بھولا نے بینش
کے ساتھ پیش آنے والے سارے واقعات دہرائے اور ڈولی کو چکر آنے لگے اسے ساری
م ہوگئی تھی ملک ستار کئی بار ہنسا تھا پھر اس نے کہا۔

رحال تیرا انعام کیا.......... یہ لے دس ہزار روپے ہیں خوش ہے نا..........؟"

ں روپے بھی دیتے تو خوش ہوتے ملک جی.......... نمک کھاتے ہیں تمہارا پر ایک بات
ں پتہ چلا کہ چکر کیا تھا۔"

ل.......... یار محمود کی بہن کو دیکھا ہے تو نے۔"

ی خوبصورت ہے ملک جی.........."

ارا چکر اسی کے لئے تھا.......... فیکٹریاں پکڑی گئیں ایکسائز اور پولیس والوں نے ہمیں
...... محمود کو اس جال میں پھنسانا پڑا اسے باہر بھگادیا ہم نے مگر ہمیں نہیں معلوم تھا کہ
ہن اتنی خوبصورت ہے۔ بس ہمیں پسند آگئی ہے .... آگے بڑھنے کی کوشش کی تو
ے زیادہ شریف نکلی وہ.......... ہم سے کہہ دیا کہ وہاں نہ آیا کریں کچھ سوچنا ہی تھا
...... زبردستی کرنے کے بجائے یہ جال پھینکا ہم نے اور چڑیا پھنس گئی.......... ہم نے
ں تجھ سے بچایا اب ہم سے بڑا دوست کون ہو سکتا ہے ان کا.........." کیا سمجھا۔

لئے تو کہتے ہیں کہ "نو پینز.......... نو گینز"

ٹلیں ملک جی.......... چار بج رہے ہیں۔"

یا.......... کیا بج رہا ہے۔" ملک ستار نے چونک کر اپنی گھڑی دیکھی۔

اوہ میں نے گھڑی دیکھے بغیر ایک بیوپاری کو وقت دے دیا چل میں بھی چل رہا ہوں تجھے
ں چھوڑ دوں گا۔"

مہربانی ملک جی.........." بھولا نے کہا اور ملک ستار اس کے ساتھ باہر نکل گیا ڈولی کی
ہاں آنکھوں میں سمٹ آئی وہ پوری کہانی سن چکی تھی محمود کو وہ اچھی طرح جانتی تھی اسے
لم تھا کہ ملک ستار نے اسے مجرم بنا کر بھگا دیا ہے لیکن اس کے بعد یہ شخص محمود کی بہن

کو تباہ کرنا چاہتا ہے یہ بری دلدوز بات تھی۔ اس کے لئے اس نے جو جال پھیلایا تھا
کے علم میں آچکا تھا.......... او.......... میں ان معصوم عورتوں کی کیسے مدد کروں
کروں ان کے لئے۔" وہ سامنے پڑی ملک ستار جو فائل چھوڑ گیا تھا وہ اسی طرح پڑی ہو
وہ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ گئی.......... کاش یہ کوئی ایسا فائل ہو جو فیروز خا
آسکے ملک ستار کے لئے اس کے دل میں نفرت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا..........
کمینہ صفت انسان تھا بے رحم.......... شیطان.......... ہمیشہ دوسروں کو نقصان پ
بارے میں سوچنے والا۔

فائل کے قریب پہنچ کر وہ اس کا جائزہ لینے لگی اور اس کا دل دھک سے ہوگیا.....
میں کچھ پتے درج تھے جن کے ساتھ نام بھی لکھے ہوئے تھے۔ ان پتوں کے ساتھ فیکٹ
پروڈکشن نمبر بھی لکھے ہوئے تھے لیکن یہ اصل فیکٹریوں کے نہ پتے تھے اور نہ نمبر.....
صورتحال سے کافی حد تک واقف تھی اگر اس کا اندازہ غلط نہیں ہے تو یہ جعلی فیکٹریوا
پتے اور نمبر ہیں۔ فائل یہاں سے ہٹا نہیں سکتی تھی لیکن تمام تر ذہنی قوتوں سے کام
نے انہیں ذہن نشین کرنے کی کوشش شروع کردی۔ اس کام میں وہ اتنی محو ہوگئی کہ
دروازہ کھلنے کی آہٹ سنائی دی نہ کسی کے اندر داخل ہونے کی.......... وہ تو اس وقت
جب اسے ایک آواز سنائی دی۔

"نو پینز.......... نو گینز..........!"

ڈولی کے جسم کا خون خشک ہوگیا۔ ایک لمحے کے لئے اعصاب شل ہوگئے لیکن اس
یقین پھرتی سے کشیدہ اعصاب پر قابو پایا اور مودبانہ انداز میں ملک ستار کے لئے راستہ
البتہ فائل ہاتھ سے نہیں چھوڑی اور اسے اٹھا کر اس کے اوراق درست کرنے لگی....
ستار میز کے پیچھے پہنچا اور اس کے دراز سے پستول نکال کر اس کے چیمبر چیک کرنے لگا۔

"یہ فائل ریک میں رکھنا ہے سر..........؟" ڈولی نے شدید محنت کرکے آواز
نہیں پیدا ہونے دی تھی۔

"اوں.......... کون سی فائل ہے..........؟" ملک ستار نے پوچھا اور ڈولی فائل
لگی۔ تبھی ملک ستار نے ہاتھ بڑھا کر فائل اس سے لے لی۔ "اوہو.......... یہ
نہیں میں اسے ساتھ لے جاؤں گا۔

"سر آپ ابھی بیٹھیں گے یا میں یہ سامان سمیٹ دوں؟ ستار نے پستول جیب میں
بولا۔ "نہیں.......... میں جا رہا ہوں تم کتنی دیر بیٹھو گی..........؟"

"سر پانچ بجے تک۔"

"ساڑھے پانچ بجے اٹھ جانا.......... کراچی سے ایک فون آئے گا میسج نوٹ
ساڑھے پانچ بجے تک فون نہ آئے تو چلی جانا۔"

"او کے سر.........." ڈولی واپس اپنی میز پر آگئی۔

ے ڈولی.........." ملک ستار فائل سنبھالے ہوئے دروازے سے باہر نکل گیا۔ ڈولی اپنی
سمیٹنے لگی۔ اس وقت وہ جس ہیجان سے گزر رہی تھی، اس کا دل ہی جانتا تھا چہرے
ر اس نے کمال کا قابو رکھا تھا اور ابھی تک مسلسل رکھے ہوئے تھی۔ ملک ستار کو وہ
.... کیا معلوم وہ اس وقت بھی کی ہول سے اندر جھانک رہا ہو۔ اس کی شیطانی
، وہ بخوبی واقف تھی۔ اسے پورا پورا احساس تھا کہ ملک ستار نے اسے فائل دیکھتے ہوئے
، وہ مشکوک بھی ہوگیا ہے لیکن ڈولی اس کا شک دور کرنے میں کامیاب رہی تھی چونکہ
کے آفس سے جانے کے بعد وہ اس کی ٹیبل درست کرتی تھی اس لئے اس وقت بات

ر وہ خود پر قابو پانے کی کوشش کرتی رہی پھر چپراسی کو بلانے کے لئے گھنٹی بجادی۔
تو اس نے کہا۔
ر خان بڑا صاحب گیا۔"
ے ایک گلاس پانی پلادو۔" چپراسی کے جانے کے بعد اسنے جلدی سے ٹائپ رائٹر پر کاغذ
پھر اپنی یاداشت کا سہارا لے کر وہ ساری تفصیل کاغذ پر ٹائپ کرنے لگی جو فائل میں
۔ یہ سب کچھ فیروز خان کے لئے بے حد کار آمد تھا۔ اس نے کاغذ نکال کر چیک کیا پھر
اسے پرس کے بجائے اپنے لباس میں رکھ لیا۔ اس کے بعد وہ دوسرے کاغذات سمیٹنے
ہی دیر کے بعد فون کی گھنٹی بجی۔ کراچی کا فون تھا۔ اس نے میسج نوٹ کیا اسے احتیاط
ور میں لگا کر فائل کیبنٹ میں رکھا پھر میز سے اٹھ گئی۔ اب یہاں رکنے کی ضرورت
۔ باہر نکل کر اس کا دل تو چاہا کہ سیدھی فیروز خان کے پاس جائے اور اسے یہ فہرست
ن معاملہ ملک ستار کا تھا اور ملک ستار کب اور کیا کر بیٹھے اس کا اسے اندازہ تھا۔ چنانچہ
گئی اور معمولات میں مصروف ہوگئی رات کو ساڑھے دس بجے اس نے فون پر فیروز خان
قائم کیا۔
ڈولی بول رہی ہوں۔" اس نے فیروز خان کی آواز پہچان کر کہا۔
ڈولی۔"
چاہتی ہوں۔"
بت؟"
ٹھیک ہے لیکن بہت احتیاط سے مجھ سے ملئے۔"
ئی..........؟" فیروز خان نے پوچھا۔
رہو گا بعد کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔"
خیریت سے ہو نا ڈولی؟"
ابھی مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن ممکن ہے بعد میں کسی مشکل میں پڑ جاؤں۔ البتہ
احتیاط ضروری ہے کیا یہ ممکن ہے مسٹر خان کہ آپ احتیاط سے یہیں میرے فلیٹ پر

آجائیں۔"

"بتاؤ.......... کتنی دیر کے بعد آؤں..........؟"

"ساڑھے دس بجے ہیں ساڑھے گیارہ بجے آجایئے۔"

"میں پہنچ رہا ہوں۔" فیروزخان نے کہا۔

ساڑھے گیارہ بجے فیروزخان ڈولی کے فلیٹ میں داخل ہوگیا اور ڈولی دروازہ بند کر
روم میں لے آئی۔ فیروزخان بہت متجسس تھا۔ "خیریت بتاؤ ڈولی۔"

"میں مسلسل آپ کی ہدایت کے مطابق مستعد ہوں اور یہ کوشش کر رہی ہوں
کسی کام آجاؤں لیکن بزدل ہوں ہر لحہ خوفزدہ رہتی ہوں۔"

"اگر یہ صرف میری ذات کا معاملہ ہوتا تو یقین کرو کہ میں تمہیں تکلیف نہ دیتا
قومی مسئلہ ہے یہ گروپ ملک کو اخلاقی اور معاشی طور پر شدید نقصان پہنچا رہا
شاطرانہ ہتھکنڈوں سے اس نے پوری قانونی مشینری کو مفلوج کر دیا ہے میں اس کا طلب
ہوں اور تم ایک اچھی شہری کی نیت سے میری ہی نہیں قانون کی مدد کررہی ہو۔"

"کاش میں ایک اچھی شہری بن سکتی۔ بہرحال ان جذباتی باتوں میں کیا رکھا ہے۔
پاس دو اہم اطلاعات ہیں اور ایک ایسا مسئلہ ہے جو آپ کو بتانا میرا فرض ہے۔"

"میں ہمہ تن گوش ہوں۔"

"مسٹرخان.......... میں نے آپ کو بتایا تھا کہ ملک ستار ایک اوباش طبع انسان
کے محدود وسائل کے باوجود وہ ہر پیمانے پر اپنی گندی فطرت کے مظاہرے سے نہیں
نے آپ کو یہ بتایا تھا کہ ٹائیگر محمود صرف ایک معمولی مہرہ تھا ملک ستار نے اسے صحیح
کرکے آؤٹ کردیا۔ لیکن محمود اپنے چھوٹے سے خاندان کے لئے کچھ نہیں کرسکا۔
اور بھابی یہیں رہ گئیں اور بدقسمتی سے محمود کی بہن ملک ستار کو پسند آگئی۔ ملک نے
ڈورے ڈالے مگر کامیاب نہیں ہوسکا تب اس نے بھولا نامی ایک بدمعاش کو ان کے
دونوں عورتیں بے بس ہوگئیں۔

ڈولی نے پوری تفصیل فیروزخان کو بتائی اور فیروزخان کے خون میں چنگاریاں دوڑ
خدا کی قسم میں ایک بے گناہ خاندان کو تباہ نہیں ہونے دوں گا چاہے مجھے مجرم ہی
پڑے۔ میں اسے اپنے ہاتھوں سے گولی ماردوں گا۔"

"اس کے علاوہ مسٹرخان یہ ایک فہرست ہے۔ میرے اندازے کے مطابق ان نئی
جو پرانی فیکٹریوں پر چھاپے کے بعد فوری طور پر قائم کی گئی ہیں۔" ڈولی نے یہ تفصیل
کو بتائی اور فیروزخان نے فہرست کا جائزہ لیا پھر مسکرا کر بولا۔

"تم نے مجھ پر بڑے احسانات کر ڈالے ڈولی۔"

"کیسی باتیں کرتے ہیں مسٹرخان.......... میں ایک معمولی عورت ہوں بالکل ناکارہ
کوئی اتنی عزت دے تو میں اس کے لئے ہزار بار مر سکتی ہوں۔ عزت آبرو ہی تو نہیں

کے لئے تو ترستی ہوں میں۔ مسٹرخان میں آپ کے لئے کام کرتی رہوں گی چاہے اس
مجھے مرنا پڑے۔ بہرحال میرے لئے اب کیا حکم ہے جن لوگوں کے بارے میں پہلے بتایا تھا
آپ نے ان کے لئے کچھ کیا۔"

تھوڑا بہت گونگا کو تلاش کرلیا میں نے اس دکاندار کو بھی جس کا حوالہ تم نے
....
لیکن اس بار میں کوئی اوچھا ہاتھ نہیں ڈالوں گا کوئی جلدی نہیں کروں گا۔ اس کے علاوہ
تمہیں بھی ست رفتاری سے چلنا ہے۔ اتنی ہوشیاری سے کام کرو کہ وہ سوچ بھی نہ
تمہاری زندگی چاہتا ہوں۔"

ری زندگی سے زیادہ اس کی فکر کریں خان.......... جو میری طرح نہیں ہے۔ یہ شخص
جیسی نہ بنا دے.......... میں ٹائیگر کی بہن کی بات کر رہی ہوں۔

مت کرو میں اس کا کچھ نہ بگڑنے دوں گا تھینک یو ڈولی۔ زیادہ جذباتی ہونے کی
نہیں ہے۔ ایک موذی کو مارتے ہوئے اپنی حفاظت بھی ضروری ہے۔" ڈولی گردن جھکا کر
ا۔

☆ .... ☆ .... ☆

ورٹ پر اسے کوئی وقت نہیں ہوئی۔ اس کی ضمانت کمال الدین نے پہلے ہی دیدی تھی۔
ہوتے ہی وہ باہر نکلا تو کمال الدین کا ایک آدمی سوزوکی کے ساتھ اسے مل گیا۔ گیتا خود
علیحدہ ہوگئی تھی اور پھر کسی چھلاوے کی طرح غائب ہوگئی تھی۔ سامان کمال الدین کے
حوالے کرکے وہ آگے بڑھ گیا اب گیتا کو چکمہ دینا چاہتا تھا چنانچہ اس نے ٹیکسی کی بجائے
سفر کیا۔ گیتا یہ عمل نہیں کرسکتی تھی لیکن پھر بھی اس نے سوچا کہ وہ ٹیکسی سے ویگن
کرسکتی ہے ایک کے بعد دوسری ویگن بدلتا ہوا وہ لوہاری پہنچ گیا۔ پھر لوہاری میں کس کی
کہ ایک آدمی کو نگاہ میں رکھ سکے پورے اطمینان کے بعد وہ اپنے گھر روانہ ہوگیا۔ اسے
تھی.......... گیتا بھی کیا یاد کرے گی کہ لاہور آئی تھی۔

کے ماحول میں ایک نمایاں تبدیلی نظر آئی تھی۔ ہر چیز میں قرینہ پیدا ہوگیا تھا۔ شانو بھی
تھی، زبیدہ اور روبینہ بھی خوش، اسے دیکھ کر وہ سرشار ہوگئیں تھیں۔ امتیاز کو آج
نواز بہت یاد آیا۔ ماں اور بہنوں کے ساتھ ہنسی خوشی وقت گزار کر جب رات کو وہ اپنے
میں تنہا لیٹا تو خیالات دامن گیر تھے۔ اچھا ہوا چوہدری نواز کے خوابوں کی تعبیر تو نہیں
تو مجھے ایک اچھا پاکستانی دیکھنا چاہتا تھا۔ افسر دیکھنا چاہتا تھا میں افسر بن گیا ہوں
ہر جگہ میرے چمکنے سے اجالا ہو جائے۔

تا میرا وجود تاریک ہوگیا ہے میں اب ایک روشن کردار نہیں رہا۔ ماں اور بہنوں کے
روشن کرنے کے لئے مجھے تاریکیوں میں ڈوبنا پڑا ہے مگر میں کیا کروں۔ اہل وطن نے مجھے

قبول ہی نہیں کیا۔

دوسری صبح جاگا تو باورچی خانے سے خوشبوئیں اٹھ رہی تھیں اس کے لئے ناشتہ
تھا وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر حوائج سے فارغ ہونے چل پڑا۔ شانو نے اسکول کی چ
سب کی خوشی میں وہ بھی شریک ہوگیا تھا۔ شام تک سب کے ساتھ رہا دل میں کئی
گھرانے کا خیال آیا تھا۔ سیما یاد آئی تھی۔ محمود کی زبانی بھابی اور سیما کے نام معلوم
دیکھیں اب کیا ہوتا ہے جانا آج ہی تھا چھٹے کا وقت خاص طور پر منتخب کیا تھا کیونکہ گ
تھا۔ گیتا لاہور میں ہے اور یقیناً اس کی ساری چالاکی دھری رہ گئی ہے۔ اس نے یہی ف
کم سے کم گھر سے نکلے گا تاکہ کسی سڑک یا بازار میں گیتا کی نگاہوں میں نہ آسکے۔ اس
طرح گیتا کی نظروں میں نہیں آنا چاہئے ہانگ کانگ وغیرہ کی دوسری بات ہے۔

لاہور کی رونق اب اچھی لگ رہی تھی دل میں بے بسی نہیں تھی راستے طے
دھڑکنیں تیز ہوتی گئیں۔ پھر لرزتے ہاتھوں سے اس نے دروازے پر دستک دی تھی
کو دیکھنا چاہتی تھیں لیکن دروازہ بینش نے ہی کھولا تھا۔ بینش نے اسے دیکھا' پہچانا او
رہ گئی۔

"وہ دیکھئے جی.......... دروازہ بند کرکے بھاگنے سے پہلے میری بات سن لیں۔ م
کے لئے.........."

لیکن دروازہ بند نہیں ہوا.......... بینش اچنبھے سے مسکرا پڑی۔ پھر اس نے جھج
کہا "اندر آجایئے بھیا جی.......... آیئے۔"

"جی..........؟" امتیاز کو اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا.......... اور اس کے اند
ہنس پڑی۔

"آیئے بھائی جی.......... اندر آجایئے۔"

"ارے باپ رے باپ آپ' آپ شاید مجھے پہچان نہیں رہیں۔"

"اب آبھی جائیں ہمیں اور ذلیل نہ کریں۔"

"اچھا.......... اللہ کی مرضی.......... آجاؤں..........!" امتیاز کے انداز میں
پن پیدا ہوگیا اور وہ پریشان سا اندر داخل ہوگیا۔ بینش نے دروازہ بند کردیا۔

"کون ہے بھابی۔" اندر سے سیما کی آواز آئی اور بینش پھر ہنس پڑی.......... پھر

"ذرا باہر آ..........!" سیما نوید کو سنبھالے باہر آگئی پریشان کھڑے امتیاز کو د
کے لئے کھو گئی.......... پھر بھابی کی طرف دیکھا اور اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا

"وہ جی دیکھیں اس میں ہنسنے کی کوئی بات نہیں ہے.......... یہ لفافہ
میں.........." امتیاز ابھی تک چکرایا ہوا تھا۔ بینش ہنسی روکنے کی بہت کوشش کر رہی
بار ہنسی چھوٹے جارہی تھی اس نے بمشکل کہا۔

"آپ اندر تو آؤ بھیا جی پریشان کیوں ہو رہے ہو.......... آؤ۔" بینش اسے کمر

.........." اس نے کہا۔ امتیاز گھبرایا گھبرایا بیٹھ گیا بینش نے کہا۔ "سیما چائے بنا' اب یہ
بغیر نہیں جاسکتے۔"

نہیں آپ دیکھیں.......... میں.......... بس یہ رکھ لیں.......... میں چلتا ہوں۔"
فافہ سامنے کرتے ہوئے کہا۔

سفارشی چھٹی لائے ہو محمود بھائی جی کی مگر اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ اتنا ڈر
ہو بھیاجی پاگل آپ ہو ہم تو نہیں ہیں۔" بینش نے کہا اور **کھلکھلا** کر ہنس
ہنسی پھر دروازے کی طرف رخ کرکے بولی۔ "نی سیما تو باہر کیوں کھڑی ہے لا نوید کو
پھر چائے بنادو۔"

در آگئی نوید کو بینش کے حوالے کیا اور پھر واپس چلی گئی۔ امتیاز نے اب خود کو سنبھال
نے کہا۔

نے بلاوجہ چائے کی تکلیف کی۔"

تو ہم کھانے کی تکلیف بھی کریں گے اور آپ کو کھانے کے بغیر نہیں جانے دیں
مت ہو بھیا جی ساری غلط فہمیاں تھیں۔ بڑی غلطیاں ہوئی ہیں ہم سے ہم تو دعائیں
تھے کہ آپ ایک بار اور مل جاؤ تو ہم آپ سے معافی مانگیں۔"

پ کی غلط فہمیاں دور ہوگئی..........؟"

ب بھی نہ ہوتیں۔ اب تو بہت کچھ ہوچکا ہے آپ کو معلوم بھی نہ ہوگا محمود نے پچھلی
لکھا تھا پڑھا تو ہمیں بڑا ہی افسوس ہوا کہ ہائے یہ کیا ہوگیا۔"

ہے۔" امتیاز نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

آرام سے بیٹھو.......... ایک منٹ میں آئی۔" بینش نے کہا اور بچے کے ساتھ باہر
متیاز اب مطمئن ہوگیا تھا اطمینان ہونے کے بعد اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی
ں کے بارے میں سوچتا اور مسکراتا رہا۔ سیما اب اس کے قریب ہے بہت قریب ان
اب شناسائی کا رشتہ ہے۔

ے کے بعد دونوں آگئیں.......... ٹرے میں چائے کے ساتھ بسکٹ اور انڈوں کا حلوہ
یاز نے کہا۔ "بڑی تکلیف کی آپ لوگوں نے.........."

بھیا جی.......... لو کھاؤ.......... بڑی خوشی ہے ہمیں کہ آپ ہماری بات کا برا مانے
گئے ورنہ ہمیں افسوس ہی رہتا۔ آپ بھی محمود کے ساتھ ہی کام کرتے ہو۔"

.... ہاں.......... یہی سمجھ لیں۔"

ی اطمینان کی ہے۔"

[illegible]"

د خوش ہے طبیعت ٹھیک ہے' کراچی میں تو موسم بہت خراب رہتا ہے۔"
محمود تندرست ہے۔ آرام سے ہے۔"

"آپ کی دوستی لاہور میں بھی تھی؟"
"جی ہاں۔ ہم دونوں یہاں بھی ملتے رہتے تھے۔"
"کبھی گھر ہی نہ آئے ہمیں کیا معلوم تھا۔"
"شکر ہے گھر نہیں آیا......... ورنہ........." امتیاز نے کہا اور ہنسنے لگا۔
"ہائے شرمندہ مت کرو......... ہمیں کیا معلوم تھا کہ پاگل تم نہیں ہو ہم دونوں
جی......... اس دن بغیر جوتوں کے ہمارے پیچھے کیوں بھاگے تھے۔" بینش نے کہا اور
اس بار سیما بھی ہنس پڑی تھی اور اس نے منہ پر ہاتھ رکھ لئے تھے۔
"موچی جوتا مرمت کر رہا تھا۔" امتیاز نے کہا۔
"حلیہ بھی بڑا خراب تھا تمہارا۔"
"ہوگیا تھا بھابی جی حالات ہی ایسے تھے۔"
"ہمیں سب کچھ معلوم ہوچکا ہے آپ کو تو پتہ بھی نہیں ہوگا ہم آپ کے گھر بھی
روبینہ اور شانو سے بھی مل لئے اماں جی سے ملاقات ہوگئی۔"
"کیا.........؟" امتیاز اچھل پڑا۔
"ہاں بھیاجی ہمارے ستارے مل گئے ہیں آپ بار بار ملتے رہے اور ہم آپ
بھاگتے رہے پر اللہ کا کرنا کچھ اور تھا وہ بھی ہمیں ملاتا ہی رہا۔"
"لیکن ان لوگوں سے آپ........."
"بتاتی ہوں یہ بسکٹ لو۔" بینش نے کہا اور پھر اس نے روبینہ سے ملاقات اور گھر
میں سب کچھ بتایا پھر بولی۔ "ہم نے آپ کی فوٹو دیکھ لی مگر ہم نے روبینہ کو یہ بات نہیں
مانتی بے چاری کہ ہم اس کے بھائی کو........."
"کمال ہے اب تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب ستاروں کا کھیل ہے۔ محمود بالکل
ہے اس لفافے میں اس نے آپ کے لئے کچھ رقم بھیجی ہے آپ اسے سنبھال لیں اور
بتائیں۔"
"وہ بھی بتادیں گے مگر آپ کھانا کھائے بغیر نہیں جاؤ گے یہ ہم نے کہہ دیا ہے۔"
"پھر کبھی بھابی جی۔"
"نہیں آج......... دیکھو بھیاجی انکار نہ کرو......... ہمیں افسوس ہوگا۔" بینش
نے کہا۔
"آپ کی مرضی ہے۔" امتیاز کا دل خود بھی ابھی جانے کو نہیں چاہ رہا تھا اسے گمان
تھا کہ سیما سے اس قدر قربت حاصل ہو جائے گی۔ بینش نے اٹھتے ہوئے کہا۔
"سیما تم بھیاجی سے باتیں کرو میں باورچی خانے جاتی ہوں آرام سے بیٹھو بھیاجی
باتیں کرو۔" بینش باہر نکل گئی سیما کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔
"میرا نام امتیاز ہے۔" امتیاز مسکرا کر بولا۔

"مجھے معلوم ہے۔" سیما آہستہ سے بولی۔
"اور میں پاگل نہیں ہوں۔"
"سوری امتیاز صاحب۔" سیما شرمندہ لہجے میں بولی امتیاز ہنس پڑا پھر بولا۔ "نہیں سوری کی
نہیں اسے ایک دلچسپ اور یادگار واقعہ کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح کی ملاقاتیں ہمیشہ یاد رہتی
میرا نام کیسے معلوم ہوا آپ لوگوں کو........."
"آپ نے اس دن کالج کے اسٹاپ پر بتایا تھا اور بعد میں روبینہ نے بھی بتایا تھا۔"
"میرا نام یاد رہا آپ کو.........؟"
"جی ہاں۔"
"اس دن میرے کہنے پر یقین نہیں آیا تھا۔"
"آیا تھا۔" سیما نے کہا۔
"اس کے باوجود گھر سے بھگا دیا گیا۔"
"دروازہ میں نے کب کھولا تھا۔"
"اوہ......... ہاں......... آپ نے بھابی کو اس ملاقات کے بارے میں نہیں بتایا تھا جو بس
پر ہوئی تھی۔"
"نہیں۔"
"کیوں.........؟"
"بس......... نہیں بتایا تھا۔"
"آپ کالج جارہی ہیں۔"
"نہیں فائنل دے چکی ہوں۔"
"محمود کے جانے کے بعد کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی.........؟" امتیاز نے پوچھا اور
.... خاموش ہوگئی......... اس نے خود بتانا مناسب نہ سمجھا اور ذہانت سے بولی۔
"بھیا کے جانے کے بعد ہمارے سروں پر کوئی نہ رہا......... بھیا ملک سے باہر ہیں سب
بڑی تکلیف تو یہی ہے کہ بھیا اس طرح چلے گئے۔"
"ہاں......... محمود نے مجھے سب کچھ بتایا ہے ہم بڑے اچھے دوست ہیں جی وہ بے چارہ
ول کے جال میں پھنس گیا لیکن اب سب ٹھیک ہے۔ سوائے اس کے وہ طویل عرصہ تک
نہیں آسکتا لیکن آپ لوگ فکر نہ کریں میں بھی آتا جاتا رہوں گا۔ آپ غزل کو جانتی
........."
"جی.........!" سیما نے کہا۔
"ان سے ملاقات ہوتی ہے۔"
"ہاں ہم اسپتال جاتے ہیں۔"
"ان کی خیریت بتایئے مجھے محمود کو بتانا ہے۔"

"ڈاکٹر سہیل اس کا علاج کر رہے ہیں لیکن وہ اسے اسپتال سے چھٹی دینے کو تیار نہ

باہر سے بینش نے آواز دی اور سیما اجازت لے کر باہر چلی گئی امتیاز سحر میں گرفتار، یہاں اس طرح پذیرائی ہوگی سیما اتنی اپنائیت سے باتیں کرے گی اسے امید نہیں تھی۔ سینکڑوں کنول کھل گئے تھے۔

باہر باورچی خانے سے بینش نے کہا۔ "ذرا دیکھ لو سیما جلدی جلدی میں یہی ہو سکا ہے چڑھا دیئے ہیں مرغی رکھی ہوئی ہے سالن بنالوں گی میٹھے میں کیا کروں کچھ با لاؤں۔"

"سویاں رکھی ہوئی ہیں بھابی.......... وہی بنائے لیتے ہیں۔"

"ہاں یہ ٹھیک ہے ہائے کیسا پیارا لڑکا ہے سیدھا سادا شریف ہم اسے کیا سمجھتے رہے۔

"پاگل..........!" سیما ہنس پڑی۔

"ہم دونوں ہی پاگل ہوگئے تھے تجھ سے کیا باتیں کر رہا تھا۔"

"محمود بھیا کی.......... غزل کے بارے میں پوچھ رہا تھا بھائی جی نے ہی اسے بتایا ہوگا"

"تو اور کیا.......... گہرا دوست معلوم ہوتا ہے۔"

"وہ بھائی جی.......... پوچھ رہا تھا کہ ہمیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔ بھابی کیا میں ا بتادیتی۔"

"ایں.......... بینش سوچ میں ڈوب گئی پھر بولی۔ "بتایا تو نہیں تو نے ....؟"

"نہیں۔"

"بتانا بھی نہیں ہے پریشان ہو جائے گا آ بھی نہیں سکتا بلاوجہ سوچتا رہے گا۔ نہیں ٹھیک ہے۔"

دونوں نے کھانا تیار کیا پھر کھانا لگایا جا رہا تھا کہ باہر دستک سنائی دی سیما دروازہ کھولنے تھی واپس آئی تو ملک ستار تھا اور سیما کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔

"**نو پینز نو گینز** .... کمال ہے اتنی اچھی خوشبوئیں اڑ رہی ہیں اور ہم مو یہ اتنا عمدہ کھانا ہمارے بغیر کھایا جائے گا.......... یہ کون ہیں۔"

"امتیاز بھائی جی ہیں۔" بینش نے کہا پھر جلدی سے بولی۔ "میرے چاچا کے بیٹے ہیں۔"

"بڑی خوشی ہوئی مسٹر امتیاز.......... ہمیں ملک ستار کہتے ہیں۔ "ملک ستار نے ہاتھ ہوئے کہا امتیاز کے ذہن کو جھٹکا لگا تھا ملک ستار کے بارے میں محمود نے کچھ اور ہی بتایا بہت بڑا آدمی تھا اور اسی کی وجہ سے امتیاز کو دربدر ہونا پڑا تھا اتنا بڑا آدمی اس طرح بے محمود کے گھر آتا جاتا ہے.......... تاہم اس نے بینش کے ان الفاظ کو ذہن میں رکھا جن نے امتیاز کو اپنے چاچا کا بیٹا کہا تھا اس کی وجہ ہوگی۔

"آپ لوگ خیریت سے ہیں نا کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔"

ں ملک جی آپ کی مہربانی ہے۔"

پھر ہم چلتے ہیں غلط وقت آگئے دوبارہ آئیں گے سیما کے لئے بات کرنی ہے۔"

نا کھا کر جایئے ملک جی.......... تیار ہے۔"

ے وہ مذاق کر رہے تھے کھانا کھا لیا ہے ہم نے اچھا کوئی خاص بات ہو تو فون کر

ک ستار چلا گیا بینش نے خود ہی بتایا۔ "محمود نے آپ کو اس کے بارے میں بتایا ہوگا بھیا ... ہمارا خیال رکھتا ہے وقت بے وقت آجاتا ہے سیما کے لئے کہہ رہا تھا کہ وہ اس کے ... نوکری کرے۔"

ں.......... کیا نوکری کی ضرورت ہے؟"

کل نہیں بس وہ کچھ زبردستی کے ہمدرد ہوتے ہیں۔"

اڑ میں جائے یہ اور اس کی ہمدردی میں تو خاک ڈالنے بھی نہیں جاؤں گی اس کے پاس۔"

ں میرا خیال ہے کہ محمود بھی اسے پسند نہیں کرے گا ایسا آپ لوگ بالکل نہ کریں۔ ر حفاظت سے رہیں۔" امتیاز نے کہا۔ کھانا ختم ہوا تو امتیاز اجازت لے کر مسکراتا ہوا بولا بس یہ خوشی ہے کہ مجھ پر سے پاگل پن کی چھاپ ہٹ گئی لیکن اب بھابی آپ پر ایک گئی ہے وہ یہ کہ آپ کو بھی میرے گھر آنا پڑے گا اماں اور بہنوں کو یہاں لے کر آؤں گا پ کو دعوت دیں گی۔"

رے بھیاجی جب حکم دو گے آجائیں گے ویسے روبینہ نے کہا تھا کہ جب اس کے بھائی جی گے تو وہ ہمارے ہاں آئے گی۔"

یں اسے لاؤں گا۔" امتیاز نے کہا اور ان سے رخصت ہوگیا۔

☆ .... ☆ .... ☆

مت بی بی بری طرح سسکتی ہوئی گھر میں داخل ہوئی تھی حریم خاموش تھی اور غلام حسین ہوئے تھے۔ جمال حسین کے دوست تو چلے گئے تھے۔ محلے والے گھروں کے دروازوں پر یکھنے کے انتظار میں کھڑے ہوئے تھے۔ پھر وہ دیر تک انتظار کرتے رہے کہ گھر والوں کے کے بعد دلہن آئے گی لیکن دلہن کہاں تھی غلام حسین تو آتے ہی باتھ روم میں جا بیٹھے رحمت بی بی اپنے کمرے میں گھسی رو رہی تھی۔ بہرحال محلے داروں سے نہ رہا گیا خیریت آگئے۔ آخر ہوا کیا ہے کچھ پتہ تو چلے۔ غلام حسین کب تک باتھ روم میں بیٹھ سکتے تھے باہر ا

بھائی غلام حسین خیر تو ہے رخصتی نہیں ہوئی؟"

"ہوگئی.......... وہ لڑکی والے بہت ماڈرن ہیں لڑکا لڑکی اپنی کوٹھی میں ہی رات گزاریں

گے۔"

"اور تم لوگ لڑکے کو رخصت کر آئے۔"

"او ہاں بھئی کر آئے آپ لوگوں کو کوئی تکلیف ہے۔" غلام حسین نے کہا۔

"نہیں ہمیں کیا تکلیف ہوگی.......... مگر غلام حسین تم نے ایک انوکھی شادی کی
عرصے سے محلے میں رہ رہے ہو پہلے تو کبھی ایسی شادی نہیں ہوئی ہمارے محلے میں۔"

"کمال کرتے ہو یار.......... او میری مرضی ' جیسے چاہا کیا تم لوگوں سے کوئی ادھار تو
میں نے.......... جاؤ بھائی کام کرو..........!" مگر کوئی ایک محلے دار ہوتا تو آرام کرتا ہر د
کے بعد دروازہ بجتا رہا اور غلام حسین ایک ایک کو جواب دیتے رہے آدھی رات کے بعد یہ سل
ہوا تھا غلام حسین کو خود ہی رحمت بی بی کا خیال آیا اور وہ اس کے کمرے میں پہنچ گئے۔

"او تم نے کیا حال کرلیا ہے اپنا او میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں او خدا کی بند
کرکے مجھ سے بات کرو۔"

"مجھ سے ہی بات کرو گے کسی اور کے سامنے زبان بند رہی ' میں کہتی ہوں یہ شاد
ہے۔"

"بابو ارشاد نے بغل میں چھری ماری ہے اچانک وار کیا ہے اس نے مجھے کوئی پہلے یہ

"ساری باتیں طے ہوگئی تھیں یہ پتہ نہیں چلا تھا تمہیں۔" رحمت بی بی نے روتے
کہا۔

"او قسم لے لو بھائی مجھے بالکل پتہ نہیں تھا مگر اس بے غیرت کو تو بولنا چاہئے تھا وہ
کرسکتا تھا۔"

"مجھے کیا پتہ ' تم باپ بیٹے ہی کھچڑی پکاتے رہے تھے۔ ہم تو کم عقل عورتیں ہیں ار
تو اس منہ جلی کے لچھن پہلے ہی نظر آگئے تھے جو کچھ کیا تم نے کیا ہے غلام حسین..........
تم ہی سنبھالو.......... خبردار اگر مجھ سے اس بارے میں کوئی بات کی۔"

"او ہاں بھئی ' میں ہی سنبھالوں گا کچھ سوچنے تو دو۔"

"ہائے ہائے مجھے تو کل دن سے ڈر لگ رہا ہے سارا محلہ دلہن دیکھنے آئے گا کیا جواب
گی انہیں۔ غلام حسین مجھے تو صبح ہونے سے پہلے یہاں سے نکال دو۔"

"نہیں رحمت.......... مشکل وقت میں مجھے چھوڑ کر چلی جاؤ گی.......... حالات کا مقابل
ہے بھئی ' ایسی باتیں مت کرو.......... حریم کیا کر رہی ہے۔"

"میں نہیں جانتی۔"

"بلاؤ اسے ' سر جوڑ کر بیٹھو سوچو.......... یہ تو بڑی مشکل ہوگئی ہے کوئی ایک فیصلہ کر
ہیں۔" غلام حسین کے خود اوسان خطا تھے باقی باتیں تو بعد کی تھیں پہلے تو واقعی محلے وال
جواب دینا تھا رحمت بی بی کو سمجھا کر وہ حریم کے کمرے کی طرف چل پڑے۔ دروازہ کھلا

آواز دی اور اندر.......... داخل ہوگئے حریم رو رہی تھی۔ غلام حسین چور سے بن کر
ہوگئے حریم نے آنسو پونچھ کر کہا۔
مجھ سے کوئی کام ہے اباجی..........؟"

ہاں بیٹا۔"
بتایئے۔"
میرے ساتھ آؤ۔" غلام حسین نے کہا حریم بیساکھی سنبھال کر دوسرے کمرے میں آگئی
مسلسل سسک رہی تھی۔ "ارے چپ ہو جاؤ خدا کے لئے آگے کی سوچنا ہے۔ حریم
بی بی
ماں کو سمجھاؤ۔"
میں سمجھاؤں اباجی آپ سے زیادہ سمجھدار ہوں میں' سب کو سمجھانے کا کام تو آج تک
کرتے رہے ہیں۔" حریم نے کہا۔
لو یہ بھی الٹی ہی شروع ہوگئی ارے بھائی ساری غلطی میری ہی چلو مان لیا جوتے اٹھاؤ اور
مار لو گن کر.......... اب کیا کروں سر پھوڑ لوں اپنا۔ ارے کچھ کرو خدا کے لئے ' کچھ
.... تھوڑا موقع مل جانے دو.......... پھر دیکھ لوں گا سب کو .... بتاؤ کیا
.... بابو ارشاد نے اچانک وار کیا ہے بس اس وار سے سنبھلنا ہے بعد میں تو اسے ایسا
ناچ نچاؤں گا کہ یاد رکھے گا۔ بس یہ وقت نکالنا ہے اس کے بعد وہ دو ہاتھ کروں گا بابو ارشاد
سوچ کل محلے والوں سے کیا کہیں گے کہ بہو بیٹا کہاں گئے۔"
انک حریک کی ہنسی چھوٹ گئی اور غلام حسین چونک پڑے.......... پھر بولے ۔"
.... اڑاؤ مذاق اڑاؤ مجھ گدھے کا۔ ہنسو.......... خوب ہنسو.......... ارے کیا کروں کچھ
مجھے۔"

بتاؤں اباجی.........." حریم بولی۔
بتاؤ.......... خدا کے لئے بتاؤ۔"
"وضو کریں.......... جائے نماز بچھائیں اور توبہ کرنے بیٹھ جائیں ہوسکتا ہے اللہ آپ کے
ش دے۔ جو جگہ آپ نے نورین کو دی ہے وہ روبینہ کی تھی۔ یہ نہ سمجھیں کہ اس کے
اپنی بات کروں گی۔ میری معذور زندگی کا بوجھ امتیاز پر کبھی نہ پڑتا یہ فیصلہ میں نے بہت
رلیا تھا لیکن چوہدری نواز چاچا' آپ کے دوست تھے ان کے جانے کے بعد تو آپ کو روبینہ
پر ضرور ہاتھ رکھنا چاہئے تھا۔ مگر آپ نے ایک یتیم بچی کا سہاگ چھین لیا۔ اس کے بدلے
لی نہ جانے آپ سے کیا کیا چھنے گا۔ ابھی تو بس عزت جارہی ہے۔"
ھو تو نے تو دس کی بجائے بیس جوتے مار لئے میرے۔ ٹھیک ہے سب چولہے میں
سب بھاڑ میں جاؤ.......... دیکھ لوں گا ایک ایک کو.......... بتادوں گا کہ اولاد خراب
ماں کیا کروں۔"
مگر تو وہ ٹھیک ہی رہی ہے غلام حسین.......... مگر اب کیا ہوسکتا ہے حریم بیٹا ....

ایسی باتیں نہ کر.......... ہمیں جینا ہے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔" رحمت بی بی نے کہا۔
"تو پھر اتنی پریشانی کی کیا بات ہے کوئی دلہن دیکھنے آئے تو صاف صاف بتادیں کہ
رخصت ہو کر اپنی نئی کوٹھی میں گئے ہیں یہ بات پہلے سے طے تھی کچھ عرصہ کے بعد ہم
وہیں چلے جائیں گے بعد میں تو اباجی سب ٹھیک کر ہی لیں گے ...." حریم بولی۔
لہجے میں طنز تھا مگر غلام حسین اچھل پڑے.......... وہ حریم کو گھورنے لگے تھے۔
"او کہتی تو یہ ٹھیک ہے، بات سنبھالنے کے لئے یہ کہا جاسکتا ہے او واقعی سیدھی
ہمارے گھر کا معاملہ ہے ہم جانیں.......... ٹھیک ہے اسے کہتے ہیں ایک سے دو جمع ہو
اللہ تیرا بھلا کرے حریم.......... جیسے بھی کہی کام کی بات کہی ہے۔
رات آنکھوں میں گزر گئی دن نکل آیا دروازے پر پہلی دستک ہوئی تو غلام حسین
سنبھالا۔ منہ پر پانی کا چھینٹا مارا.......... رومال سے صاف کیا اور دروازے پر پہنچ گئے۔
دروازہ کھولا تو سامنے جمال حسین کھڑا نظر آیا تھا۔

☆ .... ☆ .... ☆

بینش کے لئے یہ صرف ایک دلچسپ واقعہ تھا لیکن یہ رات سیما کے لئے بڑی سحرانگ
ستارے بھی عجیب ہوتے ہیں جنہیں ملانا ہوتا ہے اسے گھیر گھار کے قریب لے ہی آتے ہیں
بڑا خوف تھا کہ کہیں امتیاز اپنی بے عزتی سے دلبرداشتہ ہو کر دوبارہ ادھر کا رخ ہی نہ کرے
وہ روبینہ کا بھائی نکلا تھا۔ راستہ وہیں سے بن گیا تھا پھر وہ محمود کا دوست بھی تھا اگر وہ
بینش کو دوبارہ روبینہ کے گھر جانے پر آمادہ کرے گی اور روبینہ سے بات کرے گی لیکن
ساتھ دیا تھا وہ نہ صرف آگیا تھا بلکہ اس نے اتنی اپنائیت سے باتیں کی تھیں کہ دل مرز
تھا۔

دوسرے دن بھی وہ بہت خوش رہی تھی اور انتظار کرتی رہی تھی کہ شاید وہ آجائے۔
تیسرے دن پوری ہوگئی تھی صبح نو بجے ہی امتیاز ماں اور دونوں بہنوں کے ساتھ پہنچ گیا تھا
روبینہ تو بینش اور سیما سے لپٹ ہی گئی.......... "ہائے سیما.......... ہمیں تو پتہ ہی
کہ ہمارے بھائی آپس میں دوست ہیں۔ اب تو ہمارے راستے ہی کھل گئے" زبیدہ بولی۔
"ہمارا بھی کون ہے۔ لے دے کر بس محلہ ہے بچیاں تو تمہیں یاد کر کے مری جاتی
نے ایسے ملا دیا۔ بڑی خوشی ہے ہمیں اب آنا جانا رہے گا۔"
"کیوں نہیں چاچی جی ہمیں بھی ایک گھر مل گیا ہے ہم بھی ایسے میں اکیلے ہیں۔"
کہا۔

"تو پھر آج شام کو تم ہمارے گھر آرہی ہو.......... ہم دعوت دینے آئے ہیں۔"
"ارے نہیں چاچی جی.......... یہ گھر بھی تو آپ کا ہی ہے آج تو میں رات کو جا

...........؟" بینش بولی۔
نہیں بیٹی.......... رات کا کھانا تم تو ہمارے ساتھ کھاؤ گی ہم نے انتظام کرلیا ہے۔ امتیاز دو
میں چلا جائے گا یہ اس کی خوشی ہے آج ہماری مان لو اس کے بعد تم ہم آتے جاتے
.... تھوڑی سی رد و قدح کے بعد بات طے ہوگئی کہ ان دونوں کو ہی امتیاز کے گھر

میں شام چار بجے آپ لوگوں کو ٹیکسی میں لے جاؤں گا۔" امتیاز نے کہا۔
نہیں بھیاجی ہم خود آجائیں گے پھر ہمارے گھروں کا فاصلہ بھی زیادہ نہیں ہے۔" بینش نے
ں کو چائے وغیرہ پلا کر بھیجا تھا اور پھر دیر تک وہ ان کے بارے میں باتیں کرتی رہی تھیں۔
ن کو دو بجے اچانک ملک ستار پہنچ گیا۔ دستک پر سیما نے دروازہ کھولا تھا اس نے نہ جانے
ال کے ساتھ پرشوق نگاہوں سے دیکھا تھا اور ملک ستار کو دیکھ کر سہم گئی تھی۔
شام کو الحمرا میں ایک پروگرام ہے آپ لوگوں کو بھی چلنا ہے بھابی جی۔"
نہیں نہیں بھائی جی اول تو ہم محمود کے بغیر ایسے کسی پروگرام میں جا نہیں سکتے دوسرے
ہماری ایک رشتے دار کے ہاں دعوت ہے۔"
ستار چڑ گیا۔ "کس رشتے دار کے ہاں دعوت ہے یہ اچانک آپ کے اتنے رشتے دار کہاں
پڑے جب آپ پر مصیبت پڑتی ہے تو کوئی رشتے دار نہیں آتا اب خوب دعوتیں دی
ہیں دعوتیں کھائی جا رہی ہیں اور یہ کیا کہا آپ نے کہ آپ محمود کے بغیر کہیں نہیں
کیا یہ عجیب بات نہیں بھابی جی.......... آپ کے لئے سارے دکھ میں اٹھا رہا ہوں غنڈوں
ور پولیس سے بچا رہا ہوں آپ کو.......... اور آپ ابھی تک مجھے اپنا ماننے کو تیار نہیں

وہ تو ٹھیک ہے بھائی جی مگر.........."
نہیں بھابی جی.......... یہ تو چالاکی ہے اور اب مجھے بھی سوچنا پڑے گا میں نے نقصان
کے باوجود محمود کی مدد کی.......... پھر اس کے پیچھے صرف دوستی کے نام پر آپ لوگوں کا
رکھا میں اگر آپ پر سے ہاتھ ہٹالوں تو پولیس آپ لوگوں کو جیل میں بند کردے اور پوچھے
د محمود کہاں ہے۔ میں اگر پیچھے ہٹ جاؤں تو بھولا جیسے غنڈے آپ کے گھر میں گھس
"

"ہماری سنیں تو بھائی جی.........."
"نہیں بھابی جی.......... میں چلتا ہوں آپ لوگ دو چار دن میں فیصلہ کرلیں سیما میرے پاس
ے گی۔ آپ لوگ مجھے اپنے گھر کا فرد مانیں گی تو ٹھیک ہے ورنہ .... پھر آپ جانیں
اللہ.........." ملک ستار چلا گیا.......... سیما رونے لگی تھی۔
"اب کیا ہوگا بھابی جی۔"
"خدا اسے غارت کرے ساری خوشی خاک میں ملا گیا۔"

"میری مانو بھابی محمود بھیا سے ساری بات کہلوادو.......... وہ واپس آکر کچھ کریں گ
جانے والے ہیں انہیں سب کچھ بتادو۔"

"نہیں سیما.......... وہ خود اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھا ہے ایک تو پولیس اس کی تاک م
دوسرے یہ کمبخت مارا.......... جو کچھ ہے تمہیں معلوم ہے محمود جوش میں آجائے گا ا
کرے اس کی جان پر بنے ہم خود بھگتیں گے سیما.......... ابھی زبان نہ کھولنا۔"

سیما خاموش ہوگئی۔ چار بجے گھر سے نکل آئیں دل میں جو سرور تھا وہ بجھ گیا تھا لیکن
خوشی کے ساتھ امتیاز کے گھر پہنچیں یہاں ایک ایک فرد ان کے استقبال کے لئے تیار تھا
بے حد خوش نظر آرہا تھا.......... روبینہ اور شانو تو پاگل ہوئی جارہی تھیں۔ چائے کا دور چلا
نے امتیاز سے کہا۔

"آپ کراچی کب جا رہے ہو بھیاجی..........؟"

"بس دو تین روز میں۔"

"محمود سے کہنا ہمیں فون تو کرے بتائے کہ وہ کب آئے گا۔"

"میں ضرور کہہ دوں گا بلکہ آپ کو فون کراؤں گا۔" امتیاز نے کہا' دونوں کے دلوں
تھا لیکن اس ماحول نے اس اپنائیت نے کافی سنبھال لیا تھا۔ رات کا کھانا کھایا گیا پھر بینش
اجازت مانگ لی.......... امتیاز ٹیکسی لینے نکل گیا۔ ٹیکسی لاکر اس نے کہا کہ وہ انہیں خود چھ
اسی ٹیکسی سے واپس آجائے گا۔ بینش نے منع بھی کیا لیکن زبیدہ نے کہا کہ رات کا وقت ہ
حرج نہیں ہے۔ امتیاز نے انہیں گھر کے دروازے پر خدا حافظ کہا اور اسی ٹیکسی سے واپ
گیا۔ دونوں پر خوشی اور پریشانی کی ملی جلی کیفیت طاری تھی۔ ملک ستار نے انہیں وحشت زدہ
تھا آئے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ فون کی گھنٹی بجی فون بینش نے اٹھایا تھا۔

"یہ محمود صاحب کا گھر ہے۔"

"ہاں آپ کون ہیں..........؟"

"میں ڈاکٹر جاوید بول رہا ہوں ڈاکٹر سہیل آپ کو چار بجے سے فون کررہے ہیں ----
آپ لوگ شاید گھر پر نہیں تھے۔"

"کیا بات ہے ڈاکٹر صاحب۔"

"جتنی جلدی آسکتی ہیں آجائیں' غزل کی حالت بہت خراب ہے۔.......... اچھا
حافظ۔" فون بند ہوگیا.......... بینش کے حلق سے چیخ نکل گئی .... اور سیما جو دو
کمرے میں تھی سراسیمہ ہو کر اس طرف بھاگی..........

بینش ریسور ہاتھ میں لئے ہکا بکا کھڑی تھی۔ سیما.......... خوفزدہ لہجے میں بولی۔ "کیا ہوا
کیا ہوگیا۔ کیا.......... بات ہے؟"

"سیما جلدی کرو.......... نوید کو لے آؤ۔ اسپتال جانا ہے۔" بینش نے رندھی ہوئی
میں کہا اور کانپتے ہاتھوں سے ریسیور رکھ دیا۔ فون کے پاس سے ہٹتے ہوئے اس کے قدم لڑ

خراب ہو رہی ہے بھابی زیادہ طبیعت خراب ہو رہی ہے کیا۔"
یعت خراب ہو رہی ہے بھابی زیادہ طبیعت خراب ہو رہی ہے کیا۔"
بلدی کرو سیما.......... ہمیں جلدی چلنا ہے کہیں کچھ ہو نہ جائے اللہ خیر کرے۔" بینش
ور سیما اپنے کمرے کی طرف دوڑ پڑی۔ نوید کو گود میں اٹھایا' پرس لیا اور بینش کے پاس
ے باہر نکلتے ہوئے سیما متوحش لہجے میں بولی۔
بھابی خدا کے لئے کچھ تو بتایئے کیسی طبیعت ہے.......... کیا محسوس کر رہی ہیں کہیں درد
؟"
میں ٹھیک ہوں سیما.......... ڈاکٹر سہیل کے اسپتال سے فون آیا تھا وہ چار بجے سے ہمیں
رہے ہیں غزل کی طبیعت زیادہ بگڑ گئی ہے۔"
سیما خاموش رہ گئی۔ غزل بھی اب غیر نہیں رہی تھی۔ وہ محمود کی محبت تھی اور محمود نے
ے واری سونپی تھی ٹیکسی مل گئی اور دونوں اسپتال چل پڑیں۔ راستے بھر مکمل خاموشی
ں۔ دونوں کچھ کہتے ہوئے ڈر رہی تھیں۔ خدا خدا کرکے سفر طے ہوا ایسے مواقع پر راستے
یل ہو جاتے ہیں۔ ٹیکسی سے اتر کر اسپتال میں داخل ہوگئیں۔ وہاں کے معمولات جاری
دونوں گرتی پڑتی غزل کے کمرے میں پہنچیں دھڑکتے دل سے دروازہ کھولا.......... اندر
رس بیٹھی ہوئی تھی۔ غزل بستر پر موجود تھی لیکن اس کا چہرہ سفید چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔
یما اور بینش کے دل ایک لمحے کے لئے بند ہوگئے نرس انہیں پہنچانتی تھی اٹھتی ہوئی بولی۔
ساڑھے آٹھ بجے ہوا ہے آپ لوگوں کا انتظار کیا جا رہا تھا۔"
دونوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دھارے پھوٹ اٹھے۔ سیما دوڑ کر غزل کے بستر پر پہنچ
ں نے غزل کا چہرہ کھول دیا دلکش چہرہ ' تھکا تھکا سا ' جیسے زندگی کی مشقت سے نجات پاکر
ملا ہو۔ سیما پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی.......... "ہائے غزل.......... تم تو کچھ کہے بغیر ہی
ئیں۔" بینش بھی پاس آکھڑی ہوئی اور آنسو بہانے لگی .... نرس باہر نکل گئی تھی کچھ
دن کے بعد ڈاکٹر سہیل اسی نرس کے ساتھ اندر داخل ہوا اس کے چہرے پر بھی شدید
ل طاری تھی۔
"یہ ہونا تھا مس سیما' بینش بھابی.......... جلد یا کچھ دن کے بعد یہ ہونا ہی تھا لیکن آپ
ا کو دوہرا صدمہ برداشت کرنا ہے میں سمجھتا ہوں یہ بہتر ہی ہوا۔ خدا کسی کو اس کی قوت
ت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ امینہ بیگم بھی اس دنیا میں نہیں رہیں۔"
"کیا..........؟" بینش وحشت زدہ لہجے میں بولی۔
"غزل کی حالت ساڑھے تین بجے تک بہتر تھی چار بجے اچانک اس کی کیفیت بگڑنے لگی
انے مجھے اطلاع دی تو میں نے فوراً معائنہ کیا.......... مقدور بھر کوشش بھی کی آپ کو چار
ے کے بعد سے مسلسل فون کرتا رہا.......... لیکن آپ کا فون کسی نے نہ اٹھایا..........
ے آٹھ بجے ان کا انتقال ہوگیا امینہ بیگم یہاں سے اٹھنے کے لئے تیار نہیں ہوئیں۔ ہم نے

بہت کوشش کی لیکن وہ نہ اٹھیں۔ پھر غزل کا انتقال ہوگیا.......... وہ خاموشی سے
رہیں پھر چکرا کر بے ہوش ہوگئیں.......... اور .... اور ان کے دماغ کی کئی
گئیں ہم انہیں ہی آپریٹ کر رہے تھے دس منٹ قبل انہوں نے بھی دنیا چھوڑدی۔'
کی آواز بھر آئی۔

بینش اور سیما رد رہی تھی ڈاکٹر سہیل نے کہا۔ "اللہ کا کوئی کام مصلحت سے خا
اگر امینہ بیگم بچ جاتیں تو ایک چلتے پھرتے زخم کے سوا کچھ نہ ہوتیں .... بڑی کر
ہوتی ان کی۔ آپ خود سوچئے.......... ہاں یہ بتایئے محمود کو کسی طرح اطلاع دی جاسکت

"نہیں ڈاکٹر صاحب کوئی ذریعہ نہیں۔" بینش نے کہا۔

"افسوس.......... وہ غزل سے بہت محبت کرتا تھا' بہرحال آپ لوگ بھی تنہا
خیال ہے یہیں ان کی تدفین کا بندوبست کئے دیتے ہیں۔ میں جانتا ہوں ان کا کوئی نہیں
لوگ چاہیں تو یہاں بیٹھیں میں انتظام کرلوں۔"

"ڈاکٹر صاحب.......... امینہ بیگم..........؟" بینش بولی

"نہیں انہیں نہ دیکھیں تو بہتر ہے پلیز کوئی ضد نہ کریں نرس تم یہاں اس کے
ضرورتوں کا خیال رکھنا اوکے بھابی آپ اطمینان رکھیں سارا بندوبست ہو جائے گا۔" ڈاکٹ
نکل گیا۔

☆ .... ☆ .... ☆

غلام حسین کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ پیچھے ہٹتے ہوئے بولے۔ "آیئے آیئے
دنیا فتح کرلی آپ نے آیئے تشریف لایئے۔" جمال حسین برا سا منہ بنائے اندر داخل ہو
کے پاس بیٹھی ہوئی تھی سب کے چہرے اترے ہوئے تھے غلام حسین بھی پیچھے پیچھے آ

"بدبخت ' نمک حرام اس دن کے لئے پروان چڑھایا تھا تجھے یہ دن دیکھنا تھا ہمیں۔'

"اماں انہیں سمجھاؤ.......... ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔" جمال حسین چڑ کر بولا۔

"اوئے ہمیں سمجھائے گا تو.......... ہمیں او دو کوڑی کی عزت کردی تو نے .....
اب ہمیں ہی سمجھا رہا ہے۔ او سوٹا کدھر رکھا ہے حریم.......... ذرا یہ بیساکھی تو اد
غلام حسین جمال حسن کو گھورتے ہوئے بولے۔

"لڑو ضرور لڑو' باہر جاکے لڑو باپ بیٹے محلے داروں کو پتہ تو چلے کہ بیاہ ہوا ہے ا
ذر ہلہ گلہ تو ہو.......... ضرور لڑو۔" رحمت بی بی نے کہا۔

"اماں دیکھ لو.......... الٹا مجھ سے کہہ رہے ہیں مجھے بولنے دیا تھا کسی بات میں
کرنے دی تھی مجھے.......... بابو ارشاد نے سب کچھ ہی کہا تھا کوٹھی تک دکھادی تھی ک
جہیز دے رہے ہیں۔ انہوں نے پورا منصوبہ بنالیا تھا اور یہ بیٹھے چالیں سوچ رہے تھے

گے۔"
ے کیا دیکھ لیتے او تو اچھل کر بیٹھ گیا بیوی کی کار میں۔ اوز ہمیں دیکھنے کا موقع دیا تونے
سکتا تھا کار سے یہ سن کر کہ تم اکیلے وہاں جارہے ہو۔"
کے بندو.......... عزت کی فکر کرو ' بعد میں جو چاہے تم کرلینا روشنی پھوٹ رہی
ن دیکھنے آتے ہوں گے۔ او ان کے لئے سوچ کر رکھو.......... او کچھ تو عزت
ایک جوان لڑکی بھی کنواری بیٹھی ہے۔" رحمت بی بی نے سر پیٹتے ہوئے کہا۔
برا قصور بتادو۔" جمال حسین بے چارگی سے بولا۔
.... یہ بتا بہو کیا کہتی ہے ولیمے میں بھی آئے گی یا نہیں۔" رحمت بی بی بولی۔
ئے گی اماں بڑی مشکل سے تیار کیا ہے۔"
و' اپنا حلیہ درست کر.......... اللہ مالک ہے۔" جمال حسین اٹھ کر اندر چلا گیا۔
نے واقعی اندر آنا شروع کردیا جمال حسین نے مسکراتے ہوئے سب کا خیرمقدم کیا تھا۔
نے ہنس کر کہا۔ "رات کو ولیمے میں منہ دکھائی کرلینا.......... اصل میں بہو کی اماں
تھی کوٹھی بنواتے ہوئے کسی بزرگ کی بشارت ہوئی تھی میری سمدھن کو کہ بیٹی کی
سیدھا اس کی کوٹھی میں بھیجنا۔ اکلوتی ہے نا .... سمدھن نے میری منت کی تھی
کروں.......... اللہ بچوں کو خوش رکھے ہمیں کیا۔"
نے یہ بھی بشارت دی تھی کہ ساس سسر کو کوٹھی میں نہ آنے دینا ورنہ شگن
ئے گا۔" کسی منہ پھٹ نے کہہ دیا۔
مے کے انتظامات کیا تمہارے اماں باوا کرتے ہمیں یہاں جو کام کرنے ہیں ابھی شامیانے
ہوں گے' باورچی آتے ہوں گے سارا سامان اودھر پڑا ہے۔"
کے بعد تم لوگ بھی ادھر ہی چلے جاؤ گے۔"
کیا.......... جہاں ہمارا بیٹا وہاں ہم.........."
ٹھیک ہے۔"
عارضی طور پر بن گئی تھی حریم نے بھائی سے پوچھا بھابی نے کچھ کہا ہے؟"
نے بیڑا غرق کردیا ہے میرا.......... تم بتاؤ میرا کوئی قصور ہے کوئی میں نے کہا تھا کہ
ے میری شادی کردو.......... وہ امیر باپ کی بیٹی ہے ہر کام میں اپنی چلائے گی۔"
شامیانے لگ گئے دیگیں چڑھ گئیں غلام حسین بھی کچھ نہ کچھ کر ہی رہے تھے۔
ہوگئی مہمان آنے لگے جمال حسین بیوی کو لینے چلا گیا تھا۔ خاصی رات گئے آیا مہمان
انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جمال حسین اور نورین کے ساتھ بابو ارشاد اور بیگم صاحبہ
ن جدید تراش کے لباس میں ملبوس تھی۔ لوگ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔
ے کی دلہن ہے غلام حسین؟"
میں کیا کروں۔" غلام حسین جھلا کر بولے۔

"لڑکی والوں کی طرف سے اور لوگ نہیں آئے۔"
"او تمہیں کیا.......... زیادہ غم ہے تو جا کر بلا لاؤ۔" غلام حسین ایک ایک
تھے۔ البتہ جب مہمانوں کے ساتھ بابوارشاد بھی جانے لگے تو غلام حسین نے ان کی
"تم کہاں جا رہے ہو سمدھی جی، ابھی تو ہماری تمہاری بیٹھک باقی ہے۔"
"نہیں غلام حسین.......... تم جانتے ہو ہم اس ماحول کے عادی نہیں ہیں بگڑ رہی ہیں۔"
"اندر چلو ہم انہیں مفرح شربت پلائیں گے.......... آؤ۔" غلام حسین تقریباً
بابوارشاد کو اندر لے گئے تھے سب کے چہرے اتر گئے تھے حالانکہ دن میں بات ہوگئی
چار دن صبر کیا جائے حالات کا جائزہ لیا جائے لیکن اتنی ہی دیر میں جو کچھ ہو چکا تھا اس
حسین کو سب کچھ بھلا دیا تھا۔ نورین بھی منہ بناتی ہوئی اندر آگئی تھی۔ سب جمع ہوگئے۔
"شربت بنواؤں سمدھن جی؟" غلام حسین نے کہا۔
"یہ شربت کا وقت ہے غلام حسین بھائی۔ اور پھر ہم گھٹیا قسم کے مشروبات پینے
بیماریوں کی جراثیم ہوتے ہیں۔" بیگم ارشاد نے کہا۔
"اوئی بی نورین یہ دونوں تمہارے ہی اماں ابا ہیں.......... ذرا پوچھ کر بتاؤ ان
یہ تمہیں کسی عیسائی سے مانگ کر تو نہیں لے آئے تھے اور سمدھن جی آپ بھی اپنے
ایسے ہی دلہن بنی تھیں.......... ذرا یاد کر کے مجھے بتاؤ۔"
"آپ مجھ سے بات کریں انکل.......... وہ دوسرا دور تھا یہ دوسرا دور ہے اب
بے وقوف لڑکی کا نام نہیں ہوتا جسے نہ جانے کیسی کیسی مصیبتوں سے گزارا جاتا ہے۔
"انکل نہیں.......... باپ ہوں تمہارے خاوند کا ابا کہو مجھے ابا..........!"
"سوری انکل ابا میں صرف اپنے باپ کو کہتی ہوں۔"
"ماشاء اللہ بڑی کھلی زبان ہے بھئی.......... ہاں تو تم سے ذرا کھل کر بات ہو جا
"کیا بات ہے۔"
"کل تو میں دوسروں کی وجہ سے خاموش ہوگیا تھا آج بتاؤ تم میرے بیٹے کو رخ
لے گئے ہو۔"
"لڑکا اور لڑکی اپنے گھر گئے ہیں میں کہاں لے گیا ہوں۔"
"او ہم کہاں رہیں گے۔"
"اپنے گھر.......... اور کہاں۔" بابوارشاد بولے۔
"او زیادہ چالبازی مت کرو بابوارشاد.......... میرا نام غلام حسین ہے سمجھے۔"
"میں جانتا ہوں تمہارا نام غلام حسین ہے، پھر..........؟"
"میرا بیٹا جہاں رہے گا وہاں میں رہوں گا.......... اور میری بہو، بہو بن کر رہے
سن لو..........!"

.... جو کچھ کرنا چاہتے ہو کرو.......... میں کب منع کر رہا ہوں ویسے وہ کوٹھی
م ہے اس کی مرضی کے بغیر کسی کا اس گھر میں داخلہ قابل دست درازی پولیس بھی
م تو سمجھدار آدمی ہو غلام حسین۔"
رے بیٹے کا گھر ہے بابوارشاد.........."
ی قیمت پنتالیس لاکھ ہے غلام حسین کیا تمہارے بیٹے کے پاس اتنی قیمت کا گھر
بس اب مذاق ختم کرو، بڑی کٹھن ہے یہاں تم کھڑے کیا منہ دیکھ رہے ہو جمال حسین
ی ہے.........." بابوارشاد نے کہا اور سب اٹھ گئے۔
پوری بات کرو۔" غلام حسین دہاڑے۔
ہارے غلام نہیں ہیں غلام حسین آنکھ کی شرم ہے ورنہ تم سے زیادہ چیخ سکتا ہوں
میں سمجھتا ہوں تم کیا چاہتے ہو لیکن اس گھر میں رہنے کا خواب چھوڑ دو وہاں جو سامان
نے تمہیں اس کا استعمال بھی نہیں آتا ہوگا۔ چلو.........." بابوارشاد نے بیوی اور
ور سب باہر چل پڑے جمال حسین بھی ان کے ساتھ باہر نکل گیا تھا۔

☆ .... ☆ .... ☆

ن زمان پر تشویش نظروں سے فیروزخان کو دیکھ رہا تھا فیروزخان نے اسے پوری تفصیل
ہ دیر خاموش رہ کر ایس پی زمان بولا۔
.... میں تمہیں ایک بار پھر سوچنے کی دعوت دیتا ہوں۔"
نہیں سمجھتا۔"
کھیل بہت خطرناک ہے حالانکہ میں شرمندہ ہوں کہ جو کام تم کر رہے ہو وہ میرا ہے
کروں ان لوگوں کے گرد تحفظ کے ایسے حصار ہیں کہ ہم انہیں نہیں توڑ سکتے۔ ہم اپنی
زی لگا سکتے ہیں اپنے گھر اور بچوں کی جان کی بازی نہیں اور یہ ہوتا رہا ہے۔"
یہ بتاؤ زمان ہم نے یہ عہدے کیوں قبول کئے ہیں ہم سے ہماری دیانت داری کا حلف
جاتا ہے یہ حلف کیوں نہیں اٹھوایا جاتا کہ ہم وطن کے آئین اور قانون کے نہیں بلکہ
احب اقتدار لوگوں کے وفادار رہیں گے۔"
لم باتیں سچ ہیں لیکن افسوس سچ اس دور میں سب سے بے حقیقت چیز ہوگیا ہے۔"
زمان، برائی کے خلاف لڑنا ہی تو زندگی ہے اس مصلحت پسندی سے جینے سے کیا فائدہ
ہے کہ ملک ستار اور ملک جبار وطن دشمن ہیں وطن کو نقصان پہنچا رہے ہیں ہمارا
وطن سلامت رہے کیا ہم وطن کی سلامتی کے لئے جان کی بازی نہ لگائیں سرحدوں
خلاف سینہ تاننے والے.......... وطن کے تحفظ کے لئے گولیاں کھا کر شہید ہونے
رف تنخواہوں کے لئے مرتے ہیں۔ ہرگز نہیں زمان، وہ وطن کے لئے جیتے ہیں، وطن

کے لئے مرتے ہیں' وہ سرحدوں کے نگران ہیں اور ہم سرحدوں کے............ اندر کے
فرض سے اتنے پیچھے کیوں ہیں۔ وہ بھی گولیاں کھاتے ہیں ہمیں بھی کھانی چاہئیں......
وطن کے اندر ہو یا باہر دشمن ہی ہوتا ہے ہمت کرو زمان............ یہ ہمارا فرض ہے، ہم
ہیں دکان پر بیٹھے سودا بیچنے والے نہیں ہیں ان تمام امور کی ذمے داری ہے ہم پر۔
"وہ بدبخت ہر طرح کے سماجی اور اخلاقی جرائم کر رہا ہے محمود کو اپنے جرم میں م
اس نے فرار کرادیا ہے وہ چالاک نہیں تھا پھنس گیا............ اپنے پیچھے وہ بہن اور
چھوڑ گیا اور اب اوباش طبع ملک ستار اس کی کنواری بہن کو جال میں پھنسانے کے ل
ہتھکنڈے استعمال کر رہا ہے۔"
"کیا مطلب..........؟" زمان چونک کر بولا۔
"ہاں میرے دوست۔" فیروز خان نے کہا اور ڈولی کی زبانی سنی ہوئی پوری کہانی دہرا
"انہیں تحفظ دینا ضروری ہے۔"
"صرف انہیں ہی کیا............ ان جیسے بہت سوں کو............ اور نہ جانے کیا
ہوں گے وہ۔"
"پھر مشورہ دو کیا کروں............؟" زمان نے کہا۔
رسک لو............ نوکری اور جان کی بازی لگاؤ میں تم سے آگے چلونگا۔ گونگے
دو............ اس سے سب کچھ اگلواؤ ملک ستار کا خاص آدمی ہے۔"
زمان کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔ "محمود کی بہن کے سلسلے میں کیا کرنا ہے"
"میں ان سے ملتا ہوں ان کی حفاظت تو ضرور کرنی ہے ویسے میرا خیال ہے ملک
وجہ سے براہ راست ان پر ہاتھ نہیں ڈالنا چاہتا ورنہ اس جیسے جرائم پیشہ کے لئے کیا
کاش کم بخت محمود کا ہی پتہ چل جائے ہمیں اس سے بہترین معلومات حاصل ہو سکتی
مشکل سے نکالنے کی کوشش بھی کر سکتے تھے ہم لوگ بلکہ............ ٹھیک ہے زمان
میں کوشش کروں گا تم گونگے کو سنبھالو۔"
"جب رسک لینے کی بات ہے تو پھر میں ایک کام کرتا ہوں گونگے کو ہم اس کو
سے نہیں گرفتار کریں گے بلکہ کہیں اور سے اٹھاتے ہیں جب تک اس کی زبان نہ کھ
پتہ نہیں چلنے دیں گے کہ وہ پولیس کی تحویل میں ہے۔"
"گڈ............ وہ شام کو گولڈن اسنوکر کلب جاتا ہے اور عام طور پر روز جاتا۔
کہاں رکھو گے۔"
"یہ مشکل نہیں ہوگا۔ ایک تھانے میں لے جاؤں گا لیکن کوئی روزنامچہ نہیں ہو
میں اشارہ نہیں دوں گا تھانے دار اس کے بارے میں کسی کو نہیں بتائے گا ضرورت پڑ
کسی اور کیس میں الجھا دیں گے۔"
"گڈ۔ ایسا کرلو زمان۔ کچھ کام بن جانے کی امید ہے۔"

بیان رکھو میں کرلوں گا۔ ویسے کیا وہ شخص گونگا ہے۔"
ل نہیں۔ صرف نام کا گونگا ہے۔"
ک ہے خان' پھر اللہ کا نام لے کر شروع کرتے ہیں۔" زمان نے مسکراتے ہوئے کہا اور
نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

☆ .... ☆ .... ☆

بہت خوش تھا پہلی خوشی گھر کے لوگوں کو خوشحال دیکھ کر ہوئی تھی گو اگر اس میں
راز کا تصور دل کو ملول کر دیتا تھا اور وہ سوچتا تھا کہ کاش اس کی زندگی میں ہی وہ فیصلہ
ب ڈوبنا ہی مقدر تھا تو کسی کو خوشیاں دے کر ڈوبتا............ دوسری خوشی سیما کی قربت
ں کی خوشی تھی۔ اس رات اس پر کیف و انبساط کی کیفیت طاری رہی تھی۔ وہ اس اتفاق
ے شگون لے رہا تھا۔ سیما کی ملاقات سے لے کر آج تک جو دلچسپ اتفاقات پیش
ے تھے انہیں یاد کرکے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آرہی تھی۔ پھر ذہن میں گیتا کا خیال
نے گھر سے باہر آنے جانے میں بہت احتیاط رکھی تھی۔ خاص طور پر سے ہال روڈ بھی
تھا کیونکہ گیتا اسے اس کی حیثیت کے مطابق وہاں تلاش کر سکتی تھی کمال الدین سے
اب نہیں ہوا تھا۔
ل الدین دوسرے دن اس کے پاس ہی آگیا۔ "کیوں خیریت ہے آئے نہیں۔"
رام کر رہا تھا............ ایک آدھ دن میں آنے کا ارادہ تھا۔"
ں نے سوچا کہ کہیں ارادہ نہ بدل گیا ہو۔"
اب کیا ارادہ بدلے گا کمال الدین............ غلط کام ایک دفعہ کیا جائے یا دس
......!"
ب بھی اسے غلط کام کہو گے میں تو کہتا ہوں کہ جلدی جلدی پھیرے اگاؤ............ تاکہ
اکٹھی ہو جائے۔"
یسا تم کہو۔"
چار پھیرے کرلو پھر کچھ اور سوچیں گے۔"
پھر مجھے کب جانا ہے۔"
س ایک دو دن میں چکر لگالینا............ بتادوں گا۔"
ل الدین نے حساب کرکے امتیاز کو کمیشن دیا پھر چلا گیا۔ امتیاز پھر سیما کے بارے میں سوچنے
ل چاہ رہا تھا کہ ان کے گھر جائے لیکن کوئی جواز نہیں تھا۔ روبینہ کو سہارا بنا سکتا تھا لیکن
روالوں پر دل کا حال آشکار نہیں کرنا چاہتا تھا کوئی فائدہ بھی نہیں تھا' ابھی کیا ہو سکتا ہے
موت کو بھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا............ اور پھر محمود کیا سوچے گا ویسے اس نے

محمود کو وہ واقعات بتادیئے تھے جب سیما اور بینش نے اسے پاگل سمجھا تھا۔ آخر کی ف
ہانگ کانگ جانے کا وقت اور دن طے ہوجائے اس کے بعد ان کے گھر ہو آئے گا اس
ساتھ کہ وہ محمود کو کوئی پیغام تو نہیں دینا چاہتیں۔ دوپہر کے کھانے کے بعد ماں اور بہنوں
بیٹھا تھا کہ مہردین آ گیا۔

"اوئے ہوئے ہوئے۔ تم آئے ہوئے ہو امتیاز.......... ہمیں اطلاع تک نہیں دی

"بس چاچاجی، ملنے آپ سے آنا کسی دن مگر آپ بہت کم آتے ہو جبکہ آپ کو آ
چاہئے گھر کی۔"

"ٹھیک شکایت ہے پتر' پر کیا کروں بیمار پڑا تھا بدن میں اتنا درد تھا کہ اٹھا بیٹھا بھی نہ
میری صورت سے پتہ کرلو.......... بھرجائی تمہاری طبیعت کیسی ہے ماشاء اللہ سب کے
رونق نظر آرہی ہے۔" مہردین مسکرا کر بولا۔

"بس بھائی جی مالک کی مہربانی ہے۔"

"اوہ ان لوگوں کی کوئی خیر خبر ہے اس طوطا چشم غلام حسین کی بات کر رہا ہوں۔
امید تو نہیں تھی اور تھوڑا انتظار ہی کرلیتا۔ اللہ سب کے دن پھیرتا ہے دیکھ لو کتنے دن
اللہ نے روزی لگاہی دی۔ دن بدل ہی گئے بچے پار لگ جاتے۔ بڑا ہی غلط بندہ نکلا۔"

"جو تقدیر میں ہوتا ہے وہی ملتا ہے بھائی جی۔"

"بس جی خیر ہے اللہ حالات سنبھال دے تو امتیاز پہلے روبینہ کے ہاتھ پیلے کردو۔"

"بس چاچاجی اللہ مالک ہے۔" مہردین ابھی باتیں ہی کر رہا تھا کہ دروازے پر دستک
شانو دیکھنے چلی گئی پھر وہ دروازے سے ہی چیخی۔

"باجی سیما باجی آگئیں۔" روبینہ باورچی خانے سے نکل کر بھاگی۔ امتیاز اٹھا۔ پھر
رک گیا مہردین اٹھتا ہوا بولا۔ "میں چلتا ہوں پھر آؤں گا۔"

سیما اور بینش نوید کو سنبھالے ہوئے اندر آگئیں زبیدہ نے خوش ہو کر ان کا استقبال
وہ ایک دم بولی۔ "ہائے بچیو خیر تو ہے یہ شکلیں کیسی ہوگئی ہیں تمہاری.......... بیٹھو
نے کہا مہردین منہ پھیر کر باہر نکل گیا۔

"کیا بات ہے سیما۔ واقعی میں نے تو غور ہی نہیں کیا تھا۔" روبینہ نے کہا اور سیما
سسک پڑی بینش کی آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے تھے۔

سب بری طرح بے چین ہوگئے۔ زبیدہ نے دونوں کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا
بچیو.......... اللہ خیر کرے بات کیا ہے کچھ بتاؤ تو.......... شانو پانی لا۔ "شانو باہر دو
خود ہکا بکا کھڑا تھا اس کے دل میں نہ جانے کیا کیا خیالات آرہے تھے۔ بینش نے بمشکل کہا

"روبینہ.......... غزل..........!"

"غزل.......... کیا ہوا غزل کو۔"

"چلی گئی.......... بڑی خاموشی سے دنیا سے چلی گئی۔" بینش نے روتے ہوئے کہا

محمود نے اسے غزل کے بارے میں بتایا تھا اور وہ اس کے نام سے بخوبی واقف تھا زبیدہ
نے گی' پھر اس نے کہا۔
پتال ہی میں تھی..........؟"
.... رات کو ہم یہاں سے گھر گئے تو فون آیا.......... اور پھر.......... بینش
بیگم کی موت کا بھی انکشاف کیا۔ بڑا دلدوز واقعہ تھا سب رونے لگے تھے۔
فین کردی گئی..........؟"
ڈاکٹر سہیل فرشتہ صفت انسان ہے سارے کام اسی نے کیئے ان کا کوئی تھا بھی نہیں۔"
سوگوار ہوگئی تھی امتیاز نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔
ھے تو محمود کا خیال ہے بدقسمتی سے مجھے یہ خبر اس کو دینی پڑے گی کیا حال ہوگا اس
!"
یاز بھیاجی.......... بڑی احتیاط سے بتانا انہیں۔ خیال رکھنا میرے بھائی کا۔ بینش نے کہا۔
پ محمود کے لئے کوئی خط وغیرہ دیں گی اسی میں لکھ دیجئے میں اسے یہ خبر سنانے کی ہمت
ا۔"
ں لکھدوں گی۔" بینش بولی.......... روبینہ سیما کو سمجھا رہی تھی بہت دیر تک یہی فضا
تیاز نے کہا۔
ماں جی چائے وغیرہ کا بندوبست کرو پتہ نہیں ان لوگوں نے رات سے کچھ کھایا پیا ہے یا
رات تک یہ دونوں یہاں رہی تھیں اور ان سب نے ان کی بڑی دلجوئی کی تھی رات کو
انہیں ان کے گھر چھوڑا تو بینش نے کہا۔
تیاز بھائی جی آپ محمود کے دوست بھی ہو اور اب ہمارے ہمدرد بھی ہم محمود کے جانے
بڑے بے سہارا ہوگئے ہیں ریاض بے چارے تو ایسی مشکل میں پھنسے ہیں کہ انہیں فرصت
ملتی دیکھو کب آتے ہیں اب کہ فون آئے گا تو کہوں گی کہ یہیں کچھ بندوبست کرو ہم
رہا جاتا اب۔ بھیاجی جب تک یہاں ہو دن میں ایک آدھ بار ہماری خبر لے لیا کرو۔"
ں ضرور حاضر ہو جاؤں گا بھابھی جی۔" ٹیکسی میں واپس آتے ہوئے بھی وہ اسی بارے
رہا تھا ایک طرف سیما کے اس قدر قریب آجانے کی خوشی تھی تو دوسری طرف غزل اور
ل کا افسوس تھا۔ محمود بہت دلبرداشتہ ہو جائے گا اس نے ٹھنڈی سانس لے کر سوچا۔

☆.......... ☆.......... ☆

ت کے تقریباً گیارہ بجے تھے ایس پی زمان ایک پرائیویٹ کار میں گولڈن اسنوکر کلب کے
موجود تھا۔ اس کے ساتھ فیروزخان بھی تھا اور محکمہ خفیہ کے کچھ دوسرے کارکن بھی۔
ہوٹی سے گونگا کی کلب سے واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ کوئی دس منٹ کے بعد گونگا باہر

نکلا۔ ایک اور آدمی بھی اس کے ساتھ تھا گونگا اس کے ساتھ موٹر سائیکل پر بیٹھ گیا......
زمان کی کار اس کے پیچھے چل پڑی یہ ذرا مشکل ہوگئی تھی اب یا تو یہ شخص گونگا کو اس کے
پر چھوڑے گا......... یا ممکن ہے دونوں کہیں اور جائیں......... زمان نے فیروزخان
مشورہ کیا۔"

"کیا خیال ہے انہیں روک لیں۔"

"مناسب نہیں ہوگا وقت سے پہلے بات لیک آؤٹ ہو جائے گی ممکن ہے یہ دوسرا آ
ملک ستار سے تعلق رکھتا ہو۔ ویسے اس کے فلیٹ کے آس پاس بھی اس وقت سناٹا ہوگا۔"

تعاقب گونگا کے فلیٹ تک ہی جاری رہا۔ پھر گونگا بائیک سے اتر گیا اور اس کے ساتھ
بائیک آگے بڑھادی۔ دور تک سناٹا طاری تھا۔ کار برق رفتاری سے گونگا کے پاس جا رکی او
چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ زمان کے ساتھی نیچے اترے اور انہوں نے اچانک گونگا کو جکڑ کر
منہ دبا لیا پھر انہوں نے اسے گھسیٹ کر کار میں ٹھونسا اور خود بھی اسے دبوچے ہوئے اندر آ
زمان فیروزخان کے برابر بیٹھا ہوا تھا فیروزخان نے کار تیزی سے آگے بڑھادی......... زما
گردن گھما کر کہا۔

"اس کا منہ دبائے رکھنا جیبیں دیکھ لیں۔"

"جی سر......... یہ ماؤزر برآمد ہوا ہے۔" جواب ملا اور ماؤزر زمان کے ہاتھ میں
گیا......... پھر کار ایک تھانے کی عمارت میں رکی تھی اور یہاں گونگا کو اتارا گیا تھا جتنے
کے ساتھ وہ تنگ کار میں دبا ہوا تھا اس سے اس کی حالت خراب ہوگئی تھی۔ تھانے میں پ
تمام انتظامات کر لئے گئے تھے چنانچہ گونگا کو ڈرائنگ روم میں پہنچا دیا گیا۔

"تو......... تو تم پولیس والے ہو۔" گونگا نے انہیں گھورتے ہوئے کہا۔

"ماؤزر کا لائسنس ہے تمہارے پاس۔"

"میں خود لائسنس ہوں۔ مجھے......... مجھے جانتے نہیں ہو تم......... اب یہ بات
چل گئی کہ پولیس والے شریف شہریوں کو اغواء کرتے ہیں......... کہو کیا بات ہے کیوں لا
مجھے۔"

"بیٹھ جاؤ پیارے لائسنس......... بات بھی بتادیں گے۔" فیروز خان بولا۔

"صرف پانچ منٹ دیتا ہوں تمہیں......... مجھے عزت کے ساتھ میرے گھر چھ
.... ورنہ لاہور تمہارے لئے جہنم بن جائے گا۔ بس تمہیں بتائے دے رہا ہوں بعد
سے نہ کہنا کہ میں نے پہلے نہیں بتایا تھا۔ میں ملک ستار کا خاص آدمی ہوں......... تم
نام ضرور سنا ہو
گا.........!"

"سنا تو تھا لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ ملک ستار لاہور کو جہنم بنا سکتا ہے بتاؤ گے ذرا
ایسا کس طرح ہوگا؟"

گا وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔"

ھی تو کچھ دیکھو پیارے دوست اسے ڈرائنگ روم کہتے ہیں۔ تھانوں کے ڈرائنگ روم
یں کچھ جانتے ہو۔"

طلب ہے تمہارا۔"

زبانیں کھلوائی جاتی ہیں۔"

کس جرم میں گرفتار کیا ہے تم نے.........؟"

رے پاس سے ماؤزر برآمد ہوا ہے تم شراب پی کر ماؤزر سے فائرنگ کر رہے تھے۔"

لا۔

.........؟" گونگا حیرت سے بولا۔

ں درست ہوگئے تمہارے اب بیٹھ جاؤ۔"

ایک فون کرنا چاہتا ہوں۔" گونگا بولا۔

کے گھر آئے ہو۔" فیروزخان نے کہا۔

یں تو کیا سسرال لائے ہو۔ گونگا نے کہا اور فیروزخان کا گھونسہ اس کے جبڑے پر پڑا۔
تھ تھا اور برائی کے چہرے پر پڑا تھا گونگا قلابازی کھا کر نیچے گرا تھا اور اسے چکر آگیا تھا۔

نے کہا۔

رباقی لوگوں کی ضرورت نہیں ہے۔" ایس پی زمان نے وہاں موجود دوسرے لوگوں کو چلے
لئے کہا اور ان کے جانے کے بعد فیروزخان نے ٹوٹی ہوئی کرسی کا ایک ہتھا ہاتھ میں اٹھا
اپنی رپورٹ میں لکھیں گے سر کہ یہ شخص کچھ لوگوں سے لڑتے ہوئے سڑک پر ہلاک
اس پر حملہ آوروں نے اس کے ہاتھ پاؤں توڑ دیئے ہیں۔ آپ یہ رپورٹ تیار کرالیں۔"

یک ہے ہو جائے گی۔" زمان نے کہا اور فیروزخان نے آگے بڑھ کر گونگا کو بالوں سے پکڑ
لیا......... اور لکڑی کا کندہ اس کی ران پر رسید کردیا۔ جبڑے پر پڑنے والے گھونسے نے
ہلادیئے تھے لیکن جو کچھ اس نے کہا تھا اس نے گونگا کے اوسان خطا کردیئے پھر کندہ جس
ے پڑا تھا اس سے اندازہ ہوجاتا تھا کہ یہ لوگ اسے ہلاک کرنے کا فیصلہ کرچکے ہیں گونگا
ان خطا ہوگئے ایک کربناک چیخ کے ساتھ وہ بھاگ کر دیوار سے جاٹکا۔

سنو سنو' میری بات سنو......... میں بے گناہ ہوں میں نے کچھ بھی نہیں کیا ہے تم مجھے
رنا چاہتے ہو' مجھے اس کی وجہ بھی تو بتادو......... میں تمہارے ہاتھ جوڑتا ہوں مجھے ہلاک
مجھے کچھ بتا تو دو۔"

ہم تمہیں ہلاک نہیں کرنا چاہتے لیکن تم ملک ستار کے آدمی ہو۔ اور وہ تمہارے لئے لاہور
بنائے گا ہم نہیں چاہتے کہ لاہور جہنم بنے.........!"

معاف کردو......... غلطی ہوگئی مجھ سے۔ معاف کردو........."

ملک ستار اور ملک جبار کے بارے میں کیا جانتے ہو۔"

"وہ.......... وہ دونوں بھائی ہیں۔
"مذاق کر رہے ہو۔"
"نہیں قسم کھاتا ہوں۔"
"کیا کرتے ہیں وہ.......... تم ان کے لئے کیا کرتے ہو.......... یہ بتاؤ ....
مال کی پروڈکشن آج کل کہاں ہو رہی ہے۔"
"مجھے مجھے اس سے بچالو گے؟" گونگا بولا۔
"جب تک پولیس اسے گرفتار نہ کرلے گی تم آرام سے یہاں رہو گے پھر تمہیں
جائے گا اور تم جہاں جانا چاہو گے جاسکو گے۔" فیروز خان نرم لہجے میں بولا۔
اس کے بعد گونگا کی زبان کھل گئی اس نے نئی فیکٹریوں کے پتے بتائے کارکنوں
بتائے۔ خفیہ **پوائنٹس** بتائے محمود کے بارے میں اس نے یہی بتایا کہ وہ صرف ایک کارکر
اس پر الزامات لگا کر صرف قربانی کا بکرا بنایا گیا ہے۔ اس کے بارے میں اسے نہیں معلوم
وہ کہاں ہے پرانی فیکٹریوں کے بارے میں اس نے بتایا کہ رحیم میاں دکاندار ملک ستار
معلومات فراہم کرتا تھا اور وہی ملک ستار کو نشاندہی کرتا تھا۔ ملک جبار کے بارے میں ا
بتایا.......... "دونوں سگے بھائی ہیں۔ سارا کام دونوں مل کر کرتے ہیں۔ دو نمبر کام کی
داریاں ملک ستار کی ہیں اور ملک جبار صرف اسے سپورٹ کرتا ہے' فیکٹریوں کے جو
گئے تھے' بعد میں انہیں ڈولی کی بتائی ہوئی لسٹ سے ملایا گیا تو حرف بحرف درست نکلے
جو کچھ معلوم کیا جاسکتا تھا کیا گیا پھر اسے حوالات میں بند کردیا گیا۔ اسے اطمینان دلایا گیا
اس کے خلاف کوئی کاروائی نہیں ہوگی۔ اس کام سے فراغت حاصل کرکے ایس پی زمان
کے ساتھ باہر نکل آیا۔
"یار تمہیں تو پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ہونا چاہئے تھا یہ تم ایکسائز میں کہاں جا پھنسے۔
ہے تم میرے پولیس ڈیپارٹمنٹ میں آجاؤ تمہاری تمام ادائیں ایسی ہی ہیں۔"
"بس زمان صاحب بات کچھ ایسی ہی جذباتی ہے کہ مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی ہے
کی جارہی ہیں اور انہیں ختم کرنے کے سارے راستے بند کردیئے گئے ہیں۔"
"میں سمجھتا ہوں تو پھر اب کیا ارادہ ہے..........؟"
"آپ دیکھ لیجئے یہ سب آپ کے سامنے ہے ہمیں بہت سے لوگوں کو گرفتار کرنا
لیکن احتیاط کے ساتھ میرے خیال میں سب سے پہلے رحیم میاں کو اٹھایا جائے اور اس کے
اہم اہم کارکن ہیں انہیں اٹھالیا جائے۔ یہ ایک طویل کام ہے' لیکن ہمیں اس طرح کر
گا۔"
"ٹھیک ہے' میں یہ ساری کاروائی کرکے تمہیں رپورٹ دیتا ہوں' میری رائے ہے
سے آگے بڑھنے کی کوشش مت کرو' تھوڑی سی ذمہ داریاں مجھ پر بھی آتی ہیں کہ ایک
آدی پولیس کے شانہ بشانہ کیوں ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں۔" ایس پی زمان نے کہا اور کسی سوچ میں گم ہوگیا۔

☆ .... ☆ .... ☆

ملک ستار گھبرایا ہوا ملک جبار کے پاس پہنچ گیا ملک جبار ایک جگہ بیٹھا ہوا پائپ پی رہا تھا۔
"بھائی جی بات پھر سے بگڑ گئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس بار زیادہ خرابی ہوگئی ہے۔"
"ہوئے کوئی اچھی خبر بھی لایا کرو کبھی ملک ستار.......... کیا ہوا۔" ملک جبار نے پائپ کا
چھوڑتے ہوئے کہا۔
"بھائی جی نئی فیکٹریوں کی پھر نشاندہی ہوگئی ہے اطلاع ملی ہے کہ پولیس چھاپے مار رہی ہے۔
ی غائب ہے رحیم میاں دکاندار کو بھی پولیس گرفتار کرکے لے گئی ہے۔ پتہ چلتا ہے کہ اس
بڑی مخبری ہوئی ہے۔"
ملک جبار نے پائپ ایش ٹرے میں جھاڑتے ہوئے کہا۔
"یار تیرا کوئی کام صحیح بھی ہوتا ہے ایک کے بعد دوسری بری خبر لے کر آجاتا ہے اب ہم
بلڑیاں قائم کریں گے کتنے لوگوں کا چہرہ کریں گے۔ میں صورت حال سنبھالتے سنبھالتے تھکا
ں اور تو بگاڑنے پر تلا ہوا ہے۔"
ملک ستار پریشانی سے ملک جبار کا چہرہ دیکھنے لگا پھر بولا۔
"اور اس بار جن لوگوں پر ہاتھ ڈالا گیا ہے ان سے ہماری صحیح نشاندہی ہوسکتی ہے۔"
"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مخبر کون ہے تو اس کا پتہ لگا باقی معاملے کو دیکھتے ہیں' بات ذرا کھل
نے آئے۔"
"بات اتنی آسان نہیں ہے بھائی جی۔ غور کرنا پڑے گا۔"
"ہوئے تو غور کرلیں گے.......... تو مرا کیوں جارہا ہے.......... اوئے اتنا بزدل کب سے
..........؟"
"نہیں بھائی جی میں بزدل نہیں ہوں' بس آپ سے مشورہ کرنے آیا ہوں کہ کیا کرنا
..........؟"
"تو بتا دیا ہے تجھے مخبر کا پتہ لگا کیا ساری فیکٹریاں پکڑی گئیں..........؟"
"مخبر تو یہی ملی ہے۔"
"تو بھاگ دوڑ کرنے مت نکل جانا۔ حد سے زیادہ سرگرمی دکھانے کی ضرورت نہیں ہے اور
دفتر میں کچھ فائل پڑی ہوں تو انہیں وہاں سے ہٹادے۔ مخبر کا پتہ لگا.......... جڑ اکھاڑ کر
دینا ضروری ہے۔ بعد میں دیکھیں گے اور سن' جو گرفتار ہوئے ہیں ان سے تیری کوئی
نہیں ملی ہے۔ ہم آئندہ الیکشن میں کھڑے ہو رہے ہیں اور سردار صاحب نے ہمیں وارننگ
تاکہ وہ الیکشن سے پہلے ہی ہمیں الیکشن آؤٹ کردیں گے۔ کیا سمجھا؟" ملک جبار ہنسنے لگا۔

ملک ستار اسے دیکھتا رہا پھر وہ خود بھی ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔
"تو میں اطمینان رکھوں.........؟"
"او جا بھائی......... مجھے تمباکو پینے دے۔" ملک جبار نے پائپ منہ سے لگالیا۔
باہر نکل آیا کار میں دفتر جاتے ہوئے اس کے ذہن میں یہی سوچیں تھیں۔ مخبر کون ہو سکا
وہ بھی ایسا جو ساری حقیقتیں بتادے کون ہوسکتا ہے وہ ....
"صبح سے دفتر نہیں گیا تھا اور اب دفتری اوقات ختم ہورہے تھے لیکن ملک جبار
کہ ضروری فائل دفتر سے ہٹادے وہ فائل ہٹانا ضروری تھیں۔
اسٹاف جاچکا تھا بس چپراسی موجود تھا۔ دفتر میں داخل ہوا تو ڈولی موجود تھی اور ا
کیبنٹ کے پاس کھڑی فائلوں کو الٹ پلٹ رہی تھی۔ وہ اس کام میں اتنی منہمک تھی ک
کو بھی نہ دیکھ سکی لیکن ملک ستار کے ذہن میں ایک دھماکہ ہوا تھا۔ اس کے منہ سے
نکلا۔
"ڈولی.........!" آواز آہستہ تھی ڈولی نے سن لی......... اور سہم کر سیدھی
ستار بغور اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا اور ایک لمحے میں ڈولی کے چہرے پر پھیلے ہوئے خوف
اندازہ ہوگیا تھا اس نے خود کو سنبھال لیا۔
"کیا کر رہی تھیں ڈولی........." وہ آہستہ سے بولا۔
"جی سر......... وہ......... یہ فائلیں" ڈولی کانپ کر بولی انہیں سنبھال ر
تھی۔"
"اچھا اچھا......... انہیں باہر نکال لو ڈولی ساتھ لے جانا ہے۔" وہ ہنسنے لگا۔
"جی سر......... جی۔" ڈولی کانپتے ہاتھوں سے فائل نکالنے لگی۔ ملک ستار مسک
سے اسے دیکھ رہا تھا......... پر وہ آہستہ سے بولا۔ "کام ہوگیا بھائی جی .... بڑ
ہوگیا.........!"
ملک ستار ڈولی کے نزدیک سے ہٹ گیا۔ ڈولی کو اس کی بڑبڑاہٹ ضرور سنائی دی
الفاظ سمجھ میں نہیں آئے تھے۔ اس نے فائلیں سمیٹ کر یکجا کردیں اور بولی۔ "انہیں
سر؟"
"ہاں ذرا ایک نگاہ مجھے دکھادو۔" ملک ستار نے کہا اور ڈولی نے وہ اس کے سا
ملک ستار انہیں دیکھنے لگا۔ پھر مسکرا کر بولا۔ "کمال ہے ڈولی تمہیں ایک بہترین سیکری
فخر حاصل ہے اس وقت میں انہی فائلوں کے لئے یہاں آیا تھا اور تم نے یہ نکال ر
ہیں۔ یہ ہمارے درمیان ذہنی ہم آہنگی ہے ویسے تمہارے ساتھ کافی دنوں سے سنگ
ہے۔ آج شام کوئی......... مصروفیت ہے ....؟"
"جی نہیں......... جی ہاں سر۔"
"ویری گڈ......... دونوں میں سے کونسی بات کو تمہارا جواب سمجھوں؟"

"نہیں سر......... وہ بس سیموئل ابھی بہتر حالت میں نہیں ہے اسے ورزش کرانے لے
"دل"
"اتنے خوبصورت لباس میں کم نظر آتی ہو۔ آج ہمارے ساتھ ڈنر لو......... سیموئل کو
رزش کرادیتا۔"
"سر ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ"......... ڈولی نے کہنا چاہا......... لیکن ملک ستار نے اس
بات کاٹ دی۔
"ڈاکٹر بکواس کرتے ہیں۔ کیا تم ہماری فرمائش کو نظرانداز کروگی ڈولی ....؟"
"نو سر........."
"نو پینز۔ نو گینز........." ملک ستار مسکراتا ہوا بولا۔ پھر کلائی پر بندھی گھڑی میں
یکھ کر بولا۔ "کیا خیال ہے چلیں......... تھوڑی سی آوارہ گردی کریں گے آج۔"
"جیسا آپ حکم دیں سر۔" ڈولی نے آواز پر قابو پاکر کہا اور ملک ستار اپنی جگہ سے اٹھ گیا
ڈولی نے اٹھائیں اور ملک ستار کے ساتھ باہر نکل آئی۔ چند لمحات کے بعد ملک اسے اپنی کار
لے کر چل پڑا راستے میں اس نے کہا۔
"آج میں ذہنی طور پر پریشان ہوں ڈولی تمہاری قربت اس لئے بھی ضروری ہے۔ تمہیں
لی.........؟"
"نہیں سر........." ڈولی نے کہا۔
"پچھلے کچھ دنوں سے ہمارے ستارے گردش میں ہیں فیکٹریوں میں چھاپے پڑے اور
ت نقصان ہوا۔ پروڈکشن الگ رک گئی۔ مشینری بھی پولیس کے ہاتھ لگ گئی......... وہ
ا تو برداشت ہوگیا لیکن نئی فیکٹریوں سے تو ابھی پروڈکشن کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا وہاں بھی
ہ گیا لوگ بھی پکڑے گئے اور سب سے زیادہ پریشانی کی بات یہ ہے کہ گونگا غائب ہوگیا گونگا
ب ہونے کے بعد رحیم میاں بھی غائب ہوگئے۔ اصل میں رحیم میاں کا غائب ہو جانا پریشانی
ت ہے۔"
"اس لئے کہ ہماری صحیح نشاندہی کرنے والے یہی دونوں ہیں اور دونوں کا اٹھ جانا بہت سی
کا باعث بن سکتا ہے۔"
"سر واقعی بیڈ نیوز ہے۔"
"بیڈ نہیں......... ویری بیڈ نیوز........." ملک ستار نے کہا اور ایک بنگلے کے سامنے کار
ی پھر ہارن دیا اور ایک شخص نے جھانک کر دیکھا اور جلدی سے گیٹ کھول دیا۔ ملک ستار
اندر لیتا چلا گیا تھا ڈولی کا دل پھر بیٹھنے لگا۔ یہ بنگلہ اس کے لئے اجنبی تھا جبکہ ملک ستار اسے
گردی اور ڈنر کے لئے کہہ کر لایا تھا۔" آؤ وہ کار سے اترتے ہوئے بولا اور ڈولی بھی نیچے اتر
"فائل" ملک ستار بولا پھر اندر جانے کے لئے قدم اٹھادیئے......... ڈولی فائلیں
ا کر کانپتے قدموں سے اندر داخل ہوگئی اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ بنگلے میں اس چوکیدار کے

علاوہ کوئی نہیں ہے کچھ دیر کے بعد وہ ایک اندرونی کمرے میں داخل ہوگیا۔ "
ڈولی۔"

"بہت عمدہ سر............!" ڈولی نے کہا اور ملک ستار ہنسنے لگا پھر بولا۔

"روشنی جلا دو اور بیٹھو............!" ملک خود بھی نیم دراز ہو کر جوتے کے بند کھ
ڈولی خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی بیٹھ گئی۔ اسے ملک ستار کی کیفیت بدل
ہو رہی تھی۔ ملک ستار مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا کچھ دیر کے بعد اس نے
دلچسپ بات ہے ڈولی کہ میں نے تمہیں اپنے کسی راز سے ناواقف نہیں رکھا حالانکہ
خاص وجہ نہیں تھی اس کا کچھ احساس ہوتا ہے۔"

"جی سر............ میں نے ہمیشہ آپ کو خود پر مہربان پایا ہے............
وفاداریوں کو اولیت دی ہے۔"

"ڈولی پہلے چھاپے پر میں نے غور نہیں کیا تھا لیکن اس دوسرے چھاپے کے
میرا بلکہ بھائی جی کا بھی یہی خیال ہے کہ مخبری بہت قریب سے ہوئی ہے۔ ورنہ اتنے
کا صحیح ٹھکانے پر پہنچ جانا ممکن نہیں تھا۔"

"کون ہو سکتا ہے سر............؟" ڈولی نے کہا۔

"بہت مشکل کام تھا ڈولی لیکن بعض کام اچانک بے حد آسان ہو جاتے ہیں
ہو کہ تمہیں کس نے اس مخبری پر آمادہ کیا اور آمادہ ہونے کی وجہ کیا تھی۔"

"جی............" ڈولی کانپ گئی۔

"انکار نہ کرنا ڈیئر............ زیادہ دکھ ہوگا۔"

"آپ کا خیال ہے میں سر............" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

"اس دن فیکٹریوں کی فہرست تمہارے پاس تھی اور آج تم یہ فائلیں دیکھ رہ
تو محفوظ فائلیں ہیں جن کی ترتیب کی کبھی ضرورت نہیں پیش آئی۔"

"سر آپ............ اوہ آپ مجھ پر شبہ کر رہے ہیں آپ جانتے ہیں سر کہ
فائلیں نئے سرے سے ترتیب دیتی ہوں۔"

"نہیں ڈولی............ یہ باتیں نہ کرو صرف یہ بتاؤ کہ کون............ اور کیوں

"آپ کو اتنا یقین ہے سر کہ میں مخبر ہوں؟"

"ہاں۔"

"تب مجھ سے کچھ نہ پوچھئے بلکہ مجھے سزا دیدیجئے۔"

"نہیں ڈولی............ اس کے بارے میں معلوم ہونا ضروری ہے تاکہ ہ
ہوشیار ہو جائیں۔"

"تب سر ایسے کسی انسان کا کوئی وجود نہیں ہے۔"

"کیا واقعی............؟"

............" ڈولی اب پوری طرح سنبھل گئی تھی۔
جی سر............
مکمل ہے وہ ضرور کوئی اہم شخصیت ہے کیونکہ اس سے پہلے تم ہم سے کبھی جھوٹ نہیں
ہیں۔ چلو ٹھیک ہے اس یقین کے باوجود کہ مخبر صرف تم ہو ہم تمہارا کچھ نہیں بگاڑ رہے
بات پر افسردگی کا اظہار کر رہے ہیں کہ ہماری بہترین دوست ہم سے منحرف ہوگئی اب کچھ
یں کرو۔"

ڈولی نے سر جھکا لیا تھا ملک ستار اس سے باتیں کرتا رہا اور کافی وقت گزر گیا پھر اس نے
بندھی گھڑی میں وقت دیکھ کر کہا۔ "چلو بھوک لگ رہی ہے۔"

یک عمدہ سے ریستوران میں کھانا کھاتے ہوئے ملک ستار نے کہا "نہیں ڈولی ان باتوں کا اتنا
ل............ یہ ساری چیزیں تمہاری پسند کے مطابق ہیں لیکن تم ان سے دلچسپی کا اظہار نہیں
ہیں۔"

"تھینک یو سر............" ڈولی نے کہا کھانے کے بعد بھی ملک ستار دیر تک ریستوران میں
ہا پھر اس نے کہا۔

"میرے خیال میں اب چلیں ذہن کافی ہلکا ہوگیا ہے۔" ڈولی پر جو بیت رہی تھی وہی جانتی
س طرح اس نے خود کو سنبھالا تھا۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا............ ملک ستار اس سے
لی کا کھیل کھیل رہا تھا اور وہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ اس کا انجام کیا ہوگا............ لیکن پھر
قریب آگیا ایک سنسان سڑک تھی جو کراس ناکے کے نام سے مشہور تھی حالانکہ یہ ڈولی کے
کا راستہ نہیں تھا لیکن ڈولی خوف کی وجہ سے یہ بھی نہیں پوچھ سکی تھی کہ وہ کہاں جا رہا ہے
قت وہ لرز گئی جب ملک نے کار روک دی۔

"اتر جاؤ............" ملک ستار بے رحم لہجے میں بولا۔

"یہاں............ یہاں سر............"

"تم نے سزا طلب کی تھی ڈولی............ اور ہم نے کہا تھا کہ ہمیں یقین ہے کہ تم مخبر
"

"سر ایک بار سوچ لیجئے............!"

"نو پینز۔ نو گینز............ اتر جاؤ............ اترو............" ملک کی آواز دھاڑ میں
گئی............ اور ڈولی سینے پر کراس بناتی ہوئی نیچے اتر گئی............ اس کے پیروں کی جان
رہی تھی پورا وجود پسینے میں ڈوب گیا تھا لیکن زندہ رہنے کی آخری خواہش دل میں پیدا ہوئی
ر اس کے حلق سے ایک............ بے اختیار چیخ نکل گئی۔

"بچاؤ............" اس کے ساتھ ہی اس کے پیروں میں پنکھے لگ گئے اس نے دیوانہ وار
ڑنا شروع کر دیا لیکن عقب سے دو شعلے ابھرے اور اس کے بدن میں پیوست ہوگئے۔ فضا میں
ک دلدوز چیخ ابھری تھی۔

بابو ارشاد اور بیگم ارشاد بھی نورین اور جمال کے ساتھ ان کی کوٹھی میں آئے تھے
ذہنی کیفیت بہت خراب تھی بابوارشاد ان کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آگئے تھے۔ یہاں
انہوں نے نرم لہجے میں کہا۔

"اس وقت ہم تمہارے پیچھے پیچھے بالکل نہ آتے جمال حسین مگر تم سے کچھ با
ضروری ہیں۔ دیکھو ٹھنڈے دل سے سننا........... ہمیں اندازہ تھا یہ باتیں ضرور ہوں گی
نے تمہارے بارے میں بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ تم ایک باشعور نوجوان ہو اور تمہاری رو
اس بات کا ثبوت ہے کہ تم پر ترقی اور بلندی کے دروازے ضرور کھلیں گے۔ تمہیں انداز
نورین کو اس کی دولت کے سہارے اعلیٰ رشتے مل سکتے تھے لیکن میں اپنی بیٹی کے لئے ا
اعلیٰ ذہانت کے مالک نوجوان کا انتخاب کرنا چاہتا تھا جو میرے کاروبار کو چار چاند لگا د
صلاحیت مجھے تم میں نظر آئی تھی۔ بیٹے جو پرکھوں کے ورثے پر اینٹھنے کے بجائے اپنے باز
دولت کماتے ہیں وہ بے وقوف نہیں ہوتے میں نے یہ دولت خود کمائی ہے جبکہ غلام ح
کچھ نہیں کمایا تمہیں میرا اور اس کا فرق معلوم ہوگیا...........اب میں چاہتا ہوں کہ می
وسیع کاروبار کو تم سنبھالو اور تم اسے باآسانی سنبھال سکتے ہو........... لیکن اگ
نہیں........... تمہیں جذبات سے ہٹ کر سوچنا ہے ہمارے ہاں اولاد نرینہ ایک قرضد
سمجھی جاتی ہے جسے زندگی بھر اپنی خوشیاں اور امنگیں ترک کرکے والدین کا قرض اتارنا ہو
وہ خود بوڑھی ہو جاتی ہے یہی نہیں اس کے بعد اور بھی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ ساس
جھگڑے ' نند بھاوج کے جھگڑے ' غلام حسین نے اعتراض کردیا کہ نورین نے کیا پہنا۔
رہیں گے بیٹے تمہیں اپنا مستقبل بنانا ہے اگر غلام حسین کے مشوروں پر چلو گے تو ذہنی
ساتھ اپنا اعلیٰ مستقبل کھو بیٹھو گے۔ نورین ایک اعلیٰ خیال کی لڑکی ہے وہ کسی کی پابندی نہ
کرے گی اور وہ لوگ اس پر پابندی لگانا اپنا حق سمجھیں گے نتیجہ کیا ہوگا........... سمجھتے ہ

جمال کے ذہن کے بند دریچے کھلنے لگے بات واقعی درست تھی اسے ایکدم بہت سی
آنے لگیں۔ غلام حسین بے حد کنجوس انسان تھے خود جمال حسین کماتا تھا لیکن گھر میں
ممانعت تھی۔ ایک ایک چیز لانے کے لئے سو سو بہانے کرنے پڑتے تھے۔ وہ اپنی فطرت
گے پورے پانچ لاکھ روپے چوہدری نواز کی زمینوں کے ہضم کرگئے تھے اور اسے ایک
نہیں دیا تھا یہاں آگئے تو ہر چیز کو ملکیت سمجھ لیں گے اور پھر جھگڑے شروع ہوں گے۔

"اس کے علاوہ دیکھو بیٹے ہر شخص اپنے بل پر جیتا ہے اور اسے ایسے ہی جینا چاہئے
دوسروں پر نگاہ لگائے بیٹھے ہوتے ہیں وہ اچھے نہیں ہوتے میری باتیں سمجھ میں
ہیں...........؟"

"جی..........."

"جی ڈیڈی کہو..........."

"جی ڈیڈی۔"

ے اتفاق کرتے ہو...........؟"

ڈیڈی۔"

ارے بارے میں میرا تجربہ کبھی غلط نہیں ہوسکتا تھا۔ اب مجھے اطمینان ہے مجھے اجازت
اور ہاں کل چوہدری افتخار کے ہاں دوپہر کا کھانا ہے رات کو ملک اللہ داد خان کے ہاں
لوگ ہیں کہ دعوتیں کرنے میں سبقت لے جانا چاہتے ہیں پروگرام طے کرنا مشکل ہے۔
چلتا ہوں اٹھو بیگم۔" نورین نے اٹھتے ہوئے کہا۔
و جمال ڈیڈی کو سی آف کریں۔"

☆ .... ☆ .... ☆

ں بار تمہیں بنکاک جانا ہے۔" کمال الدین نے کہا اور امتیاز چونک پڑا۔
ہ۔ کیوں...........؟"
مارا اصل دھندہ تو بنکاک میں ہی ہے ہانگ کانگ سے جو کچھ تم لائے اور لے گئے ہو وہ
ں آرڈر تھا وہ کام پورا ہوگیا اصل میں ہانگ کانگ اور سنگاپور مہنگی مارکیٹ ہے۔ وہ مال
دبئی وغیرہ سے سستا پڑتا ہے لیکن اس وقت ضرورت تھی اور مال فوراً چاہئے تھا اس بار
ے پرانی جینز وغیرہ لے کر جاؤ گے اور وہیں سے چلڈرن گارمنٹس لاؤ گے پھر یہی سلسلہ
ہے گا اصل فائدہ اسی میں ہے۔"
یار ایک بار اور ہانگ کانگ بھیج دو۔"
کوئی خاص بات ہے کیا...........؟"
ہاں ہے تو۔"
تو وہاں سے ہو آنا میں نے تمہاری پیکنگ بھی کرادی ہے ٹکٹ تک آگیا ہے۔"
ٹھیک ہے وہاں سے چکر لگالوں گا۔"
تو پھر تیار ہو...........؟"
بالکل........... کب جانا ہے۔"
پرسوں بارہ بجے کی فلائٹ سے۔"
یاز نے گھر میں بتا دیا اور تیاریاں ہونے لگیں دوسرے دن شام کو وہ سیما اور بینش کے گھر
دروازہ کھلا ہوا تھا لیکن پھر بھی اس نے دستک دی اور دروازے پر ملک ستار نظر آیا جسے
امتیاز چونک پڑا۔
کیا بات ہے...........؟" ملک ستار نے بدتمیزی سے پوچھا۔
"بینش بھابی کے پاس آیا ہوں........... سامنے سے ہٹیے۔" امتیاز کو اس کے انداز پر طرارہ
تھا ملک ستار ایک لمحے رک کر اسے گھورتا رہا پھر دروازے کے پاس سے ہٹ گیا امتیاز اندر

داخل ہوگیا سامنے ہی اسے بینش اور سیما پریشان اور سہمی کھڑی نظر آئیں اور امتیاز کے
چنگاریاں سی دوڑ گئیں۔

"کیا بات ہے بھابی..........." اس نے پوچھا۔

"وہ.......... کچھ نہیں ملک صاحب سیما کو ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔" بینش نے کہا

"کہاں......... اور یہ ہیں کون؟ آپ انہیں گھر میں کیوں بلاتی ہیں۔"

"میں جواب دیتا ہوں ان سے نہ پوچھو میں محمود کا باس ہوں اور اس کی غیرموجودگی
کی دیکھ بھال کرتا ہوں اب تم بھی مجھے اپنے بارے میں بتادو۔"

"بھابی کیا آپ نے انہیں اجازت دی ہے...........؟"

"نن.......... نہیں۔"

"تب ملک صاحب آج سے یہ دیکھ بھال ترک کردیں اور اس کے بعد دوبارہ یہاں
آئیں......... جائیے......... چلئے مجھے دروازہ بند کرنا ہے۔"

ملک ستار کا چہرہ سرخ ہوگیا.......... اس نے خونی نظروں سے امتیاز کو دیکھا پھر بینش
کو.......... پھر بولا۔

"تو اب آپ لوگوں کو میری ضرورت نہیں ہے ٹھیک ہے لیکن اب کسی مشکل پر
نہ کریں اور میں آؤں گا بھی نہیں......... اور تم.........." وہ سفاک انداز میں مسکرا
سے بھی ملاقات رہے گی۔"

"آپ نے ابھی تک دروازے کی طرف رخ نہیں کیا۔" امتیاز نے کہا۔

"میں نے تو ابھی تمہاری طرف بھی رخ نہیں کیا ٹھیک ہے اوکے سیما..........
بھابی۔" ملک ستار تیز قدموں سے دروازے کی طرف چل پڑا سیما اور بینش نے کہا۔

"تم فرشتہ رحمت بن کر آگئے امتیاز......... آج تو وہ کم بخت جارحیت پر اتر آیا تھا۔"

"معافی چاہتا ہوں بھابی لیکن مناسب سمجھیں تو مجھے اس کے بارے میں بتائیں۔" ام
کہا۔

"محمود نے کھڑی کی ہے یہ مصیبت، ورنہ ہم نے تو اس منحوس کی صورت بھی نہیں
تھی۔" بینش نے کہا اور پھر اس نے امتیاز کو شروع سے آخر تک کی کہانی سنادی امتیاز سخت
زدہ ہوگیا تھا اس نے پریشان لہجے میں کہا۔

"مشکل یہ ہے کہ میں کل جارہا ہوں ورنہ.........."

"کل جارہے ہو بھیا جی..........؟"

"ہاں بھابی آپ سے ملنے آیا تھا کل بارہ بجے فلائٹ ہے دن میں تو وقت نہیں ملے گا"

"سیما محمود کو خط لکھ دو اور اس کے بارے میں سب کچھ لکھ دو اسے لکھو کہ ہمیں
کرے ہمیں بتائے کہ ہم کیا کریں بڑے پریشان ہیں ہم تو۔"

"اگر اس نے دوبارہ پریشان کیا تو.........؟"

گے......... اللہ مالک ہے مگر بھیاجی اس بار تم آؤ تو ضرور پوچھ کر آنا کہ ہم کیا

چلی گئی بینش امتیاز سے باتیں کرتی رہی پھر اس نے چائے بنا کر امتیاز کو دی کچھ دیر
نے رخصت مانگی تو بینش نے کہا۔

ل ضرور رکھنا بھیاجی وہ کمینہ تم سے چڑ کر گیا ہے بڑا ہی ذلیل انسان ہے۔"

میری فکر نہ کریں بھابی مگر میں اب آپ کے لئے فکرمند رہوں گا......... بھابی
چاہتا ہوں جب تک میں دوبارہ نہ آؤں آپ اگر مناسب سمجھیں تو میرے گھر چل کر
وہاں سب آپ کے رہنے سے خوش ہوں گے آپ کو پتہ ہے۔"

چلے جاتے بھیاجی مگر ریاض کے فون کا انتظار رہتا ہے انہوں نے ہم سے رشتہ ہی توڑ
ری کے جال میں پھنسے ہیں کہ گھر بھول ہی گئے اللہ جانے کیا بات ہے اب تو بڑی
گی ہے خیر تم فکر نہ کرو۔ ہم بھی کم ہمت نہیں ہیں وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

ں تشویش زدہ گھر میں داخل ہوا تھا لیکن محمود سے مشورے کے بغیر کچھ کر بھی نہیں
ے دن تمام تیاریاں کے ساتھ وہ ایئرپورٹ پہنچ گیا جہاز میں سوار ہوتے ہوئے گیتا اس
آئی تھی اور جہاز کے فضا میں بلند ہونے تک وہ مسافروں کا جائزہ لیتا رہا تھا..........
ان ہوگیا اس نے اس چڑیل کو دھوکا دے دیا تھا اور اب اس کے ذہن پر بنکاک سوار
اتی ہی تھا کہ محمود نے اسے بنکاک سے روشناس کرادیا تھا ورنہ بنکاک اس کے لئے
وران سفر خیالات کے ہجوم میں گھرا رہا اس طرح سفر آسان ہوگیا تھا کمال الدین نے
نشاندہی کی تھی ان سے بھی تھوڑی سی واقفیت ہوگئی تھی بہرحال بنکاک پہنچ گیا اور
ٹ آفس کے نزدیک نانا کے علاقے میں اس نے قیام کیا......... ساتھ لائی جینز اس
ل کی گئی تھیں۔

حیران کن نوعیت رکھتا تھا ملی جلی آبادی تھی لیکن......... غیرمقامی .... زیادہ
با کی تھی۔ ان کے علاوہ ہندو، سکھ، سری لنکن......... اور بھوٹانی تھے۔ افغانی بھی
گریس ہوٹل ان کا مرکز تھا۔ پھول دار قمیضوں اور گول ٹوپیوں میں پاکستانیوں کی بڑی
ی تھی رات کو گریس ہوٹل کے ایک گوشے میں اسے ایک خوبرو جوان ملا..........
م فراز ہے پاکستان کا باشندہ ہوں چہرہ شناسی کا شوق ہے آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا

ے جناب میرا نام امتیاز ہے۔"

ملا اندازہ درست نکلا......... آپ ضرور پاکستانی ہیں۔"

بزہ زار لاہور کا رہنے والا ہوں۔"

ولوں کی سرزمین، کھیپ لائے ہیں۔"

..........!" امتیاز شرمندگی سے بولا۔

"غالباً" پہلی بار.........!"

"بنکاک میں پہلی بار اس سے قبل ہانگ کانگ آتا رہا ہوں۔"

"خوب ایک پاکستانی کی حیثیت سے تھوڑی سی ہدایات دینا چاہتا ہوں نانا کا علاقہ
کہ چھوٹا سا پاکستان ہے گو آپ کو یہاں ایشیا کے بہت سے خطوں کے لوگ ملیں گے
پاکستانیوں کی ہے کیونکہ یہ علاقہ ایک پاکستانی ہی کے نام سے آباد ہے۔"

"کیا مطلب.........؟"

"نانا.........ایک عظیم پاکستانی جس نے یہاں آکر شدید جدوجہد کرکے اپنا ایک
اور اس کے بعد اپنی نسلوں کو یہاں چھوڑ گیا اب بھی یہاں نانا خاندان کے بے شمار لو
لیکن اس کے ساتھ بے شمار دوسرے لوگوں نے بھی یہاں پناہ حاصل کی ہے اور ا
مختلف کام کرتے ہیں یہاں لاتعداد گروپس سرگرم عمل ہیں۔ یہ عام کھیپوں کے
ثابت ہوسکتے ہیں لیکن مسٹر امتیاز میں آپ کو خاص طور پر ٹوپی بازوں سے ہوشیار کرنا
اپنے ہی ہم وطنوں کو زندہ درگور کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ خاص طور سے غیر قانونی
والوں کا دھندہ کرتے ہیں اور پاسپورٹوں کی خرید وفروخت ہوتی ہے اور پاسپورٹ چور
ہیں۔ بنکاک کے گریس ہوٹل میں داخل ہوتے ہوئے اگر آپ ان "ٹوپی بازوں" سے
کا کر جانتے ہیں تو آپ ایک کامیاب کاروباری ہیں ورنہ........."

امتیاز پوری دلچسپی سے یہ ہدایات سن رہا تھا اور اس کے بدن میں سرد لہریں دا
اسے وہ لمحات یاد آرہے تھے جب وہ بھی اپنے پاسپورٹ سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا اگر ا
اس کی وجہ سے گلاب کلی کا سہارا نہ حاصل ہو جاتا تو نہ جانے اس کی کیا درگت بنتی۔

"آپ کا شکریہ مسٹر فراز" یقیناً آپ کے یہ انکشافات میرے لئے بڑے کارآمد ہیں

"ہونا چاہئے آپ نہیں جانتے میں کون ہوں کیا کرتا ہوں لیکن جہاں یہ لوگ
لوگوں پر عرصہ حیات تنگ کرتے ہیں وہیں میں بھی احتیاط کے ساتھ دوچار افراد کو ان
دیتا ہوں۔ اس طرح مجھے خوشی حاصل ہوتی ہے۔"

امتیاز کے اندر پہلے سے کہیں زیادہ اعتماد پیدا ہوگیا تھا اسے احساس ہو رہا تھا کہ
ہوتا ہے اور حالات آہستہ آہستہ قابو میں آہی جاتے ہیں۔ یہاں ہانگ کانگ جیسی ص
نہیں تھی کمال الدین نے اسے بتایا تھا کہ وصولیابی کے بعد اسے خود ہی گارمنٹس کی
ہے اور انہیں پیک کراکے لانا ہے۔ یہ گویا اپنے طور پر پہلا کام تھا جسے امتیاز پور۔
ساتھ کرنا چاہتا تھا......... لیکن اس سے پہلے اسے ہانگ کانگ جا کر محمود سے ملنا
کے اہل خاندان کا پیغام دینا تھا غزل کی موت کی اطلاع دینی تھی......... واپسی کے
کا کوئی تعین نہیں تھا۔ اس لئے مزید کسی الجھن میں گرفتار ہونے کے بجائے اس
کے لئے سستے ذریعہ سفر کی تلاش شروع کی اور فراز سے اسے یہ معلومات
ہوگئی......... اس نے تیاری میں وقت نہ لگایا اور ہانگ کانگ چل پڑا۔

اس ناکے کے چوتھے موڑ پر پولیس موبائل میں بیٹھے پولیس مین چونک پڑے۔ بچاؤ کی
واز رات کے سناٹے میں صاف سنائی دی تھی اس کے بعد فائرنگ ہوئی تھی ایس آئی محمد
حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔
ہوئے واردات ہوگئی۔"
مشاغل میں مصروف پولیس مین چونک پڑے پھر وہ بے اختیار میں اپنی اپنی رائفلیں
کر نیچے کود گئے اسی وقت سرخ رنگ کی ایک اسپورٹس کار زن سے ان کے سامنے سے نکل
محمد دین نے چیخ کر کہا او بے وقوفو......... نیچے نہیں اوپر......... او یاور خان گاڑی
ک......... او جلدی کر۔"

"سرجی یاور خان ضرورت سے نیچے اترا ہے۔" ایک کانسٹیبل نے کہا۔

"او تیرا بیڑہ تر جائے او یاور خان او نکل گئی او بے وقوفو کسی نے گاڑی کا نمبر بھی دیکھا۔"

"سرجی لال رنگ کی تھی۔"

"او میں نمبر پوچھ رہا ہوں۔"

"نمبر تو نہیں دیکھا اندھیرا تھا۔"

"سرجی کسی پر گولی چلی ہے کوئی عورت چیخی تھی۔" دوسرے کانسٹیبل نے کہا۔

"تو بیٹھے رہو آرام سے پتر......... لیٹ کر سو جاؤ او تمہارا بیڑہ تر جائے دیکھو بھاگ
.... او چلو جلدی۔" ایس آئی چیخا اور کانسٹیبل ٹارچیں لے کر دوڑ پڑے روشنی کی لکیریں
سڑک کے منور کرنے لگیں تب انہوں نے سڑک کے درمیان ایک انسانی جسم کو کرب
تڑپتے دیکھا اور چیختے ہوئے اس کی طرف دوڑے اتنی دیر میں سڑک کنارے سے ضرورت
فارغ ہو کر یاور خان آگیا تھا اسے اسٹیرنگ پر بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کی اور محمد دین کو لے کر
جگہ پہنچ گیا جہاں زخمی عورت پڑی ہوئی تھی۔ پولیس کانسٹیبل اسے روشنیوں کے دائرے میں
ہوئے تھے۔

"مرگئی........." محمد دین نے پوچھا۔

"نہیں صاحب جی زندہ ہے ہل رہی ہے۔"

"اٹھاؤ اسپتال لے چلو۔" محمد دین نے کہا پھر بولا۔

"عمر خان اللہ وسایا تم ادھر رکو اس جگہ اینٹیں لگا دو موقع صاف رکھو گاڑیاں خون سے نہ
نے پائیں۔" پھر دو کانسٹیبلوں کو ڈیوٹی لگا کر محمد دین زخمی کو لے کر چل پڑا۔ موبائل آندھی
کی رفتار سے دوڑتی ہوئی پولیس اسپتال پہنچی اور بھاگ دوڑ ہونے لگی ایمرجنسی میں موجود
زخمی پر مصروف ہوگئے محمد دین نے علاقے کے ذمہ داروں کو فون کیا ڈی ایس پی اور ایس پی
پہنچ گئے۔ ڈاکٹر زخمی کی جان بچانے کی کوشش میں مصروف تھے محمد دین نے پوری تفصیل
اور پرس ان لوگوں کو پیش کر دیا گیا لیکن پرس سے تھوڑی سی رقم کچھ میک اپ کے سامان
علاوہ کچھ نہیں نکلا تھا ڈاکٹروں نے بتایا۔

”دونوں زخم کاری ہیں گولیاں **پھیپھڑے** پھاڑتی پشت سے داخل ہو کر سینے سے نکل گئی
امکانات کم ہیں شاید ہوش آجائے۔“ ایس پی نے انتظامات کئے اور زخمی کے پاس بیٹھ گئے محر
کو موقع کی کاروائی کے لئے بھیج دیا گیا تھا کوئی سوا گھنٹے کے بعد زخمی کو ہوش آگیا۔ سول ر
ڈیوٹی ڈاکٹر اور دوسرے لوگ زخمی پر جھک گئے۔“

”خود کو سنبھالو بی بی خود کو سنبھالو.......... تم کون ہو اپنے بارے میں بتاؤ۔“ ایس پی
کہا اور ٹیپ ریکارڈ قریب کردیا۔

”میرا نام ڈولی ڈیسوزا ہے۔“ زخمی عورت نے کہا۔

”پتہ بتاؤ اپنا..........!“ ایس پی ہمدردی سے بولا اور ڈولی پتہ دہرانے لگی ایک محرر سرا
رجسٹر میں بیان لکھتا جارہا تھا۔

”کس نے تم پر گولی چلائی تھی اسے جانتی ہو..........؟“

”ہاں۔“

”کون تھا وہ..........؟“

”میں.......... میں ایک فرم کے ہیڈ آفس میں کام کرتی ہوں ملک ستار کی سیکرٹری
ملک ستار نے مجھ پر گولی چلائی ہے۔“

”کیوں.......... کیا دشمنی تھی..........؟“

”وہ دو نمبر فیکٹریاں چلاتا ہے مجھے اس کا راز معلوم ہوگیا تھا اور وہ دھوکے سے مجھے
گیا.......... پہلے ایک مکان میں لے جا کر مجھ سے پوچھتا رہا کہ میں نے کسے مخبری کی ہ
ایک سنسان جگہ مجھے کار سے اتارا.......... اور مجھ پر گولیاں چلادیں۔“

”وہ مکان کہاں تھا پتہ معلوم ہے..........؟“

”ہاں۔“

”بتاؤ..........“ ایس پی بولا اور ڈولی بتانے لگی۔ وہ بار بار غشی کے عالم میں آجاتی تھی۔
پوری قوت مجتمع کرکے دوبارہ بولنا شروع کردیتی تھی۔

”تو تمہیں ملک ستار نے ہلاک کرنے کی کوشش کی ہے تم سوچ سمجھ کر کہہ رہی
..........؟“

”ہاں۔“

”ملک ستار کی فرم کا نام بتاؤ۔“ ایس پی بولا.......... اور ڈولی نے اس کا پورا پتہ دہرادیا
”بس ایس پی صاحب کافی ہے اس سے زیادہ سوالات نہ کریں اس کے دماغ کی رگیں
جائیں گی۔“ سول سرجن نے کہا۔

”بی بی اس بیان پر دستخط کر دو۔“ ایس پی نے کہا اور ڈولی نے بمشکل دستخط کردیئے ہم
نے آنکھیں بند کرلیں سول سرجن کی درخواست پر وہ سب وہاں سے ہٹ گئے تھے ایس پی
ڈی ایس پی سے کہا۔ ”رانا صاحب آپ فورس لے کر اس مکان کو چیک کریں اور ا

”یس سر..........“ ڈی ایس پی سیلوٹ کر کے وہاں سے باہر نکل گیا ایس پی ان تفصیلات کو
لگا پھر اس نے گواہ کے طور پر سول سرجن اور ڈاکٹروں کے دستخط حاصل کئے اور تمام چیزوں
ول میں لے کر وہاں سے چل پڑا۔

☆..........☆..........☆

ستارے ہی گردش میں آگئے تھے ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا دو کوڑی کے آدمی نے ذلیل کر دیا
ز کون ہے۔ محمود سے اس کا کیا رشتہ ہے کچھ نہیں معلوم تھا بس برداشت ہی کرلیا تھا اُسنے
پستول جیب میں موجود تھا امتیاز کو وہیں ڈھیر کرسکتا تھا لیکن بے وقوف نہیں تھا اس طرح سیما
ہاتھ دھونے پڑتے اس کے بعد سیما کو حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہ رہ جاتا اور یہ لڑکی اسے
تھی۔ یہ بات اس کی تاریخ میں نہیں تھی کہ جس کو اس نے حاصل کرنا چاہا وہ اسے نہ ملا
.... چاہے وہ کیسی حیثیت کا حامل کیوں نہ ہو.......... امتیاز کے ہاتھوں ذلیل ہو کر وہ باہر
آیا.......... اور اپنی کار میں جا بیٹھا۔ پہلے سوچا کہ خاموشی سے یہیں بیٹھ کر امتیاز کی واپسی کا
ار کرے اور جب وہاں سے نکل آئے تو اس کا پیچھا کرکے راستے میں کسی جگہ اس کا کھیل ختم
ے لیکن پھر ارادہ بدل دیا اتنی جلد بازی ٹھیک نہیں ہوگی۔ امتیاز کے فوری قتل پر عورتیں اس
بہ ظاہر کرسکتی ہیں یہ بہتر نہ ہوگا۔ اس طرح سیما کے ہاتھ لگنے کا امکان ختم ہوجائے گا۔ ٹھیک
بیٹے۔ **نو پینز۔ نو گینز**.......... وہ آہستہ سے بولا اور کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھادی۔
ان دنوں جو کچھ ہو رہا تھا وہ کافی پریشان تھا پہلے فیکٹریوں پر چھاپہ پڑا اور زبردست نقصان ہوا‘
ریوں کو سپلائی رک گئی اور مزید نقصان کا خطرہ پیدا ہوگیا۔ فوراً ہی دوسری جگہوں کا بندوبست
گیا اور کسی نہ کسی طرح کام شروع کرادیا گیا لیکن بہت ہی مختصر عرصے میں دوسرا چھاپہ
.... اور دوبارہ فیکٹریاں پکڑی گئیں گونگا اور رحیم میاں کی گمشدگی نے حوصلے پست کردیئے
یہ دونوں پولیس کے قبضے میں آگئے ہیں تو کافی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا بڑے ملک صاحب
موڈ الگ خراب تھا ان کا کہنا تھا کہ کہیں قریب سے مخبری ہورہی ہے۔ پھر اتفاق سے ہی ڈولی
ئی میں آگئی تھی گو ڈولی نے اعتراف نہیں کیا تھا.......... لیکن غور کرنے سے یقین ہو جاتا تھا
ڈولی سے زیادہ کوئی اور مشتبہ شخصیت نہیں ہے چنانچہ اس نے شبہ ختم کردیا تھا ڈولی کو ختم
رکے وہ واپس چل پڑا تھا لیکن ذہن پر بوجھ تھا طبیعت پر ہیجان تھا گھر کا رخ کرنے کی بجائے وہ
ائے اعجاز کی طرف چل پڑا۔ رائے اس کے بہترین دوستوں میں تھا اور بہت سے امور میں وہ
یک دوسرے کے راز دار تھے رائے اپنے ٹھکانے پر ہی مل گیا۔

”اوہو ملک صاحب بغیر اطلاع دیئے۔“

”ہاں یار.......... موڈ آف ہے تم نے بھی اڈے پر جھاڑو پھیر رکھی ہے۔“

"او تم فون کر دیتے ملک جان منور نجن ہی منور نجن ہوتا۔" رائے نے مسکرا کر کہا۔
"کچھ کرو یار.......... میرا موڈ خراب ہے۔"
"موڈ ٹھیک کردیں گے تمہارا ملک جان یہ کونسی بڑی بات ہے۔" رائے فون اٹھاتے ہ
بولا موبائل پر اس نے کسی رستم کو مخاطب کیا تھا اور کہا تھا۔ "رستم .... چار چھ اچھی
والیاں لے کر سولہ نمبر آجاؤ.......... اسٹینڈرڈ کی ہونی چاہیں۔" پھر اس نے فون بند کردیا
"کھانا کھاؤ گے ملک جان..........؟"
"نہیں.......... کھا چکا ہوں۔"
"اوکے۔" اسکے بعد رات بھر محفل جمی رہی تھی صبح پانچ بجے ملک ستار نے دونوں ہاتھ
کر کہا۔
"بس اب نیند آرہی ہے۔"
"بستر لگا ہوا ہے.......... سو جاؤ۔" رائے اعجاز نے کہا اور ملک ستار اٹھ گیا پھر ایسا سو
شام کو چار بجے جاگا رات کی تھکن نے ذہن اور پراگندہ کر دیا تھا۔ بھوک لگ رہی تھی رائے
ملازم نے اعلیٰ درجے کی کافی اور سینڈوچیز پیش کیے رائے موجود نہیں تھا اور ملازم کو ہدایت
تھا کہ ملک ستار کو آرام سے سونے دیا جائے۔ تھوڑی سے شکم سیری کے بعد ملک ستار سوچ
کہ اب کیا کرے تب اس کے ذہن میں سیما آگئی.......... آج یہ کھیل بھی ختم کرلیا جائے
کے بعد اب کسی پسندیدہ سیکرٹری کی اشد ضرورت تھی۔ اسنے اپنے ذہن میں اس منصوبے
تانے بانے بنے اور تیار ہو کر چل پڑا۔ پھر محمود کے گھر کے سامنے گاڑی روکی تھی دستک پر
نے دروازہ کھولا تھا اور سہم گئی تھی۔
"ہیلو بھابی.......... کیا ہو رہا ہے۔"
"کچھ نہیں بھائی جی۔"
"سیما کہاں ہے اس سے کہو تیار ہو جائے۔"
"کہاں جانا ہے بھائی جی۔"
"مجھ سے بھی یہ پوچھنے کی ضرورت ہے آپ کا اپنا ہوں محمود کا دوست ہوں۔ آپ کا
ہوں کہیں غلط جگہ تو نہیں لے جاؤں گا۔ بس کل سے سیما میرے دفتر آئے گی۔"
"پہلے بھی کہا ہے بھائی جی کہ جب تک محمود نہ آجائے ہم کچھ نہیں کرسکتے۔"
"کیا بکواس کر رہی ہیں آپ میری کوئی حیثیت نہیں ہے میں جو ہر موقع پر آپ کے کا
رہا ہوں۔"
"وہ تو ٹھیک ہے بھائی جی لیکن سیما کو میں کہیں نہیں بھیج سکتی وہ خود بھی نہیں جائے گی"
"آپ لوگ مجھے سختی پر مجبور کر رہی ہیں' سیما تیار ہو جاؤ تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔"
"میں نہیں جاؤں گی ' میں نہیں جاؤں گی۔" سیما ہذیانی لہجے میں بولی پھر انداز
تھا.......... اور اسے وہاں سے نکل آنا پڑا تھا۔ ذہن غصے سے کھول رہا تھا گاڑی اسٹارٹ کر

ان بھی بری طرح ضائع ہوا تھا۔ آفس میں نہیں گیا تھا گھر بھی نہیں گیا تھا۔ اب گھر
جا سکتا تھا چنانچہ گھر چل پڑا لیکن کوٹھی کے گیٹ کے سامنے دو موبائل کھڑی تھیں کچھ
ٹہل رہے تھے۔ کافی فاصلے سے اس نے انہیں دیکھ لیا تھا چنانچہ اس نے فوراً" بریک
کو ایک ذیلی سڑک پر موڑ لیا۔ کوٹھی پر پولیس.......... کیا ڈولی کے قتل کا راز کھل
گر کیسے..........؟"

☆.......... ☆.......... ☆

ان کی ڈیوٹی لگی تھی صبح چھ بجے گھر سے نکل گیا تھا اور پورا دن مصروف رہا تھا۔ جس
تھا وہ بے حد سخت اور تھکا دینے والا تھا۔ سارا دن دوڑ بھاگ کرنی پڑی تھی وہ گھر میں
غسل کرکے لباس پہن رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور اس نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا

.... فیروز انکل سے بات کرنی ہے دوسری طرف سے آنے والی آواز کو وہ نہیں
۔"
بول رہا ہے..........؟"
انکل فیروز ہے۔"
۔
.... میں.......... میں سیموئل بول رہا ہوں۔" دوسری طرف سے آواز آئی
نے رونا شروع کردیا۔
سیموئل.......... کیا بات ہے۔"
.... سسٹر.......... انکل سسٹر ڈولی کا مرڈر ہوگیا انکل سسٹر ڈولی مرگئی
!" سیموئل سسکیوں کے درمیان بولا اور فیروز کے کانوں میں بم سا پھٹ گیا۔ اس کا سر
دیر تک کچھ بول نہ سکا۔
اسپتال سے ڈیڈ باڈی آگئی ہے انکل مما بے ہوش پڑی ہیں انکل ہماری ڈولی مرگئی۔"
ستور سسک رہا تھا۔ فیروز نے بمشکل خود کو سنبھالا اور بولا۔ "تم کہاں سے بول رہے ہو
..........؟"
انکل میں نے صبح سے کئی بار آپ کو فون کیا ہے اسپتال سے .... اب ہم گھر
آپ آجائیے انکل ہم بہت پریشان ہیں۔
آرہا ہوں بیٹے میں ابھی آرہا ہوں.......... اوکے..........!؟"
کے انکل..........!" دوسری طرف سے فون بند ہوگیا.......... فیروز خان کو خود کو
کل ہو رہا تھا سر چکرا رہا تھا حلق خشک ہو رہا تھا پاؤں لڑکھڑا رہے تھے۔ ڈولی کو قتل کر دیا

گیا.......... ڈولی کو.......... اس کا قاتل.......... اس کا قاتل ملک ستار کے علا
ہے ڈولی کی مکمل شخصیت اس کے سامنے تھی۔ ملک ستار کو معلوم ہو گیا کہ ڈولی اب
کر رہی ہے نہیں ڈولی.......... نہیں.......... تم نے میرے لئے جان دی میں ا
نہیں ہوں۔ میرا بھی ایک معیار ہے تمہارا قاتل تمہاری موت کے بعد زندہ نہیں
ستار کے خلاف ثبوت ہو یا نہ ہو .... اب اس کا فیصلہ میری عدالت کرے گی
ہے.......... یہ ایک پٹھان کا وعدہ ہے ڈولی۔

فیروز خان نے لباس تبدیل کیا پھر ایک الماری سے پستول نکال کر اس کے چیمبر
لباس میں چھپایا..........دوسری الماری سے کافی رقم جیب میں رکھی پھر وہ باہر نکلنے
ہی تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

فیروز خان نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا دستک دوبارہ ہوئی اور وہ سنبھل
کے قریب پہنچ گیا۔ دروازہ کھول کر باہر دیکھا۔ ایس پی زمان سادہ لباس میں درواز
تھا۔

"ہیلو زمان.........." فیروز خان نے بھاری آواز میں کہا۔

زمان بغور اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا وہ آہستہ سے بولا.......... "ہیلو کہیں جانے
رہے تھے۔"

"ہاں۔"

"تھوڑا سا وقت دے سکو گے مجھے.........."

"ہاں ہاں کیوں نہیں.......... آؤ" فیروز خان نے اپنے دوست کو آنے کے لئے
زمان اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ پھر بولا..........

"صبح سے نجانے کتنے فون کر چکا ہوں تمہیں، کہیں گئے ہوئے تھے؟"

"ہاں ، تھوڑا سا سرکاری کام تھا اور بعض اوقات کوئی چھوٹا سا کام اتنے بڑ
دوچار کر دیتا ہے کہ بس زندگی بھر کف افسوس ملتے رہو.........."

"اطلاع مل چکی ہے" زمان نے آہستہ سے کہا۔

"ڈولی کا ذکر کر رہے ہو..........؟"

"ہاں۔"

"ابھی سیموئیل نے فون کیا تھا وہیں جا رہا تھا.........."

"تو پھر آؤ" میرے ساتھ ہی چلو ابھی تدفین نہیں ہوئی میں بھی شرکت کر لوں گا
الٹے قدموں واپس پلٹا اور فیروز اس کے ساتھ چلتا ہوا باہر آ گیا..........

"میری گاڑی موجود ہے ساتھ ہی چلیں گے، میں تمہیں واپسی میں ڈراپ
.........."

"میں اپنی گاڑی ساتھ لینا چاہتا تھا۔" فیروز ہچکچاتے ہ لا.........."

ہیں جتنے بھی کام ہیں ، ان میں تمہارا ساتھ دوں گا، فرصت ہے مجھے۔" زمان بولا اور
ہوا اس کے ساتھ چل پڑا۔ زمان نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی تھی پھر وہ

ری تفصیلات تمہیں نہیں معلوم ہوں گی..........؟"
ں بس اتنا پتہ چل سکا ہے وہ بھی سیموئیل کے فون سے کہ ڈولی کو قتل کر دیا گیا
؟"
ئی اندازہ ہے تمہارا اس بارے میں..........؟" زمان نے پوچھا اور فیروز کچھ لمحے خاموش
ستہ سے بولا۔
م جانتے ہو زمان آئی ایم سوری تم بھی جانتے ہو کہ اسے کس نے قتل کیا ہے
؟"
ں میں جانتا ہوں۔"
ہر حال میں اس پر کوئی تبصرہ نہیں کروں گا۔ ڈولی کی زندگی میری وجہ سے گئی ہے اور میں
ے وعدہ کیا تھا زمان کہ میں اس کی زندگی کی حفاظت کروں گا۔ بہت بھروسہ کرنے لگی
ھ پر.......... لیکن مجھ سے کوتاہی ہوگئی ، میں نے اسے آلہ کار بنا کر اس کی زندگی چھین
برا ہوا ہے زمان اور معذرت کے ساتھ تمہیں بتانے پر مجبور ہوں کہ جو لوگ قانون پر
جاتے ہیں وہ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اب اس دنیا میں ان کا کچھ بگاڑنے والا کوئی نہیں ہے یہ
زمان.......... قانون انسانوں کا بنایا ہوا ہوتا ہے لیکن کچھ قانون آسمانوں میں بنتے ہیں اور
تغیر ہوتے ہیں۔ ہونا بھی چاہئے انہیں کیوں کہ وہ خدا کے قانون ہوتے ہیں مذہب خون
خون کی اجازت دیتا ہے، معاف کرنا زمان شاید قانون ان لوگوں کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ لیکن
رض ہوتا ہے اور اگر انسان ایک فرض پورا کرنے سے قاصر رہے تو پھر وہ خود کو فرض شناس
ہ سکتا۔ ملک ستار کو موت کی سزا دینے کا فیصلہ میں نے کر لیا ہے۔ بعد میں جو کچھ بھی ہو
ھا جائے گا۔ لیکن ڈولی کی روح سے شرمندہ نہیں ہونا چاہتا میں۔ ملک ستار کی زندگی کے
ند لمحات رہ گئے ہیں اب۔" فیروز خان کی آواز میں بادلوں جیسی گڑگڑاہٹ تھی اور ایس پی
ا بھی دل میں لرز گیا تھا۔ ساری زندگی پولیس میں گزاری تھی، لہجوں کی ترتیب سمجھتا تھا
وقت فیروز خان کے اندر انتقام بول رہا تھا اور وہ اس کھولتے ہوئے لاوے کو اپنی آنکھوں
رہا تھا سرخ دہکتا ہوا لاوا جو تباہی اور بربادی پھیلانے کے لئے بے چین تھا زمان کچھ لمحے
ے سڑک پر نگاہیں جمائے ڈرائیونگ کرتا رہا پھر اس نے کہا۔
تم ٹھیک کہتے ہو فیروز خان لیکن قانون اتنا بے بس نہیں ہے۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ملک
ے لوگوں نے کچھ ایسے انتظامات کر لئے ہیں، جو ان کے گرد آہنی خول بن گئے ہیں تو ٹھیک
۔ لیکن اس خول میں کہیں کہیں کوئی سوراخ بھی ہو سکتا ہے اب وہ قانون کی گرفت سے
ل سکتا ہے میں تمہیں اس بارے میں تفصیل سے بتاؤں گا، ابھی ہم پہلے ڈولی کی تدفین کے

انتظامات کرلیں۔ تمہارا دوست ہونے کی حیثیت سے میں تمہیں مشورہ بھی دے سکتا ہوں
سے ضد بھی کرسکتا ہوں کہ اس وقت تک قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لو' جب تک یہ نہ
قانون بالکل ہی بے بس ہوگیا ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ ملک ستار کو موت کی
گا اس سے کم پر کوئی سودا نہیں ہو گا۔ تم اسے قتل کرکے قانون اپنے ہاتھ لینا چاہتے ہو
وعدہ کرتا ہوں کہ ہم دونوں مل کر ملک ستار کے سینے میں اپنے پستولوں سے گولیاں اتار
اگر ایک دلیر نوجوان ہو تو میں بھی بزدل نہیں ہوں۔" زمان کی آواز میں غراہٹیں چھپی ہوئی
فیروزخان خاموش ہوگیا زمان نے ہاتھ بڑھا کر اس کی جیب سے پستول نکال لیا اور
چونک پڑا۔ بہرحال زمان ایک تجربے کار پولیس افسر تھا وہ جانتا تھا کہ کس وقت کہاں کیا ہ
فیروزخان نے اس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد وہ ڈولی کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے
ایک غربت کدہ سنسان پڑا ہوا تھا۔ اس گھر سے سب کچھ چلا گیا تھا۔ چھوٹا سا بچہ '
بیٹی کی لاش کے پاس افسردہ بیٹھے ہوئے تھے ' تین افراد ایسے بھی تھے جو بس ازراہ خدا ترسی
دکھ میں شامل ہوگئے تھے لیکن اس سے زیادہ کچھ کرنا ان کے لئے ممکن نہیں تھا سموئیل
فیروزخان سے لپٹ گیا۔ زمان خان نے بوڑھی عورت کا سر سینے سے لگالیا اور بوڑھی
زاروقطار رو پڑی۔

"گاڈ نے ہم سے ہماری زندگی کے سہارے لے لئے صاحب گاڈ نے ہم سے سب کچھ
ہم نہیں جانتا ہمارا آگے کا لائف کیا ہوگا۔ صاحب **ڈیتھ** کا ٹائم تو ہمارا تھا لیکن گاڈ جانتا
نے ایسا کاہے کو کیا۔ ابھی سموئیل بہت چھوٹا ہے صاحب ہم کو اپنا پروا نہیں ہے بٹ
ہمارا ینگ لڑکی۔" بوڑھی زاروقطار روتے ہوئے بولی اور زمان نے اس کا سر تھپتھپاتے ہوئے

"میڈم سوچنے والے کے لئے ہر عورت اس کی بہن اس کی ماں ہوتی ہے۔ اگر اس
میں انسانیت کے جذبے ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ڈولی ناوقت چلی گئی۔ لیکن
کہہ سکتے ہیں کہ ڈولی کے قاتلوں کو سزا ملے گی اور آپ سموئیل کی اور اپنی فکر چھوڑ دیں
کی ڈولی نہیں ہے تو کیا ہوا ہم تو ہیں۔ آپ کو اور سموئیل کو زندگی بھر اکیلا نہیں چھو
آپ اطمینان رکھیں باقی گاڈ کے فیصلوں کو آپ بھی مانتی ہیں........."

عورت روتی رہی فیروزخان نے سموئیل سے کہا......... بیٹے میں تمہاری بہن کو وا
لاسکتا لیکن اس کے قاتلوں کو اپنے ہاتھوں سے ماروں گا۔ اور تمہیں اس کی لاش پر
موقع دوں گا۔ باقی کوئی فکر مت کرنا اور اس کے بعد فیروز خان نے زمان سے کہا۔

"زمان تمہیں یہاں گھر رہنا ہے' میں تدفین کے انتظامات کرتا ہوں۔" زمان نے گر
تھی۔

☆.........☆.........☆

"ملک جبار حیران رہ گیا تھا پچھلے دنوں جو کچھ ہوا تھا وہ اس کے علم میں تھا اور ذہنی طور پر وہ
ان کے استقبال کے لئے تیار تھا۔ لیکن اس طرح طاقت کے نشے میں چور تھا کہ اس نے اس
بات کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ کافی دیر کے بعد وہ ڈرائنگ روم میں پہنچا تھا۔ جہاں کچھ پولیس
آفیسرز نظر آرہے تھے ملک جبار کو دیکھ کر وہ کھڑے ہوگئے اور ملک جبار نے پر غرور انداز میں
انہیں دیکھ کر گردن ہلائی اور صوفے پر بیٹھتا ہوا بولا۔

"بیٹھو......... بیٹھو بہادرو......... پتہ چلا ہے کہ تم نے ہماری کوٹھی کو چاروں طرف سے
گھیر لیا ہے کوئی نئی کہانی اخبار والوں کو دینا چاہتے ہو۔ او بھائی تم نے غلط جگہ کا انتخاب کیا ہے ملک
جبار کا کوئی اخبار گھڑی ہوئی کہانی چھاپ دے گا تو پھر اس کا ٹھکانہ کہاں ہوگا۔ یہ تم بھی جانتے ہو
اور اخبار والے بھی۔ او بتاؤ بھئی کیا خاطرمدارت کریں تمہاری.........؟"

"ملک صاحب چھوٹے ملک کہاں ہیں؟" ایک اعلیٰ افسر نے سوال کیا اور ملک جبار نے ایک
لمبا قہقہ لگایا۔

"او بھائی اب وہ اتنا چھوٹا بھی نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو' ہماری انگلی چھوڑ دی ہے اس
نے اپنے پیروں پر چلتا ہے اپنے بل پر کھیلتا ہے وہ کہاں ہے اس بارے میں ہمیں نہیں معلوم۔
اب رہتا ہے دو دو چار چار دن تک شادی تو ہوئی نہیں ہے اس کی۔ شادی بیاہ ہو بال بچے ہوں'
خود بخود پابندی ہو جائے گی مگر خیریت کیا بات ہے کیوں پوچھ رہے ہو تم اسے.........؟"

"ملک جبار صاحب ملک ستار نے اپنی سیکریٹری کو قتل کر دیا ہے اور اس کے بعد وہ مفرور
ہے۔" پہلی بار ملک کے چہرے پر بدحواسی کے آثار نمودار ہوئے لیکن بس ایک لہر تھی جو آکر گزر
گئی اس نے فوراً ہی خود کو سنبھال لیا تھا۔

"گڈ گڈ ویری گڈ......... لیکن ہمیں یہ نہیں معلوم تھا کہ پولیس بھی ہمارے دشمنوں کے
بل میں آجائے گی اور بھائی افسر صاحب تم جانتے ہو کہ ہم آئندہ الیکشن میں کھڑے ہونے کا
اعلان کرچکے ہیں' اور ہمارے مدمقابل یہ بات جانتے ہیں کہ اگر ملک جبار الیکشن میں کھڑا ہورہا ہے
تو پھر کسی کی مجال نہیں کہ وہ اسے شکست دے سکے۔ نام نہیں لیں گے کسی کا سمجھدار کو اشارہ کافی
ہوتا ہے۔ میاں اپنے بھائی کو میں اچھی طرح جانتا ہوں' بڑا بزدل آدمی ہے وہ قتل وتل کرنے کے
بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا اور تم لوگ دیکھ رہے ہو' پچھلے دنوں سے کیا کیا ہو رہا ہے' ایک تو
ہمارے پروڈکٹس کی نقل ہوتی ہے اور جب نقلی فیکٹریاں پکڑی جاتی ہیں تو ہم پر ہی الزام لگا دیا
جاتا ہے کہ ان فیکٹریوں کے مالک ہم ہی تھے' پیسے دے کر ثبوت مہیا کر دینا کوئی مشکل کام نہیں
ہوتا آجکل اور یہ تم لوگوں سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے ان بنیادوں پر سوچو......... چلو ہم
ان باتوں پر تو خاموش تھے کہ ایسے چھوٹے چھوٹے الزامات ہم پر لگائے جا رہے ہیں۔ لیکن اگر
ہمارے بھائی پر قتل کا الزام لگایا گیا تو اچھا نہیں ہوگا۔ اینٹ سے اینٹ بجادوں گا اپنے دشمنوں کی۔
یہ کوئی سازش ہے' سوچ لو........."

"پولیس بھی احمق نہیں ہے ملک صاحب اور نا ہی ہم کسی کے آلہ کار بنتے ہیں' آپ ہی

لوگ اپنے اختیارات سے پولیس کو ناکام بنانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں لیکن بہرحال ہماری
سے ذاتی دشمنی نہیں ہوتی، بے گناہوں کو ہم پریشان کرنے کی کوشش نہیں کرتے، ملک
صاحب کی سیکریٹری زندہ پولیس کے ہاتھ لگ گئی تھی اور اس نے پولیس اسپتال میں اعلیٰ افسر
اور اسپتال کے سول سرجن وغیرہ کے سامنے کھلا کھلا بیان دیا ہے کہ ملک ستار نے اسے گولی
ماری ہیں بہرحال وہ یہ بیان دینے کے بعد ہی مری ہے۔ اس کے علاوہ موقع پر اس وقت ا
پولیس موبائل گشت کرتی ہوئی آرہی تھی جب چھوٹے ملک کی کار لڑکی کو گولیاں مارنے کے
آگے بڑھی تھی وہ سرخ رنگ کی ایک اسٹیٹ کار میں تھے اور رجسٹریشن ڈیپارٹمنٹ سے ہمیں
کار کے بارے میں مکمل تفصیلات معلوم ہوگئی ہیں۔"

"ہوں، میں نہیں جانتا کہ اصل قصہ کیا ہے لیکن تم نے اسے گرفتار کیوں نہیں کرلیا۔
کسی قیمت پر یہ ماننے کو تیار نہیں ہوں کہ ستار نے قتل کیا ہوگا۔ وہ قاتل ہو ہی نہیں سکتا؟
اگر دشمنوں نے کوئی مضبوط جال بچھایا ہے تو تم اسے گرفتار کرلو اس کا ڈیفنس کروں گا کیونکہ
جانتا ہوں کہ میرا بھائی قاتل نہیں ہے.........."

"کیا وہ گھر میں موجود نہیں..........؟"

"تلاشی لینا چاہتے ہو".......... ملک جبار نے خونی نگاہوں سے پولیس آفیسر کو دیکھتے ہو
کہا۔

"یہ ہماری ڈیوٹی ہے ملک صاحب..........؟"

"ہوں.......... لیڈی پولیس لائے ہو..........؟"

"جی ہاں.........."

"گویا پورا انتظام کرکے آئے ہو.......... ٹھیک ہے بھئی شوق پورا کرلو اپنا۔ لیکن غلط
شوق پورا کر رہے ہو ہماری زبان پر اعتبار کرو گے تو فائدے میں رہو گے .... ملک ستار
کل سے گھر واپس نہیں آیا ہے، یہ ہم کہہ رہے ہیں پھر بھی تمہاری خوشی ہے تو ذرا تلا
ورانٹ دکھا دو ہمیں..........؟"

"جی ملک صاحب یہ موجود ہے، آپ کی کوٹھی پر بغیر وارنٹ کے تلاشی کے لئے آ
تصور بھی نہیں کرسکتے ہم" ایس پی نے سرچ وارنٹ نکال کر ملک جبار کے سامنے کردیا او ملک
وارنٹ پڑھنے لگا، پھر بولا..........

"او بھئی بڑے بڑے ہمت والے پیدا ہوگئے ہیں اس شہر میں کہ انہوں نے ملک جبار کی
کی تلاشی کے وارنٹ پر دستخط کر دیئے۔ واہ بھئی واہ.......... بڑی بات ہے، جاؤ پھر اپنا شوق
کرو۔ سن اوئے حنیف، عورتوں سے کہہ دے ایک کمرے میں جمع ہو جائیں۔ بہادر لوگ
لیں گے ہمارے گھر کی اور سنو تم لوگ اپنے بندوں کو سمجھا دینا کوئی چیز ادھر سے ادھر کی تو
اسی کوٹھی میں گولی ماری جا سکتی ہے۔ بعد میں دیکھ لوں گا تم سب کو.........."

پولیس افسران بھی باہمت تھے کسی دھمکی میں نہ آئے.......... لیڈی پولیس کے ساتھ

پھیل گئے اور ہر جگہ کی تلاشی لے ڈالی گئی۔ زنانہ پولیس نے عورتوں کے کمرے
ٹھی میں پھیل گئے اور ہر جگہ کی تلاشی لے ڈالی گئی۔ زنانہ پولیس نے عورتوں کے کمرے
ر دیکھا تھا کہ ملک ستار وہاں تو نہیں چھپا ہوا لیکن وہ واقعی موجود نہیں تھا۔ تب تلاشی لینے
فسران کے پاس پہنچ گئے اور انہوں نے نفی میں گردن ہلادی۔ پولیس افسران نے معذرت
ھ کر باہر نکل گئے، لیکن جاتے ہوئے افسر اعلیٰ نے کہا..........
لک صاحب دو موبائل یہاں موجود رہیں گی آپ سے درخواست کی جاتی ہے کہ ہمارے
اون کریں اور اگر ملک ستار آجائے تو اس کی اطلاع پولیس کو دیں..........
ایف آئی آر کی نقل بھجوا دینا.......... ابھی تم لوگوں نے وار کیا ہے اب میرے وار کا
رنا.........."
نقل بھجوا دی جائے گی ملک صاحب" پولیس افسر نے کہا اور اس کے بعد وہ لوگ باہر نکل
ک جبار بہت دیر تک سکتے کے عالم میں بیٹھا رہا تھا پھر اس نے ملازم کو بلا کر موبائل فون
لیا اور اس پر نجانے کس کس سے باتیں کرنے لگا .... بہت دیر تک وہ اس کام میں
رہا تھا۔ باہر پولیس موبائل کھڑی ہوئی تھیں اور پولیس کے جوان کوٹھی کے چاروں طرف
کر رہے تھے۔ یہ بات ملک جبار کے لئے بڑی شرم کا باعث تھی، پھر اپنے کمرے میں بند ہو
نے ملک ستار کے بارے میں سوچا اور ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑا کر رہ گیا رات کو
کے بعد موبائل پر بیل ہوئی اور اس نے جلدی سے موبائل آن کرکے چہرے کے قریب

"ہاں ملک جبار.........."

"بھائی جی میں ستار بول رہا ہوں.........."

"بول.......... بول.......... بے وقوف بول.......... او تو نے تو ناک کٹوادی میری، کیا
بیٹھا ہے بے وقوفا، او اس کی کیا ضرورت تھی گدھے یہ کام تو چار پیسے کا کوئی آدمی کرسکتا تھا،
مار دیا اسے..........؟"

"بھائی جی ہماری مخبر وہی تھی..........؟"

"او تو کیا بگاڑ لیا اس نے ہمارا.......... ختم کرنا ہی تھا تو کسی سے بھی کہہ دیا جاتا..........
پچھلے کچھ دنوں سے بالکل ہی عقل سے پیدل ہوگیا ہے کیا..........؟"

"بھائی جی.......... کیا پولیس کو پتہ چل گیا ہے..........؟"

"نہیں پولیس یہاں کبڈی کھیلنے آئی ہے، ساری عزت خاک میں ملا دی تو نے او پاگل کہاں
تجھے پتہ ہی نہیں ہے کہ پولیس نے ہماری ساری فیکٹریاں سیل کر دی ہیں گھر کے گرد پھیل
ہے۔"

"بھائی جی ایک جگہ موجود ہوں.........."

"لوئے گاڑی کدھر ہے تیری.........."

"میرے پاس ہے..........؟"

"پاس ہے تیرے..........؟ تو پھر تو اپنی مصیبت لانے پر تلا ہوا ہے.......... ہمیشہ گڈی چڑھی نہیں رہتی ' اترتی بھی ہے۔ مشکل میں پھنس گیا ہے تو.......... لو
بارے میں بیان دے کر مر گئی ہے پولیس والے ہمارے رعب میں بھی نہیں آ رہے.......... لڑ
پہلے اپنی گاڑی سے پیچھا چھڑا اور اس کے بعد اسلام آباد نکل جا یہاں سے.......... چوہدر
کے پاس پہنچ جا' سمجھ رہا ہے ناں.......... اب کچھ دن تک تجھے روپوش رہنا پڑے گا
غفار کو فون کر دیا ہے۔ انتظامات کر لے گا وہ جیسے وہ کہے ویسے ہی کرنا.......... میں نے
ہے کچھ دن کے لئے تجھے ہانگ کانگ بھیج دیا جائے۔ چوہدری غفار تجھے اسلام آباد سے جو
بھی باہر نکالے اس کی بات مان لینا ' کہیں ضد مت کرنا کراچی پہنچنے کے بعد باقی انتظامات وہ
ہو جائیں گے۔ ہانگ کانگ چلا جا اور جو زنخا ہے وہاں اس کے پاس قیام کر' جب تک
طرف سے تجھے دوسرا اشارہ نہ ملے ادھر ہی رہنا اور سمجھ رہا ہے نا میری بات..........؟"

"مگر بھائی جی ادھر کاربار کا کیا ہوگا.........."

"اوئے میں مر گیا کیا.......... جو کہہ رہا ہوں مجھ سے وہی کرنا ہے تجھے' کاروبار کون
گیا ہے اب.......... اصلی فیکٹریاں بھی سیل ہوگئیں۔ لمبا ٹائم لگے گا نقلی تو خیر گئیں
مشینیں کہاں سے منگوائے گا او جب تو اتنے بڑے کاروبار کو چلا نہیں سکتا تھا ہاتھ کیوں ڈال
تو نے ' جو کچھ میں کر رہا تھا وہ کافی نہیں تھا.......... میری بھی پوزیشن خراب کر دی.....

"معافی چاہتا ہوں بھائی جی.........."

"اوئے بس چار جملے کہہ دیئے کہ معافی چاہتا ہوں اور بات بن گئی.......... او تیرا با
ملک کا وزیراعظم لگا ہے نا اور تو نے سب کچھ چوپٹ کر کے رکھ دیا ملک ستار ' اب جو کہہ ر
وہی کر نہیں تو ہو سکتا ہے میرے اختیارات بھی ختم ہو جائیں اور تجھے نہ بچا سکوں 'گواہی
اور پولیس کا موقف مضبوط ہے۔ احتیاط سے نکل جاؤ اور سن لائن پر کبھی ٹیلی فون مت کر
ٹیلی فون کرنا ہی نہیں 'جس سے پتہ چل جائے کہ میرا اور تیرا کوئی رابطہ ہے جو کچھ بھی کر
چوہدری غفار کرے گا سمجھ رہا ہے نا اسلام آباد پہنچنے کے بعد چوہدری غفار کو فون کرنا اور اس
بعد ہانگ کانگ پہنچ کر بھی چوہدری غفار سے رابطہ رکھنا وہ مجھے ساری خبریں دیتا رہے گا۔"

"جی بھائی جی ٹھیک ہے۔" دوسری طرف سے ملک ستار کی آواز سنائی دی۔

"اوئے اپنا خیال رکھنا زیادہ اونچے اونچے ہاتھ پاؤں نہ مارنا ابھی تھوڑے دن احتیاط کرنا
کیوں مجھے بھی مصیبت میں ڈالنے پر تلا ہوا ہے۔"

"نہیں بھائی جی میں خیال رکھوں گا۔" ملک ستار نے جواب دیا اور پھر فون
ہو گیا.......... ملک جبار کے چہرے پر سخت پریشانی کے آثار نظر آ رہے تھے۔

☆..........☆..........☆

حسین اٹوائی کھٹوائی لئے پڑے ہوئے تھے۔ انہیں امید نہیں تھی کہ پانسہ اس طرح پلٹ
م بیٹے پر بڑا ناز کرتے تھے۔ اور انہیں یہ اندازہ تھا کہ نکاح کے بعد ساری صورتحال ان
میں آجائے گی اور بابوارشاد منہ دیکھتے رہ جائیں گے بیٹی کا ہاتھ داماد کے ہاتھ میں دے چکے
ے اور ان کے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں رہے گا کہ پھر وہ اپنی من مانی کر سکیں۔ لیکن پوت
پالنے ہی میں نظر آ گئے تھے۔ بابوارشاد اچانک ہی فاتح بن گئے تھے اور غلام حسین نے
تھا کہ جمال حسین کس طرح بھیگی بلی بن کر ان کے ساتھ چلا گیا تھا' بس یہی بات ان کو مار
بیٹا اگر اسی وقت سینہ تان لیتا تو بابوارشاد کی مجال نہیں تھی۔ پھر گردن موڑ جاتے ' غلام
تلملا رہے تھے ' سکتے کے عالم میں تھے یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ اب خاندان میں ہی
لے میں بھی منہ دکھانا مشکل ہو جائے گا۔ اتنے ہی دنوں میں لوگوں نے جو کچھ کہہ دیا تھا وہ
نی تھا۔ غلام حسین نے تو سوچا تھا کہ اس وقت سب کی زبانیں بند ہو جائیں گی جب جمال
انہیں سرخرو کرے گا اور وہ دنیا کو بتائیں گے کہ بیٹا اس دنیا سے نمٹنا عقلمندی ہی کا کام ہوتا
بے وقوف لوگوں کو تو یہ دنیا پیس کر رکھ دیتی ہے یا بیٹے کا مستقبل بھی بن گیا اور سارا خاندان
گیا لیکن جمال حسین نے لٹیا ڈبو دی تھی اور اب ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کون سا
لیں۔

ر والوں کی نگاہیں بھی دیکھ رہے تھے' رحمت بی بی الگ اداس تھی۔ حریم کا البتہ کچھ پتہ
ل سکا تھا۔ چنانچہ کمرے ہی میں بند ہو کر لیٹ گئے تھے۔ جمال حسین پورا دن نہیں آیا تھا۔
و بھی نہیں آیا تھا اور آج اسے گئے ہوئے تیسرا دن تھا لوٹ کر گھر کی خبر ہی نہیں لی تھی'
طرح رخصت ہو کر چلا جائے گا سوچا بھی نہیں تھا۔ بہرحال ابھی ہمت نہیں ہاری تھی تیل
ہے تھے تیل کی دھار دیکھ رہے تھے نئے نئے پینترے سوچ رہے تھے۔ دوپہر کو کھانا کھانے
ایک بار پھر اپنے کمرے کی طرف بڑھے تو رحمت بی بی نے کہا۔

"اب گھر میں ہی بیٹھے رہو گے یا بیٹے کی کچھ خیر خبر بھی لو گے' تم تو بالکل ہی گھر میں گھس
گئے۔"

غلام حسین کو موقع مل گیا دانت نکوس کر بولے "بیٹا.......... اسے بیٹا کہتے ہوئے شرم نہیں
تمہیں..........؟"

"کیوں مجھے کیوں شرم آئے گی..........؟"

"ایسی ہوتی ہے نراولاد.......... چوبیس گھنٹے ہوئے نہیں کہ بیوی کے قدموں میں سر رکھ دیا
ے ہی سب کچھ سمجھ لیا' ساس سسر کو ماں باپ کا درجہ دے دیا ' ارے ماں باپ گئے بھاڑ
میں.........."

"ارے تو اس کا کیا قصور ہے وہ لوگ تو تھے ہی چالاک آخر بابو ارشاد نے لاکھوں کمائے ہوں
عقل ہوگی ان میں۔"

"ہاں ہاں میں ہوں بے وقوف کا بچہ گدھا ہوں گدھا کھل کر کیوں نہیں کہہ دیتیں۔"

"مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہنے کی ' جسے کہنا ہوگا وہ کہے گا.........."

"دیکھ رحمت میرے منہ مت لگ اچھا نہیں ہوگا.........؟"

"ارے واہ یہ اچھی بات ہے کون خوش تھا اس بات سے کہ بیٹے کو محلوں م
دو.......... اب اسے محل مل گیا تم کیوں اپنے کمرے میں گھس کر بیٹھ گئے ہو..........؟"

"رحمت دیکھ میرا دماغ مت خراب کر ' بس میں نے کہہ دیا ہے تم کیا سمجھتی ہو ' ہار
میں نے.......... ارے بابو ارشاد کو یہ نہ بتادیا کہ غلام حسین کیا ہے ' تو پھر نام ہی بدل ا
اپنا۔" اتنی دیر میں باہر دروازہ بجنے کی آواز آئی اور رحمت بی بی منہ بناتی ہوئی دروازے کی
چل پڑی.......... قسمت کا مارا جمال حسین ہی تھا۔ غلام حسین کو اس کی صورت نظر آئی
کے چہرے پر طنز کے آثار پھیل گئے۔

"آیئے آیئے بڑے صاحب آیئے.......... کیسے سسرال میں کوئی تکلیف تو نہیں
آپ کو.........." غلام حسین نے وہیں سے جمال حسین کو لتے لئے 'جمال حسین آہستہ
آگے بڑھ آیا سلام کیا اور بولا..........

"کیسی ہے اماں آپ.........."

"ٹھیک ہوں تم سناؤ ' واقعی سچ کہہ رہے ہیں تمہارے ابا.......... سسرال میں سار
نے تنگ تو نہیں کیا۔ بیوی کا رویہ خراب تو نہیں تمہارے ساتھ..........؟"

"آپ لوگ مجھ پر طنز کیوں کر رہے ہیں ' کیا میں نے اپنی مرضی سے شادی کی ہے ا
پوچھ لیجئے ' خود آپ کے علم میں ہے سب کچھ.......... میں نے تو آپ کو بتا دیا تھا کہ ا
ماحول مختلف ہے انداز مختلف ہے۔ وہ لوگ ہمارے برابر کے لوگ نہیں ہیں ان کے ہاں
کرکے ان سے دبنا پڑے گا۔ اب آپ بتایئے چار دن ہوئے نہیں ہیں شادی کو۔ کیا لڑنے
لگوں ان سے چوڑے چماروں کی طرح آستینیں چڑھا کر کھڑا ہو جاؤں ' کیا
آخر..........؟"

"بیٹا وفادار شوہروں کی طرح زندگی گزارو.......... بیوی کی خدمت کرنے سے جنت
ہے.......... ابے کبھی ہمیں دیکھا ہے اپنی بیوی کے قدموں میں جھکتے ہوئے ' کیا یہی سیکھا
نے گھر میں ' سسر صاحب نے کہا کہ چلو جمال حسین اور جمال حسین دم دبا کر چل پڑے۔"

"ابا جی آپ کو معلوم تھا پہلے سے.......... انہوں نے نورین کے لئے الگ کوٹھی بنوا
اور صاف صاف کہہ دیا تھا آپ سے کہ نورین الگ کوٹھی میں رہے گی ' آپ ہی تھے جو
کہ حالات کو قابو میں کرلیں گے۔ اب کرلیجئے حالات کو قابو میں ' میں نے کب منع کیا ہے
تک میرا معاملہ ہے میں سڑک پر کھڑے ہو کر لڑنے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

"اوئے شاباش.......... یہ شریف زادہ کہاں سے لے آئی تھیں رحمت بی بی ' یہ تو
شریف زادہ ہے او جمال حسین تیرا بیڑا غرق ہو سوچ سمجھ کر کہہ کیا کہہ رہا ہے۔ ارے تو تو
عمر کی کمائی ہے ہماری ' اوئے ایسے ہماری لٹیا ڈبوئے گا ' خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔"

دیکھو ابا جی اور اماں جی.......... میں آپ لوگوں سے صاف صاف کہے دیتا ہوں ' فیصلہ
نے کیا ہے میرا کوئی قصور نہیں تھا اور نا ہی میں یہ بات پسند کروں گا کہ میں گھر میں داخل
آپ لوگ جوتیاں لے کر میرے پیچھے پڑ جائیں۔ میری بھی اپنی زندگی ہے ' ساری عمر
بات مانی ہے جو انہوں نے کہا ہے وہی کیا ہے 'اور اب انہی کی مرضی سے شادی ہوئی ہے
نہیں ہو سکتا کہ میں نوکری کے علاوہ کشتیاں بھی لڑتا پھروں.......... سمجھ رہے ہیں آپ
جانا چھوڑ دوں گا اس گھر میں آپ جانیں اور آپ کا کام.........."

☆..........☆..........☆

بیٹا یہ بات کہنے کی ضرورت تو نہیں ہے۔ ارے ہم نے سمجھ لیا ہے سب کچھ لیکن ایک
بھی سمجھ لینا غلام حسین ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہے۔ لڑوں گا جب تک جان میں
لڑتا رہوں گا نہ تجھے چین سے بیٹھنے دوں گا اور نہ خود چین سے بیٹھوں گا آسان تھوڑی
ما دینا بابو ارشاد کو کہ داؤ بے شک انہوں نے مار لیا ہے لیکن اس کے بعد انتظار کریں غلام
.........."

آپ اسے ایک منٹ بیٹھنے بھی دیں گے ' بات کرنے دیں گے مجھ سے "رحمت بی بی
....

کرو کرو تم بات کرو ' لیکن مجھے جو کہنا تھا وہ میں نے کہہ دیا ہے اور اب میں دیکھ لوں گا
اچھی طرح دیکھ لوں گا۔"

ہاں بابا دیکھ لینا اچھی طرح دیکھ لینا ' کوئی منع نہیں کرے گا۔" رحمت بی بی نے کہا اور غلام
اپنے کمرے میں چلے گئے۔ رحمت بی بی نے بیٹے کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تو بیٹھ
...... نورین ٹھیک ہے نا..........؟"

مجھے کیا معلوم کون ٹھیک ہے اور کون غلط.......... میں تو مشکل میں پھنس گیا ہوں ساری
آپ کو معلوم تھیں۔ میں کہتا رہا ان سے کہ ابا ہمارا ان کا جوڑ نہیں ہے مگر وہ تو سکندر اعظم بنے
تھے ان کا خیال تھا کہ دنیا کو چٹکیوں میں فتح کرلیں گے دیکھو اماں صاف صاف کہہ رہا ہوں
ان لوگوں سے بگاڑنا چاہتا ہوں.......... نہ آپ کو چھوڑنا چاہتا ہوں۔ ابا کو اپنا رویہ درست
گا۔"

تو بھی کوشش کرنا بیٹا.......... نورین کو محبت سے اپنے حق میں کرنے کی کوشش کرنا۔
آواز تیری آواز میں شامل ہوئی تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

کوشش کروں گا اماں.......... لیکن اباجی کو اپنا رویہ بدلنا پڑے گا ورنہ کچھ نہ ہو سکے گا '
لا ہے؟"

میں موجود ہوں بھیا ' آپ لوگوں کی باتیں سن رہی ہوں۔"

"تو بتا میرا کیا قصور ہے۔ یہ میں نے کہا ہے۔" جمال حسین مظلوم لہجے میں بولا اور حر
اختیار ہنس پڑی۔

"میں بتاؤں بھیا......... یہ سب کیا ہے اسے مکافات عمل کہتے ہیں۔"

"یہ کیا ہوتا ہے؟" رحمت بی بی نے ناک سکوڑ کر پوچھا.........!

"بھیا جانتے ہیں اماں.........!" حریم نے کہا۔ اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔ جمال ح
سر نہ جانے کیوں جھک گیا تھا۔

☆.........☆.........☆

محمود بیمار ہوگیا تھا۔ ہانگ کانگ ' سنگاپور ۔ بینکاک سفر ' سفر ' سفر مختلف لوگوں
ڈیلنگ......... احکامات کی پابندی......... استاد گلاب کلی کے کاروبار سے وہ اچھی طرح
ہوتا جا رہا تھا۔ گلاب کلی ہر طرح کے کام کرلیتا تھا۔ وہ سخت بے رحم فطرت کا مالک تھا۔ خا
سے اپنے مخالفوں کے ساتھ وہ کوئی رعایت نہیں برتتا تھا۔ اس دوران محمود کو یہ بھی علم ہو
کہ استاد گلاب کلی ملک ستار کو ذرا بھی خاطر میں نہیں لاتا۔ بس اس سے تھوڑا سے کاروبار
جوڑ تھا۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ گلاب کلی نے ایک بار محمود سے کہا تھا۔

"اپنے لاہور کا بندہ ہے۔ یہاں اس کے کاروبار کو پھیلانے میں مدد کی ہے میں نے مجال
اس کی کہ یہاں کی مارکیٹ میں میری مدد کے بغیر کچھ کرسکتا۔ تمہیں اس نے بلا کے ٹال دیا
کام ٹھیک کرو گے تو میری آنکھوں کے تارے رہو گے ورنہ دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھ
گا۔ خیال رکھنا۔" اور محمود نے سوچا تھا کہ واقعی دودھ کی مکھی ہے۔ اپنے گھر بار سے دور
ہے اپنوں سے دور ہو چکا ہے کوئی پرسان حال نہیں ہے کوئی ہمدم نہیں ہے بھائی ' سیما.........
اور غزل......... جب غزل کے بارے میں سوچتا دل ڈوبنے لگتا تھا۔ اس چراغ سحری کے
ہونے کا منظر بھی اب اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ سکے گا۔ جب بھی غزل کے بارے میں سوچتا
دل ڈوبا جاتا تھا غزل سے ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن.........

ان دنوں یہ احساسات نہ جانے کیوں شدید ہوگئے تھے۔ یہ شدت تپش بن گئی اور یہ
پورے وجود پر مسلط ہوگئی۔ زبان خشک ہو کر تالو سے چپک گئی آنکھیں اور کان آگ اگلنے
پانی کی طلب میں اپنی جگہ سے اٹھا تو چکرا کر گر پڑا اور بے ہوش ہوگیا۔ نہ جانے کتنے گھنٹے
ہوش فرش پر پڑا رہا۔ پھر خود ہی ہوش آیا تھا۔ بدن اکڑ گیا تھا۔ پیاس سے گلے میں پھانسیں پڑ
تھیں۔ اٹھنے کی ہمت کرتا رہا۔ تنہائی اور بے بسی سے احساسات اور شدید ہوگئے تھے ہمت کر
اٹھا روم فریزر سے پانی کی بوتل نکال کر پوری چڑھالی۔ پانی پی کر پلٹا تھا کہ پھر چکر آگیا اور ایک
پھر حواس سے بیگانہ ہوگیا۔ اس نے کسی کو خود کو سہارا دیتے ہوئے محسوس کیا پھر وہ نرم بستر پر
پھر کسی نے اسکی پیشانی پر ٹھنڈی پٹیاں رکھ کر اس کا بخار کم کیا۔ اس نے ہمدرد وجود سے لپٹ

نہا ہوں مجھے نہ چھوڑنا......... یہ تنہائی مجھے سانپوں کی طرح ڈس رہی ہے دیکھو میرا
چھوڑنا........." اور پھر وہ کسی گرم وجود کی نرمائیوں میں سر چھپا کر پرسکون ہوگیا۔ پھر یہ
جانے کب تک طاری رہا۔ بازو میں چبھن ہوئی تو سنبھل گیا۔ آنکھیں کھول کر دیکھا ایک
یک عورت پاس کھڑے ہوئے تھے۔ مرد نے کہا۔

کے میڈم......... سب ٹھیک ہے اب یہ بالکل ٹھیک ہو جائیں گے۔"

ینک یو ڈاکٹر........." عورت کی آواز ابھری مرد کے جانے کے بعد وہ مسکراتی ہوئی
پاس آبیٹھی اتنے قربت کو محمود نے کچھ عجیب سا محسوس کیا۔ لیکن یہ لمس ' یہ قربت ' یہ
بی نہ لگی۔ یہ مسکراہٹ وہ خوابوں میں دیکھتا رہا تھا عورت نے پیار سے اس کے رخسار پر
تے ہوئے کہا۔

ب کیسی طبیعت ہے ڈیئر......... آواز بھی اجنبی نہیں ہے یہ آواز تو کانوں میں گونجتی
ے۔"

ٹھیک ہوں......... آپ آپ کون ہیں۔" محمود نے کہا۔ اور عورت کے چہرے پر کرب
پھیل گئے۔ وہ خاموش رہی تو محمود نے پھر کہا۔ "آپ کون ہیں؟"

مت عورت ہوں......... عورت جو ہمیشہ بھٹک جاتی ہے۔ اپنی سوچوں کے دھارے
بدل لے لیکن نہ جانے کونسی کمزوری اسے ہمیشہ مار دیتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا یہ بدبخت
کیا ہے اس کی فطرت میں محبت کے یہ جذبے کیوں ہوتے ہیں بس یہی ہوں میں۔ مجھے علم
ہوش میں آکر تم یہی پوچھو گے۔"

ود حیرانی سے اس پر غور کرنے لگا پھر اچانک اس کے ذہن مین بجلی سی کوندی اس کی زبان
اختیار نکل گیا......... "گیتا.........!"

یہ نام تمہیں گلاب کلی نے بتایا ہوگا۔" اس چہرے کی شناخت اسی نے تمہیں کرائی ہوگی
ہوگا کہ یہ عورت تمہیں جہاں بھی نظر آئے اس کی گردن کاٹ لاؤ .... نوٹوں کے
یئے جائیں گے تمہارے سامنے......... ورنہ یہ نام تم کیا جانو........."

تم......... یہاں کیسے آگئیں........." محمود نے سخت تعجب سے پوچھا۔

ے کی موت مرنے آئی تھی۔ بدبختی گھیر لائی تھی۔ تمہارے دوست امتیاز کی تلاش میں آئی
ستان گئی تھی اسکے پیچھے لاہور اس کا شہر تھا اس نے مجھے دھوکا دیدیا۔ پھر واپس ہانگ کانگ
تمہانے اس کمرے میں دیکھا تھا۔ اسی سے ملنے یہاں آئی تھی مگر یہاں تم نظر آئے۔ زمین
ے تھے بخار سے پھنک رہے تھے مجھ سے لپٹ گئے۔ قابل رحم حالت تھی تمہاری تم نے رو
اپنی تنہائیوں کی داستان سنائی اور تمہارے لمس میں ڈوب کر ہلاک ہوگئی۔ اتنی گہرائیوں میں
ئی کہ سانس بند ہوگیا۔ مرگئی میں سب کچھ بھول گئی۔ امتیاز اجنبی ہوگیا۔ صرف تم یاد رہ
سب کچھ بھول گئی۔ گیتا کا نام بھی یاد نہ رہا مجھے ' لعنت ہو مجھ پر......... یہ جانتی تھی

میں کہ ہوش میں نہیں ہو.......... ہوش میں آؤ گے تو یہی پوچھو گے کہ تم کون ہو۔"
اس کی آواز سسکی میں بدل گئی۔ اور محمود کو سب کچھ یاد آگیا۔ گیتا استاد گلاب ک
نمبر ایک.......... وہ جو امتیاز کے پاس آئی تھی اور عقبی کھڑکی سے فرار ہو گئی تھی۔
حوالے سے امتیاز پکڑا گیا تھا اور جو اس کا سر اپنی آغوش میں رکھ کر اسے پیچھے سے پا
تھی۔ جس کے گہرے سیاہ اور گھنے بال اس کی آنکھوں کی تپش کو ٹھنڈک بخشتے رہے
خواب نہیں تھے جب اس نے کسی نرم وجود کا سکون محسوس کیا تھا۔ مشکل تمام اس ن

"تمہیں یہاں کتنا وقت گزر گیا۔"
"چوتھا دن ہے۔" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔
"او مائی گاڈ.......... میں چار دن سے بیمار ہوں.......... یہ شاید ڈاکٹر تھا جو ابھی گیا ہے۔"
"ہاں۔"
"گیتا.......... اس دوران کوئی اور یہاں آیا تھا..........؟"
"نہیں۔"
"کوئی فون بھی نہیں آیا.........."
"نہیں.......... گیتا نے جواب دیا۔ محمود کو یاد آگیا گلاب کلی نے اس سے ک
آرام کرے۔ ضرورت پڑنے پر اسے کال کرلیا جائے گا۔ اسے ضرورت پیش آئی ہو
اس طرح نہ آتی تو.......... اسے وہ لمحات یاد آئے جب پیاس کی شدت سے تڑپ ر
اس سے نہ جانے کتنا دور تھا۔ اسکی آنکھوں میں ممنونیت کے آثار ابھر آئے اس نے ک

"سوری مس گیتا میں قابل معافی تو ہوں.......... آپ خود بتا چکی ہیں کہ میر
نہیں تھا۔" وہ شکایت بھری نظروں سے اسے دیکھتی رہی پھر بولی..........
"اب تو ہوش میں ہو..........
مجھ سے جانے کے لئے کہو.......... یا پھر مجھے پکڑ کر گلاب کلی کے سامنے لے ج
انعام ملے گا تمہیں۔"
"اتنا برا سمجھتی ہو مجھے۔" محمود نے کہا.......... اور گیتا بے اختیار ہو گئی۔
دوسرے دن محمود نے اس سے کہا.......... "تمہارے گروہ کو معلوم ہے ہو..........؟"
"میں خود اپنا گروہ ہوں.......... کسی کو جواب دہ نہیں ہوں میں.........."
"رانا کرن سنگھ کو بھی نہیں۔"
"کہا نا.......... تمہارے اور اپنے معاملے میں کسی کو بھی نہیں.........."
وہ محبت بھرے لہجے میں بولی اور محمود کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ اس نے پرخیال ل

گیتا کیا امتیاز تمہیں چاہتا ہے۔"
نہیں.......... اب میں اس کی شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھ سے اجتناب برت کر مجھے
منزل کی طرف گامزن کر دیا۔" گیتا پیار سے بولی۔ محمود کے دل میں ایک ہوک سی اٹھی۔
کی منزل اس سے کتنی دور ہے گیتا کیا جانے.......... وہ غزل کا تذکرہ گیتا جیسی غیرمعیاری
کے سامنے کرکے غزل کے تصور کو میلا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن گیتا نے اس پر احسان کیا
احسان نے محمود کی زبان بند کردی تھی۔ البتہ وہ فکر مند نہیں تھا۔ گیتا ایک آزاد خیال
کون جانے کب اس کی نگاہوں کا مرکز بدل جائے۔ یہ ناممکن نہیں تھا۔ انتظار کرلینے میں
رج نہیں ہے۔ خود اس نے گیتا کی کبھی پذیرائی نہیں کی تھی بلکہ خوفزدہ تھا کہ گیتا کی موجودگی
کے علم میں نہ آجائے۔ بات بگڑ جائے گی۔ جبکہ گیتا جانے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ وہ سوچ
کہ کوئی ایسا جواز ہے کہ گیتا یہاں سے جائے۔ خود بھی کمزور تھا ابھی اور کوئی طلبی بھی نہیں
تھی۔ بہرحال وہ الجھا ہوا تھا۔ اس شام دونوں بیٹھے چائے پی رہے تھے کہ دروازے پر دستک
ر گیتا دروازہ کھولنے چلی گئی۔ دروازہ کھلا تو محمود کو ایک شناسا آواز سنائی دی۔
"گڈ.......... ویری ویری گڈ نو ہیپنز' نو گیسنز"
آواز بم کے دھماکے سے کم نہیں تھی محمود کو اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا۔ یہ آواز کہاں
سکتی ہے۔ پھر اس نے گیتا کی آواز سنی۔
"جی کس سے ملنا ہے۔"
"معاف کرنا بی بی' جہاں تم جیسی خوبصورت لڑکی موجود ہو وہاں کسی اور سے ملنے کی خواہش
ہوگی' لیکن کیا یہاں محمود ہوتا ہے۔"
"آیئے۔" گیتا نے طنزیہ کہا اور ملک ستار اندر آگیا محمود اٹھ کر بیٹھ گیا اسے اب بھی آنکھوں
ن نہیں آرہا تھا۔"
"ہیلو ٹائیگر.......... عیش ہو رہے ہیں عیش.......... ویری گڈ۔ ہم کہتے ہیں نا **نو پینز۔**
گینز.......... دعائیں نہیں دو گے ہمیں.......... تمہیں دنیا دکھادی.......... بائی دی وے
ن سے تعارف نہیں کراؤ گے۔
"آپ ہانگ کانگ کب آئے ملک صاحب؟" محمود نے خود کو سنبھال کر کہا۔
"زیادہ وقت نہیں گزرا بس یوں سمجھ لو تمہارے بغیر دل ہی نہیں لگا لاہور میں' سو چلے
۔ ملک ستار نے گیتا کو گھورتے ہوئے کہا پھر بولا۔ "ہانگ کانگ بہت خوبصورت ہے مگر اتنا
ورت ہے یہ نہیں معلوم تھا' یہ کون ہیں بتاؤ گے نہیں چلئے میڈم آپ خود اپنا تعارف
ئیں۔"
"گیتا ہے میرا نام.......... لیکن آپ مجھے مہابھارت سمجھ سکتے ہیں۔" گیتا جلے کٹے لہجے میں
.... پھر اس نے محمود کی طرف رخ کرکے کہا۔ "میں باہر جارہی ہوں محمود یہ صاحب
جائیں گے تو دوبارہ آجاؤں گی تمہیں اندازہ ہے کہ مجھے غیرمعیاری لوگوں سے نفرت ہے۔" یہ

کہہ کر وہ باہر نکل گئی۔

"نو پینز - نو گینز.......... ویسے تمہارا سلیکشن اچھا ہے کہو' ہانگ کانگ راس آ
"کیسی باتیں کر رہے ہیں ملک صاحب.......... وطن سے دور بے یار و مددگار پڑا
ہوں.......... گھر والوں سے رابطے ٹوٹ گئے ہیں کسی کی خیر خبر نہیں ہے میری یہ مشکل کر
ہوگی؟"

"اداکاری مت کرو ٹائیگر.......... اتنی حسین لڑکی کے ساتھ رہ رہے ہو کوئی مالی پریشا
نہیں ہوگی تمہیں پھر بھی ناشکری کی بات کر رہے ہو۔"

"وہ صرف میری دوست ہے۔" محمود نے کہا اور ملک ستار قہقہہ مار کر ہنس پڑا..........
"مردوں کی دوستی مردوں سے ہوتی ہے تکلف سے کام لے رہے ہو یا پھر احترام کر ر
ہمارا.......... چلو اچھی بات ہے سناؤ کیسی گزر رہی ہے۔"

میں سخت پریشان ہوں۔ اپنے وطن سے رشتہ ٹوٹ گیا ہے میرا محمود نے کہا
"مجبوری اسی کا نام ہے ٹائیگر.......... تمہارا ہی کیا.......... ہمارا رشتہ بھی ٹو
ہے.......... مگر کیا حرج ہے ہانگ کانگ بھی کونسی بری جگہ ہے ہر طرف عیش ہی عیش'
کلی کام تو دے رہا ہے تمہیں' معاوضہ بھی دیتا ہوگا۔"

"ہاں.......... لیکن وہ جو کچھ کرتا ہے میرے مزاج کا کام نہیں ہے۔"

"مزاج کے چکر میں ہی نہیں پڑنا چاہئے' جس کام میں رقم ملے وہ کر لینا چاہیے ویۓ
ٹائیگر اب تمہارا کام استاد سے ہی رہے گا ہم نے تو کام بند کردیا ہے۔"

"کیوں..........؟" محمود چونک کر بولا۔

"بس.......... تمہیں سمجھایا تھا احتیاط سے کام کرو' ایکسائز کو لگالیا تم نے اپنے
وقت سے سارا کھیل بگڑ گیا کروڑوں کا نقصان اٹھانا پڑا ہے تمہاری وجہ سے یہاں تک کہ
لاہور چھوڑنا پڑا۔"

"یہ سوچنا اب تمہارا کام ہے جاؤ گے تو مارے جاؤ گے ویسے یہاں رہ کر کچھ دیکھیں۔
سوچیں گے تمہیں بھی ساتھ رکھیں گے اور رکھنا پڑے گا کام کے آدمی ہو۔" ملک ستار عجیب
انداز میں ہنس کر بولا.......... محمود کے چہرے پر مسلسل پریشانی کے آثار نظر آتے رہے۔

"ذمہ داری تو آپ کی تھی ملک صاحب آپ کو صورت حال سنبھالنی چاہئے تھی...
آپ کے تو اختیارات تھے آپ نے سارا بوجھ میرے کندھے پر رکھدیا.........."

"رکھنا تھا ٹائیگر' بہت کچھ کھلاتے پلاتے رہے ہیں تمہیں.......... آخر ٹائیگر پالے کم
جاتے ہیں' چوہدریوں کو دیکھا نہیں ہے تم نے۔" ملک ستار نے کہا اور محمود جلتی نگاہوں
اسے دیکھتا رہا ملک ستار تھوڑی دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا.......... پھر بولا۔

"تمہارے بارے میں پوچھا تھا گلاب کلی سے' تو تمہارا پتہ مل گیا ملنے چلے آئے' ہ
یہی رائے ہے کہ گلاب کلی کے لئے کام کرتے رہو' گھر پیسے بھیجتے رہو ان کا بھی کا

پھر بعد میں اگر صورت حال کچھ سنبھلی تو سوچیں گے .... کریں گے کچھ نہ
خالی تو نہیں بیٹھ سکتے۔ ویسے ایک بات کہوں محمود' لڑکی مجھے پسند آئی ہے۔ اگر
ہے تو یہ دوستی ہم سے بھی ہونی چاہئے۔ اب یہاں کچھ عرصے کے لئے تو ہمارے
میان سے مالک اور نوکر کا فرق ہٹ گیا ہے دوستوں کی طرح رہو گے تو فائدے

گیا اور جھلا کر بولا.........."ابھی میرے اوپر اتنا برا وقت نہیں آیا ملک صاحب
بھی کرتا پھروں.......... آپ بھول کر بھی اس بارے میں نہ سوچیں' ویسے اس
نی رشتہ نہیں ہے آپ اگر اس سے دوستی کرسکتے ہیں تو ضرور کرلیجئے اور اس کے
ے کبھی اس بارے میں کچھ نہیں کہیں۔"
ہی بدل گیا تمہارا تو.......... خیر دیکھیں گے ابھی ہمیں یہاں آئے ہوئے وقت ہی
چلتے ہیں' دوبارہ ملاقات ہوگی" ملک ستار اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اور پھر اپنے مخصوص
تا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا.......... محمود پر تفکر نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا تھا۔

☆..........☆..........☆

کانگ پہنچ گیا۔ ائیرپورٹ سے وہ سیدھا محمود کے ہوٹل کی جانب چل پڑا تھا' پھر دل
یالات ہزاروں احساسات لئے ہوئے وہ محمود کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا اس
اب بھی اس کے پاس موجود تھی' لیکن محمود شاید اپنے کمرے میں ہی موجود تھا'
تک دے کر اندر داخل ہوگیا.......... محمود تنہا تھا امتیاز کو دیکھ کر وہ پرمسرت انداز
.... اور پھر کھڑے ہو کر امتیاز سے گلے ملا۔ امتیاز کی آمد سے اس کے چہرے پر
پھیل گئی تھی۔ گیتا شاید چلی گئی تھی اور محمود کمرے میں تنہا ہی تھا۔ اس نے امتیاز کو
ہوئے کہا..........
د بڑی شدت سے تمہارا انتظار تھا.......... لیکن میرے حساب کے مطابق تم کافی
.........."
.... لیکن تم کچھ کمزور نظر آرہے ہو محمود خیریت تو ہے..........؟" پریشان ہو
؟"

بیمار رہا ہوں' یقین کرو یہ کچھ دن مجھ پر اتنے برے گزرے ہیں کہ زندگی میں پہلے
ے دنوں کا تصور نہیں کیا۔ پریشانیاں مقدر بن گئی ہیں امتیاز مجھے احساس ہے کہ وقت
لر دیا ہے اور اب دور دور تک روشنی کی کوئی کرن نظر نہیں آتی۔"
کیا طبیعت ہے..........؟"
ٹھیک ہوں لیکن ریسٹ کر رہا ہوں جلدی سے مجھے لاہور کی خیریت بتاؤ ....

سب لوگ خیریت سے تو ہیں نا بھابی بینش ' سیما تمہارے گھر والے سب
ہیں.........."

"ہاں ٹھیک ہیں.......... لیکن اس بار میں تمہارے لئے اچھی خبریں نہیں لا
مجھے بے حد افسوس ہے' ویسے دیر اس لئے ہوگئی کہ اس بار میں بنکاک کے لئے کو
تھا پہلے بنکاک جانا پڑا.......... تمہارے پاس آنا ضروری تھا اس لئے وہ تھوڑا سا
لاہور جانے کے لئے تھا اس میں تمہارے پاس آیا۔"

"گڈ اس کا مطلب ہے کہ اب تم صحیح **کھیپئے** بن گئے.......... اصل
جگہ تو بنکاک ہی ہے' ہانگ کانگ تو ایک ذیلی جگہ ہے' مگر یہ تم نے کیا کہا کہ میرے
لائے ہو..........؟"

"تو بتاتے کیوں نہیں امتیاز میرے دوست ' خدا کے لئے مجھے جلدی بتاؤ کہ
خیریت سے ہیں..........؟"

"ہاں دونوں ٹھیک ہیں۔"

"اور نوید.........." محمود بے قراری سے بولا۔

"نوید بھی ٹھیک ہے۔"

"تو پھر اور.......... اور" محمود بولتے بولتے اچانک رک گیا.......... غزل
پوچھنا چاہتا تھا.......... امتیاز نے افسردگی سے کہا۔ "غزل کا انتقال ہوگیا۔"

محمود ایک قدم پیچھے ہٹا اور اس کے چہرے پر پیلاہٹ دوڑ گئی۔ اس نے خلا
بیٹھنے کے لئے سہارا تلاش کیا اور امتیاز نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا اس نے
بٹھا دیا تھا اور خود بھی اس کے پاس بیٹھ گیا تھا .... امینہ بیگم کا بھی انتقال ہو
بغیر اس دنیا میں نہیں رہ سکی۔ بہت غم ناک موت ہوئی ہے ان کی اور میں اچھی
کہ اس خبر سے تمہارے دل پر کیا گزر رہی ہوگی.......... لیکن محمود یہ خبر
تمہیں.......... کیا کرتا ' کیسے اس سے گریز کرتا۔

محمود خاموشی سے بیٹھا خلا میں گھورتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں ایک بھی آنسو
بس دیوار کو دیکھتا رہا تھا.......... اور نجانے اس دیوار پر اس نے کیا کیا دیکھا تھا.....
خاموشی سے گزر گئی اس کے بعد محمود نے آہستہ سے گردن کو جھٹکا اور بولا۔

"یہ ہونا تھا.......... میں جانتا تھا یہ ہونا ہے' دکھ بس ایک بات کا ہے ما
ہوئے وعدے پورے نہ کر سکا۔ ہاں امتیاز ایاز سے محمود بن کر اتنا مختصر فائدہ حاصل
میں نے کبھی نہیں سوچا تھا.......... کہاں برا کیا ' کہاں اچھا کیا۔ اب یہ بحث لا حاص
بیگم کی موت نے مجھے تھوڑا سا سکون دیا ہے غزل کے بغیر ان کی زندگی جس قد
اسے سوچ کر ہی مجھے خوف آتا تھا۔ چلو وطن کے سارے رشتے ایک ایک کرکے ٹو
بینش اور سیما کے بارے میں بتاؤ .... وہ لوگ خیریت سے ہیں' یہ صد

ں گا کیونکہ یہ میرے لئے غیرمتوقع نہیں ہے چلو چھوڑو ان لوگوں کی سناؤ..........
دیا ہے بینش بھابی نے مجھے.........." امتیاز نے کہا اور لفافہ نکال کر محمود کے
محمود بہت دیر تک دھندلائی ہوئی آنکھوں کو رومال سے خشک کرتا
پھر اس نے خط نکال کر پڑھنا شروع کردیا.......... خط میں بینش اور سیما نے وہ تمام
دی تھی جو ملک ستار کی وجہ سے پیش آئی تھیں۔ بھولا بدمعاش کا بھی ذکر تھا اس میں
رج کردی گئی تھیں محمود کی آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگیں.......... وہ دیر تک خط
تا رہا.......... اور اس کے پورے وجود میں جوار بھاٹے نمودار ہوتے رہے۔ بدن کی
اندرونی جوش کا اظہار کررہی تھیں جو اس وقت اس کے دل میں پیدا ہورہا تھا نجانے
جاری رہا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

ستار.........." بس یہی دو لفظ اس کے منہ سے نکلے تھے اور اس نے کاغذ بند کرکے
رکھ لیا تھا پھر وہ خاموشی سے امتیاز کو دیکھتا رہا.......... اور اس کے بعد تلخی سے مسکرا

یار تم نے واقعی بڑے انوکھے انکشافات کئے ہیں امتیاز تمہاری والدہ اور بہنیں کیسی
..........؟"

ٹھیک ہیں' میں نے ان لوگوں کا تعارف کرادیا ہے آپس میں۔ محمود ملک ستار کو تو میں
کردیتا مگر یہاں آنا میری مجبوری تھی۔ تم بے فکر رہو' واپس جانے کے بعد میں کوئی
بات کروں گا.......... تمہاری اجازت لینا بھی ضروری تھی یا اگر تمہارے ذہن میں
ہو تو مجھے بتا دینا.......... ویسے میں اس بدبخت کو ٹھیک کروں گا فکر مت کرنا۔"

ں امتیاز میں خود ہی اسے ٹھیک کروں گا میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کمینہ اتنا ذلیل ہے' میں
بچانے کے لئے دیس نکلنا برداشت کیا اور اس نے میرے پیچھے یہ سب کچھ کیا چلو ٹھیک
نے مجھے حساب کتاب کرنے کا موقع دیا ہے شاید تمہیں یہ بات معلوم نہیں کہ وہ یہاں

ن ملک ستار.........."

بس.......... یہ ایک الگ کھیل ہے امتیاز.......... تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا
لیکن خیر میں ہی دیکھوں گا اور مجھے یہی دیکھنا بھی چاہئے.......... پھر اب تمہارا کیا
ہے بنکاک واپس جاؤ گے.........."

بتاؤ ہے محمود۔"

ور جاؤ میرے دوست ' تمہارے سامنے بھی تمہارا مستقبل ہے بہنوں اور ماں کا مستقبل
لم جاری رکھو' میرے لئے پریشان نہ ہو ویسے جب واپس جاؤ تو بینش اور سیما سے کہہ دینا
تار کا خطرہ ٹل چکا ہے اور وہ اس کے لئے پریشان نہ ہوں .... ویسے انہیں یہ بھی
ملک ستار اب یہاں سے کبھی واپس نہیں جائے گا .... مگر نہیں' ظاہر ہے یہ بات

ہم انہیں نہیں بتاسکتے.......... مگر تم اپنے طور پر انہیں اطمینان دلادیتا کہ ملک ستار
وہ اب بالکل بے فکر ہو جائیں اب وہ انہیں پریشان نہیں کرے گا۔"

"میں نے اپنے اہل خاندان سے ان لوگوں کا پورا پورا تعارف کرادیا ہے' ضرور
دونوں گھرانے ایک دوسرے کا ساتھ دے سکتے ہیں' لیکن ایک مشورہ تمہیں دینا چاہتا ہو
محمود.........."

"کیا..........؟"

"دیار غیر ہے اپنا خیال رکھنا جذباتی ہو کر کوئی ایسا قدم نہ اٹھا بیٹھنا جس سے تمہیر
میں دقت پیش آئے۔"

"اتنا بے وقوف نہیں ہوں امتیاز.......... آرام سے کام کروں گا لیکن یہ میراد
بہن اور بھاوج سے کہ ملک ستار اب انہیں پریشان نہیں کرسکے گا اور ہاں امتیاز ایک او
آگیا ہے۔"

"کیا..........؟"

"میں جیسا کہ تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں شدید بیمار ہوگیا تھا اور میرا کوئی پرسان حا
وہ ہندو لڑکی گیتا تمہیں تلاش کرتی ہوئی یہاں آئی.......... میں اس وقت شدید بخار
تھا اور یقینی طور پر بحرانی کیفیت کا شکار تھا۔ وہ کم بخت میری تیمارداری میں لگ گئی اور ا
امتیاز اس نے اپنی محبت میری جانب منتقل کردی۔ امتیاز یہ بات تم اچھی طرح جانتے ہو
دل میں غزل کی محبت کا کنول کھلا ہوا تھا وہ جگہ میں کسی اور کو نہیں دے سکتا کسی قیم
اور پھر ویسے بھی مضحکہ خیزبات تھی ہندو لڑکی سے بھلا میرا کیا تعلق' تمہارے ذہن میں
لئے کوئی گنجائش نہیں ہے..........؟"

امتیاز نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔ "خدا نے کرے ویسے اس بات پر قہقہے لگ
چاہتا ہے' لیکن تمہیں دی ہوئی غمناک خبروں کے بعد میرے لئے ہنسنا ممکن نہیں ہے یو
جہاں تم نے میری بہت سی امداد کی ہیں۔ ان میں سب سے بڑی مدد یہ ہے' وہ کم بخ
ساتھ لگی ہوئی لاہور پہنچ گئی تھی۔ بڑی مشکل سے اس سے راہ فرار اختیار کی۔" امتیاز۔
کہانی سنادی اور محمود پھیکے سے انداز سے مسکرانے لگا پھر بولا۔

"بہرحال وہ چلی گئی ہے لیکن مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ میرے پیچھے لگی رہ
"خطرناک لڑکی ہے محمود' خیال رکھنا.........."

"محمود میں اب رکھا ہی کیا ہے میرے دوست ایک کھوکھلا وجود جسے لوگوں کے لئے
ہے' جوان بہن ہے بھابی ہے بھتیجا ہے' جینا ہے ان کے لئے جیئوں گا لیکن غزل
غزل.........." پہلی بار محمود کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی آئی اور امتیاز نے اس کا
سینے سے لگالیا.......... نجانے کیا تھا اس لمس میں کہ محمود پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا اور نجا
تک امتیاز اسے تسلیاں دیتا رہا تھا۔

ل حسین کو اپنی زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی کا احساس ہو رہا تھا اور اب وہ ذہنی طور پر اپنی
دنیا میں مگن ہوتا جارہا تھا.......... ایک وہ گھر ہے جہاں داخل ہونے کے بعد ہر شخص کی
نفر ہوتا ہے بالکل اسی طرح جیسے کوئی ایسا ڈاکو ہو جو اس گھر میں ڈاکہ مار کر فرار ہوگیا ہو۔
غلام حسین نے کبھی کسی کو اپنے بارے میں سوچنے کا موقع ہی نہیں دیا اور اس طرح ہر
مسلط رہے کہ ہر شخص ان کا محکوم ہی رہا اور کبھی کسی کو یہ حق نہ مل سکا کہ وہ اپنی مرضی
کوئی کام کرے جمال حسین اب اس زیادتی کو بڑی شدت سے محسوس کرنے لگا تھا اور غلام
اگر اسے سخت اور سست کہتے تو وہ بڑے تلخ جواب دے دیا کرتا تھا۔ غلام حسین وہ پچھلے
ات سمجھ رہے تھے ایک دن بیٹے پر جوتا اٹھا کر کھڑے ہوگئے تو جمال حسین نے رحمت بی بی

ا

اماں سمجھاؤ اباجی کو.......... عزت نفس بھی کوئی چیز ہوتی ہے' ذرا ان سے کہو میرے
یں آکر دیکھیں' جنرل مینجر ہوں پوری فرم کا۔ جب آفس میں داخل ہوتا ہوں تو سارا
کھڑا ہو جاتا ہے ہر انسان عزت چاہتا ہے اگر اباجی میری ایسے بے عزتی کرتے رہے تو میں
نا جانا چھوڑ دوں گا۔"

"ابے تو دفعہ ہو جا یہاں سے ہم سمجھیں گے کہ ہماری کوئی اولاد نہیں تھی' تیرے جیسی
ں باپ کے رشتے کو بدنام کر دیتے ہیں.......... نکل جا یہاں سے ورنہ اچھا نہیں
.... سر پھاڑ دوں گا تیرا۔"

حمت بی بی نے سمجھایا بجھایا.......... حریم راستے میں آگئی اور غلام حسین بمشکل تمام
.... لیکن جمال باہر نکل آیا تھا۔ بابو ارشاد نے اپنا کہا پورا کیا تھا اپنی فرم کا جنرل مینجر بنا
۔ اسے پہلی بار اپنے ساتھ آفس لے گئے تھے۔ نورین بھی ساتھ تھی' مسز ارشاد
.... اور وہاں انہوں نے پورے اسٹاف سے جنرل مینجر کا تعارف کرایا تھا اور جمال حسین
شاندار آفس میں بٹھا دیا تھا سب نے اسے مبارک بادیں دی تھیں اور جمال خوشی سے پھولا
سمایا تھا یہ تو اس کے ان خوابوں کی تعبیر تھی جو اس نے یہ سوچ کر دیکھے تھے کہ ایسے خوابوں
ی تعبیر نہیں ملتی لیکن وہ خوش نصیب تھا کہ اسے تعبیر مل گئی تھی اور اب درحقیقت اپنے
گھر سے وہ بدل ہوگیا تھا ماں اور بہن کی محبت بے شک دل میں تھی لیکن غلام حسین اس
اتھ وہاں جو سلوک کرتے تھے وہ اس کی شخصیت کے منافی تھا.......... نورین بھی خوش تھی
بوارشاد بھی کیونکہ اب جمال حسین گھر جانے کا نام بہت کم لیتا تھا البتہ کبھی کبھی ماں باپ یاد
ے تھے اس دن کے بعد جب وہاں سے نکالا گیا تھا آج اس کے دل میں ماں باپ کی ہوک
ی اور وہ موقع کی تلاش میں تھا کہ کسی طرح نورین اجازت دے دے نورین کو ساتھ لے
ی کوشش کبھی نہیں کی تھی کم از کم بیوی کے سامنے بھرم رہ جائے .... بہرحال ہمت
نورین سے کہہ ہی دیا۔

"نورین آج گھر جانے کو دل چاہ رہا ہے اجازت دو تو تھوڑی دیر کے لئے چلا جاؤں۔"

نورین نے تیکھی نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولی "جب تم یہ کہتے ہو جھ سے تو دل چاہتا
کہ تم سے بہت سی باتیں کہوں لیکن بہرحال تمہاری خوشی مجھے ناپسند نہیں ہے البتہ جمال
بات میں نے ہمیشہ محسوس کی ہے وہ یہ کہ جب تم وہاں سے واپس آتے ہو تو مجھے تمہارے اند
وہی جمال جھلکتا ہوا محسوس ہوتا ہے جو سڑکوں اور بس اسٹاپوں پر نظر آتا تھا' ماں ' باپ تم
سوچ کے دھارے بدلنے کی کوشش کرتے ہیں اور میں ذہنی طور پر الجھ جاتی ہوں۔ بہرحال چلے
لیکن ان کے اثرات قبول نہ کرو تو بہت اچھا ہے' وہ تمہیں کہیں کا نہ چھوڑیں گے۔

"وہ تو میں جانتا ہوں نورین.......... تم یقین کرو قصور صرف میرے باپ کا ہے......
ماں اور بہن کبھی اس بارے میں کچھ نہیں کہتیں۔"

"وہ ریزرو فورس کی حیثیت رکھتی ہیں غلام حسین صاحب نے انہیں ہر اس وقت کے
تیار رکھا ہوگا جب وہ خود تھک جائیں سمجھ رہے ہو نا میری بات ' خیر چلے جاؤ ہوشیار رہنا'
گھر سے چل پڑا.......... دل لرز رہا تھا ہمیشہ ہی لرزتا تھا' بہرحال دروازے پر پہنچ گیا اِر
شاندار کار دیکھ کر پاس پڑوس کے دروازے کھل گئے۔ لوگوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹیں پھیل
اور جمال حسین دروازے پر دستک دے کر اندر داخل ہوگیا اب اسے بدقسمتی ہی کہا جاسکتا
سب سے پہلے سامنا غلام حسین سے ہی ہوا.......... غلام حسین اسے دیکھ کر آگ بگولہ ہوگئے

"آؤ آؤ بیٹا پیدا ہوئے تھے تو لڈو بانٹے تھے ہم نے اور محلے والوں سے سینہ تان کر کہا
اللہ تعالیٰ نے بیٹے سے نوازا ہے۔ مگر آج جب محلے والے ہم پر مسکراتے ہیں تو گردن جھکانی
ہے اور یقین کرنا پڑتا ہے کہ بیٹا نہیں بیٹی کے باپ تھے ہم' دونوں بیٹیاں ہی نکلیں..........
عزت سے ایک بیٹی سسرال رخصت ہوگئی .... ابے بیوی کے غلام کتنے دن کے بعد آیا
کیا واقعی تیری شادی کسی لڑکی سے ہوئی ہے ابے تیرے اتنے قابو میں نہیں ہے کہ تو کبھی
لے کر یہاں آسکتا۔"

"ابا جی وہ ماحول تو پیدا کریں آپ یہاں پر اب آپ دیکھ لیجئے دروازے سے داخل ہو
آپ نے کیا عزت افزائی کی ہے میری۔ ایسی صورت میں اگر نورین بھی میرے ساتھ ہوتی
عزت رہ جاتی میری وہاں بھی دو کوڑی کا ہو کر رہ جاؤں گا دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا۔"

"ابے دھوبی کا کتا تو تو بن چکا ہے اب اور کیا بنے گا' پالا پوسا ہے ہم نے تجھے ' خرچ کیا
تیرے اوپر ہم ہی اپنی اولاد کی طرح تیرے ساتھ کچھ نہ کرپائیں گے تو پھر کون کرے گا۔" ر
اور حریم بھی سامنے آکھڑی ہوئی تھیں اور باپ بیٹوں کی گفتگو سن رہی تھیں غلام حسین نے ا
بولنے کا موقع نہیں دیا تھا۔

"بالآخر مجھے یہ طے کرنا پڑے گا کہ میں اس گھر سے کنارہ کشی اختیار کرلوں اماں میرا
قصور نہیں ہوگا' حریم ابا جی وہ ماحول پیدا کررہے ہیں کہ اس کے بعد گھر کا رخ کرتے ہوئے م
دل میں نفرت بیدار ہو جائے۔"

"تو پھر بیٹا پھر بھوکے مرجائیں گے ہم ' ایں ' فاقے کریں گے نا ہم.......... تیرا دولت

ہارے گھر کا خرچ چلا رہا ہے۔"
زبان کھولنے پر مجبور نہ کریں ابا جی نہ آپ بھوکے مریں گے نہ اس گھر میں فاقے ہوں
ہوں کہ آپ نے جو کچھ جمع کرلیا ہے وہ آپ کی زندگی بھر کے لئے کافی ہے کون جانے
ن کی شادی ہوگی بھی یا نہیں.......... لیکن آپ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے کہ دنکہ
پتی ہیں اور جیسے آپ لکھ پتی بنے ہیں یہ میں جانتا ہوں۔"
نکل جا.......... نکل جا میرے گھر سے.......... میں کہتا ہوں نکل جا.......... ایک قدم
مے بڑھایا تو خون کردوں گا تیرا.......... جان دے دوں گا اپنی اور جان لے لوں گا
...... میں کہتا ہوں نکل۔" غلام حسین جمال کو دھکے دینے لگے.......... رحمت بی بی
ہیں اور انہوں نے کہا۔
کیا کر رہے ہو تم 'کیا کر رہے ہو ' خدا کے لئے کیوں گھر کو تماشا بنا رہے ہو' ارے جوان
میں بیٹھی ہے ایک تو بے چاری ویسے ہی اپاہج ہے' دوسرے تم باپ بیٹوں کی یہ جنگ کیا
گے لوگ ہمیں.......... کون آئے گا اس گھر میں۔"
نکل.......... میں کہتا ہوں نکل.......... غلام حسین آپے سے باہر ہوگئے تھے۔ جمال
پانچ لاکھ والی بات کرنے والا تھا اور یہ ایسی بات تھی جس نے ان کے تن بدن میں آگ
تھی دھکے دیتے ہوئے دروازے سے باہر لے گئے محلے والوں نے شور کی آوازیں سن لی
اور اپنے اپنے گھروں کے دروازے پر آکھڑے ہوئے تھے۔ جمال حسین کو سخت بے عزتی کا
ہوا۔ رحمت بی بی رونے لگی تھی حریم خاموش اپنی جگہ کھڑی ہوئی تھی رحمت بی بی نے کچھ
ن غلام حسین نے اسے بھی پیچھے دھکیل دیا اور جمال حسین سے بولے۔
"اب اس کے بعد اس گھر کے دروازے پر تیری صورت نظر نہ آئے ' جو کچھ تجھ سے کیا
ہے کرلے' سمجھا.........."
جمال حسین نے چاروں طرف دیکھا اور اس کے بعد اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں رہا کہ
کہ پلٹ جائے ' لوگوں کی ہنسی کی آوازیں اس کے کانوں میں ابھر رہی تھیں مگر غلام حسین
ہم باتوں سے بے نیاز غصے سے بے قابو ہو رہے تھے' چنانچہ وہ واپس پلٹ گیا۔

☆ .... ☆ .... ☆

ملک ستار کو غصہ تو بہت آیا تھا مگر پی گیا ' احساس تھا کہ ان دنوں ستارے گردش میں ہیں'
دماغ کو ٹھنڈا ہی رکھنا چاہئے۔ گلاب کلی کے اڈے پر آیا تھا اور اندر داخل ہونے لگا تھا کہ دو
ملازمانے اسے روک دیا اور بتایا کہ استاد اس وقت حرم سرا میں ہیں اس حرم سرا کے بارے
ملک ستار اچھی طرح جانتا تھا لیکن اس نے کہا کہ استاد کو اس کی آمد کی اطلاع دی جائے۔ پھر
پہرا دینے والوں میں سے ایک نے واپس آکر کہا کہ استاد اسے بلا رہا ہے اور پھر وہ ملک ستار کو

ساتھ لئے ہوئے اندر داخل ہوگیا۔

حرم سراعقوبت خانہ تھا اور اس عقوبت خانے میں تین آدمی الٹے لٹکے ہوئے
پیروں میں رسیاں بندھی ہوئی تھیں۔ باقی سارا جسم انہی رسیوں میں الٹا جھول رہا تھا،
تھے' رو رہے تھے ' چیخ رہے تھے اور استاد گلاب کلی ایک چوکی پر بیٹھا ہوا پان چبا رہا
کو دیکھ کر اس نے گردن ہلائی اور اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ ملک ستار چوکی کے ایک
جا بیٹھا تھا۔

"ایوں لگتا ہے استاد جیسے اب ہماری عزت کم ہوتی جا رہی ہو تمہاری نگاہوں میں

"اے میاں اپنی ہی الٹی سیدھی ہانکنے والے چلے آتے ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ
سے گزر رہے ہیں۔ جھاڑو پھیرے ان کم بخت ماروں کو کھلا کھلا کر مسٹنڈا کر دیا ہے
ہے بدن پر اور کام دھندہ چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اب ذرا تم ہی دیکھو ملک جی غیروں کے
دل رہے ہیں۔ کوئی معمولی بات ہے۔ کہیں بھی چوک ہوگئی تو گردن میں رسی باندھ کر
دیئے جائیں گے۔ یہی عزت کرائیں گے اب یہ ہماری.........."

"اپنے آدمی ہیں استاد.........."

"ائے بھاڑ میں جائیں ' چولہے میں جائیں ایسے اپنوں سے غیر اچھے کم از کم پیسے
کرتے ہیں ' انہیں تو راج بھی رجاؤ اور پھر ان کے ہاتھوں میں چوڑیاں بھی دیکھو' ا
پوچھو ملک جی زنخے تو ہم ہیں' یہ سارے کے سارے ہی ہمارے جیسے کیوں
گئے.........." ملک ستار ہنس پڑا تھا لیکن استاد گلاب کلی کی آنکھوں میں خون اترا ہوا

"دیکھو ملک جی یہ لونڈیا ہے ' ارے ٹانگ برابر چھپکلی جیسی مگر ان مسٹنڈوں
ہراساں کر مارا ہے اس نے چھتیس بار سامنے آئی ہے' مگر ہمیں پتہ ہے یہ مردود ا
پہنچ کر ریشہ خطمی ہو جاتے ہیں۔ بھلا ایک ایسی خوبصورت لڑکی کو ہاتھ کون لگائے ائے
موت ہوتی ہے ان مئے مارے مردودوں کی اور یہ سسرے اپنی موت خود بلا رہے ہیں
انہیں ' کھال اتارو دو کم بختوں کی ' میں کہتی ہوں یہ کرتے کیا رہے ہیں' کیوں نہیں
اسے.........."

"کون لونڈیا ہے استاد کون لونڈیا ہے' ہمیں بھی تو دکھاؤ.........." ملک ستار
کے ہاتھ سے وہ تصویر لے لی ' جو اس نے قریب سے اٹھالی تھی پھر اس نے لڑکی کی
اور اس کا دماغ جھنجھلا کر رہ گیا یہ گیتا تھی جو اسے محمود کے کمرے میں ملی تھی اور ملک
اس کے بارے میں سوچتا رہ گیا تھا۔ اس کے دماغ کی چرخی برق رفتار سے گھوم رہی
دنوں استاد کے لئے کام کر رہا ہے اور اب صحیح معنوں میں ملک ستار سے اس کا کوئی
نہیں رہا ہے کوئی کام ہی نہیں رہا تھا جو محمود سے لیا جاتا۔ اول تو یہاں کوئی مشکل
ضرورت کے اخراجات گھر سے پورے ہوسکتے تھے لیکن خالی بیٹھنا بھی تو ممکن نہیں تھا
کھیلنا ہی ہے چنانچہ یہی کھیل کیوں نہ کھیلا جائے۔ اس کا مطلب ہے کہ محمود بھی اپنے

ر رہا ہے ورنہ گیتا سے اس کا کیا تعلق۔ ذرا گہرائیوں میں اتر کر دیکھنا چاہے اصل معاملہ کیا
ب کلی نے تصویر اس کے ہاتھ سے لے لی اور جلے کٹے لہجے میں بولا۔
ئمس جاؤ تم بھی اس تصویر میں ائے میں کہتی ہوں کیا ہوگیا ہے تم مردوں کو۔"
پینز ۔ نوگینز.......... استاد ہم تو تمہارے عاشقوں میں سے ہیں کوئی اور کہاں سمائے
نظروں میں۔"
بھانڈ بن کر بھنڈئی نہ کرو میرے سامنے.......... میرا دماغ بڑا خراب ہو رہا ہے اس

کیوں اتنے پریشان ہو رہے ہو.......... تمہارے عاشق کس کام آئیں گے آخر ہم بھی
پاس آگئے ہیں۔"
ستار نے کہا۔
میاں اڑان نیچی رکھنا یہاں بڑے جھگڑے پال رکھے ہیں ہم نے کوئی نیا مسئلہ کھڑا نہ کر دینا
لئے اللہ کی مار سب کچھ لٹا آئے اب کیا جھک مارو گے ...."
ارے ہمارا کیا ہے استاد زندگی بھر کمایا ہے اب بیٹھ کر کھالیں گے ہم تو تمہاری بات کر رہے

پینز ہی پینز ہیں یہاں۔ کچھ گینز نہیں ہوگا۔ بڑا مقابلہ ہے کم بخت ماروں سے ۔"
ہ کہا۔ "ہے کون یہ استاد.......... دیکھنے میں تو معمولی سے لڑکی ہے۔"
آنکھوں میں سوئی پھر گئی ہے سب کے' آٹھ مہینے سے نچا رکھا ہے مال زادی نے ' کرن
لاڈلی ہے وہ بدنسل خود کبھی سامنے نہیں آتا اور کیوں آئے اس کا کھونٹا پکا ہے دیکھ لو کیسے
ِدائے لٹکا رکھے ہیں اس نے گھیرا ڈالتے ہیں مگر وہ صاف نکل جاتی ہے۔" گلاب کلی نے

تم سے کیا چکر ہے..........؟" ملک ستار نے پوچھا۔
اب ساری کہانی تمہیں سناؤں چھوڑو میاں اپنے کام سے کام رکھو۔"
تم نے ہمارے پٹھے کو کیوں نہیں آزمایا استاد میں محمود کی بات کر رہا ہوں۔"
لہ کونسا تیر مارے گا اسے کیا پتہ نہیں ہے۔"
جانتا ہے وہ..........؟" ملک ستار نے کہا ۔ "خیر استاد نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ تب
ر نے کہا۔ "خیر استاد پاکستان سے تو کچھ ایسی افراتفری میں آئے کہ تمہارے لئے کچھ نہ
رلب یہیں تمہاری پسند کا تحفہ تمہیں دیں گے۔"
لیا مطلب..........؟" گلاب کلی بولا۔
مطلب.......... نوپینز.......... نوگینز.........." ملک ستار شیطانی انداز میں ہنسنے

"امتیاز کو بنکاک سے ہی واپس جانا تھا ہانگ کانگ میں وہ محمود کے ساتھ زیادہ وقت نہیں
سکتا تھا حالانکہ محمود اسے بہت ٹوٹا ہوا نظر آیا تھا بالآخر وہ بنکاک واپسی کے لئے تیار ہوگیا
افسردہ لہجے میں کہا۔

"حقیقت یہ ہے محمود کہ میں نے تمہیں اپنا آئیڈیل بنایا ہے تمہارے عزم اور ہمت
بڑا حوصلہ دیا ہے اور اب میرے اندر اعتماد جاگا ہے تو تم اس کیفیت کا شکار ہوگئے ہو
دوست زیادہ جذباتی باتیں نہیں کرسکتا میں' لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ مشکل حالات کا شکار
وقت حوصلہ ہار جاؤ گے تو مستقبل تاریک ہو جائے گا قدرت اپنے کام خود بہتر جانتی ہے
افتاد پڑی تو قدرت نے خود غزل کی ذمے داری تم پر سے ختم کردی۔ لیکن تمہیں دوسر
داریاں پوری کرنی ہیں اس لئے خود کو سنبھالو ہاں اگر میری ضرورت محسوس کرتے ہو تو م
کچھ چھوڑ کر تمہارے ساتھ رہ سکتا ہوں۔"

"نہیں امتیاز ایسا میں کبھی نہیں چاہوں گا.......... اس کے علاوہ اب تو تم میری س
اہم ضرورت ہو' بھائی اور سیما کے لئے تم میرا.......... پراعتماد راستہ ہو ....
بس.......... کیا کروں گھاؤ بڑھتے ہی جارہے ہیں۔ بہت زخمی ہوں میں امتیاز ....
گہرے گھاؤ ہیں میرے سینے میں تم جاؤ میرے دوست' میں خود کو سنبھال لوں گا۔"

"گیتا سے ہوشیار رہنا.......... وہ پچھلی پیری ہے۔" امتیاز نے کہا اور محمود ہنس دیا۔

امتیاز چلا گیا.......... اس کی موجودگی کی وجہ سے محمود خود کو سنبھالے ہوئے تھا ا
کے بعد تمام سوتے کھل گئے۔ غزل کی حسرتناک موت یاد آگئی اس کی ایک ایک بات یاد
وہ روتا رہا۔ بے چاری امینہ بیگم بھی بیٹی کے ساتھ ہی چلی گئیں یہ بہت اچھا ہوا ورنہ ان
بڑی عبرت ناک ہوتی پھر بھائی اور سیما یاد آئیں .... نوید یاد آیا.......... اور پھر
ملک ستار.......... وہ کھول اٹھا۔ ملک ستار نے اس کی غیر موجودگی میں یہ سب کچھ کیا
کمینہ انسان ہے وہ اسے امید نہیں تھی۔ محمود نہ جانے کیا کیا سوچتا رہا۔ اب وہ ایک ط
یارومددگار تھا۔ ملک ستار کے نمائندے کی حیثیت سے گلاب کلی سے رابطہ تھا گلاب
عارضی طور پر اسے کچھ کام دیئے تھے جن کا معاوضہ بھی مل گیا تھا اور اب کوئی کام نہیں
کے بعد تو ہانگ کانگ میں زندہ رہنا بھی مشکل ہو جائے گا۔ کچھ اور دیکھنا ہوگا۔ اس انکش
بعد ملک ستار سے رابطہ بھی نہیں رکھا جاسکتا۔

اسی شام ملک ستار آگیا معنی خیز انداز میں مسکراتا ہوا اندر آیا تھا۔ "ہیلو ٹائیگر ....
شادی شدہ لوگوں کی طرح کمرے میں گھسے رہتے ہو' استاد کے پاس نہیں جاتے۔"

"آپ سنائیے ملک صاحب آپ کیا کر رہے ہیں آج کل شکر ہے لاہور آپ کی گن
پاک ہوگیا۔" محمود نے تلخ لہجے میں کہا ملک ستار نے اس کے الفاظ پر غور نہیں کیا تھا۔
مسکراتا ہوا بولا۔

"تنہا ہو وہ کہاں گئی۔"

بے غیرت بھی ہیں آپ ملک صاحب.......... مجھے شرم آتی ہے اس بات پر کہ بہت
آپ سے میرا واسطہ رہا.......... مگر میری ہی غلطی ہے آپ جیسے لوگ کمینے نہ ہوں
کون ہوگا۔"

یں..........؟" ملک ستار کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اب اس نے محمود کے الفاظ پر غور

"کیا کہا تم نے ٹائیگر.........." وہ تعجب سے بولا۔

ہی کہ آپ نہایت ذلیل کمینے اور گھٹیا انسان ہیں۔"

محمود نشے میں ہو.........." ملک ستار حیرت سے بولا۔

نہیں.......... ہوش میں ہوں اور آپ کے بارے میں اپنے نیک خیالات کا اظہار کر رہا

یہ سب کچھ تم نے میرے بارے میں کہا ہے۔"

جی.......... اس سے آگے بھی بہت کچھ کہنا اور کرنا باقی ہے میرے ہوٹل کا یہ کمرہ آپ
بھی بن سکتا ہے لیکن میں آپ جیسے کسی ذلیل انسان کے قتل کی سزا بھی نہیں بھگتنا
.... آپ جیسے کتے تو کہیں نہ کہیں مارے ہی جاتے ہیں آپ بھی اس طرح مرجائیں

ستار کا چہرہ لال بھبھوکا ہوگیا وہ سخت متعجب تھا۔ محمود اس کا ادنیٰ غلام اس کے بارے میں
کہہ رہا تھا.......... ایک لمحے کے لئے اس کے وجود میں بجلیاں سی تڑپیں' لیکن محمود کے
نے اسے خاموش کر دیا وہ خود پر قابو پا کر بولا۔

اپنے نیک خیالات کی وجہ بتاؤ گے۔"

وجہ آپ جانتے ہیں ملک صاحب میں نے آپ سے جو وصول کیا اس کے صلے میں آپ
ہر وہ کام کیا جو آپ نے کہا' یہاں تک کہ آپ کے گناہوں کی گندی چادر خود اوڑھ لی
چھوڑ دیا.......... آپ کے لئے.......... آپ کی ایما پر.......... اس توقع کے ساتھ
بعد میں میرے گھر کا خیال رکھیں گے۔"

ہوں.......... آگے بولو..........!"

"آپ نے میری بہن اور بھائی کو تنگ کرنا شروع کردیا.......... آپ نے ملک صاحب آپ

خط بھیجا ہے انہوں نے کیا انہیں یہ معلوم ہوگیا کہ تم یہاں ہو۔

"پوچھ سکتا ہوں ملک صاحب.......... کہ آپ اتنے ذلیل کیوں نکلے۔"

"کاش ذلیل نکل آتا مگر میں نے کچھ غلطی کر ڈالی.......... ان کی عزت کرنے کی غلطی'
مشکل حالات سے نکالنے کی غلطی اور یہ غلطی میں نے بار بار کی انہیں بھرپور رقمیں دیتا رہا۔
پولیس کے چنگل سے نکالا.......... غنڈوں کے چکر سے نکالا' بے لوث بے
.... حالانکہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا خیر چھوڑو ایک بات بتاؤ گے۔"

"جی فرمایئے۔"

"اس اطلاع کا ذریعہ کیا ہے.......... یہ بتانا بہت ضروری ہے ہم دونوں کی بہتری کے لئے۔"

"میں تمہیں بس ایک مشورہ دے سکتا ہوں ملک ستار یہاں سے چلے جاؤ اور اس کے کوشش کرنا کہ میرا تمہارا سامنا نہ ہو.......... تم دوبارہ میرے سامنے آئے تو.........."

"مجھے اس اطلاع کا ذریعہ بتاؤ محمود.......... باقی تمہارے الفاظ میرے رجسٹر میں درج ہو ہیں ان کا حساب بعد میں کرلیں گے ہم دونوں ہانگ کانگ میں ہیں۔"

"گٹ آؤٹ" محمود نے انگلی اٹھا کر کہا.......... اور ملک ستار اسے گھورتا رہا.......... ایک گہری سانس لیکر واپسی کے لئے مڑا اور دروازے کے پاس رک کر آہستہ سے بولا..........

"نوپینز - نوگینز..........!" اس کے بعد مسکراتا ہوا باہر نکل گیا۔

محمود کے وجود میں جوالا مکھی کھول رہا تھا۔ امتیاز نے جو کچھ بتایا تھا اس کے بعد ملک ستا صورت دیکھ کر دل تو یہی چاہا تھا کہ اسے گردن دبا کر ہلاک کردے لیکن جانے کونسی مصلحتوں اسے خود پر قابو پانے کے لئے مجبور کردیا تھا وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا تھا۔ پھر بھی اس ملک ستار جیسی شخصیت کو بہت کچھ کہہ دیا تھا۔ وہ بہت دیر تک خود کو معتدل کرنے کی کو کرتا رہا پھر دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور اس کی نظریں دروازے کی طرف ا گئیں.......... گیتا مسکراتی ہوئی اندر آگئی تھی۔

"ہیلو محمود.......... کیسے ہو.......... معاف کرنا ایک ضروری کنسائنمنٹ ڈیل کرنے چلی گئی تھی۔ تمہیں اطلاع دے کر نہیں جاسکی تم نے مجھے مس تو نہیں کیا۔"

"ہیلو گیتا۔" محمود بھاری لہجے میں بولا۔

"کیا بات ہے .... طبیعت ابھی ٹھیک نہیں ہے؟" گیتا پیار بھرے لہجے میں بولی۔

"نہیں.......... ٹھیک ہوں۔"

"کہاں ٹھیک ہو.......... چلو میرے ساتھ ایتھنز چلو.......... واقعی سچ کہہ رہی ہوں۔"

"یونان جارہی ہو؟"

"ہاں! ایتھنز، سالونیکا پاتراس چلو محمود لطف رہے گا۔"

"نہیں گیتا.......... میں کہاں جاسکتا ہوں۔"

"تمہاری جو مشکلات ہیں مجھے بتادو محمود یقین کرو پاگل ہوگئی ہوں تمہارے لئے۔ ہر تمہارے بارے میں سوچتی رہتی ہوں کبھی ایسے دیوانی نہیں ہوئی تھی۔"

"گیتا.......... ہم لوگوں کی زندگی میں یہ سب کچھ کہاں ہے ہم تو نہ جانے انسان ہیں ہم نہیں.......... تم پلیز.......... اس چکر میں نہ پڑو.......... کیا فائدہ تم بھی دلدل میں رہی ہوں میں بھی۔"

"مل کر سوچیں گے محمود، واقعی کچھ کریں گے۔ یہ سچ ہے کہ ہم وہ کر رہے ہیں جو

کرنا۔ ہم مشرق کے باسی ہیں.......... محبت ہماری فطرت کا حصہ ہے لیکن محمود، کچھ
ل کر اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں گے۔"

جارہی ہو..........؟"

ار دن میں کسی بھی وقت۔"

تمہاری خیریت سے واپسی کی دعا کروں گا۔"

دل بھی تمہارے بغیر کب لگے گا چل سکتے ہو تو ضرور چلو ہم اجنبیوں کی طرح سفر کریں
ہوں سے فراغت پاکر سیر کریں گے۔ وعدہ کرتی ہوں تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔"

ں میں ملاقات ہوگی گیتا۔"

ری مرضی میں مجبور نہیں کروں گی ویسے میں نے تم سے کبھی گلاب کلی کے بارے میں
یں کی محمود حالانکہ میں جانتی ہوں کہ تم اس کے آدمی ہو۔ آج اتنا ضرور پوچھوں گی کہ
کے لئے کام کرنے کے پابند ہو..........؟"

اب میں اس کے لئے کچھ نہیں کر رہا ویسے بھی میرا اس سے کوئی تعلق نہیں میں
معرفت سے ملا تھا۔"

نے اس دن اس گدھے کو دیکھا تھا۔"

.... ہاں وہ.......... خطرناک لگتا تھا خیر میرا اس گفتگو سے کوئی خاص مقصد نہیں
یہ کہنا چاہتی تھی کہ اب کسی اور جال میں نہ پھنسنا.......... میں تم سے راناکرن کے
کام کرنے کے لئے کہہ سکتی تھی لیکن اب میں یہ سب نہیں چاہتی.......... ہمیں اپنے
کے لئے دوسرے انداز میں سوچنا ہے حالانکہ .... میں نے امتیاز کو یہ پیشکش کی تھی
امتیاز دوبارہ آیا تھا..........؟"

"

..........؟"

رے بارے میں کوئی بات نہیں ہوئی..........؟"

انے بتایا تھا" محمود نے جواب دیا۔

کہنے لگا..........؟"

ں کوئی خاص بات نہیں۔" محمود بولا اور گیتا پرخیال انداز میں مسکرانے لگی، چند لمحے کسی
ڈوبی رہی، پھر آہستہ سے بولی ۔ "یہ بھی اچھا ہی تھا کہ مجھ سے دور بھاگتا رہا، بس نجانے
اس کی جانب راغب ہوا تھا لیکن شاید دل میں وہ تصور نہیں تھا جو تمہارے لیے پیدا
یا پھر میں اپنے آپ کو سمجھ ہی نہیں پائی تھی۔ پتہ نہیں کیا ہوا تھا البتہ اتنا ضرور
ہوں کہ وہ تم تک آنے کا راستہ بن گیا۔ محمود اب تمہارے سوا میری زندگی میں کچھ بھی
، نجانے کیا کیا سوچتی ہوں تمہارے بارے میں سب کچھ کرسکتی ہوں تمہارے
خیر ٹھیک ہے تم سے ملاقات ہوگئی۔ اب اس کے بعد یونان سے واپسی پر ہی تفصیلی

ملاقات ہوگی۔ کچھ سوچیں گے محمود مستقبل کے بارے میں کچھ سوچیں گے۔"
محمود نے ایک پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "شاید حالات بدل جائیں گے گیتا
واپس آؤ تو میں تمہیں ہانگ کانگ میں نہ ملوں۔"
"کیوں وطن واپس چلے جاؤ گے..........؟" گیتا نے پوچھا۔
"وطن.........." محمود نے ایک ٹھنڈی سانس بھری پھر آہستہ سے بولا۔ "نہیں
نہیں جاؤں گا' وہ مقدس سرزمین میرے گندے قدموں کے لئے نہیں ہے۔"
"نجانے کیوں اتنے جذباتی ہو رہے ہو' وطن نہیں جاؤ گے تو رہو گے تو یہیں ا
میں نا ہانگ کانگ نہ سہی سنگاپور' بنکاک' ملائیشیا' برما انہی علاقوں میں رہو گے نا..........
"ہاں شاید.........."
"تو پھر تمہیں تلاش کرلینا میرے لئے مشکل نہیں ہوگا اس جنگل کے ہر گوشے
ہوں' ہر جانور سے شناسائی ہے۔" گیتا نے مسکراتے ہوئے کہا.......... پھر بہت دیر تک
کے ساتھ رہی اور اس کے بعد اس نے واپسی کی اجازت مانگ لی .... وہ چلی گئی
پر ایک اضمحلال مستقل طاری رہا.......... نجانے کیا کیا کچھ سوچتا رہا نجانے کون کون
ذہن کے پردے سے گزرتے رہے۔ پھر تصور میں گیتا تک پہنچ گیا اور اس نے ایک ٹھنڈ
بھری۔

گیتا عجیب عورت ہے نجانے کیسی.......... ایسی جس کے بارے میں محمود نے غور
کیا تھا.......... لیکن جہاں تک گیتا کے اظہار الفت کا تعلق تھا تو محمود کے لئے وہ ایک
تھا۔ وہ کسی بھی طور پر اپنے آپ کو گیتا سے متاثر نہیں پاتا تھا۔ بس بیماری کے وہ لمحات
گیتا کے لئے غلط فہمی کا باعث بن گئے تھے اور محمود بس اس سے اتنا سا متاثر تھا کہ گیتا
کے عالم میں اس کے ساتھ بڑی ہمدردی کا ثبوت دیا تھا اس سے آگے اس کے دل م
لئے کچھ نہیں تھا۔

☆ .... ☆ .... ☆

طبلہ کھڑک رہا تھا اور گلاب کلی آنکھیں بند کئے خاموش بیٹھا ہوا تھا بہت سے لوگ
موجود تھے' ہندوستان کے کسی علاقے سے آیا ہوا طبلچی اپنے فن کا مظاہرہ کر رہا تھا اور طب
فضا میں گونج رہی تھی۔ ملک ستار بھی خاموشی سے اندر داخل ہو کر ایک طرف بیٹھ
آنکھوں میں تمسخر کے آثار تھے' گلاب کلی کی شخصیت اپنی جگہ خود ایک مذاق تھی لیکن
نے جس طرح اس غیر جگہ اپنا اثر قائم کر رکھا تھا اسے تو تسلیم کرنا ہی پڑتا تھا۔ بڑ
شخصیت کا مالک تھا یہ گلاب کلی.......... بہرحال طبلہ کھڑکتا رہا اور طبلچی پسینہ پسینہ ہوگیا
نے طبلے پر آخری تھاپ لگائی اور دونوں ہاتھ سمیٹ لئے پھر کلائیوں میں پہنے ہوئے گھنگ

گلاب کلی نے آنکھیں کھول دیں چند لمحے خاموش رہا پھر مدہم سی مسکراہٹ کے ساتھ

.... میاں ہمارے مطلب کے نہیں ہو' کچے ہو ابھی کمی ہے' کسی اچھے استاد کی شاگردی
م نے' سرتال تو ٹھیک ہے لیکن دھائی غلط ہے ٹھیکہ بھی صحیح نہیں باندھتے' طبلے کا رنگ
ہے.......... ارے سازوں میں ساز ایک طبلہ ہی تو ہے لوگوں نے اس کی جو شکل بگاڑ
دی ہے بس کیا کہیں' پھانسی چڑھادینے کے قابل ہیں.......... میاں یہ جو جریت آگئی
زوں میں' انہوں نے سازوں کا بھی وہی حال کیا ہے' جو ان مسخروں نے گلوکاری کا کیا
ہیں کیا زمانہ آگیا' یورپ اپنی جگہ زبان الگ معاشرہ الگ' وہ لوگ تو دیوانے ہوگئے ہیں
ان کا شکار ہیں ہمارے ہاں تو موسیقی روح سے تعلق رکھتی ہے' واری جاؤں خسرو پیا کے
ے گئے فن موسیقی کو' تین تاروں کا ساز بنایا' سہ تار نام تھا چلو "ستار" ہوگیا۔ اسی طرح
"سارنگی" ہوگئی طبلے کی تو بات ہی کم ہے۔ ڈھولچی ڈھول بجا رہا تھا۔ گزر رہے تھے ادھر
بس غلط تھیں رک گئے بھلا موسیقی کی توہین کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ ڈھولچی نے کچھ
تالیں لگائیں تو غصے سے دیوانے ہوگئے.......... تلوار نکالی اور ڈھولچی کے ڈھول میں دے
ڈھول بیچ میں سے کٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا کہنے لگے کہ شکر کر میں نے تیری گردن نہ
غلط تالیں دے رہا تھا.......... ڈھولچی روتے ہوئے بولا کہ سرکار آپ کا غصہ اپنی جگہ'
ایک غریب انسان ہوں' یہ ڈھول ہی میرے بال بچوں کی کمائی کا ذریعہ تھا' جسے آپ نے دو
کر دیا.......... غصہ اترا تو افسردہ ہوئے' کہنے لگے چل ان دونوں ٹکڑوں کے اوپری
پر کھال منڈھ لے' میں تجھے بتاؤں گا کہ کیا کرنا ہے۔ ڈھول کے الگ الگ ٹکڑوں پر کھال
ی گئی اور پھر استاد موسیقی نے ان دونوں ٹکڑوں کو الگ الگ بجا کر دکھایا' سو یہ طبلہ بن
.... لیکن میاں گلزار نام ہے نا تمہارا.......... تو میاں گلزار علی اس کو بجانا سب سے
فن ہے۔ بہرحال تمہیں کچھ چاہئے تو لے لو ہم سے لیکن ہم بے سری برداشت نہیں
.... علیم شاہ گلزار میاں کو ایک معقول رقم دے دو.......... گلزار میاں بہتر ہے کہ
رکرو.......... طبلے میں ہاتھ بگڑ جائے تو سنبھالنا مشکل ہوتا ہے۔"
طبلچی نے طبلے سمیٹے' جھک کر آداب کیا اور علیم شاہ کے ساتھ ہال سے نکل گیا ....
تو گلاب کلی نے قرب وجوار میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھا اور بولا ....
"آرام کرو.......... امتحان ہوگیا.......... گلزار میاں کام کے آدمی نہیں ہیں۔ چلو اپنی اپنی
ہو" ارے ہاں ملک جی آپ کب آئے۔" گلاب کلی کی نگاہ اب ملک ستار پر پڑی تھی۔
"دیر ہوگئی' درمیان میں مداخلت کرنا آداب محفل کے خلاف تھا اس لئے خاموش بیٹھا

"یہ تو سچ ہے' زندگی ویسے تو ایک بے چارے گھوڑے کی مانند ہے' دوڑ رہی ہے دوڑائی
ا ہے لیکن اگر زندگی میں روح کی لطافت کے لئے کچھ نہ ہو ملک جی تو پھر یہ زندگی ایک

ویران ریگستان کی مانند ہوتی ہے ' جو دھوپ سے تپتا ہے۔ چاند سے ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور
کے علاوہ اس میں اور کچھ نہیں ہوتا نہ پودے ' نہ کونپلیں ' نہ درخت ' یہ سب کچھ تو ز
لئے بڑا ضروری ہے۔"

"ہاں یقیناً" ملک ستار نے کہا۔"

"پان کھاؤ گے..........؟"

"کھلا دو استاد.......... تمہارے ہاں کا پان بھی تبرک ہوتا ہے۔" ملک ستار نے
گلاب کلی نے سامنے رکھی ہوئی پٹاری کھول لی پھر پان کے پتے پر چونا اور کتھا لگا
بولا..........

"کہاں ٹامک ٹوئیاں مارتے پھر رہے ہو ملک جی ' کوئی ڈھنگ کا کام کرو۔ بڑے ملک
لٹیا ہی ڈبودی.......... ارے ہم کہتے ہیں کہ جس کام پر قابو نہ پایا جاسکے اسے کیا
جائے.......... ہمارے بھی اچھے خاصے گاہک بندھے ہوئے تھے' تم لوگوں کی درخواست پ
سوچا تھا کہ چلو کاروبار کا ایک شعبہ یہ بھی سہی۔ سب کچھ چوپٹ کر کے رکھ دیا..........
ہے ملک جی کہ کوئی کام شروع کرنے کے بعد اسے ختم کر دیا جائے بڑی دل آزاری ہ
ہماری.........."

"کیا کروں استاد ' بس سمجھ لیجئے کہ ہم دونوں دوسروں کی حماقتوں کا شکار ہوگئے۔" مل
نے کہا۔

"کالے دھندے پھولوں کی سیج پر سو کر نہیں ہوتے ملک جی ' کانٹوں کے بستر پر راتی
پڑتی ہیں۔ دوسرے تو غلط ہوتے ہی ہیں ' کام وہ کیا جائے جس پر اپنا اختیار ہو غیروں کے
بیٹھ کر مونگ دل رہے ہیں ' سب کے دماغ درست کر کے رکھے ہوئے ہیں۔ یہ ایک
بنگلوریہ ہے جو سرکشی دکھا رہا ہے ورنہ باقی تو سب چاروں شانے چت ہوگئے ہیں۔ ڈھ
کر کے رکھ دیا ہے ہم نے.......... نکلو ذرا بازار میں دیکھو اور پوچھو گلاب کلی کیا ہے لوگ
اوسان خطا نہ ہو جائیں نام سن کر تو پھر گلاب کلی نام ہی کیا۔ ایسے ہوتا ہے کام ملک جی
نہیں ہوتا کہ نوٹوں کا بستر بچھایا اور تکیہ رکھ کر سوگئے ' ذرا نفع نقصان کا اندازہ کیا ہے'
کتاب بنا لینا کسی وقت ' حساب تو کرنا ہی ہوگا.........."

"کیوں نہیں استاد ہم بھلا کبھی حساب کتاب سے بھاگے ہیں اور وہ بھی تم سے ....

"ہاں میاں وہ جو کہتے ہیں نو نقد نہ تیرہ ادھار کاروبار ہے.......... محبت مم
لاکھ لٹا دیں.......... لیکن حساب جو جو بخشش سو سو۔"

"میں نے اس سے کبھی انکار نہیں کیا استاد سب کچھ تمہاری مرضی کے مطابق ہوگا۔"

"کام آگے بڑھنے کی کوئی توقع نہیں ہے..........؟"

"ہاں فی الحال تو سب کچھ بند ہی کرنا پڑا ہے۔ بہرحال یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے
ہمیں بہت کچھ دیا ہے اس کے بغیر آرام سے جی سکتے ہیں۔" ملک ستار نے کہا اور گلاب

لک ستار کو پیش کر دیا۔
گلوری کھاؤ ' دل ودماغ معطر ہو جائیں گے۔"
کریہ۔" ملک ستار نے پان لے لیا۔
کلی نے خود بھی ایک گلوری بنا کر منہ میں دبالی تھی پھر وہ بولا۔
س ملک جی تم ہماری طبیعت جانتے ہی ہو ' یہ بنگلوریہ قابو میں آجائے .... تب ہی
لے گا ' ورنہ دل ودماغ مضطر رہتے ہیں بات یہ نہیں ہے کہ سسرا ہمارا کچھ بگاڑ لے گا لیکن
چیلنج محسوس ہوتا ہے اور اس چیلنج نے ہی پریشان کر رکھا ہے۔"
اصل میں استاد کیا کہا جائے.......... اپنی ہی کمزوری سامنے آتی ہے اس لئے کہتے ہوئے
ب سا لگتا ہے۔"
کیا.......... گلاب کلی نے چونک کر ملک ستار کو دیکھا..........!
اس بات کا بھی خیال رکھا کرو استاد کہ جتنے اپنے ہیں ان پر نظر رہے ' بھٹکنے والے بھٹک
یں اپنے ہی سب سے بڑے دشمن ہوتے ہیں غیروں پر تو کڑی نگاہ رہتی ہے لیکن نقصان
ے تو کسی اپنے ہی سے پہنچتا ہے۔"
کیا امیر خسرو کی پہلیاں یاد آرہی ہیں تمہیں بھی۔" گلاب کلی ہنس کر بولا۔
"نہیں استاد ایک ایسا مسئلہ ہے کہ کہتے ہوئے دل جھجکتا ہے تم سے۔"
کلی پھر ملک ستار گھورنے لگا.......... پھر بولا۔ "دیکھو میاں جو کہنا ہے وہ کہہ دو بات
ا چھوڑنے والا دشمن ہوتا ہے دوست نہیں۔"
"میں نے ایک آدمی بھیجا تھا آپ کے پاس ' محمود نام تھا اس کا.........."
"ارے ہاں ہاں.......... بہت کام کر چکا ہے میرے ساتھ ' ان دنوں میں نے اسے خالی
ہوا ہے .... مگر کیشیئر سے کہہ دیا ہے کہ اسے بے روزگاری الاؤنس برابر ملتا رہے
الاؤنس اتنا ہے کہ اسے کوئی دقت نہیں ہوگی ہوٹل میں رہائش بھی دے رکھی ہے میں نے
.........."

"وہ تو سب ٹھیک ہے استاد تم نے اس دن تین آدمیوں کو الٹا لٹکا رکھا تھا رانا کرن سنگھ کی
لرکن کے سلسلے میں۔"
"گیتا نام ہے اس مال زادی کا.........."
"مجھے معلوم ہے استاد.......... اور اس گیتا کو میں نے محمود کے ساتھ دیکھا ہے ....
ا حسن وعشق کا کھیل کھیل رہے ہیں۔"
"کیا.........." گلاب کلی کا منہ تعجب سے کھل گیا.......... اور پان کی گلوری اندر سے
ے گی اس نے ہونٹوں سے ٹپکنے والی پیک کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ "کیا کہہ رہے ہو ملک
..........؟"
"ہاں استاد بس یہی تو جھجک تھی میرا خیال ہے محمود اور گیتا ایک دوسرے کے ساتھی

ہیں۔"

"ملک جی ' چھری سے گردن اتاردیں گے اس مال زادی کی ' آپ کا آدمی ہے سوچ
الزام آپ اس پر لگا رہے ہیں اگر سچ نکل آیا تو پھر ہم میل مروت کی پروا نہیں کریں گے۔
"اطلاع میں ہی دے رہا ہوں آپ کو استاد ' اس لئے کہ وہ ایک معمولی سا کارکن
ور آپ کا رشتہ پکا اور سچا ہے۔"

"تفصیل بتاؤ.........."

"بس میں نے اس کے کمرے میں گیتا کو دیکھا تھا ایسے گھلے ملے ہوئے
شیروشکر.......... پھر بعد میں تمہارے ہاں اس کی تصویر دیکھی الجھن میں پڑ گیا تھا کہ کیا
نہ کہوں۔"

"اگر سچ کہہ رہے ہو تو پھر بہت سی باتیں حل ہو جاتی ہیں.......... گیتا کو ہمارے
انفارمیشن مل رہی ہے اور اسی لئے وہ ہمارے چکر میں نہیں آئی.......... محمود کے
آدمیوں سے تعلقات تو ہوں گے ہی.........."

"سوفیصد استاد.........."

"تو پھر اب کیا کریں یہ بتاؤ..........؟"

"استاد بات اصل میں یہ ہے کہ غدار کی تو میں بھی سفارش نہیں کروں گا..........
کاروبار بھی اس بے غیرت کی وجہ سے تباہ ہوا ہے لیکن پھر بھی میں نے اسے سپورٹ کیا
جانو اور تمہارا کام۔"

"تو ٹھیک ہے اب تم بے فکر ہی ہو جاؤ.......... اری انار کلی اری او شبنم ' آ
دونوں آجاؤ۔" شبنم اور انار کلی استاد کے سامنے پہنچ گئے۔

"چار بندے لگا دو ہوٹل پر نگرانی کی جائے جہاں محمود ٹھہرا ہوا ہے.......... اسے
تلاش کرو پتہ چلا ہے کہ گیتا اس کے ساتھ ہے.......... جہاں بھی مل جائے دونوں کو پکڑ
آؤ اور دیکھو جو لوگ اس کام پر جائیں گے ان سے کہہ دینا کہ اگر لونڈیا پھر سے نکل گئی تو
ہوگا.......... ارے خون کھول رہا ہے ہمارا اور اس محمود کے پلے کو تو ساتھ ہی پکڑ کر لا
کہہ دینا لڑکی سے پہلے اس پر ہاتھ نہ ڈالیں تاک میں رہیں بس جہاں دونوں نظر آئیں ان
ڈال لیں اور ایسا جال ڈالیں کہ وہ دونوں نکلنے نہ پائیں ' سمجھ لینا تم لوگ۔"

"جی استاد.......... انار کلی اور شبنم نے بیک وقت کہا.......... استاد کی آنکھوں میں
نظر آرہا تھا.......... پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"تو یہ بات تھی.......... دھوکا گھر میں ہی ہوا.......... ٹھیک ہی تھا باہر کے لوگوں کی
کہاں ہے کہ گلاب کلی کا راستہ کاٹیں' کیوں ملک صحیح کہہ رہی ہوں نا..........؟"

"بالکل صحیح استاد 'نوپینز۔ نوگینز" ملک ستار مونچھوں پر تاؤ دیتا ہوا بولا۔

☆.......... ☆.......... ☆

ن دن تک تو گھر سے باہر نہیں نکلی تھیں یہ بھی پتہ تھا کہ امتیاز جاچکا ہوگا ویسے بھی اس
ے کیا مدد لی جاسکتی تھی۔ بس یہی خوف دامن گیر تھا کہ اب ملک ستار کی طرف سے
کاروائی نہ ہو جائے جو زندگی کو دبال جان بنادے گھر کاٹنے کو دوڑتا تھا۔ اپنے ہی گھر میں
ار ہو گئی تھیں۔ بھولا کا تجربہ بڑا بھیانک تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ ملک ستار نے دو
ر مدد کی تھی.......... لیکن پھر بھی وہ جس قسم کا آدمی تھا اس سے کسی بہتری کی توقع
جاسکتی تھی۔ امتیاز نے بلاوجہ ہی اس سے دشمنی مول لے لی تھی۔ یہ بھی اچھا ہے کہ
نہیں رہتا ' ورنہ ملک یقیناً" اس سے بدلہ لیتا اور امتیاز جیسے لوگ بھلا اس شیطان کا کیا
کتے تھے۔ محلے والے تو خیر ساتھی تھے ہی نہیں۔ سیما نے افسردگی سے کہا۔

ائیوں نے ہمیں بالکل ہی تنہا چھوڑ دیا ہے دنیا کے رحم وکرم پر.......... ایسی بھی کیا
سہارے ہی چھن جائیں.......... نہ بڑے بھیا واپس آتے ہیں اور چھوٹے بھیا بھی چلے
وگا بھابی ہم تو سچ مچ اکیلے رہ گئے۔" بینش نے آنسو بھری آواز میں کہا۔

تہ نہیں کیا کھیل ہو رہا ہے میری تو سمجھ میں نہیں آتا ریاض نہ تو ایسی کوئی دولت بھیج
' جس سے یہ احساس ہو کہ چلو گھر بھر رہا ہے اور جب سب کچھ ہو جائے تو واپس
گے ایسی چپ اختیار کر رکھی ہے ' اب تو محمود بھیا.......... وہ بھی نجانے کیا چکر چلا کر
ہیں سیما' کہیں ہم دونوں تنہا ہی تو نہیں رہ گئے ...." نند بھاوج آنسو بہانے
.... دونوں ایک دوسرے کی غمگسار تھیں باقی اللہ کا نام تھا۔ بینش نے کہا۔

چلو سیما باہر نکلیں ' کب تک گھر میں گھسے بیٹھے رہیں گے.......... ویسے امتیاز کے گھر
ی اچھے لوگ ہیں کیوں نہ دو چار دن وہیں رک جائیں ' جی تو بہلے گا اس گھر میں کیا رکھا
یں بھائیں کرتا ہے کاٹنے کو دوڑتا ہے۔"

لیکن کسی اور کے گھر رکنا بھی تو کوئی اچھی بات نہیں ہے بھابی۔"

وہ تو میں بھی سمجھتی ہوں لیکن چلو صبح سے شام تک کے لئے چلتے ہیں دل تو بہل جائے
دیکھیں گے سوچیں گے اللہ مالک ہے بلکہ روبینہ کے کان میں ڈال دیں گے کہ دو چار دن
آنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

وہ تو خوشی سے تیار ہو جائے گی.......... بہت اچھے لوگ ہیں واقعی بھابی۔"

تیار ہو جاؤ میرا دل آج بڑا گھبرا رہا ہے۔" بینش نے کہا اور پھر سیما اور وہ تیار ہو کر گھر سے
آئیں گھر کو تالا لگا دیا گیا تھا۔ گلیاں ' محلہ اب اجنبی اجنبی سا ہوگیا تھا۔ لوگوں نے ساتھ
یا تھا اور محمود اور ریاض بھی نہیں رہے تھے۔ بہرحال کچھ دیر کے بعد روبینہ کے گھر کے
ے پر پہنچ گئیں وہاں کشادہ دلوں نے خوش دلی سے ان کا استقبال کیا اور خوشی سے نہال
.... زبیدہ روبینہ ' شاہینہ سب کے سب گھل مل گئے نوید کو ان کی گود سے لے لیا گیا
ب خوشگوار دن گزرتا رہا.......... روبینہ نے وہ کہا جو یہ خود کہنا چاہتی تھیں.......... کہنے

"سیما تم لوگ اکیلی ہی تو ہو........... اگر دو چار دن ہمارے ہاں رہنے کے لئے آ
حرج ہے..........؟"

"حرج تو نہیں ہے روبینہ بس ایسے ہی گھر کو اکیلا چھوڑنا پڑے گا۔"

"تو کون سے چور لگ جائیں گے قیمتی سامان سمیٹ کر ایک جگہ رکھ دیجئے۔ اچھا
رہنا چاہئے ایک جگہ دل اکتا جاتا ہے۔"

"تم بھی تو آؤ ہمارے ہاں..........."

"ضرور آئیں گے کیوں نہیں آئیں گے بس رہنے کے لئے ذرا اس لئے مشکل ہو
کہ اماں گھر میں اکیلی رہیں گی شانو پڑھنے جاتی ہے ورنہ اور تو کوئی ایسی بات نہیں ہے۔"

"نہیں نہیں ہم لوگ خود سوچ رہے تھے کہ دوچار دن کے لئے رہنے کو آئیں تمہار
اگر تمہیں تکلیف نہ ہو تو..........."

"کیا اب بھی بیٹی اس بات کی گنجائش ہے کہ ہم تم سے کہیں کہ بیٹی تمہارے آ
ہمیں تکلیف نہیں ہوگی۔"

"زبیدہ نے شکایتی انداز میں کہا۔

"ارے نہیں چچی جان ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم ضرور آئیں گے۔" سیما کے دل
کچھ اور ہی تھا' بہانے بہانے سے اس کمرے جا بیٹھی تھی جہاں امتیاز کی تصویر لگی ہوئی
نجانے کب تک امتیاز کو دیکھتی رہی تھی۔

بہرحال دن بھر کی مصروفیات بہت ہی خوشگوار گزریں اور اس وعدے کے ساتھ کے وہ
رخصت ہوئیں کہ بہت جلد دو چار دن کے لئے رہنے آئیں گی۔ بڑا دل بہل گیا تھا' جو غ
میں تھا وہ ڈھل گیا تھا اور دونوں باتیں کرتی ہوئی گھر آئی تھیں یہاں پھر ایک شخص ان کا منتظ
ایک اجنبی چہرہ جو اس وقت نمودار ہوا جب وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئیں۔ وہ
دروازے پر آکھڑا ہوا اور دونوں سہم کر زرد ہوگئیں۔ یہ کون ہے الٰہی خیر معا" دل میں خیال
تھا کہیں یہ بھی ملک ستار کی طرف سے بھیجی ہوئی کوئی مصیبت نہ ہو۔

"کون........... کون ہیں' آپ..........؟" بینش نے لرزتی آواز میں سوال کیا۔

"آپ محمود کی فیملی سے تعلق رکھتی ہیں اور اس کی بہن اور بھابی.......... نووارد نے
کیا۔

☆ .... ☆ .... ☆

"تمہارا اکاؤنٹ ہے بنک میں..........؟" پروین نے پوچھا اور حریم مسکرانے لگی۔

"کیوں........... خیریت..........؟" اس نے پوچھا۔

"یہ چیک قبول فرمائیے اور اس کے ساتھ ہی غزالی صاحب کی پیشکش بھی ہے آپ

یک.......... پیشکش..........." حریم نے حیرانگی سے کہا۔

تمہارے تمام مضامین شائع ہوئے ہیں یہ تو تمہیں معلوم ہی ہے۔ ہمارے ہاں مضمون بڑی
ین کے بعد شائع کیا جاتا ہے اور مضمون ذرا بھی غیر معیاری ہو تو کوئی سفارش قبول نہیں کی
تمہارے ہر مضمون کے شائع ہونے کا مطلب ہے کہ انہیں پسند کیا گیا ہے اور اس ہفتے
فسانہ تو واقعی قیامت تھا۔ میں نے تمہیں یہیں بتادیا تھا۔ غزالی صاحب نے خود مجھ سے کہا
ں حریم اگر چاہیں ہمارے ہاں سب ایڈیٹر کی حیثیت سے جوائن کرلیں تنخواہ دیں گے۔"

"واقعی..........." حریم نے خوشی سے سرشار ہو کر کہا۔

"ظاہر ہے جھوٹ نہیں بول رہی۔" پروین نے کہا۔

"لیکن پروین..........." حریم نے لرزتی آواز میں کہا۔

"تمہاری معذوری.......... کیوں..........؟"

"ہے تو سہی"

"ہمارے ہاں خواتین کے لئے پک اینڈ ڈراپ کی سہولت ہے۔ میں بھی دفتر کی گاڑی میں
جاتی ہوں اس کے علاوہ حریم.......... حالات کو فیس کرنا ضروری ہے اصل معذوری
ے ذہن میں ہے اس سے نجات حاصل کرو۔ کچھ ہو جانے کے خوف سے گوشہ نشینی سب
بڑی معذوری ہے۔"

"باجی اجازت نہیں دیں گے۔"

"اباجی.........." پروین نے گہری سانس لی اور خاموش ہوگئی.......... پھر کچھ دیر کے بعد
۔ "ان سے یہ تو پوچھ لو کہ اب وہ تمہارے لئے اور کیا کیا کریں گے۔"

"حریم خاموش ہوگئی' گھر کے حالات بری طرح بگڑ گئے تھے۔

"جمال اس دن کے بعد سے نہیں آیا تھا رحمت بی بی روتی رہتی تھیں۔ غلام حسین ہروقت
تے رہتے تھے الٹا رحمت بی بی کو طعنے دیتے رہتے تھے کہ اس کا خون غدار ہے بیٹے نے روایتی
از میں آنکھیں بدل لیں۔ ایک آدھ بار رحمت بی بی نے بیٹے سے ان کے رویے کی بات کی تو
حسین دیوانوں کی طرح چیخنے لگے۔ خود بھی مغموم نظر آتے تھے زیادہ تر گھر میں رہتے
.... پروین کے والد ایک بڑے صحافی تھے اور ایک بہت بڑے ادارے میں پوری زندگی
مت کرتے رہے تھے چنانچہ انہیں نے پروین کو بھی ایک اردو ہفت روزہ رسالے میں ملازمت
دی تھی اور پروین نے سب ایڈیٹر کی حیثیت سے اپنے لئے جگہ بنالی تھی۔ حریم کو بھی مضمون
ری کا شوق تھا جس کی تکمیل اس نے پروین کے ذریعے کی تھی حالانکہ پروین نے اس سے
ف کہہ دیا تھا کہ مضمون اگر پرچے کے معیار کا ہوا تبھی شائع ہوگا.......... لیکن حریم کے تمام
مضامین پسند کئے گئے تھے اور بات یہاں تک آگئی تھی۔

"سوچ لیا.........." حریم نے ٹھوس لہجے میں کہا اور پروین چونک پڑی۔ "کیا..........؟"

"کل میں تمہارے ساتھ چلوں گی اگر میرا سلیکشن ہوگیا تو ضرور ملازمت کروں گی۔"
"بہترین ماحول ہے حریم.......... اور پھر گھر سے باہر کی دنیا دیکھو گی.......... یہ گھر کھا جائے گا ہمت کرو.......... باہر نکل کر اپنا مستقبل تلاش کرو..........!"
"کل اگر ممکن ہو تو مجھے ساتھ لے لینا.......... میں تمہیں تیار ملوں گی۔" حریم تھور میں بولی۔

☆ .... ☆ .... ☆

"او تو پاگل ہوگئی ہے کیا.......... چلا پھرا جاتا نہیں ہے اور نوکری کرے گی۔" غلام آنکھیں نکال کر بولا۔
"آپ نے میرے مستقبل کے بارے میں کچھ سوچا ہے اباجی..........؟" حریم نے پ لہجے میں کہا۔
"کیا مطلب ہے تیرا..........؟"
"مجھے معذوروں کے کسی اسپتال میں ہی داخل کرادیں۔"
"کچھ تو کریں میرا.......... کیا کروں میں.......... کچھ بتائیں مجھے۔"
"او تکلیف کیا ہے تجھے آخر..........؟"
"بہت سی تکلیفیں ہیں مجھے ابا جی.......... کوئی ایک ہو تو بتاؤں.......... میرا بھائی چا ہے یہاں سے کوئی تبدیلی نہیں آئی اس گھر میں ' بھائی کی شادی کی کوئی خوشی نہیں ہوئی ہم اب کیا رکھا ہے یہاں ایک روتی ہوئی ماں.......... اور.......... اور۔"
"تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔"
"میں اس بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہتی کل مجھے انٹرویو کے لئے جانا ہے .... اور.......... اگر اس میں کوئی رخنہ اندازی کی گئی تو.......... ایک کام میرے بس میں ہے وہ کرلوں گی۔"
"کیا بھلا..........؟" غلام حسین ناچ کر بولے۔
"خودکشی.......... آپ اس سے مجھے نہیں روک سکیں گے۔"
"دیکھ رہی ہے رحمت یہ ہے تیری اولاد.......... او اسے سمجھا کہاں دھکے کھائے گی نوکری کرے گی۔ او بتا اسے۔" غلام حسین باہر نکل گے۔
رحمت بی بی دیر تک خاموش رہی پھر بولی.........."ایک طرح سے تو ٹھیک کہتے ہیں تیر ابا.......... تجھے پریشانی تو ہوگی۔"
"لانے لے جانے کے لئے گاڑی آئے گی رسالے کے دفتر کی نوکری ہے.......... اچھ ہے۔"

میں بالکل اکیلی رہ جاؤں گی گھر میں۔"
مجبوری ہے اگر روبینہ بہو بن کر اس گھر میں آتی تو یہاں رونق ہوتی زندگی ہوتی۔ اباجی نے یا ہے وہی کاٹ رہے ہیں آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں اپنا رونا رو رہی ہوں۔ روبینہ کے یہاں نے کی ایک خوشی بھی ہے مجھے وہ یہ کہ میرا بوجھ بے چارے امتیاز پر نہیں پڑا۔ ویسے بھی میں بھ کسی پر نہ ڈالتی امتیاز مجھے بس بچپن کے ایک ساتھی ایک دوست کی حیثیت سے عزیز تھا ہے وہ تو آپ لوگوں نے ہمارے دلوں میں پھانس چبھا دی تھی ایک جاہلانہ عمل سے ہمارے ن دیوار کھڑی کردی تھی ورنہ.......... وہ میرا اچھا دوست تھا خیر اب یہ سارے قصے بیکار مجھے تو بس یہ خوشی ہے کہ ابا کی ہوس انہیں لے ڈوبی۔ بابوارشاد کی دولت انہوں نے اپنی ل تھی اب دکھائیں ہتھکنڈے جہاں تک میرا تعلق ہے تو اب میں نوکری کروں گی مجھے روکا نہ ورنہ حالات کے ذمے دار آپ لوگ خود ہوں گے۔"
"یہ تو کہہ رہی ہے حریم.........."
"ہاں.......... تمہارا بھی یہی خیال ہوگا اماں کہ میں لنگڑی ہوں.......... کیا کرسکوں گی۔"
"حریم.......... ایسی باتیں کیوں کر رہی ہے۔" رحمت بی بی کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔
"ابا نے کہا ہے.......... تمہارے سامنے کہا ہے اماں.......... انہوں نے میری معذوری کا اڑایا ہے کیا سمجھتے ہیں وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے ہمیشہ مجھے اپنے ٹکڑے کھلاتے رہیں گے۔ ان بعد بھی تو زندگی گزاروں گی۔" حریم کی آواز رندھ گی۔ رحمت بی بی نے دونوں ہاتھوں سے سر لیا تھا۔

☆ .... ☆ .... ☆

ہوٹل کے کمرے میں کب تک پڑا رہتا دل اکتا گیا تھا کاش امتیاز ہانگ کانگ میں ہوتا۔ ایک بڑی دوست تھا مختصر ترین عرصے میں وہ اتنا قریب آگیا تھا کہ برسوں میں کوئی نہیں آسکتا تھا اور .... کچھ ایسے رابطے ہوگئے تھے اس سے کہ وہ بہت عزیز ہوگیا تھا لیکن.......... اب وہ دور تھا..........
ادھر کاروبار بھی ختم ہوگیا تھا.......... گلاب کلی نے اسے ملک ستار کی وجہ سے کچھ کام تھے اور ان کا بہترین معاوضہ ادا کردیا تھا.......... ہوٹل کا یہ کمرہ بھی گلاب کلی نے ہی اسے تھا یہ مہربانی تھی اس کی کہ اس نے کمرہ خالی کرنے کے لئے نہیں کہا تھا بلکہ صرف اتنا کہا تھا محمود اب کچھ دن آرام کرو فی الحال تمہارے لئے کوئی کام نہیں ہے ضرورت پر میں تمہیں لا کی۔ ہاں مجھ سے کہے بغیر کہیں غائب نہ ہونا لیکن اب سب کچھ گڑ بڑ ہوجائے گا.......... ستار یہاں سے جو کچھ سن کر گیا ہے اس سے وہ خوش تو نہ ہوا ہوگا ممکن ہے وہ گلاب کلی اس کے بارے میں کہے کہ آئندہ اسے کوئی کام نہ دیا جائے۔ گویا یہاں سے چھٹی ہوئی ہوٹل

کا کمرہ گیا............ آمدنی گئی اور اس کے بعد ہانگ کانگ میں قیام کا جواز بھی ختم ہوجائے گا
کرنا ضروری ہے ورنہ گھر اور گھاٹ کچھ بھی نہ رہے گا۔

اس نے لباس تبدیل کیا اور کمرے سے باہر نکل آیا فیصلہ کیا تھا کہ جا کر گلاب کلی
چل جائے گا کہ آئندہ اس کا رویہ کیا ہوگا۔

ہوٹل سے باہر قدم رکھا تھا کہ ایک کار اس کے قریب آ کر رکی اس طرح رکی تھی کہ
چونکنا پڑا............ ڈرائیونگ سیٹ پر گیتا نظر آرہی تھی۔

"کم آن محمود............" گیتا نے کہا اور وہ گھوم کر دوسری طرف پہنچ گیا گیتا نے دروا
ہینڈل کھول دیا۔ "آجاؤ پلیز" اس نے کہا اور محمود اس کے قریب بیٹھ گیا گیتا نے کار
بڑھادی تھی۔

"تم نے مجھے کوئی پروگرام نہیں بتایا تھا گیتا۔"

"ہاں کوئی پروگرام تھا ہی نہیں۔ لیکن تم فکر نہ کرو، اگر کسی ضروری کام سے جار
تمہیں وہاں چھوڑ دوں گی۔"

"ضروری کام............" محمود نے پرخیال لہجے میں کہا۔

"ہاں اصل میں مجھے آج یونان جانے کا شیڈول ملنا تھا اس کے لئے مجھے کمرے میں انت
تھا پروگرام چند دن تک کے لئے ملتوی ہوگیا ہے۔"

"یعنی اب تم یونان نہیں جارہی............؟"

"نہیں............ جانا تو ہے اور چند روز کے اندر جانا ہے لیکن فائنل ڈیٹ بعد میں
گی۔"

"گویا آزادی............" محمود نے کہا۔

"آزاد تو میں ہوں۔" گیتا مسکرا کر بولی پھر کہنے لگی۔ تم کہاں کے لئے نکلے تھے۔

"کہیں نہیں............ بس دل گھبرا رہا تھا نکل آیا۔"

"گڈ............ مجھے یاد کرلیا ہوتا۔"

"اس سے کیا ہوتا............؟"

"میں آجاتی............" گیتا مسکرا کر بولی۔ محمود بھی پھیکے انداز میں مسکرادیا۔ گیتا نے کہ
پھر آج کی شام میرے نام۔"

"کہاں جاؤ گی............؟"

"پہلے ہاربر ٹاؤن جائیں گے وہاں بوٹنگ کریں گے، پھر ڈیم اسپیرو میں ڈنر کریں گے
بعد............ اس کے بعد............ گیتا مسکرا کر خاموش ہوگئی۔

"یہاں تمہارے پاس کوئی مستقل رہائش گاہ ہے؟"

"ہاں ہے لیکن میں تمہیں اس بارے میں نہیں بتاؤں گی۔

"کیوں............؟" محمود نے پوچھا۔

چونکہ تم گلاب کلی کے آدمی ہو............ اگر مجھے کوئی حادثہ پیش آگیا تو میرے دل میں
ہے گی۔"

............" محمود نے آہستہ سے کہا ایک لمحے کے لئے اس نے سوچا تھا کہ گیتا سے یہی
حل کرلیا جائے کہ اگر گلاب کلی اس سے رابطے ختم کرلے تو اسے عارضی سہارا مل جائے
دروازہ کھلنے سے پہلے بند ہوگیا تھا۔

خوبصورت کشتی میں سمندر کی لہروں پر بہتے ہوئے گیتا نے کہا۔ "محمود یہ زندگی کیسی لگتی
............؟"

"اچھی ہے............!"

اچھی نہیں............ بہت اچھی............ ہم اپنے راستے خود منتخب نہیں کرتے بلکہ وقت
کرتا ہے پھر ان راستوں پر چل کر ہم اپنے آپ سے کتنی دور نکل جاتے ہیں ....
ہم اپنی اصل کبھی نہیں بھول سکتے اصل ہی حقیقت ہوتی ہے۔"

ہاں............" محمود نے گہری سانس لی۔

تم مذہبی آدمی ہو محمود............"

ہاں............" محمود چونک پڑا۔

ہمیں یکجا ہونے میں دھرم کی رکاوٹ تو نہیں برداشت کرنی پڑے گی............ محمود اب
ہارے بغیر نہیں جی سکتی میں زندگی میں تبدیلی چاہتی ہوں۔ تمہارے ساتھ............ تمہاری
ن کر............ دیکھو محمود، میں نے دین دھرم سے تو کب کا ناتا توڑ لیا ہے جو کچھ ہم کر
ن کا دھرم سے کوئی تعلق نہیں ہے پھر بھی............ اگر تم چاہو تو میں تمہارا دھرم قبول
ل............ وہ بن جاؤں گی جو تم چاہو گے۔"

د کے اوسان خطا ہوگئے گیتا تو بڑی برق رفتاری سے پرواز کر رہی ہے وہ پھر بولی "اور میں
ارے دھرم میں آکر اپنا نام بھی سوچ لیا ہے جانتے ہو کیا............ صفیہ............ صفیہ
وہ ہنس پڑی "اصل میں اس نام سے میری زندگی کی ایک انوکھی کہانی وابستہ ہے۔"

د نے چاروں طرف دیکھا گیتا کی اس بکواس نے اسے کافی پریشان کردیا تھا اچانک اس کی
اسٹیمر پر پڑیں جو برق رفتاری سے ان کی طرف آرہا تھا............ اس کی رفتار اور رخ ایسا
محمود چونک پڑا پھر گیتا نے بھی اسے دیکھ لیا............ اور اچانک وہ سرسراتی آواز میں

"محمود............ یہ لوگ............ یہ لوگ............ میں انہیں پہچانتی ہوں
یہ گلاب کلی کے آدمی ہیں............ اوہ محمود............ یہ .... یہ ٹھیک نہیں
وہ کسی اچھے ارادے سے ادھر نہیں آرہے ہے۔"

اکی نگاہ محمود سے تیز تھی اب محمود نے بھی انہیں پہچان لیا تھا یہ واقعی گلاب کلی کے آدمی

اسٹیمر اس طرح سیدھ میں آرہا تھا کہ لگتا تھا وہ لوگ اس سے کشتی ٹکرا دینا چاہ
یہ دیوہیکل اسٹیمر اس چھوٹی سی کشتی سے چھو کر بھی نکل جائے تو اس کے پرخچے اڑ جا
وہ لوگ شاید یہی ارادہ رکھتے تھے محمود نے کشتی کے رخ کو بدلنے کی کوشش کی' اسٹیمر
کشتی کے بالکل قریب سے گزر گیا کشتی بری طرح ڈگمگا گئی اور اسٹیمر کی رفتار سے اڑ
کی پھوار چادر بناتی ہوئی کشتی کے اوپر سے گزر گئی پانی نے نہ صرف محمود اور گیتا کو
بلکہ وہ ان کی آنکھوں میں بھی چلا گیا محمود کے ہاتھ بے اختیار آنکھوں پر پہنچ گئے۔ نم
آنکھوں میں آگ لگا دی لیکن اس نے فوراً خود کو سنبھال کر آنکھیں پھاڑیں اور اسٹیم
کوشش کی۔ اسی وقت اس کے کانوں میں آواز ابھری۔

"دیکھو ----- وہ پانی میں کود گئی۔" آواز اسٹیمر سے ابھری تھی جو آگے نکل کر
لیکن پانی میں کون کود گیا اس نے گھبرا کر گیتا کو دیکھا۔ وہ اپنی جگہ موجود نہیں تھی پھر اس
سے دو آدمیوں کو پانی میں کودتے دیکھا۔ اس وقت اسٹیمر سے ایک رسہ کشتی پر پھینک
کے سرے پر لوہے کا وزنی ہک بندھا ہوا تھا جو کشتی میں آپھنسا اور پھر اسٹیمر سے کشتی ک
لیا گیا۔ محمود سنبھل بھی نہیں پایا تھا کہ اسٹیمر میں بیٹھے ہوئے لوگ کشتی پر کودے او
محمود کو جکڑ لیا۔

"ارے.......... ارے کیا کر رہے.......... ہاؤ.........." آخری الفاظ چیخ بن گ
میں سے کسی نے کوئی وزنی شے اس کے سر پر ماری تھی پھر ماحول تاریک ہو گیا تھا ا
کب تک یہ تاریکی ذہن پر مسلط رہی۔ آنکھ کھلی تو آنکھوں کے سامنے ایک پیلی ناگ
بلب ٹمٹما رہا تھا۔ روشنی آنکھوں کو لگی تو سر میں ٹیس اٹھنے لگیں اور وہ بے چین ہ
کوشش کرنے لگا لیکن ایک طرف لڑھک گیا تب احساس ہوا کہ دونوں ہاتھ بندھے
گزرے واقعات ذہن کے پردے پر گزرنے لگے اور سب کچھ یاد آگیا یہ خیال پہلے بھی
تھا کہ گلاب کلی اور گیتا کی دشمنی ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی سوچا تھا کہ وہ گلاب
نہیں ہے نہ ہی گیتا کی گرفتاری کی ذمے داری کبھی اسے سونپی گئی ہے لیکن اس وقت
ہو گیا کہ اس کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے گیتا کی وجہ سے ہوا ہے اس خیال کے ساتھ بدا
سی دوڑ گئی۔

پھر کسی کے اندر آنے کا احساس ہوا اور اس نے گردن گھما کر ادھر دیکھا۔ شبنم
اندر آئے تھے۔ "جاگ گئے لعل.......... اٹھو گلاب کلی انتظار کر رہی ہے۔"

"میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اٹھ نہیں سکتا۔" محمود بھرائی آواز میں بولا۔

"صدقے .... واری ہم کس لئے ہیں.......... کلیجے سے لگا کر لے جائیں
نے کہا اور دونوں تالیاں پٹخارتے ہوئے آگے بڑھ آئے پھر انہوں نے محمود کی بغلوں
کر اسے باآسانی کھڑا کر دیا.......... انار کلی نے کہا۔

"اپنے قدموں سے چلو گے یا ہم اٹھا کر لے چلیں۔" "میں چل رہا

....!" محمود نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔
نا چاند کے ٹکڑے' ہم سے کچھ نہ پوچھو' ہم تو ویسے ہی قدرتی مظلوم ہیں استاد ناراض
ل میں بھس بھروا دے گا خاموشی سے چلو۔" شبنم نے کہا۔
و کہاں ہے۔"
سرا میں" انار کلی نے کہا اور محمود کے رونگٹے کھڑے ہو گئے وہ یہاں کے بارے میں
جانتا تھا حرم سرا میں جانے والوں کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا فاصلہ زیادہ نہیں تھا
ل کروہ ایک جگمگاتے کمرے کے دروازے سے داخل ہو گئے اندر صرف تین افراد تھے
ے ایک گلاب کلی تھا۔
چمار زادے.......... کم نسل ہو ورنہ نمک حرام نہ ہوتے ارے تم مردوں سے جوانی
ئی.......... تم نے جہاں چہروں کی چکنائی دیکھی پھسل گئے اور ایسے گرے کہ تھوبڑا ہی
ارے شرم نہ آئی تمہیں یہ سوچ کر بھی کہ کہاں کے رہنے والے ہو' عزت داروں کا
ت مندوں کا شہر' پاؤں بھی پھسلا تو ایک بے دین پر نہ دھرم کا ناتا نہ دین کا.......... کیا
نہ کہیں۔ "محمود خاموشی سے گلاب کلی کی باتیں سنتا رہا.......... گلاب کلی نے کہا۔
ہ دو کمینے کو ٹکٹکی سے اور پوچھو اس سے اری شبنم اور انار کلی ناچ دکھا مال زادے کو
ا کر..........!"
نے عاجزی سے کہا۔ "استاد میری بات تو سن لیجئے یہ سب کچھ.......... یہ سب کچھ
ے"
ل گے ضرور سنیں گے چلو اپنا کام کرو۔" استاد نے آنکھیں نکال کر شبنم اور انار کلی سے
ر دو افراد وہاں موجود تھے وہ ٹکٹکی گھسیٹ کر قریب لے آئے لور محمود کو ہاتھ کھول کر
کس دیا گیا اس کے دونوں ہاتھ اوپر باندھ دیئے گئے تھے دونوں پیر بھی کھول کر دونوں
ہ دیئے گئے تھے محمود کے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے پہلے کئی بار استاد کے ہاتھوں
کھ افراد کا حشر دیکھ چکا تھا آج خود اس پر وہی بیت رہی تھی لیکن استاد گلاب کلی کچھ سننا
تھا' البتہ جب محمود کو کس دیا گیا تو وہ قریب آگیا اور خونی نگاہوں سے محمود کو گھورتا ہوا

ل ہے وہ..........؟"
ے کون استاد"
تمہاری لگتی جس کے لئے تم سولی پر چڑھ گئے یہ نہ سوچا کہ وہ ہماری دشمن ہے' ہمارے
ہے' کچھ تو کھایا ہمارے ساتھ' حلال نہ کر پائے' حلال حرام کا فیصلہ بھی نہ کر سکے اسے اپنا
ے عورت ہی تھی نا' آسمان سے تو نہیں اتری تھی یہاں کمی ہے کیا۔ ہم یاد نہ آئے
..........؟۔
تو آپ میری بات کا یقین کریں میری بات کا یقین کریں آپ کہ.......... کہ.........."

محمود نے کہا۔

"بس بس بس.......... یہ بتا کہاں ہے۔"

"استاد وہ پانی میں کود گئی تھی' میرے ساتھ کشتی میں سیر کر رہی تھی' یہ لوگ پہنچے تو ا
پانی میں چھلانگ لگا دی۔"

"میں نہیں جانتا استاد' آپ یقین کریں میں.........."

محمود نے جملہ پورا بھی نہیں کیا تھا کہ گلاب کلی ایک دم سے واپس مڑ گیا اور کئی قدم
دور جاکھڑا ہوا یہ شاید شبنم اور انار کلی کو اشارہ تھا شبنم نے چمڑے کی ایک چوڑی بیلٹ اٹھ
عقب سے محمود کی پشت پر رسید کر دی۔ بڑی زور دار ضرب تھی۔ محمود کے حلق سے آ
گئی سر ویسے ہی دکھن کا شکار تھا اور اچھا خاصا زخمی معلوم ہوتا تھا' چمڑے کی اس بیلٹ
میں جلن پیدا کر دی لیکن پھر فوراً ہی اس کے دانت بھینچ گئے' یہ سب کچھ ہو رہا تھا ظلم ہو
تھا اگر اس کے تعلقات گیتا سے ہو بھی گئے تھے تو اس نے کوئی ایسی ویسی بات تو نہیں کی ت
سے اس پر یہ تشدد شروع کر دیا جائے۔ استاد کا غلام بھی نہیں تھا ایک عام آدمی تھا اس ل
کو یہ سب کچھ نہیں کرنا چاہئے اس کے ساتھ.......... غصے کی لہر اس کے بدن میں دوڑ گئی
شبنم اور انار کلی نے اسے چمڑے کی بیلٹوں سے پیٹنا شروع کر دیا۔ لیکن اب محمود کے حل
آواز نہیں نکل رہی تھی اور استاد گھورتی ہوئی نگاہوں سے اسے گھور رہا تھا۔ پھر اس نے
ہاتھ اٹھائے.......... دو قدم آگے بڑھا اور محمود کے سامنے پہنچ گیا اس کی آواز ابھری۔

"ہاں کہاں رہتی ہے وہ.......... کہاں رہتی ہے..........؟"

محمود نے خونخوار نگاہوں سے استاد کو دیکھا اور آہستہ سے بولا.........."دیکھو استاد نہ
تمہارا غلام ہوں' نہ تمہارا تنخواہ دار نہ ہی تمہارا پابند.......... اگر میری کسی لڑکی سے دوستی
جاتی ہے اور اس سے میں تمہارا کوئی نقصان بھی نہیں کرتا تو تمہیں میرے ساتھ یہ سلوک
کرنا چاہئے.......... اگر اپنی طاقت کے بل پر یہ سب کچھ کر رہے ہو تو ٹھیک ہے..........
تمہاری طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتا.......... لیکن نفرت کرتا ہوں میں تم سے' اب مجھے
نفرت ہے' استاد گلاب کلی تم قابل نفرت شخصیت ہو۔ محمود کی آواز میں ایک غراہٹ پیدا ہو
گلاب کلی خاموش نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا پھر آہستہ سے بولا۔

"ہمارے بارے میں کیا بتایا تم نے اسے..........؟"

"میں نہ اس کا غلام ہوں اور نہ تمہارا.......... اس نے تمہارے بارے میں کچھ نہیں
اور میں تمہارے بارے میں کوئی ایسی بات نہیں جانتا تھا جو اسے بتاتا۔ مجھے اس کے سلسلے میں
ہدایت نہیں دی گئی تھی' بس کچھ ایسے واقعات ہوئے تھے جن کی بناء پر وہ میرے قریب
ایک عام سی دوستی ہمارے درمیان قائم ہوگئی.......... نہ مجھے اس کی ذات سے کوئی دلچسپی
اس کے عمل سے اور نہ تمہاری دشمنی سے.......... یہ میرا جواب ہے اور اس کے بعد
تمہارے سامنے زبان نہیں کھولوں گا۔"

ے چہرے میں کچھ نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں وہ چند لمحات محمود کے سامنے کھڑا رہا'
آہستہ چلتا ہوا وہاں سے باہر نکل گیا شبنم اور انار کلی کو اس نے اور کوئی نئی ہدایت نہیں
.... لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک آدمی اندر آیا اس نے انار کلی سے کچھ کہا اور
گردن ہلا دی.......... پھر اس نے ان دو آدمیوں سے کہا۔

کھول دو..........۔"

نوں آدمیوں نے محمود کو ٹکٹکی سے کھول دیا' لیکن محمود کے سارے بدن میں آگ لگی
باں پر خون کی دھاریاں ابھر آئی تھیں۔ شبنم اور انار کلی نے جو مار لگائی تھی وہ معمولی
ں کی آنکھیں ابلی پڑ رہی تھیں' ٹکٹکی سے اتارنے کے بعد اس کے دونوں ہاتھ ایک بار
کس دیئے گئے غالباً اس کی ہدایت بھی کر دی گئی تھی اور استاد گلاب کلی محمود کو ابھی
ی چاہتا تھا۔ پتہ نہیں اسے محمود کی باتوں پر یقین آیا تھا یا نہیں.......... یا پھر اس نے
وگا کہ چلو اس سلسلے میں بھی تحقیقات کر ہی لی جائیں بات صرف اتنی ہی تھی کہ گیتا کو
اتھ دیکھا گیا تھا' اس کے بعد ایسی کوئی صورت حال نہیں پیدا ہوئی تھی جس سے استاد
مان پہنچا ہوتا.......... بہرحال محمود کو واپس اسی جگہ پہنچا دیا گیا جہاں اسے ہوش آیا

☆ .... ☆ .... ☆

ا کے چہرے فق ہوگئے تھے۔ بینش نے لرزتی آواز میں کہا "جی.......... جی
.. مگر.......... کک.......... کیا بات ہے..........؟"
ا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں.......... میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں
۔" نوارد نے بدستور نرم لہجے میں کہا۔
نے سیما کو دیکھا.......... دونوں ہی ناتجربے کار تھیں .... بہرحال نوارد کو اندر بلا

نام فیروز خان ہے' ایک سرکاری محکمے سے تعلق رکھتا ہوں آپ سے بس چند سوالات
ہوں اس کے بعد یہاں سے چلا جاؤں گا۔"
فرمایئے.......... بیٹھئے۔ بینش نے کہا اور فیروز خان کے لئے ایک کرسی ڈال دی گئی سیما
ئی تھی لیکن دروازے کے پاس کھڑی ہوئی ان دونوں کی گفتگو سن رہی تھی..........
نے کہا۔ "آپ غالباً بینش بھابی ہیں..........؟"
ہاں میرا ہی نام بینش ہے۔"
ا بھابی' میں جیسا کہ میں نے عرض کیا ایک سرکاری محکمے سے تعلق رکھتا ہوں' محمود کے
میری بھی کچھ ذمہ داریاں لگائی گئی تھیں اور محمود ملک سے فرار ہوگیا۔ مجھے اچھی طرح

علم ہے کہ وہ ملک میں نہیں ہے لیکن یوں سمجھ لیجئے کہ درپردہ میں محمود کے حق میں تحقیقات
رہا ہوں اور یہ بات میں جانتا ہوں کہ جس کیس میں محمود کو یہاں سے بھگایا گیا ہے اس میں ا
کوئی ہاتھ نہیں تھا اسے ملک ستار نامی ایک شخص نے اپنا آلہ کار بنایا تھا اور اپنا الزام اس کے
لگا کر اسے ملک سے فرار کرا دیا تھا چنانچہ میں اس تحقیقات پر آگے بھی کام کر رہا ہوں آپ
میں اس بارے میں کوئی معلومات نہیں حاصل کرنا چاہتا آپ یہ نہ سمجھیں کہ میری ذات سے
کو کوئی تکلیف پہنچے گی۔ میں آپ سے صرف ملک ستار کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"ملک ستار ہمارے لئے عذاب بن گیا ہے اس نے ہمیں ایسی ایسی تکلیفوں میں مبتلا کیا ہے
ہم زندگی سے عاجز آگئے ہیں نجانے ہمارا اس سے کب پیچھا چھوٹے گا؟"

بھابی.........!

آپ کا اس سے پیچھا چھوٹ گیا ہے بینش بھابی۔

"میں......... میں نہیں سمجھی۔"

"وہ فرار ہوگیا ہے......... مفرور ہے وہ' اس کے خلاف بہت سے ثبوت مل گئے ہیں
اب شاید محمود کی گردن سے بھی یہ الزام ہٹ جائے' آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں آپ سے
کے بارے میں پوچھنے آیا ہوں میں صرف آپ سے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی فرمایئے۔"

"اگر ملک ستار کا کہیں سے آپ کو پتہ مل جائے تو براہ کرم مجھے اس کے بارے میں اط
دیجئے گا ممکن ہے وہ آپ کے پاس آئے' یہ بھی ممکن ہے کہ وہ آپ کے پاس پناہ حاصل کر۔
کوشش کرے' ممکن ہے بینش بھابی کہ وہ سیما کے ساتھ مزید کوئی بدتمیزی کرنا چاہے' تحقیقات
دوران یہ بات میرے علم میں آچکی ہے کہ ملک ستار سیما کو اپنے جال میں پھانسنے کے چکر میں
حالانکہ جن حالات میں وہ گھر چکا ہے اس کے بعد شاید وہ آپ کی جانب رخ نہ کرے لیکن
صرف اتنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ کسی بھی طرح آپ سے رابطہ کرے تو آپ براہ کرم ہماری مدد کر
کے لئے اس سے تھوڑے بہت روابط رکھیں اور بس مجھے اطلاع دے دیں۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ اگر وہ ہم سے رجوع کرے یہاں آئے یا ہمیں اپنے بارے میں
پتہ دے تو ہم آپ کو اس کی اطلاع کر دیں۔"

"اس کی دو وجوہات ہیں بھابی......... پہلی بات تو یہ کہ اس کے بعد وہ آپ کو پر
نہیں کر سکے گا۔ دوسری بات یہ کہ محمود پر سے وہ الزام ہٹ جائے گا جس کی وجہ سے اسے
سے بھاگنا پڑا ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو آپ پورا پورا اطمینان رکھئے ہم ہر قیمت پر آپکو اس کے بارے
اطلاع دیں گے بشرطیکہ وہ اب یہاں آئے.........۔"

"بہت بہت شکریہ بھابی' یہ میرا کارڈ رکھئے' لیکن خیال رکھئے گا کہ وہ شیطان ہے' میرا
دیکھ نہ لے وہ......... اس کارڈ پر میرا نمبر بھی ہے۔ گھر کا پتہ بھی ہے' آپ اگر چاہیں تو

...خفیہ جگہ پر رکھیں جہاں سے یہ کسی اور کی نگاہوں میں نہ آسکے' بس اتنی ذمہ داری آپ
...کر رہا ہوں۔"

آپ اطمینان رکھیں بھیا جی......... جیسا آپ کہہ رہے ہیں ویسا ہی ہوگا۔"

بہت بہت شکریہ بھابی آپ یہ بھی بتا دیجئے مجھے کہ محمود کی غیر موجودگی کی وجہ سے اور اگر
مشکلات آپ کو ہوں تو ایک بھائی ہی کی حیثیت سے میں آپ کے لئے حاضر ہوں۔"

بھیا جی بہت بہت شکریہ' ایسی کوئی بات نہیں ہے محمود پیسے بھیج دیتا ہے' ہمارا کام چل رہا
ہیں کوئی پریشانی نہیں ہے اگر ہوئی تو آپ کو ضرور تکلیف دیں گے۔"

تو پھر میں چلتا ہوں۔"

نہیں اب جب آپ نے بھیا کہہ کر متعارف کرایا ہے تو پھر کچھ چائے وغیرہ پی کر جایئے۔"

ہرگز نہیں بھابی' بس اب میں اجازت چاہتا ہوں۔" فیروز خان نے کہا اور اس کے بعد وہ
رکے وہاں سے نکل گیا سیما اندر سے آگئی تھی اس نے بینش کے ہاتھ سے کارڈ لے کر
ہوئے کہا۔

فیروز خان......... بھالی آدمی شریف لگتا ہے۔"

ہاں واقعی شریف آدمی ہے' شرافت اس کے چہرے اور آنکھوں میں موجود تھی ہم بلاوجہ ہی
...تھے۔"

بھابی میں نے اس کی اور آپ کی تمام باتیں سنی تھیں آپ نے ان میں کوئی خاص بات
...کی.........؟

"کیا......... بینش نے سوال کیا۔

"ایک بات وہ بار بار کہہ رہا تھا۔"

"کیا.........؟"

"یہ کہ محمود بھیا کو اس شخص ملک ستار کی وجہ سے ملک سے باہر بھاگنا پڑا بھابی محمود بھیا تو
...میں ہیں یہ ملک سے باہر کا کیا قصہ ہے۔"

"ہیں.........؟" بینش نے غالباً اس نکتے پر غور نہیں کیا تھا پھر وہ آہستہ سے بولی "نہیں ظاہر
...انتظامیہ کا آدمی ہے اس کے علم میں یہی بات ہوگی کہ محمود ملک سے باہر بھاگ گیا
.... یہ تو صرف ہمیں معلوم ہے کہ وہ کراچی میں ہے اور پھر امتیاز نے بھی تو یہی بتایا ہے
...خیال رکھنا کبھی اس شخص کے سامنے دوبارہ یہ بات منہ سے مت نکالنا کہ محمود کراچی میں
" سیما نے پرخیال انداز میں گردن ہلا دی تھی۔

☆ .... ☆ .... ☆

...عمل بظاہر بالکل خوش تھا......... نورین اس کے ساتھ ہر طرح تعاون کرتی تھی نورین کی

نسبت وہ خوبصورت آدمی تھا بس نورین اپنے آپ کو سجائے بنائے رکھتی تھی۔ بیشتر پارٹیوں
مختلف تقریبات میں ملنے والی ماڈرن خواتین نے نورین کو مبارکباد دی تھی اور جمال کے سامنے
کہا تھا کہ نورین کا انتخاب واقعی بہت خوب ہے لیکن ایک دو خواتین نے جمال سے بھی یہ سوال
ڈالا تھا کہ مسٹر جمال نورین میں آپ کو کیا نظر آیا جو آپ اس جانب رجوع ہوگئے آپ تو بہت
نگاہوں کا مرکز بن سکتے تھے۔ ایسے موقعوں پر جمال ہنس کر بات ٹال دیتا تھا' اسے اندازہ تھ
نورین اسے چیک کرتی ہے کئی جگہ تو نورین دوسری لڑکیوں سے تلخ بھی ہوگئی تھی........
بار اس نے جمال سے سوال بھی کیا.........

"جمال جب تم لڑکیوں کی زبانی یہ باتیں سنتے ہو تو تمہارے اپنے احساسات کیا ہوتے ہیں۔"

"میں انہیں بے وقوف سمجھتا ہوں نورین........." جمال نے جواب دیا تھا اور نورین کا
کھل اٹھا تھا........ پھر بھی اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا........ "کیوں؟

"اس لئے کہ ان کی ذہنی پہنچ اتنی ہی ہے' وہ ظاہری شکل و صورت پر غور کرتی ہیں انسا
گہرائیوں میں نہیں اترتیں اور پھر نورین شکل و صورت تو واجبی سی چیز ہوتی ہے میری نگاہوں
کوئی تمہیں دیکھے' اسے کسی کمی کا احساس نہیں ہوگا........ اصل چیز تو دلوں میں پیدا ہونے
محبت ہے۔"

نورین ان الفاظ سے بہت زیادہ خوش ہو جاتی تھی بظاہر جمال کی زندگی میں جو نمایاں انق
آیا تھا وہ اس سے بہت مسرور رہتا تھا لیکن انسان کا خمیر جہاں سے اٹھتا ہے وہاں کی یادیں شاید
کوئی انسان فراموش کرسکتا ہو' بہن کی بیساکھی کی کھٹ کھٹ غلام حسین کی کرخت آواز اور ر
بی بی کا ماتا بھرا لمس' یہ تینوں چیزیں اس سے جدا ہوگئی تھیں اور کبھی کبھی ان کی جدائی
تڑپاتی تھی لیکن غلام حسین کی شخصیت کے بارے میں بھی وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ بھی
مصالحت کرنے والوں میں سے نہیں تھے وہ جب بھی ان کے پاس جاتا' وہ اسے ذلیل کر کے د
کے نکال دیتے۔ اپنی بھی ایک عزت نفس ہوتی ہے' اگر اسے یہ مقام مل گیا تو ان لوگوں کو
قبول کرلینا چاہئے بے شک اس کی اس شادی سے غلام حسین صاحب کو فائدہ نہیں ہوا' بابو ا
بھی تیز اور چالاک آدمی ہیں' اپنی دولت وہ اپنی بیٹی پر تو خرچ کرسکتے ہیں باقی لوگوں پر خرچ ک
کا کیا سوال اور پھر یہ بھی ایک سچ ہے کہ اگر غلام حسین اس کوٹھی میں آ جائیں تو اسے بھی
ہی بنانے کی کوشش کریں جیسا ان کا اپنا گھر ہے۔ بات بات میں اعتراض کیا جائے گا' یہ کیوں
گیا ہے وہ کیوں رکھا گیا ہے' یہ ان کی فطرت کا ایک حصہ ہے اور اس سے وہ کسی بھی طو
نہیں آئیں گے چاہے انہیں کتنا ہی سمجھا دیا جائے۔ یہ بہتر ہی ہے کہ وہ اس جگہ تک نہیں
نورین تو شاید انہیں ایک لمحہ بھی برداشت نہ کرسکے اور گھر محاذ جنگ بن جائے۔ اس کے بع
ارشاد کا اپنا اسٹیٹس تھا۔

ان کے اپنے ملنے جلنے والے تھے کبھی کبھی وہ اپنے دوستوں کو اس کوٹھی پر بھی مدعو کر
تھے اور اس وقت وہ نہایت عاجزی سے بیٹی اور داماد سے درخواست کرتے تھے کہ ان کے دو

کے مہمان بننا چاہتے ہیں' چنانچہ انہیں موقع دیا جائے۔ بھلا جمال حسین اعتراض کیسے
بھی بابو ارشاد کی شرافت تھی کہ وہ جمال حسین کو ایک پروقار شخصیت بنانے کے چکر
...... بہرحال وہ دوہری کیفیت کا شکار تھا۔ ماں باپ اور بہن یاد بے شک آتے تھے
ں کے ساتھ یہ تصور بھی ہوتا تھا کہ وہ جب بھی یہاں پہنچیں گے مشکلات کا آغاز ہو
دن کے بعد سے ابھی تک وہ غلام حسین کے گھر نہیں گیا تھا........ یاد آتی تھیں
باتیں تو ایک عجیب سا احساس ہوتا تھا۔ بے عزتی کرانے کے لئے کون کسی کے پاس
ے رشتے کتنے ہی مضبوط کیوں نہ ہوں۔ اس دن وہ نورین کے ساتھ کار میں جا رہا تھا
ک پر غلام حسین نظر آگئے جمال خود کار ڈرائیو کر رہا تھا دور ہی سے اس نے غلام
کر کار روک دی تھی۔

ت ہے جمال خیریت.........؟" نورین نے کہا........ لیکن جمال نے کوئی جواب
ی نگاہیں سامنے کی جانب اٹھی ہوئی تھیں غلام حسین ایک ویگن کی جانب لپکے تھے
لن ویگن میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے کھڑے رہ گئے تھے' اور دوسری ویگن کا انتظار
ے۔ اتفاق کی بات کہ اس کے پیچھے بھی دوسری ویگن آکر رکی اور اس سے دو سواریاں
دو جوان لڑکے پھرتی سے ویگن میں چڑھ گئے........ غلام حسین اس کی جانب
لیکن جگہ پوری ہو جانے کی وجہ سے ویگن آگے بڑھ گئی تھی اب غالباً نورین نے بھی
کو دیکھ لیا تھا اور خاموشی سے جائزہ لے رہی تھی۔

ے ابو ہیں۔" بالآخر اس نے پوچھا۔

.........! تم نے پہچانا نہیں۔"

ہ رکشہ یا ٹیکسی میں سفر نہیں کرسکتے.........؟"

.... کیوں نہیں؟" جمال جلدی سے بولا۔

نے تمہیں کبھی منع نہیں کیا جمال' تم انہیں ماہانہ کچھ رقم دے دیا کرو........ تاکہ
پریشانی نہ اٹھانی پڑے۔"

ا وہ مالی پریشانی کا شکار نہیں ہیں۔"

ویگنوں کے پیچھے کیوں بھاگ رہے ہیں۔"

ن کے لہجے میں طنز گھل گیا۔

ت........ کفایت شعاری کا احساس۔"

ہ........ کفایت شعاری۔" نورین اسی انداز میں بولی۔

کہنا چاہتی ہو تم.........؟" جمال کو اس کا یہ لہجہ برا لگ رہا تھا۔

ف ایک بات........ ماضی' اصلیت' ماحول ہی فطرت بن جاتا ہے انکل نے جو زندگی
ہے آج تک اسی پر عمل پیرا ہیں۔"

میرے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔"

"کیا مطلب.........؟"

"میرا ماضی، میری اصلیت، میرا ماحول بھی تو وہی تھا۔"

"خود کو بدلا ہوا نہیں محسوس کر رہے۔"

نورین غرور سے بولی اور جمال حسین بھنا گیا۔

"گویا تم نے میری فطرت بدل دی۔" وہ بولا......... اور نورین ہنس دی۔ جمال
ہنسی زہر لگی تھی وہ پھر بولا۔ "اس طرح تو ایک سوال میرے ذہن میں بھی پیدا ہوتا
کہ بابو ارشاد تمہارے لئے اپنا کوئی ہم پلہ نوجوان کیوں نہ تلاش کرسکے۔ انہیں ا
گھرانے کے لڑکے کی تلاش کیوں ہوئی۔"

" تمہارا کیا خیال ہے.........؟" نورین چونک کر بولی۔

"ہوسکتا ہے کہ کسی امیر گھرانے نے ان کی پذیرائی نہ کی ہو۔" امتیاز جلے کٹے
اور ایک جھٹکے سے کار آگے بڑھا دی غلام حسین ایک ویگن میں چڑھنے میں کامیاب ہو

☆ .... ☆ .... ☆

کمال الدین بہت اچھا دوست تھا امتیاز کے سلسلے میں اس نے اپنا کوئی مفاد مدنظر
بلکہ اس سے کھل کر کہا تھا کہ اب وہ اس لائن میں چل نکلا ہے چنانچہ نگاہ رکھے کہ ا
کرسکتا ہے اس نے کہا تھا۔

"دیکھ یار، تجھے لائن پر لانا تھا سو تو آگیا، تجھے مارکیٹ کا پتہ چل گیا اب تو خود بھی د
کہ کونسے کام میں فائدہ ہے کونسے کام میں نقصان۔ الیکٹرانک گڈز کی بہت سی منڈ
چیزیں ایسی ہیں جو سنگاپور اور ہانگ کانگ کی نسبت دبئی وغیرہ سے سستی ہاتھ آجاتی
مال کی بھی گارنٹی ہوتی ہے۔ یعنی دو نمبر کا مال دو نمبر کی حیثیت سے ہی فروخت ہوتا
سرکاری قوانین سخت ہیں جبکہ سنگاپور وغیرہ میں ہیرپھیر چل جاتی ہے۔ لیکن بنکاک
منڈی ہے کراچی اور دوسرے شہروں کے بیوپاری چلڈرن گارمنٹ میں پوری دلچسپی ر
بنکاک میں پرانی جینز وغیرہ کا کام ہاٹ کیک کی طرح ہے یہی سب سے بہتر ہے مشکوک
ہاتھ نہیں ڈالنا کھائے کمائے گا ویسے تیری مرضی ہے۔"

"تمہیں میری ضرورت نہیں ہے۔" امتیاز نے پوچھا

"ہے اسی لئے یہ سب کچھ کر رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے اب اس نظریئے سے بھی دیکھوں گا۔" امتیاز نے کہا، بنکاک کے کئی
تھے ماں اور بہنیں خوش تھیں حالات میں کافی بہتری پیدا ہوگئی تھی لیکن اس دوران
نہیں جاسکا تھا محمود کی خیریت نہیں ملی تھی۔ البتہ سیما اور بینش بھابی کو محمود کا پیغام د
انہیں بتا دیا تھا کہ اب انہیں ملک ستار کا خطرہ نہیں ہے۔ خود وہ بھی بہت مطمئن تھیں

فیروز خان کے بارے میں بھی بتایا تھا لیکن بینش ان دنوں پریشان تھی۔
"نے بھی نہ تو فون کیا ہے نہ خط لکھا ہے ادھر ریاض ہیں کہ سب کو بھول گئے ہیں نہ
ہے نہ فون کیا ہے اللہ جانے کیا ہوا ہے۔"
ے باہر جا کر انسان کو مشین بننا پڑتا ہے بھابی اور محمود کے بارے میں مجھے معلوم
ن اپنے کاروبار کے سلسلے میں کراچی سے باہر گیا ہوا ہے۔ خود مجھے بھی نہیں ملا.........
جاں بھی ہوا اس بار اس سے ضرور مل کر آؤں گا۔ امتیاز نے انہیں تسلیاں دیں تنہائی
نے سیما سے کہا۔
ن سیما......... دل نے بارہا مچل مچل کر کہا کہ اس کی کہانی آپ کو سنا دوں لیکن ماضی
ت نے زبان نہ کھلنے دی بھلا کسی جوتے مرمت کرنے والے کی یہ جرات ہوسکتی ہے کہ
کمل کھلے۔"
اہ واقعہ یاد کر کے ہنس پڑی۔ امتیاز نے کہا "سچ بتایئے سیما آپ نے اس دن کیا سوچا

بریہ تو نہیں سوچا تھا کہ آپ جوتے مرمت کرنے والے ہیں اور پھر اس خان کو بہت بار
." سیما نے نرگسیں آواز میں کہا۔
ر کیا سوچا تھا۔"
چھ بھی نہیں۔"
بھی تک نہیں.........؟"
ں........." سیما نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔
ں سیما......... وقت نے اگر موقع دیا......... تقدیر نے ساتھ دیا تو کیا آپ میری قربت
ل لیں گے.........؟ مس سیما اگر آپ نے اس سوال پر خاموشی اختیار کرلی تو میں شاید
بھی جرات نہ کرسکوں۔ اگر مناسب سمجھیں تو میری اس ہمت کی پذیرائی کردیں۔ ہاں یا نہ
اختیار آپ کو حاصل ہے۔"
گیا کہوں میں.........؟ سیما گھبرا کر بولی۔
دل سے پوچھ لیں جو جواب ملے مجھے بتا دیں۔"
میرے مستقبل کا فیصلہ میرے بھائی کریں گے۔"
ن کا حق ان کے اختیارات ہمیشہ ان کے پاس رہیں گے۔ آپ کا جواب آس کے چراغ
کردے گا اور اگر آپ نے انکار کر دیا تب بھی میں یہی سمجھوں گا کہ یہی مناسب ہوگا
رویئے میں کوئی فرق آجائے تو مجھے کم ظرف سمجھئے۔"
یما نے کچھ دیر سوچا کوئی فیصلہ کیا پھر آہستہ سے بولی "اگر میرے بھائیوں نے یہ سب قبول
تو میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گی۔" بس یہی جملے ادا کرتے ہوئے پسینہ پسینہ ہوگئی

"تھیک یو سیما.........!" امتیاز نے مسرور لہجے میں کہا۔

بنکاک روانگی کے لئے تیاری ہو رہی تھی دو تین دن کے بعد اسے پھر جانا تھا اس
کہ ہانگ کانگ کا چکر ضرور لگائے گا نہ جانے محمود کس حال میں ہے۔ اس وقت ڈیو
گزر رہا تھا کہ عقب سے آواز آئی۔

"امتیاز صاحب........" وہ چونک کر پلٹا تو اسے حریم نظر آئی......... امتیاز اسے
بکا رہ گیا تھا اس نے فوراً ہی ادھر ادھر دیکھا جمال یا غلام حسین کو تلاش کر رہا تھا۔ ح
ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ "شاید آپ مجھے پہچانے نہیں بھئی مجھے نہ سہی اس ب
پہچان لیجئے......... میرا اور اس کا امتزاج تو شناسا ہونا چاہئے۔"

"حریم......... تم تنہا ہو.........؟۔ وہ تعجب سے بولا۔

"ذو معنی سوال ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"جمال حسین یا چچا غلام حسین.........؟"

"وہ سامنے ایک چھوٹا سا ریستوران ہے میں لنچ کے لئے وہاں جا رہی ہوں میری
سے کچھ کھانا پسند کرو گے.........؟"

"مائی گاڈ......... تم" امتیاز کی حیرت کا ٹھکانہ نہیں تھا۔

"بھئی......... فیصلہ کرو......... ویسے بھی ایک لنگڑی لڑکی کے ساتھ سڑک پر کھ
نہیں لگ رہے ہو......... آؤ آج ہماری بات بھی مان ہی لو......... ہم بھی کیا یاد کریں
حریم ہنس کر بولی

"آؤ.........!" امتیاز نے کہا اور حریم کے ساتھ ریستوران میں داخل ہو گیا ابھی
اس بات پر یقین نہیں آ رہا تھا بہر حال دونوں اندر جا بیٹھے۔ ان کے علاوہ وہاں اکا دکا اف
حریم نے ہنس کر کہا۔

"اس ریستوران میں دو خوبیاں ہیں۔ پہلی یہ کہ نیا کھلا ہے اور لوگ اس کے بار
جانتے ہیں دوسری یہ کہ اس کا کھانا بالکل خراب اور بے مزہ ہوتا ہے اس لئے مستقبل
اس میں رش کے امکانات نہیں ہیں کھانا کھاؤ گے.........۔"

"حریم میں تمہاری یہاں اس طرح موجودگی کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"وہ بھی بتا دوں گی کھانا منگواتی ہوں۔" ویٹر کے آرڈر سرو کرنے کے بعد اس نے کہ
"سامنے ایک رسالے کے دفتر میں نوکری کرتی ہوں بہت اچھے لوگ ہیں بہت اچھی نوکری
تکلیف نہیں ہے کھانا عموماً دفتر میں ہی کھاتی ہوں بس کبھی کبھی یہاں آ جاتی ہوں تم ۔
بہت دل چاہ رہا تھا......... سب لوگ کیسے ہیں.........؟"

"ٹھیک ہے۔ غلام حسین چچا نے تمہیں ملازمت کی اجازت دیدی.........؟"

"ہاں ان کی جنگ ختم ہو گئی شکست کھا گئے ہیں۔"

"کیا مطلب.........؟"

مکافات عمل کا شکار ہو گئے........." حریم نے کہا پھر پوری داستان مزے لے لے کر امتیاز
سنائی۔ آخر میں بولی۔ "اس میں جہاں کچھ غمناک پہلو ہیں وہیں طرب کے موضوعات بھی ہیں
یقین کرو روبینہ ان غیر معیاری لوگوں کے درمیان کبھی خوش نہ رہتی۔ باقی رہی میں، تو شاید
یاد آ جائے کہ ہم بچپن سے اچھے دوست رہے جب میرے ذہن میں تمہارے لئے ایک
تصور ڈالا گیا تو میں فیصلہ نہ کر سکی کہ تم دوست زیادہ اچھے رہو گے یا شوہر......... دل میں
ضرور ابھرا لیکن اس سے زیادہ پرشور میری بیساکھی کی آواز تھی۔ دل نے ایک اچھے دوست
ہونے پر اس بیساکھی کے بوجھ کو کبھی پسند نہیں کیا۔ اب جبکہ مشکلات کے بادل چھٹ گئے
کیا میری دوستی قائم رکھو گے.........؟"

حریم تم میری توقع سے زیادہ بلند ہو۔" امتیاز جذباتی لہجے میں بولا۔

"اس حیثیت سے قابل قبول ہوں تمہارے لئے۔"

حریم مسکرا کر بولی۔

"پلیز حریم، ایسی باتیں نہ کرو۔"

"سنا ہے لاہور سے باہر چلے گئے ہو۔"

"ہاں!"

"حالات معقول بنائے۔"

"خدا کا شکر ہے......... گھر آؤ کبھی۔"

"ممکن نہیں ہے ورنہ ضرور آتی......... تم لاہور آتے رہتے ہو؟"

"ہاں اکثر.........!"

"میرا فون نمبر نوٹ کر لو......... اگر وقت ملے تو کبھی مل لیا کرو.........!۔" حریم نے اپنا
نمبر اسے دیا۔ سب کے بارے میں پوچھتی رہی کھانا کھاتی رہی پھر کلائی کی گھڑی میں وقت دیکھ
لی۔"

"اوہ......... میرا لنچ ٹائم ختم ہو گیا ہے.........!" امتیاز خاموشی سے اٹھ گیا تھا۔

☆ .... ☆ .... ☆

محمود بہت بری حالت میں تھا۔ بدن کے زخم کھول رہے تھے سر کے زخم چیخ رہے تھے لیکن
ایک بار بھی نہیں کراہا تھا۔ حالات پر غور کر رہا تھا اور اسے بہت سے اندازے ہوئے تھے۔ بہت
اس سے غلطیاں ہوئی تھیں۔ کاش ان غلطیوں کا ازالہ کرنے کا موقع ملے۔

پھر ملک ستار......... اس کے پاس آیا تھا اس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ پھیلی ہوئی
.... اس کی آواز ابھری۔ "ساری زندگی تمہارے سامنے چیختا رہا ہوں کہ
"نو پینز، نو گینز"

محمود کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' اس نے مدہم لہجے میں کہا۔ "لیکن آپ نے
سے یہ نہیں کہا ملک جی کہ میں اس جملے پر غور کروں۔" خلافت توقع محمود کا لہجہ نرم اور
سے بے نیاز پیشانی دیکھ کر ملک ستار کو حیرت ہوئی تھی.......... قریب آکر بولا۔"
"بہت سے جملے سمجھانے کے لئے نہیں سمجھنے کے لئے ہوتے ہیں ڈیئر محمود.........
حال ہے۔"
"بہت برا حال ہے ملک جی' ایک ذرا سی غلطی نے اس حال تک پہنچا دیا ہے۔"
"ذرا سی غلطی........۔"
"بالکل.........."
"وضاحت کرو گے.........."
"بیمار تھا ملک جی شدید بخار تھا اور تنہائی تھی.......... نہ کوئی خبر لینے والا نہ پوچھنے
محسوس کیا کہ کوئی میری تیمار داری کر رہا ہے' سرسامی کیفیت تھی' تیمار دار کا ممنون ہوگیا
تھا' حواس قائم ہوئے تو اندازہ ہوا کہ وہ غیرلڑکی ہے نا صرف غیرلڑکی ہے بلکہ استاد گلاب
حریف بھی بس اتفاق ہی تھا ملک جی اس میں ایک لفظ غلط ہو تو گردن اڑا دیجئے گا اور ا
نے مجھے اس حال کو پہنچا دیا۔"
"کیا وہ تم سے محبت کرنے لگی تھی۔" "کہتی یہی تھی لیکن آپ خود غور کریں۔ نہ
مذہب تھی اور نا ہی میرے لئے قابل قبول' بس ایک اتفاقیہ احسان تھا اس کا' جس کا میں ش
تھا' اور اس شکار نے مجھے ان مصیبتوں کا شکار کر دیا۔"
"بات کہاں تک پہنچی تھی۔"
"کیا آپ میرے بارے میں نہیں جانتے ملک جی' لاہور میں بھی اتنا عرصہ آپ کا سا
میں تو زندگی کی الجھنوں میں ہی گرفتار رہا' حسن و عشق کی منزل پر کبھی غور ہی نہیں کیا۔ ی
اتنا ہی بے وقوف ہوں اپنی زبان سے کہہ رہا ہوں آپ مانیں یا نہ مانیں۔"
"مگر تیکھے تو بہت تھے' ذرا سی بات پر مجھ سے سارے رشتے ناطے توڑ لئے' دیکھ لو
میں بھی گیا ہوں مگر ایک طریقہ تھا ایک کوشش تھی کہ فی الحال اپنی گردن بچا لوں اور جو
بھی بن پڑے اپنے اوپر سے پریشر ختم کروں تمہیں پورا پورا تحفظ دیا تھا میں نے اور اس
تمہیں یہاں پہنچا دیا بعد میں اپنے لئے کوشش کرتا رہا' کامیاب نہیں ہوا یہ الگ بات ہے
گھر کے چکر اس لئے لگائے کہ بینش بھابی اور سیما کو کوئی تکلیف نہ ہو لیکن نتیجہ الٹا
میرے ممنون ہونے کی بجائے تم نے میرے لئے حساب کتاب کا رجسٹر کھول لیا۔ کیا یہ بہ
تم نے.........؟"
"انسان جب اپنی الجھنوں کا شکار ہوتا ہے ملک جی تو نجانے کیا کیا الٹے سیدھے خیال ذ
آنے لگتے ہیں گھر سے دور تھا بھائی اور بہن کے لئے پریشان تھا ان کی جب پریشانی کا عل
حواس باختہ ہوگیا حالانکہ فوراً ہی مجھے احساس ہوگیا تھا کہ میں آپ کے ساتھ بدتمیزی کر

ں تھا کہ اس کا ازالہ کیسے کروں.......... کہ وہ بدبخت میری شامت بن کر آگئی اور
ے ساتھ نکل گیا۔"
ستار چونک کر اسے دیکھنے لگا.......... اسے محمود کے چہرے پر پشیمانی نظر آ رہی تھی کچھ
ے کے بعد وہ بولا "میری حیثیت پہچانتے ہو۔"
آپ مجھ سے کر رہے ہیں میں نے تو اپنی خوشحال زندگی کا آغاز آپ سے کیا ہے۔"
ت تو بہت طیش میں تھے۔"
انسان سے ہی ہوتی ہے۔"
ت کا ذریعہ کیا تھا.......... مجھے بتاؤ۔"
ا نام امتیاز ہے۔ کھیا ہے اور میرے گھر آتا جاتا رہتا ہے۔
سمجھ گیا۔ میں نے اسے تمہارے گھر دیکھا تھا۔ تمہارا کوئی عزیز ہے؟"
" محمود نے جواب دیا۔
ی بھابی اور بہن تو اس پر بہت ناز کرتی ہیں۔ اس نے مجھے تمہارے گھر سے بھی نکال
ہ کھیا ہے خوب اس سے بھی ملاقات کریں گے۔ چلو چھوڑو.......... یہ بتاؤ گیتا کہاں
....؟
کریں ملک جی مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم یہ بھی پتہ نہیں تھا مجھے کہ وہ
استاد نے مجھ پر تشدد شروع کر دیا۔ مجھ سے اس کی گرفتاری کے بارے میں ایک بار بھی
یا تھا لیکن.........."
نا گیا.........؟"
ی کے کچھ ٹھکانے مجھے معلوم ہیں۔ وہ وہاں مل سکتی ہے۔" ملک ستار کچھ سوچنے لگا۔ پھر
...."اسے گرفتار کراؤ گے.......... معاوضہ دوں گا۔"
معاوضہ بھی یہ کام کر سکتا ہوں کیونکہ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ لیکن گلاب گلی
نہیں.......... آپ کے لئے" محمود نے کہا۔
یک ہے.......... میں چلتا ہوں۔ گلاب گلی سے تمہارے لئے بات کرتا ہوں۔ میرا انتظار
....!" ملک ستار اٹھ کر باہر نکل گیا اور محمود کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی
....!

☆ .... ☆ .... ☆

لک ستار' گلاب کلی کے پاس پہنچ گیا۔ گلاب کلی گلوری چبا رہا تھا اور بہت اچھے موڈ میں تھا
دیکھ کر مسکرایا اور بولا "پان بناؤں تمہارے لئے چھلے۔"
گلاب کلی کے ہاتھوں سے پان ملے اور کوئی انکار کرے۔" ملک ستار مسکراتا ہوا اس کے

پاس بیٹھ گیا۔ گلاب کلی نے پٹاری کھول لی اور زعفران کی مہک دور دور تک پھیل گئی ا
نے صورت حال سے واقفیت حاصل ہونے کے بعد سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا اور بولا۔

"لگتا ہے استاد محمود کی اچھی خاصی چھترول کر دی گئی ہے؟"۔

گلاب کلی نے قریب رکھے ہوئے اگالدان میں پان کی پیک تھوکتے ہوئے کہا۔

"خون اتر رہا ہے میری آنکھوں میں یہ سوچ کر کہ یہ پہلا اپنا ہے جس نے مجھ سے ؛
ہے ارے کیا چاہئے تھا اسے جو کہتا اسے دے دیتی' بھلا میری دشمن کو مدد دینے سے
حاصل ہو سکتا تھا۔"

تھوڑی سی غلطی مجھ سے بھی ہو گئی استاد۔" ملک ستار نے کہا گلاب کلی نے پان کا
کیا' لوازمات ساتھ رکھے اور تالی ملک ستار کی جانب بڑھا دی۔ ملک ستار نے ادب سے ب
ہوئے کہا۔

"غلطی یہ ہو گئی تھی استاد کہ صورت حال کو تو میں بھی سمجھ نہ پایا تھا۔ اصل واقعہ
کہ وہ شیطان لڑکی خود محمود کے پاس پہنچی تھی اور اس وقت محمود شدید بخار میں مبتلا تھا
نے محمود کی تنہائیاں سنبھال لی تھیں' بتایا کچھ نہیں محمود نے اسے' بس اس کا احسان مند
وہ اس سے ملتی رہی' لیکن استاد ساری باتیں اپنی جگہ' ایک کام کر لیا ہے میں نے.........

گلاب کلی تیکھی نگاہوں سے ملک ستار کو دیکھ رہا تھا بولا۔ "کیا.........؟"

"اسے محمود ہی گرفتار کرائے گا' سمجھ رہے ہو استاد' پکا لیا ہے میں نے اسے۔"

"دیکھو ملک جی' الٹی سیدھی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں ہم سیدھے سچے ہیں
صاف صاف کہو۔"

"محمود کو میں لے جا رہا ہوں استاد' گیتا کا شکار محمود کے ذریعے ہی کروں گا۔"

"بتا دے گا وہ اس کا پتہ.........!"

"میں نے اچھی طرح سے ٹٹول لیا ہے پتہ وہ خود بھی نہیں جانتا لیکن کچھ ٹھکانے ا
ہیں' وہاں تلاش کیا جا سکتا ہے۔"

"ٹھکانوں کا پتہ دے دو' میں خود ان حرام خوروں کو بھیج دوں گی جو آج کل بیٹھے ا
ہیں اور کوئی کام نہیں کر رہے۔"

"نہیں استاد اس سے ایک دقت ہو جائے گی وہ یہ کہ وہ ہاتھ نہیں آئے گی جب ک
ہم اس کے شکار کے لئے چارہ بنائیں گے۔ یہ تمام ذمہ داری تم مجھ پر چھوڑ دو........."

"کون سی وہ ہمارے ہاتھ لگ گئی ہے اس مال زادے کو مارنے سے بھی کوئی فائدہ نظ
رہا' تم اگر کام کر سکتے ہو تو کر لو ملک ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن کرو گے کیا........"

"استاد اسے سامنے رکھوں گا اور خود اس کا پیچھا کروں گا جیسے ہی یہ اس کے ٹھکانے
میرا پہلا کام یہ ہوگا کہ تمہیں اطلاع دے دوں اور اس کے بعد ہم لوگ مناسب طریقے
مار دیں۔"

یک ہے نہلا دھلا کر لے جاؤ مٹے مارے کو' مجھے کون سا اس کا اچار ڈالنا ہے۔" گلاب کلی

یں نہلا دھلا کر بھی نہیں لے جاؤں گا' بلکہ جس طرح سے اسے گرفتار کیا گیا ہے اس کے
و بھی احساس ہو گیا ہوگا کہ محمود کے ساتھ اچھا سلوک نہیں ہوا ہے' محمود کو بس اسی طرح
ل جانا چاہئے تاکہ اس کے دل میں ہمدردی ہو۔"

جانو تمہارا کام جانے......... لیکن ملک اسے پکڑنا ضرور چاہئے......... بڑے نقصانات
اس نے ہمارے' بس ایک مرتبہ وہ کمینی ہمارے ہاتھ آ جائے سمجھ لو رانا کا تو دیوالیہ نکال
ے ہم۔ بہت آگے بڑھ چڑھ کر کام کر رہا ہے' لمبے چوڑے ہاتھ پاؤں پھیلائے ہیں اس
......"

ر مت کرو استاد......... تو پھر میں چلتا ہوں' اور اسے ساتھ لے جا رہا ہوں۔"

لے جاؤ' لے جاؤ' کوئی تمہیں نہیں روکے گا۔" ملک ستار اپنی جگہ سے اٹھا اور استاد کا
اکر کے باہر نکل آیا پھر وہ محمود کے پاس پہنچ گیا محمود کا حلیہ دیکھا اور ہمدرد لہجے میں بولا۔

متی یہ ہے کہ مجھے بروقت صورتحال نہیں معلوم ہو سکی محمود' بہرحال میرا اور تمہارا ساتھ
بہت کام کیا ہے تم نے میرے لئے' اگر میرے علم میں یہ بات آ جاتی تو شاید میں تمہیں
میں نہ پہنچنے دیتا۔"

ود کے ہونٹوں پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی حالانکہ اس سے زیادہ اور کون یہ بات
ا تھا کہ اس کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے صرف ملک ستار کے ایماء پر ہوا ہے تاہم اس نے

و تقدیر میں لکھا تھا ملک صاحب وہی ہوا نہ میں کچھ کر سکتا تھا نہ آپ......... دیکھیں
ب کلی کی یہ غلط فہمی کب دور ہوتی ہے.........۔"

م مرگئے ہیں ٹائیگر' کون سے موقع پر تمہارا ساتھ نہیں دیا بولو......... چلو اٹھو' ذرا حلیہ
کر لو' میرے ساتھ چلو' ویسے میں تمہیں ایک بات بتا دوں ٹائیگر کہ اگر گیتا تمہارے ہاتھوں
ہوگئی تو یوں سمجھ لو کہ پھر ہانگ کانگ' بنکاک' سنگاپور اور آس پاس کے علاقوں میں تم سے
ا ساتھی اور کوئی نہیں ہوگا......... گلاب کلی کے بارے میں تم جان چکے ہو کس قسم کی
ہے اس کی........."

طر کیا آپ نے گلاب کلی سے اجازت لے لی۔"

ب میں ملک ستار ہنسنے لگا......... پھر بولا۔

م کیا سمجھتے ہو' کیا ہم صرف لاہور ہی کے شیر ہیں چلو اٹھو.........۔"

ود دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا وہ جانتا تھا کہ ملک ستار کون سا کھیل کھیل رہا ہے اور اسے
لے جانے کی اجازت اس نے گلاب کلی سے کیا کہہ کر لی ہوگی۔ لیکن اس وقت دو شاطر
ل چالیں چل رہے تھے اور دونوں ہی اپنے طور پر ایک دوسرے کو مات دینے کی فکر میں

سرگرداں تھے۔ کچھ دیر کے بعد محمود گلاب کلی کے اڈے سے باہر نکل آیا اور ملک ستار اسے
کار میں لے کر چل پڑا............ کہنے لگا۔
"بولو اب کدھر چلنا ہے............؟"
"میرے خیال میں میرے ہوٹل ہی چلو' لباس وغیرہ تو تبدیل کر لوں۔"
"ٹھیک ہے۔" ملک ستار بولا اور تھوڑی دیر کے بعد کار ہوٹل کے سامنے رک گئی م
ستار بے وقوف نہیں تھا' وہ محمود کو ایک لمحے کے لئے بھی تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا' یہ حماقت
ہوتی' بہرحال ایک دوسرے پر نظر رکھنا ہی عقلمندی کی نشانی ہے محمود کے ساتھ ہی اس کے
میں آیا اور محمود واش روم کی جانب بڑھ گیا ملک ستار ایک ایزی چیئر پر بیٹھ کر پاؤں ہلا
تھوڑی دیر کے بعد محمود لباس تبدیل کر کے باہر آگیا اور بولا۔
"ملک صاحب ایک ایک کپ کافی ہو جائے اس کے بعد یہاں سے نکلیں گے۔" ملک
نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی تھی محمود نے کافی کے لئے کہا اور پھر ملک ستار کے سا
گیا اس کے چہرے پر گہرے غور و فکر کے آثار تھے۔ ملک ستار چور نگاہوں سے اسے دیکھ
بظاہر لاپروا نظر آ رہا تھا لیکن اس کی آنکھیں محمود کو اندر سے ٹٹول رہی تھیں' جس کا احسا
کو بھی تھا............ محمود نے پرخیال لہجے میں کہا۔
"اس کے ذہن میں تصور بھی نہیں ہوگا کہ میں اس کی تلاش کے سلسلے میں استاد گلا
کی مدد کر سکتا ہوں' ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے ملک صاحب کہ اس سے بڑی غدار
کوئی ہو بھی نہیں سکتی' اس کم بخت نے بے لوث میری بڑی خدمت کی ہے' لیکن بہرحال
خواری میں نے آپ کی' کی ہے اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ میری درگت جو بنی ہے آپ
سے بنی ہے............" ملک ستار چونک پڑا............ پھر اس نے اپنے چہرے پر حیرت
پیدا کئے اور بولا۔
"میں سمجھا نہیں محمود............۔"
"سب کچھ سمجھتے ہیں آپ لیکن میرے خیال میں آپ نے میرے ساتھ زیادتی کی
صاحب۔
"کیسے؟" ملک ستار نے بدستور حیران لہجے میں کہا۔
"زندگی کے اس دور کا آغاز آپ کے ساتھ کیا تھا تھوڑا سا لاڈ بھی کر سکتا ہوں آپ
آگیا تھا ان باتوں پر جو مجھے معلوم ہوئی تھیں' لیکن آپ نے ان کا بدلہ بڑا سخت
ہے............"
"یہ غلط فہمی اپنے دل سے نکال دو ٹائیگر............ میں بہت کچھ درگزر کرنے والوں
ہوں۔ ایسی بات نہیں ہے اصل مسئلہ یہ ہے کہ فی الحال میرا رابطہ بھی اپنے شہر سے ٹوٹا
اور یہاں گلاب کلی کا سہارا ہم دونوں کے لئے کار آمد ہو سکتا ہے۔ میں نے اسی بنیاد پر یہ قد
ہے' ویسے وہ لڑکی بھی مجھے بہت پسند ہے ہم فوراً ہی اسے گلاب کلی کے حوالے نہیں کر

ا اس کا ساتھ بھی دیں گے' کیا خیال ہے............؟"
ے اور آپ کے مرتبے میں بڑا فرق ہے ملک صاحب............ آپ سے دوستی کا دعویٰ
ندگی بھر نہیں کر سکتا............ آپ کی غلامی سے آغاز کیا ہے اور اس غلامی ہی کو جاری
تا ہوں۔"
تمہارا بڑا پن ہے ٹائیگر............ ویسے تمہارا کیا خیال ہے کون سی ایسی جگہ ہے جہاں وہ
کتی ہے۔"
خاص جگہیں ہیں' ایک ہارڈبیس کے نام سے جانی جاتی ہے یہاں ایک چھوٹا سا ہوٹل
کے نام سے ہے ہو سکتا ہے ویکونا میں وہ ہمیں مل جائے کیونکہ وہ اس کی پسندیدہ جگہ
ے بھی ایک دو بار لے گئی ہے۔ دوسری پسندیدہ جگہ "ہل مارک" ہے۔ ہل مارک کے
ں آپ جانتے ہوں گے کہ یہ جرائم پیشہ افراد کا علاقہ ہے اور یہاں کئی ویران پارک
ہوئے ہیں' ہل مارک کے ایک پارک میں اس نے اپنے لئے جگہ بنا رکھی ہے اور وہاں وہ
م کرتی ہے۔ فی الحال مجھے یہ دو جگہیں معلوم ہیں چنانچہ پہلے ہم انہی جگہوں کو ٹٹول لیتے
ے اس بات کے امکانات ہیں ملک صاحب کہ وہ یہاں ہوٹل میں بھی مجھے تلاش کرتی ہوئی
............"
یک بات بتاؤ محمود............ جس عالم میں تمہیں گرفتار کیا گیا تھا' کیا اسے سمندر میں کوئی
یں پہنچ سکتا۔"
مود مسکرا دیا۔ پھر بولا............ "وہ ان علاقوں میں رانا کے پورے گروہ کی کنٹرولر ہے اور
وئی ایسی ویسی شخصیت نہیں ہو سکتی............ آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔"
وں تمہارا مطلب ہے کہ وہ آرام سے نکل گئی ہوگی............!"
ں ملک صاحب میرا یہی مطلب ہے۔"
پھر چلو یار............ دیر نہیں کرنی چاہئے۔ ملک نے کہا اور محمود تیار ہو گیا۔ اس کے بعد
ملک کی گاڑی میں نکل آئے تھے ہارڈبیس کا علاقہ کافی فاصلے پر تھا۔ جب وہ لوگ وہاں
افی شام ہو چکی تھی۔ ہوٹل ویکونا کے کاؤنٹر پر پہنچ کر محمود نے کاؤنٹر کلرک سے گیتا کے
ں پوچھا تو کاؤنٹر کلرک نے جواب دیا۔
ں گیتا دوپہر کو یہاں آئی تھیں لیکن کوئی میسج دیئے بغیر واپس چلی گئیں۔
ہاں' یہ نہیں معلوم............"
یں سر یہ ہمیں کیسے معلوم ہو سکتا ہے............" محمود نے مسکراتی نگاہوں سے ملک ستار
اور ملک ستار نے سیٹی بجانے والے انداز میں ہونٹ سکوڑے............ بہرحال محمود کی
ت کی تصدیق ہو گئی تھی اور ایسا محمود نے بلاوجہ ہی نہیں کیا تھا گیتا نے اسے ہارڈ بیس کے
یکونا کے بارے میں تفصیل سے بتایا تھا اور ایک بار اسے اپنے ساتھ لے بھی گئی تھی۔
س وقت کاؤنٹر کلرک کی تصدیق نے ملک ستار کے یقین کو مستحکم کر دیا تھا اور اس کے بعد

محمود اسے لے کر ہل مارک کی جانب چل پڑا......... ملک ستار نے ہل مارک کے قریب کہا۔

"یہ تو بڑی سنسنان جگہ ہے یہاں وہ کیا کرنے آتی ہے۔"

"میں آپ کو جس پارک کے پاس لئے چل رہا ہوں وہاں ایک آفس بنا ہوا ہے اس آ اکثر وہ آکر بیٹھا کرتی ہے یہاں اس کے اپنے آدمی موجود ہیں۔"

"اوہو' کیا ایسی صورت میں ہمارے لئے کوئی خطرہ پیدا نہیں ہوسکتا......... آپ پستول وغیرہ ہے؟۔" "نہیں بھئی میں ہتھیار ساتھ نہیں لایا اور تم جانتے ہو بنکاک میں ہ خاص طور سے آتشیں ہتھیار کتنی خوفناک چیز ہیں......... پولیس کو اگر پتہ چل جائے تو مقدمے کے سزا مل جاتی ہے۔"

محمود نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی اور بولا۔

"آیئے........." کار ایک جگہ کھڑی کر کے وہ دونوں خاموشی سے آگے بڑھنے لگ طرف گہرا سناٹا طاری تھا' ہل مارک کے علاقے کے بارے میں بھی محمود کو خاصی تفصیلا تھیں......... وہ ویران پارک کے عقبی گوشے میں پہنچ گیا......... لیکن یہاں کوئی آف نظر نہیں آ رہا تھا جس کے بارے میں ملک ستار نے سوال کرلیا۔

"یہاں تو کوئی آفس وغیرہ نظر نہیں آ رہا.........؟"

محمود نے ایک نگاہ چاروں طرف ڈالی اور پھر گردن اٹھا کر ملک ستار کو دیکھا۔ "بن بنتے ہو ملک جی کیوں' بہت چالاک ہو' کیسا رہے گا اگر آج تمہاری تمام چالاکیوں کا نتیجہ جائے.........؟۔"

ملک ستار اچھل پڑا اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہوئے اس نے کہا۔

"کیا مطلب ٹائیگر.........؟"

"ٹائیگر کہتے ہونا مجھے لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ بلی اگر چیتے کے چنگل میں پھنس اس کا کیا نتیجہ ہوسکتا ہے اس کی چالاکی ہر وقت اس کا ساتھ نہیں دے سکتی۔"

"ک' کیا مطلب ہے تمہارا......... کیا تم مجھے دھوکہ دے کر یہاں لائے ہو.........

"گلاب کلی کو میرے بارے میں کس نے بھڑکایا تھا ملک ستار.........؟"

"تمہارا لہجہ کیسا ہے' محمود غور کر رہے ہو........." ملک ستار کے لہجے میں کپکپاہٹ تھی۔

"اور تم نے میری غیرموجودگی میں میری بہن اور میری بھائی کو تنگ کرنے کی کوشش سیما کو تم نے اپنی ملازمت میں لینا چاہا تھا تاکہ اس کی شخصیت کو داغدار کرو' تم سے بڑا اس روئے زمین پر اور کوئی ہوسکتا ہے.........؟"

"تو پھر......... کیا کہنا اور کیا کرنا چاہتے ہو تم.........؟"

"گیتا کو میں تمہارے حوالے کردوں گا......... تمہاری وجہ سے گلاب کلی نے میر

کیا اس کتے کو بھی دیکھ لوں گا لیکن اب تم اپنی خیر مناؤ ملک........."

فضول باتیں کرنے کی کوشش مت کرو تمہارا کیا خیال ہے کیا تم مجھے آسانی سے قتل کیا تم مجھے کوئی نقصان پہنچا دوگے.........؟

" محمود نے ملک ستار کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "یقین کرو ملک ستار اصولی طور پر مجھے تمہیں ا چاہیے لیکن مذہبی آدمی نہ ہونے کے باوجود اتنی بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ کسی ے ہاتھوں مسلمان کا قتل ناقابل معافی ہے' لیکن جو کچھ تم نے میرے ساتھ کیا ہے' جتنا تم ہاں اور بہن کو میری غیرموجودگی میں پریشان کیا ہے اور جس طرح تم نے اپنا الزام لگا کر مجھے میرے ملک سے نکلوا دیا ہے آج اس کا سارا حساب کئے لیتے ہیں میں نے تم بھی کہا تھا کہ میں نے یہ سب کچھ اپنے حساب کے رجسٹر میں درج کرلیا ہے اور یہی الفاظ نے بھی کہے تھے۔ چلو آؤ ملک حساب کتاب کرلیتے ہیں۔"

ارا دماغ خراب ہوگیا ہے محمود......... تمہیں بھی یہیں رہنا ہے اور مجھے بھی۔ ہم آپس میں ہی لڑ بیٹھے تو آگے کیا ہوگا۔" جواب میں محمود کی لات ملک ستار کے پیٹ پر اور ملک ستار کے حلق سے "او" کی آواز نکل گئی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے ہوت نہ دیتے ہوئے جھکے جھکے محمود کے پیٹ پر ٹکر ماری........." محمود اس سے کہیں بلا اور طاقتور تھا' اس نے ملک ستار کی گردن اپنے بازو اور سینے کے درمیان دبوچ لی اور بعد اس کا دوسرا ہاتھ ملک ستار کی گردن پر پڑا......... ملک ستار کی گردن پر پڑنے نے اس کا سانس بند کر دیا تھا......... وہ سیدھا ہوا اور اس کی آنکھیں حلقوں سے ہوئی محسوس ہوئیں محمود نے اس کی پنڈلی پر ٹھوکر لگائی اور ملک ستار ایک دلخراش چیخ کے ی پکڑ کر بیٹھ گیا لیکن محمود کی دوسری ٹھوکر اس کی ٹھوڑی پر پڑی اور ملک ستار کے سامنے دانت ٹوٹ گئے۔ وہ زمین پر چت ہوگیا اور اس کے منہ سے خون بہنے لگا محمود نے آگے ں کے بال پکڑے اور پوری قوت سے کھڑا کرتے ہوئے کہا۔

پلیز' نو گیمز کیوں ملک ستار" اس کے ساتھ ہی اس کا داہنا ہاتھ ملک ستار کے منہ پر اس قوت کے ساتھ پڑا کہ ملک ستار کا جبڑا ہل گیا۔

ے بچاؤ' بچاؤ' بچاؤ مجھے بچاؤ'......... ملک ستار اتنی مار کھانے کے بعد بھاگنے کی کوشش گا لیکن محمود نے آگے بڑھ کر ایک زور دار لات اس کی پیٹھ پر ماری اور وہ پھر اوندھا گر

معاف کر دو محمود' معاف کر دو مجھے معاف کر دو......... دیکھو میرا تمہارا بہت ساتھ رہا ہو' محمود دیکھو۔" لیکن محمود نے جھک کر ملک ستار کی ایک پنڈلی پکڑی تھی' ملک ستار چت تھا اور محمود اس کی پنڈلی اوپر اٹھا رہا تھا' ملک ستار ہاتھ جوڑتا ہوا بولا۔

دیکھو' میں تمہیں اتنا دوں گا' اتنا دوں گا محمود کہ تم ساری زندگی عیش کرسکو گے۔ دیکھو' مجھے ر کے تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔" محمود نے ایک زور دار ٹھوکر اس کے پاؤں کے پچھلے

حصے پر رسید کی اور ملک ستار پھر چیخنے لگا۔ اس کے بعد محمود اسے مارتا رہا.......... اس۔
ستار کو اتنا مارا کہ اس کے ہونٹ پھٹ گئے' پورا چہرہ داغدار ہوگیا اور وہ بے ہوش ہوگیا۔
محمود خونی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا دل تو یہی چاہ رہا تھا کہ ملک ستار کی گردن پاؤں رکھ
ہو جائے اور اسے زندگی سے محروم کردے لیکن خود پر قابو پایا۔ پھر وہ جھکا اور ملک ستار کی
ٹٹولنے لگا ملک ستار کے پاس اچھی خاصی مقامی کرنسی موجود تھی۔ ہاتھ میں بہت قیمتی گھڑی
ہوئی تھی۔ انگلیوں میں ہیرے کی انگوٹھیاں پہنے ہوئے تھا یہ تمام چیزیں محمود نے اپنے ق
کرلیں اسے ان اشیاء کی ضرورت تھی چنانچہ یہ تمام چیزیں اپنے قبضے میں کرنے کے بعد
پلٹا.......... اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ملک ستار کی کار ڈرائیو کرتا ہوا شہر کی جانب چل پڑا

☆ .... ☆ .... ☆

کمال الدین امتیاز کا حقیقی دوست اور بہی خواہ تھا' چاہتا تو امتیاز کو صرف اپنا آلہ کار بنا
لیکن اس نے ہمیشہ امتیاز کو بہتر مشورے دیئے اور اسے اپنے کام میں خود پر انحصار کرنے ک
کرتا رہا۔ تقدیر ساتھ دے رہی تھی ایک طرف سیما نے اس سے ایک شریفانہ یگانگت کا اظ
تھا اس طرح محبت کی تکمیل ہوگئی تھی' حریم نے دوستی کا اظہار کرکے دل کا ایک گوشہ م
دیا تھا۔ ماں اور بہنیں خوشی سے سرشار تھیں' زبیدہ کے چہرے میں نمایاں تبدیلی نظر آتی
اس کی بیماری دور ہوچکی تھی۔ شانو اچھے نمبروں سے کامیاب ہوئی تھی۔ گھر میں خوشحالی کا ا
شروع ہوگیا تھا۔ اس سے زیادہ کی طلب اور کیا کی جاسکتی تھی۔ پھر بنکاک میں فراز جیسا
انسان ملا تھا جو اپنی فطرت میں عجیب و غریب تھا' اور خود اپنے لئے اس نے کسی لالچ کا اظ
کیا تھا۔ پھر اس کی کوششوں سے امتیاز نے وہاں سے پہلی کھیپ اٹھائی۔ وطن پہنچا تو بہترین
حاصل ہوا۔ پہلے مال کا قرض چکایا اور وقت سے بہت پہلے چکا دیا تو پارٹی کو بھی اعتماد ہوا
کے بعد اس سے زیادہ کی پیش کش ہوگئی' غرض یہ کہ بنکاک میں امتیاز کی ساکھ بننے لگی اور
قابل اعتماد بیوپاری کی حیثیت سے متعلقہ حلقوں میں روشناس ہونے لگا۔ پھر کچھ اور لوگ
سے منسلک ہوگئے۔ ان کی ضمانت فراز نے دی تھی اس لئے چھان بین کی ضرورت ہی نہ
آئی۔ یوسف' کریم بھائی' شوکت اور نعیم' امتیاز کے ملازم ہوگئے اور یہ لوگ کھیپیں لا
لے جانے لگے۔ موجودہ حالات کے تحت امتیاز کو بنکاک میں ہی رکنا پڑا۔ اس نے ہوٹل کر
ایک مستقل کمرہ حاصل کرلیا اور یہاں ایک باوقار بیوپاری کی حیثیت سے قیام پذیر ہوگیا
میں دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی ہو رہی تھی۔ البتہ مصروفیات اتنی بڑھ گئی تھیں کہ محمود
مل سکا۔ گھر بھی بس دو دن کے لئے آیا تھا زبیدہ اور روبینہ اور شانو سے کہا کہ اب کچھ
انہیں بھائی کی جدائی برداشت کرنی پڑے گی۔ البتہ اس کے لوگ آتے جاتے رہیں گے لا
معلوم ہوتی رہے گی۔ کاروبار' کاروبار ہوتا ہے چنانچہ زبیدہ کو بھلا کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔

ں۔ ادھر بینش اور سیما کا معاملہ بھی اب بڑا ہموار چل رہا تھا.......... فیروز خان اس کے
آیا۔ امتیاز نے بینش کو بتایا تھا کہ محمود کراچی سے باہر گیا ہوا ہے۔ یہ نہیں پتہ چل سکا کہ
ے جیسے ہی اس سے ملاقات ہوگی امتیاز ان لوگوں کو اس کے بارے میں اطلاع دے گا۔
کہ امتیاز ایک زبردست کاروباری کی حیثیت سے اس کاروبار کے افق پر نمودار ہو رہا تھا
نے اس کے لئے کامیابیاں لکھ دی تھیں۔ اب وہ مقامی حلقوں میں بھی ایک اچھے بیوپاری
ے مانا جا رہا تھا' سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس کے نام کے ساتھ ایسا کوئی دھبہ
جو کسی کے لئے ناگوار ہوتا۔ دل کی دنیا آباد تھی کاروبار بہترین صورت حال اختیار کرتا جا رہا
اے ایک مجرمانہ سی غفلت کا احساس ہوا۔ ساری باتیں اپنی جگہ محمود کی کوئی خبر نہیں ملی۔
بے شک ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے لیکن کم از کم دوستی کو بھی نبھانا چاہئے ویسے بھی محمود
یب سے حالات میں پایا تھا۔ سوچنے لگا کہ جس طرح بھی بن سکے ہانگ کانگ جاکر محمود کی
بلکہ اگر ممکن ہوسکے تو اسے اپنے ساتھ بنکاک ہی لے آئے۔ دوستوں سے مشورہ کیا اور
، بعد فیصلہ کرلیا کہ جس طرح بھی بن پڑے وقت نکال کر ہانگ کانگ ایک چکر لگاہی لیا
ر اس کے لئے وہ مناسب تیاریاں کرنے لگا۔

☆ .... ☆ .... ☆

ات کا نجانے کونسا پہر تھا بڑے سے کمرے میں وہ ایک مسہری پر لیٹا ہوا تھا نیلا بلب روشن
ں اس کی روشنی اچھی خاصی تیز تھی اور کمرے کا ماحول صاف نظر آ رہا تھا تھوڑی ہی دیر
ے یہ احساس ہوگیا کہ یہ کسی ہسپتال کا کمرہ ہے ذہن میں چھناکا سا ہوا تھا لیکن اس چھناکے
اتھ شدید دکھن کا احساس بھی جس کی وجہ سے اس کے حلق سے کراہ نکل گئی اور اس نے
پ کو سنبھالنے کے لئے کہنیوں کو موڑنا چاہا لیکن دونوں ہاتھ من من بھر کے ہو رہے تھے
نے حیرت سے اپنے ہاتھوں کو ٹٹولا تو پتہ چلا کہ بازوؤں سے لے کر کلائیوں تک پلاسٹر چڑھا ہوا
ور اس پلاسٹر نے اسے ایک دم گزرے ہوئے لمحات کا احساس دلا دیا۔ وہ ان واقعات کو یاد
، لگا جو پیش آئے تھے اور ایک دم اس کے دل میں وحشت سی ابھری محمود نے اسے شدید
کردیا تھا۔ تب وہ اپنے آپ کا جائزہ لینے لگا داہنی ٹانگ بھی پلاسٹر میں تھی البتہ بائیں ٹانگ کو
سکتا تھا' یہ داہنی ٹانگ ایک ہک میں بندھی ہوئی تھی کولہے کی ہڈیوں پر بھی ضربیں آئی تھیں
شاید پسلیاں بھی مجروح تھیں' محمود نے اسے قتل تو نہیں کیا تھا لیکن اس حال کو پہنچا دیا تھا کہ
تکلیفوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے موت ہی کی آرزو کی جائے۔ اس کے ذہن میں
پیدا ہونے لگے' کچھ سوچنے سے دماغ میں تکلیف ہوتی تھی لیکن سوچے بغیر چارہ کار بھی
تھا۔ پتہ نہیں کون اسے اٹھا کر یہاں تک لایا پتہ نہیں کیا صورتحال ہے۔ کوئی نزدیک آئے تو
ے پوچھے کہ کیا ہوا یہاں تک کیسے پہنچا اور جسمانی کیفیت کس حال میں ہے بہرحال ذہن کو

کسی قدر پختگی حاصل ہوئی۔ تکلیفوں کے باوجود سوچنے کی ہمت پیدا ہوگئی اور دل دماغ میں
سلگنے لگی گزرے ہوئے واقعات کا ایک ایک لمحہ یاد آگیا تو محمود نے اسے نہایت کامیابی سے د
دیا تھا۔ اپنی غلطیوں کا اعتراف کر کے اس نے ملک ستار کے ذریعے گلاب کلی سے چھٹکارہ
کیا تھا اور اس کے بعد ملک ستار سے اپنا بدلہ لیاتھا۔ ملک ستار کے حلق سے غراہٹیں نکلنے لگ
دل چاہا کہ حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخے۔ اپنی دیوانگی کا اظہار کرے لیکن دانش نے روکا۔ اس جنو
قابو نہ پایا تو مشکل ہوگی۔ لیکن اس کے نتیجے میں سینہ اتنا بھاری ہوگیا کہ ناقابل بیان تکلیف
گزرنا پڑا۔ رات کے اس وقت کسی نرس کو طلب کرنا بھی ممکن نہیں تھا' نجانے استاد گلاب
میرے بارے میں علم ہوا ہے یا نہیں۔ گلاب کلی کی بھی وہ توجہ حاصل نہیں تھی جو کبھی
تھی۔ ہر شخص اپنے مطلب کا بندہ ہے گلاب کلی بھی صرف مروت نبھا رہا تھا۔ ویسے بھی ذرا
قسم کا شخص تھا اور لاہور کے نام سے بہت متاثر ہوتا تھا۔ ورنہ باقی کسی چیز کو خاطر میں نہیں
تھا ذہنی رو پھر محمود کی جانب بھٹک گئی اور ملک ستار یہ سوچنے لگا کہ دو کوڑی کے اس انسان کو
ایسا سبق دینا چاہئے کہ اسے یہ احساس ہو کہ وقتی طور پر دھوکہ دے کر تو فائدہ حاصل کیا
ہے لیکن حقیقت' حقیقت ہوتی ہے' وہ ایک بڑے آدمی کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں ہے
نہیں تھا ملک جبار کے پاس اور بھائی اسے دیوانوں کی طرح چاہتا تھا سب کچھ کرسکتا ہے ملک
اس کے لئے۔ محمود جیسے لوگ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ وہ تو ذرا بس ڈولی کا معاملہ ہوگیا
لوگ لاکھ سر پٹختے کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ یہاں ہانگ کانگ میں بھی دولت کے بل پر وہ سب
کیا جاسکتا ہے جس کا دوسرے تصور بھی نہیں کرسکیں۔ استاد گلاب کلی بے شک انڈر ورلڈ کا
خطرناک کردار ہے.......... لیکن اس سے بگاڑ کا کوئی امکان نہیں ہے یہاں پاؤں جمانا کوئی
کام نہیں ہوگا۔ محمود ہے کیا اور اس کی اوقات کیا ہے' جو ہوا اپنی ہی غلطی کی وجہ سے ہوا
کچھ کرسکتا ہے سب کچھ کیا جاسکتا ہے یہاں بس ذرا حماقتوں سے پرہیز کرنا ہوگا۔ ہوشیاری
کام لینا ہوگا انتقام کے شعلے سلگتے رہے اور وہ بہت کچھ سوچتا رہا اب حماقت سے کام نہیں
چاہئے یہ حماقت ہی تھی اور لاپروائی تھی جس نے محمود جیسے گھٹیا شخص کو اس حد تک موقع
دیا۔ محمود تیری نسلوں تک کو برباد نہ کر دوں تو میرا نام ملک ستار نہیں ہے مگر ذرا ٹھنڈا کرکے
ہوگا۔ پتہ نہیں یہاں تک پہنچنے کا ذریعہ کیا ہوا ہے۔ اب اس وقت کچھ بھی نہیں کیا جاسکتا
چنانچہ خاموشی ہی اختیار کی اور آنکھیں' بند کرلیں.......... زخم بہت ہیں بازوؤں کا پلاسٹر' ٹانگ
چڑھا ہوا پلاسٹر اور سر پر محسوس ہونے والی پٹیاں اس بات کا احساس دلاتی تھیں کہ مردہ نہیں
مردہ ضرور ہوگیا ہے محمود کی وحشتیں یاد آئیں.......... واقعی اس کے پاس قتل کرنے
بہترین ذرائع تھے لیکن جب شامت گھیرتی ہے تو اس طرح گھیرتی ہے محمود نے مجھے زندہ چھو
اپنی موت کا سامان کیا ہے صرف اپنی بلکہ.......... بلکہ.......... سر میں اٹھنے والی درد کی ایک
نے سوچوں کا سلسلہ منقطع کر دیا اور وہ آخری حد تک کوشش کرنے لگا کہ ان احساسات کو
سے نکال دے۔ پھر وقت نے اس کی مدد کی غالباً صبح قریب ہی تھی' کھڑکیوں سے روشنی جھا

دیر کے بعد ایک نرس دروازہ کھول کر اندر آئی اور اسے آنکھیں کھولے دیکھ کر اس کے
ئی۔ غالباً کسی ایشیائی ملک کی ہی لڑکی تھی چہرے سے ہی اندازہ ہوتا تھا مسکرا بولی۔
لو کیسے ہیں آپ..........؟"
ھا نہیں ہوں۔ زخموں میں تکلیف ہو رہی ہے۔"
بھی ڈاکٹر آنے والے ہیں آپ کا جائزہ لیں گے اور آپ کی اس تکلیف کو ختم کرنے کا
کریں گے۔ آپ یہ ڈراپس لے لیجئے میں آپ کو ایک انجکشن بھی دے دیتی ہوں جو
درد میں کمی کر دے گا۔" نرس نے اسے ڈراپر سے کچھ ڈراپس پلائے پھر ایک انجکشن دیا
ستار نے کہا۔
ھ سے کچھ باتیں کرسکتی ہیں آپ..........؟"
ں ہاں کہئے۔"
تنا وقت ہوگیا مجھے یہاں آئے ہوئے..........؟"
تقریباً دو دن۔"
جی..........؟"
جی ہاں.......... آپ کو دو دن پہلے یہاں لایا گیا تھا۔ رات بھر بے ہوش رہے دن بھر بے
ہے اور پھر یہ رات بھی گزر گئی۔ اب آپ کو ہوش آیا ہے لیکن ڈاکٹر آپ کی جانب سے
ہیں۔"
زخموں کی کیفیت بتاسکتی ہیں آپ..........؟"
آپ پریشان تو نہیں ہو جائیں گے..........؟"۔
نہیں میں بہت مضبوط آدمی ہوں۔"
آپ کے دونوں پاؤں میں فریکچر ہے پنڈلی کی ہڈی بری طرح ٹوٹی ہوئی ہے۔ جبڑوں
ں شدید زخم ہیں دو پسلیاں سخت مضروب ہوگئی ہیں اور ان پر کچھ نشانات ہیں' سر میں بھی
ایں شدید زخمی کیا گیا ہے آپ کو لیکن اب فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ ڈاکٹر آپ کی جانب
پرامید ہیں۔"
"یہاں کون لایا تھا مجھے.........." ملک ستار نے دل کی شدید ہو جانے والی دھڑکنوں پر قابو پا
۔

"پولیس.......... گشتی پولیس آپ کو یہاں لائی ہے۔"
"میرے بارے میں کسی کو اطلاع دی گئی ہے..........؟"
"آپ کے پاس سے کوئی ایسا نام پتہ ہی دستیاب نہیں ہوا جس سے آپ کی شناخت
نہ.......... لیکن پھر بھی آپ کو خصوصی طور پر وی آئی پی وارڈ میں رکھا گیا ہے اور ڈاکٹر بغیر
لالچ کے آپ کا بہترین علاج کر رہے ہیں۔"
"انہیں اطمینان دلا دیجئے کہ میں تمام اخراجات ادا کردوں گا.........."

"ویسے سر آپ کا یہاں کوئی ہے............"

ملک ستار نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا' یہ فیصلہ کرنے لگا کہ فوراً ہی گلاب کلی کا نام نہ لے............ لیکن حالات کے تحت ضروری تھا کیونکہ فی الحال کوئی اور نام نہیں لیا جا
تاہم اس نے کہا............

"ہاں میں ڈاکٹروں کو ان کے بارے میں بتا دوں گا آپ اگر چاہیں تو ڈاکٹروں کو میرے میں آنے کی اطلاع دے سکتی ہیں۔"

"او کے اوکے............ میں آپ کے لئے کچھ کھانے کو منگواتی ہوں۔ ابھی آپ اشیاء دی جاسکتی ہیں ڈاکٹروں کی یہی ہدایت ہے............"

"تھینک یو نرس۔" ملک ستار نے کہا اور نرس مسکراتی ہوئی وہاں سے باہر نکل گئی' انجکشن اور ڈراپس نے درد کو کم کیا تھا لیکن اپنے زخموں کی تفصیل سن کر وجود میں سلگ آگ مزید بھڑک اٹھی تھی۔ اس آگ کو دبانا ضروری ہے۔ جو کچھ کرنا ہے سوچ سمجھ کرنا شہر' اپنا دیس نہیں ہے۔ اس نے بہت سے فیصلے کئے تھا ڈاکٹر کے ساتھ ایک پولیس آفیسر تھا۔ ڈاکٹر نے نرمی اور محبت سے ملک ستار سے اس کا حال پوچھا............ اور ملک ستار کیفیت بتائی۔

"آپ ان سے سوالات کرسکتے ہیں آفیسر............"

"تمہارا نام مسٹر............؟"

"ملک ستار............"

"کہاں سے تعلق رکھتے ہو............؟"

"پاکستان سے"

"ہانگ کانگ میں کیسے آئے"

"گھومنے پھرنے"

"قیام کہاں ہے۔" آفیسر نے پوچھا اور ملک ستار نے اپنے ہوٹل کا نام بتا دیا۔

"یہاں کوئی شناسا ہے"

"نہیں۔"

"زخمی کیسے ہوئے؟"

"چار افراد نے مجھے گھیر لیا تھا۔ انہوں نے مجھے لوٹنے کی کوشش کی تو میں نے مقابلہ چار تھے اس لئے کامیاب ہوگئے۔"

"کیا لے گئے وہ............؟"

"اگر میرا سامان پولیس کے پاس نہیں ہے تو تقریباً نو ہزار ڈالر کے نوٹ' پانچ ہزار ڈالر کی انگوٹھیاں اور گھڑی وغیرہ۔"

"وہ لوگ مقامی تھے............؟"

ں" ملک ستار نے کہا آفیسر نوٹ لیتا رہا۔ پھر اس نے اپنا کام ختم کرلیا۔ بعد میں ملک ستار
ڑ نے کہا۔ "میرے ہسپتال کے بل کی فکر نہ کرنا ڈاکٹر............ سب کچھ آسانی سے ادا ہو
ا............؟"

☆............☆............☆

ں کی آگ ٹھنڈی ہوگئی تھی۔ ملک ستار کو اس حال میں پہنچا دیا تھا کہ اس نے خواب میں
ں ہوگا............ ان لوگوں کے غرور کی انتہا نہیں تھی۔ خود کو بادشاہ سمجھتے تھے کسی کو خاطر
ں لاتے تھے............ اب محمود کو اچھی طرح اندازہ ہوگیا تھا کہ ملک ستار نے اسے صرف
ن بچانے کے لئے فرار کرایا تھا۔ اس طرح سارا الزام محمود پر آگیا تھا۔ ورنہ اگر وہ گرفتار
جاتا تو بعد میں اس کی پوزیشن کلیئر ہوسکتی تھی یہ سب کچھ گوارہ تھا لیکن اس ناپاک انسان
ں کی بہن پر بری نگاہ ڈالی تھی۔ اس جرم کو معاف نہیں کیا جاسکتا تھا............ اور اسے اس
ں مناسب سزا مل چکی تھی............ لیکن اس کے بعد............ ملک ستار بھی اپنے وسائل
را کام لے گا............ اس کے حواس درست ہونے سے پہلے اپنے تحفظ کا بندوبست کرلینا
لدی ہے۔ گلاب کلی ہر قیمت پر محمود کا ساتھ دے گا اور گلاب کلی کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں
راس کا اندازہ تھا۔ بہرحال ستار سے حساب کتاب نمٹانے کے بعد وہ ہوٹل ہی واپس آیا تھا۔
آکر اپنا سامان سنبھالا تھا۔ اور ہوٹل سے نکل آیا تھا۔ وطن واپسی کی صرف حسرت ہی کرسکتا
ی ممکن نہیں تھی۔ ہاں حالات نے ساتھ دیا۔ قدم مضبوطی سے جم گئے تو کسی اور شکل سے
واپسی کی کوشش کروں گا............ لیکن یہ آسان نہ ہوگا۔ اس وقت بنکاک ہی کا رخ کیا
ہے۔ گیتا کی زندگی کے نشان مل گئے تھے بس اتنا ہی کافی تھا۔ ویسے اسے گیتا سے کوئی خاص
ی نہیں تھا لیکن پھر بھی وہ دوست تو بن گئی تھی اور ضرورت پڑنے پر اس کی مدد بھی کرسکتی
یکن گیتا کو بھی یونان جانا تھا............ ممکن ہے وہ نکل بھی گئی ہو۔
بنکاک جانے کے لئے اس نے الجھے ہوئے راستے اختیار کئے تاکہ نشاندہی نہ ہوسکے۔ اس
سفر لمبا ہوگیا تھا لیکن اسے جلدی بھی نہیں تھی۔ اسی سفر میں اس کی ملاقات ہربنس سنگھ سے

"اور یار تن سال پہلے ننکانہ صاحب گیا تھا۔ اس کے بعد واہگورو کا حکم ہی نہیں ہوا' پھر بنکاک ویسے بھراور دے بندے بڑے اچھے ہوتے ہیں اور میرے دل میں تو ان کی بڑی قدر ہے۔"

"بنکاک میں کیا کرتے ہو............؟"

"اک کمپنی کا ٹرک چلاتا ہوں۔ توکدر جا رہا ہے محمود۔"

"بس سردار............ ایسے ہی قسمت آزمانے جا رہا ہوں' دیکھوں گا تقدیر مجھے کیا دیتی
"

"اور رب بھلا کرے گا.......... ویسے یار محمود تو اگر چاہے تو ادھر میرے ساتھ
ہے۔".......... اوجگہ تو اچھی نہیں ہے مگر گزارا ہوسکتا ہے پھر کوئی اچھی جگہ مل جا
چلے جانا..........
"اگر ایسا ہو جائے تو مہربانی ہوگی ہربنس"
"او فکر ہی نہ کر.......... سب ٹھیک ہے۔" ہربنس نے کہا۔ محمود کو بہت اطمینا
نئے دور کا آغاز تو اچھا ہوا دیکھو آگے کیا ہوتا ہے.........."
بالآخر وہ بنکاک پہنچ گئے۔ "یار محمود گھر تو اپنا ذرا ٹھیک نہیں ہے پر کرنا تیری بڑ
کرے گی۔ اس کا کوئی بھائی نہیں ہے اوسونٹرئیے مزے دی گل یہ ہے کہ اپنا بھی کوئی
ہے۔ کبھی کبھی کہتی ہے کہ ہربنے تو بھی میرا جیسا ہی نکلا۔ بھائی نہ سہی کوئی دیور ہی
کہتا ہوں کرنے فکر مت کر' ہمارے بچوں کے اتنے بھائی بہنیں ہوں گے کہ تجھ سے
نہیں جائیں گے۔"
"کرنا تمہاری..........؟" محمود نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔
"او تیری بھرجائی ہے بھئی۔ کرن کور نام ہے۔ او ذرا پیار سے ملیو اس سے۔ مجھے کوئ
نہیں ہوگا۔" محمود ہنسنے لگا۔"
ہربنس کا گھر آبادی سے کافی دور تھا بس نے انہیں سڑک پر اتار دیا۔ ہربنس نے ایک
سے گھر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "وہ ہے اپنا محل۔"
یہ جگہ تو بہت اچھی ہے۔ شہر کے پرہجوم ہنگاموں سے دور' محمود نے کہا اور ہربنس ہ
بولا۔
"اس جگہ کی بھی ایک کہانی ہے محمود تجھے سناؤں گا۔" دونوں اس چھوٹے سے
مکان کے پاس پہنچ گئے لیکن مکان کے بائیں رخ پر بانسوں سے بنے ہوئے ایک فلا
رنگین کپڑے نظر آئے اور ہربنس رک گیا اس کے چہرے پر حیرت نظر آئی اس نے زور
دی۔
"کلیانے.......... اوئے کلیانے.......... او کیا ہوگیا اسے۔" وہ تیزی سے آگے بڑ
کو بھی اب احساس ہوا تھا کہ بانسوں کے فلاٹ پر صرف رنگین کپڑا ہی نہیں بلکہ رنگ
میں کوئی انسانی جسم بھی ہے جو فلاٹ پر لٹکا ہوا ہے۔ پھر اسے ہربنس کی چیخ سنائی دی اور
اس طرف دوڑ پڑا۔ ہربنس نے فلاٹ سے تقریباً نو سال کے ایک لڑکے کا بدن اتار لیا
گردن نرخرے کے پاس سے کٹی ہوئی تھی اور بس عقبی کھال سے جھول رہی تھی۔
محمود خوف سے چیخ پڑا.......... لیکن اس کی چیخ ہربنس کی آواز میں دب گئی وہ
پر لٹا کر اندر بھاگا تھا۔ "کرنے.......... کرن کور۔" اس کے بعد وہ اندر دوڑتا چلا گیا تھا۔
محمود بچے کے پاس رک گیا اور جھک کر اسے دیکھنے لگا بچے کے نقوش ہربنس سے
تھے۔ جہاں وہ لٹکا ہوا تھا وہاں زمین پر بہت سا خون جمع تھا لیکن خشک ہوگیا تھا کٹی ہوئی

شک ہوگیا تھا۔ ہربنس تو بڑا خوش مزاج آدمی تھا اس کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا۔
ساتھ ساتھ محمود کو یہ خیال بھی آیا تھا کہ یہ جگہ اس کی تقدیر میں نہیں تھی اور اس کے
رکنا خطرناک ہوگا۔ پھر وہ بچے کے پاس سے ہٹ کر آگے بڑھا اور دروازے کے پاس پہنچ

س.......... میں اندر آرہا ہوں اس کے ساتھ وہ اندر داخل ہوگیا۔
بنس.......... ہربنس.......... کس نے۔" محمود غمزدہ لہجے میں بولا۔
نہیں جانتا ہوں۔ انہوں نے مجھے دھمکی دی تھی پر میں نے غور نہیں کیا تھا۔"
کیوں ہربنس..........؟"
گ ہے ان کا.......... اسمگلنگ کرانا چاہتے تھے مجھ سے میرے ٹرک اور مجھے استعمال کرنا
تھے۔ میں نے منع کر دیا بہت دن سے دھمکیاں دے رہے تھے۔" اور ہربنس مدھم لہجے
رہا تھا محمود سخت غمزدہ ہوگیا تھا۔ محمود نے غمزدہ لہجے میں کہا۔
ھے بہت افسوس ہے ہربنس۔"
ں.......... ہاں سوری محمود.......... اب تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا میرے یار تو
..... دوسری بس میں بیٹھ کر جا.......... اب مجبوری ہے میں تیرے لئے کچھ نہیں
.... اب تیرا ادھر رہنا ممکن نہیں ہے۔"
ں چلا جاؤں گا ہربنس لیکن تمہیں اس طرح چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ مجھے بہت افسوس

تجھے ابھی جانا ہوگا محمود.......... مجھے معاف کر دے ابھی جانا ہوگا تجھے بس تیرے ہاتھ جوڑ
بات کہتا ہوں کسی کو بھی اس بارے میں نہ بتانا یہاں سے نکل کر بھول جانا کہ یہاں کیا ہوا

یکن ہربنس..........!"
ی ضروری ہے محمود.......... یہ بہت ضروری ہے میرے حق میں اچھا ہے۔ میری بات
ل نہ یار.......... معافی دے دے مجھے بلاوجہ تجھ سے دوستی کی۔ جا محمود.......... جا
یار.......... میری بات کا خیال کرنا..........!" ہربنس نے عاجزی سے کہا۔ محمود کو اس
ے چھوڑ کر جانا عجیب لگا تھا لیکن نہ جانے کیا چکر ہے نہ جانے ہربنس کیا کرنا چاہتا ہے پھر وہ
محسوس کر رہا تھا کہ معاملہ الجھا ہوا تھا اس کا پولیس سے سامنا کسی طرح مناسب نہیں ہے
ں نے گہری سانس لے کر کہا۔
ٹھیک ہے ہربنس ہوسکتا ہے وقت تم سے دوبارہ ملائے میں جا رہا ہوں۔" ہربنس نے کوئی
نہیں دیا اور محمود وہاں سے واپس چل پڑا لیکن اندر سے وہ سخت ہیجان کا شکار تھا۔ اس
حادثے نے اس کے اعصاب تباہ کر دیئے تھے واپسی کے لئے اسے بس مل گئی تھی وہ بس
ڑ کر چل پڑا لیکن بہت سی سوچیں دامن گیر تھیں۔ بالکل اتفاقیہ طور پر ہربنس مل گیا تھا اور

اس نے اسے اپنے ساتھ رہنے کی پیشکش کر دی تھی محمود خود بھی یہ چاہتا تھا کہ وہ کسی جگہ نہ جائے کیونکہ گلاب کلی کے ہاتھ بہت لمبے تھے اور وہ اس کی کھوج لگا سکتا تھا۔ ملک پشت پناہی گلاب کلی ضرور کرے گا اس لئے اس سے محفوظ رہنا ضروری ہے لیکن یہ نہ تھا اور اب اس کے سامنے تاریکی تھی! بس نے اسے اپنے آخری اسٹاپ پر اتار دیا شام ہو محمود ایک فٹ پاتھ پر چل پڑا اس کا ذہن ماؤف ہو رہا تھا سوچنے سمجھنے کی قوتیں ساتھ دے رہی تھیں کوئی ٹھکانہ درکار تھا لیکن الگ تھلگ۔ پھر اسے ایک بورڈ نظر آیا جس راستوں کے بارے میں لکھا تھا اس پر ایک کیمپنگ کا نشان تھا۔ ایک لمحہ میں فیصلہ کر سڑک کے کنارے آکھڑا ہوا۔ پھر کیمپنگ جانے والی بس آگئی اور اس میں سوار ہو کر کوئی منٹ کے بعد وہ کیمپنگ پر اتر گیا یہ جگہ عارضی طور پر سب سے بہتر تھی یہاں اپنی د مست دنیا کے مختلف گوشوں سے آئے ہوئے لوگ نظر آ رہے تھے جس کا دل چاہے رہے کوئی پرسان حال نہیں بس تھیلے سے ہوشیار رہنا ضروری تھا جبکہ اس کے پاس تو علاوہ بھی بہت کچھ تھا........... اپنے لئے ایک مناسب جگہ تلاش کرنے میں اسے کوئی دقت ہوئی اور اس نے ایک گوشہ اپنالیا۔ الگ تھلگ اور پرسکون جگہ تھی وہ اس طرح تھکا ہوا وہیں تھیلا سر کے نیچے رکھ کر دراز ہوگیا۔ پھر رات ہوگئی دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ بعد اس نے خود کو سنبھالا یہ سب کچھ تو مناسب نہیں ہے اس طرح نقصان کے سوا ہوگا........... جبکہ ذمے داریاں بھابی' نوید........... سیما اور........... غزل یاد آئی اور خالی ہونے کا احساس ہوا۔

دوسری صبح جاگا تو بھوک لگ رہی تھی خود پر نفرین کی۔ یہ میں کیا کر رہا ہوں جینا ہے میں جینا ہے۔ ہر بس بے چارہ ہر صورت میں ان حالات کا شکار ہوتا راستے میں اس چیت نہ ہوتی تو مجھے پتہ بھی نہیں چلتا۔ اپنی حفاظت کرنی ہے۔ الٹا سیدھا ناشتہ کر کے د پڑا........... سب سے پہلے اس نے ملک ستار کی انگوٹھیاں اور گھڑی فروخت کی اس کے احتیاط سے کام لیا تھا بنکاک میں سب کچھ آسانی سے ہو جاتا ہے پھر باقی دن دوسرے کا گزارا........... کاغذ اور قلم خرید کر بھابی کو خط لکھا۔

پیاری بھابی' سیما اور نوید

مجھے علم ہے کہ تم خیریت سے ہو۔ بھابی تمہیں معلوم ہے کہ میں ایک مشکل میں پڑ میں نے فون پر بڑے بھیا سے مشورے بھی کئے تھے ان کا بھی یہی کہنا ہے کہ میں ابھی رہوں بلکہ کراچی بھی چھوڑ دوں میں ان کے مشورے پر ایسا ہی کر رہا ہوں اب ممکن ہے بھی ان کے پاس ہی چلا جاؤں گا پھر ہم دونوں مناسب وقت پر ساتھ ہی واپس آئیں۔ دوران بھابی آپ کو بہت ہوشیاری سے وقت کاٹنا ہوگا ہمت سے رہیں۔ سیما اور نوید رکھیں' امتیاز کے گھر والوں سے رابطہ رکھیں اور ضرورت پڑنے پر ان سے ہر طرح کی مدد لیں۔

میرے اور اس کے درمیان ایسی ہی دوستی ہے اس کے علاوہ بھابی ممکن ہے کراچی سے روانہ ہوئے میری اس سے ملاقات نہ ہو۔ آپ یہ پرچہ احتیاط سے رکھئے اور اسے دکھا دیجئے اس کہیے کہ وہ میرے لئے پریشان نہ ہو' میں موقع ملتے ہی خود اس سے رابطہ کروں گا بھیا تفصیلی بات ہوئی تھی میں نے ان سے کہا کہ آپ نہ تو خط لکھتے ہیں نہ فون کرتے ہیں نہ بڑی وغیرہ گھر بھیجتے ہیں تو ہنس کر بولے کہ ایاز تو تو ہے میری جگہ سب کچھ کرنے والا تجھ پر ہے مجھے میں اکٹھا ہی جاؤں گا گھر........... یہ نوکری چھوڑ کر........... کیونکہ گھر جا کر پھر ل آنے سے بڑا دکھ ہوتا ہے اتنا کمالوں کہ پھر اپنی بیوی اور بچے کے ساتھ آرام سے زندگی اروں۔ ان کا کہنا بھی ٹھیک ہے بھابی انہیں اس بار کام ہی ایسا ملا ہے۔ اچھا بھابی........... اس ذرا تگڑی رقم بھیج رہا ہوں چاہو تو بینک میں جمع کرا دینا گھر پر رکھنا ٹھیک نہیں ہے ممکن ہے اس بعد ذرا پیر جمانے میں وقت لگ جائے جیسے ہی فرصت ملی خیریت کی اطلاع دوں گا۔

تمہارا........... محمود

پھر اس خط کے ساتھ اس نے بہت تھوڑی سی رقم اپنے پاس رکھ کر باقی رقم پاکستان بھیج دی اب ان حالات کا سامنا کرتے ہوئے اسے اپنے لئے نئی زندگی تلاش کرنی تھی۔

☆........... ☆........... ☆

امتیاز کے اندر اعتماد بیدار ہوگیا تھا اس نے اتنی برق رفتاری سے اپنی گڈ ول بنائی تھی کہ اس ہم عصر حیران رہ گئے تھے ٹووے کام کرنے والوں میں بڑے بڑے لوگ تھے جنہوں نے اسے ی نظروں سے دیکھا تھا۔ اسے اپنا مدمقابل سمجھا تھا ایک بڑی شخصیت نے اسے طلب بھی کرلیا اور امتیاز دست بستہ وہاں پہنچ گیا تھا۔

"اڑان اتنی اونچی ہونی چاہئے کہ دوسرے سوچنے پر مجبور نہ ہو جائیں۔"

"غربت و افلاس کی دلدل میں اتنا گہرا دھنس گیا تھا سر کہ ان راستوں پر نکل آیا ہوں جہاں ہر قدم غلط ہو' مجھے اشارہ کر کے روک دیں دوبارہ ادھر پاؤں اٹھاؤں تو مجرم........... ہر سزا کے لئے تیار مجھ سے ناراض نہ ہوں۔"

"فہرست دیدی جائے گی اس میں جو آئٹم درج ہوں گے ان کی طرف رخ نہ کرنا باقی کام کرتے رہو..........." جس بڑے گروپ نے جو کہا وہ مانا اور ایک بھی دشمن نہ بننے دیا یہی کامیابی کا راز تھا جس کے نتیجے میں کام اور بڑھ گیا۔ بڑی بڑی پارٹیاں دو پیسے کے مارجن پر کام کراتیں وہ خوشی سے کر دیتا بلا سے کچھ بچے نہ بچے۔ شخصیت متنازعہ نہیں رہی تھی چنانچہ بڑی آسانیاں پیدا ہو گئیں۔ اس نے ایک مارکیٹ میں جگہ بھی حاصل کرلی لیکن اس مصروفیت میں نہ تو وطن جاسکا نہ ہانگ کانگ۔ زبیدہ کو پہلے ہی بتا گیا تھا کہ اب کچھ لمبی مصروفیت ہو جائے گی اس لئے فکر نہ کرے ل حالات بھی دیکھ رہی تھی جم کر کام نہ کیا جائے تو کون پیسے دیتا ہے پھر امتیاز نے تو چند دنوں

میں گھر بھر دیا تھا محنت کے بغیر کیا ہوتا ہے اس مجبوری کو برداشت کرلیا۔
پھر جیسے ہی امتیاز کو تھوڑی سی فرصت ملی وہ ہانگ کانگ چل پڑا پتہ نہیں محمود کس ح
ہے محمود کے اپنے راستے تھے اور وہ جو کچھ کر رہا تھا اس سے بالکل مختلف تھا جو امتیاز کر
ورنہ بارہا امتیاز کا دل چاہا کہ محمود کو اپنے ساتھ ملا کر کام کرنے کی کوشش کرے۔
ہانگ کانگ پہنچ گیا اور سیدھا محمود کے ہوٹل پہنچ گیا محمود موجود نہیں تھا لیکن اس
ہوئی چابی امتیاز کے پاس تھی وہ معمول کے مطابق دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا پھر اطمینا
اپنا سامان رکھنے والی الماری کی طرف بڑھا۔ محمود کا سامان الماری میں موجود نہیں تھا۔ کچھ ع
احساس ہوا پھر سوچا ممکن ہے کسی کام سے گیا ہو۔ چنانچہ باتھ روم میں داخل ہوگیا۔ باتھ ر
ہی تھا کہ باہر آہٹیں سنائی دیں خوش ہوگیا کہ شاید محمود آگیا باہر ہی سے آواز لگائی۔
"آ رہا ہوں ابھی.......... بس دو منٹ لیکن باہر والوں نے انتظار نہیں کیا اور درواز
کر دھڑ دھڑاتے ہوئے اندر آگئے یہ اجنبی چہرے تھے"........... کیا بدتمیزی ہے۔ باہر نکلو
تم لوگ۔" امتیاز نے غرا کر کہا۔
"باقی غسل ملتوی کر کے فوراً کپڑے پہنو اور باہر نکل آؤ۔"........... ان میں سے ا
خشک لہجے میں کہا۔
"تم باہر جاؤ۔"
"یہ ممکن نہیں.......... لباس پہن لو..........!" امتیاز کسی نہ کسی طرح باہر نکل آیا
"ہمیں پہچانتے ہو.........." ان میں سے ایک نے کہا۔
"نہیں۔ تم کون ہو.........؟"
"گلاب کلی کے آدمی ہیں۔"
"ٹھیک ہے میں بھی گلاب کلی کا آدمی ہوں مگر بات کیا ہے۔"
"یہاں کیا کر رہے ہو.........؟"
"یہ میرے دوست کا کمرہ ہے پہلے بھی محمود کے ساتھ رہتا رہا ہوں۔"
"اس وقت کہاں سے آ رہے ہو..........؟"
"بنکاک سے۔"
"محمود سے کب سے نہیں ملے..........؟"
"کافی دن ہوگئے مگر بھائی یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو.......... خیریت تو ہے۔"
"خیریت ایسی نہیں ہوتی چلو استاد کے پاس چلو..........!" امتیاز کو کسی عجیب سے ذ
احساس ہوا تھا انہوں نے اس سے اپنا سامان بھی اٹھا لینے کے لئے کہا تھا۔ پھر وہ لوگ ا
کلی کے پاس لے گئے تھے۔ گلاب کلی اس وقت اپنے مخصوص موڈ میں تھا اور خواجہ غلا
کلام پڑھ رہا تھا۔ امتیاز کو نیم خوابیدہ نظروں سے دیکھا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ امتیاز کو لا
نے شاید استاد کو امتیاز کے بارے میں تفصیل بتا دی تھی کیونکہ وہ اسے بٹھا کر استاد کو اطلا

تھے۔ چند لمحات کے بعد گلاب کلی نے کہا۔
نمک کیا چیز ہوتی ہے بعض لوگ اس کے حوالے کیوں دیتے ہیں ایک بے حقیقت شے کو
کیوں دیا گیا ہے کہ کوئی اسے کھا کر بیوفائی نہ کرے۔ لاکھوں نعمتیں ہیں اس کا حوالہ ہی
جاتا ہے۔" اس نے آنکھیں پھاڑ کر امتیاز کو دیکھا پھر بولا۔" نہیں بتا سکتے' میں بتاتا ہوں
نہیں اسے بھی اہمیت حاصل تھی وقت نے ہر چیز کی قدر کھودی ہے وقت.........."
ا چہرے پر شدید غصے کے آثار پیدا ہوگئے۔ وہ نفرت سے ہونٹ چبانے لگا پھر بولا "کاش گیا
ہ آ جاتا تو میں وقت کے حلق میں ہاتھ ڈال کر ان دو بھیڑیوں کو ضرور نکال لیتا جنہوں نے
لیا ہے.......... ہائے مار دیا انہوں نے مجھے ارے وقت تیرا ستیاناس ہو.......... اے
ہیضہ ہو۔ ہائے پلٹ آ .... میں تو کہیں کی نہ رہی.......... ہائے مجھے وہیں سے
ردے جہاں سے میں شروع ہوئی تھی.........." اچانک گلاب کلی کی آنکھوں سے آنسو
لے.......... اس نے سسکتے ہوئے کہا۔ "ہائے میں کیا کروں.......... ہائے میں کے
.... ارے کم بخت مارے منہ میں گھونگیاں ڈالے بیٹھا ہے مجھے دلاسہ دے۔ ارے
ٹ گئی ہوں.......... ہائے۔"
یاز منہ پھاڑے حیرت سے گلاب کلی کو دیکھ رہا تھا.......... گلاب کلی اپنے بال نوچنے لگا تو
مصنوعی نہیں تھے وہ اس وقت بری طرح بلک رہا تھا۔
خود کو سنبھالئے استاد.........." وہ بمشکل بولا..........
کیسے سنبھالوں.......... ناگوں کو ڈسنا تھا ڈس گئے میں جیتی رہ گئی۔ ہائے مر جاتی تو کتنا اچھا
رے تمہاری قبروں میں کیڑے پڑیں اپنا شوق پورا کر گئے مجھے زندہ دفن کر گئے میرے بیرا
ہے میرے ساتھ کیا ہوا.......... کروڑ پتی تھے باوا جان' بڑے کاروباری تھے۔ دنیا بھر پر
تھا بیوی کے تلوے چاٹتے تھے جورو کے سامنے کھسیاتے کھسیاتے مر گئے اماں جان کو بیٹی
ق تھا۔ میں نصیبوں کی ماری بیٹا پیدا ہوگئی۔ ہائے عورت میری دشمن تو نے ماں ہو کر مجھے برباد
یا۔ شادی کے چودہ سال کے بعد پیدا ہوئی تھی میں۔ اماں نے فراک پہناوی چوڑیاں ڈال دیں
ں میں۔ باوا جان .... اماں کے سامنے دہی تھے جو میں ہوں۔" گلاب کلی نے تالیاں
تے ہوئے کہا پھر بولا۔ "ٹکر ٹکر دیکھتے رہے اللہ مارے اماں کے حوصلے بلند تھے تین سال کی عمر
کان چھدوا دیئے۔ میری لاڈو' میری دلاری کہہ کہہ کر دماغ میں بٹھا دیا کہ میں لاڈو اور دلاری
ہ۔ ہائے ہم لاڈو ہوگئے۔ اسکول میں پتہ ہی نہ چلا کہ اصلیت کیا ہے میٹرک میں تھے کہ پرنسپل
ب کو شبہ ہوا تحقیق کی اور اسکول سے نکال دیا گیا.......... مگر اماں بھی گن کی پکی تھیں اپنا
ل بنا دیا باوا جان کی اب بھی ہمت نہیں تھی کہ کچھ کر پاتے' کڑھتے رہتے۔ ہم نے میٹرک کیا
ماں نے اسکول کو کالج بنوا دیا لڑکیوں کا کالج تھا کپڑوں سے کیا ہوتا ہے مونچھیں نکلیں تو کالج خالی
یلے اعتراضات ہوئے کیس چلے اور کالج بند ہوگیا۔ اب پریشانی ہوئی کہ آگے پڑھائی کیسے ہو۔
ں میں داخل ہوئے لڑکوں کے کپڑے پہن کر مئے ماروں کو دیکھ کر پسینہ آ جاتا تھا پھر جو مذاق وہ

اڑاتے تھے توبہ .... بھاگ آئے وہاں سے اب اماں کو ہوش آیا۔ مگر ہمارے ہوش
تھے لڑکوں میں بیٹھتے تو وہ منہ میں دوپٹے دبا کر بھاگ جاتیں' لڑکوں میں بیٹھتے تو وہ لگتا
ہیں پریشان کہ یااللہ ہم کیا ہیں۔ پھر باوا جان نے اماں کی غلامی سے استعفیٰ دیدیا اور
ہوئے اماں جی کو شوہر کی اس جسارت پر طیش آیا اور وہ بھی ان کے تعاقب میں چلی گ
حیران پریشان.......... لکڑ بھگوں کی طرح آسمان کی طرف منہ کر کے چیختے رہے اب تو کو
دینے والا بھی نہ تھا۔ ہم نے لڑکوں کو سمجھایا کہ ہم وہ نہیں ہیں جو ہمیں بتایا گیا ہے؛
غصہ آگیا.......... ہم نے بہت منع کیا تھا مگر کم بختی انہیں گھیر رہی تھی۔ چا
دیئے.......... اور خود کو منوانا شروع کر دیا مگر خود ہمیں بھی مرد بننا اچھا نہیں
بس.......... جو بن پڑا کر کے رہے پھر حالات نے وطن چھڑا دیا اور یہاں آگئے۔"

امتیاز گلاب کلی کو منہ پھاڑے دیکھتا رہا.......... اور گلاب کلی روتا رہا۔ پھر اچانک
امتیاز کو دیکھا اور اس کی آنکھیں رنگ بدلنے لگیں پھر وہ سانپ کی طرح پھنکارا۔ "و
ہے..........؟"

"مجھے نہیں معلوم استاد.......... لاہور کی قسم.......... مجھے نہیں معلوم..........
خود اس سے ملنے آیا تھا۔"

نہ جانے کیا ہوا گلاب کلی ایک دم نرم پڑگیا۔ کچھ دیر سوچتا رہا.......... پھر بولا۔
رہنے والا کبھی لاہور کی جھوٹی قسم نہیں کھاسکتا.......... داتا نگر کے باسی داتا کی جھوٹی
کھائیں گے.......... مگر امتیاز.......... محمود غدار نکلا۔"

"کیسے استاد..........؟"

"اس مال زادی سے دل لگا لیا اس نے.......... مگر برا کیا ہے اس نے۔ اسے چھو
نہیں ہم۔" گلاب کلی نے ساری تفصیل امتیاز کو بتا دی اور امتیاز ششدر رہ گیا۔ اسے اند
تھا کہ یہ ساری کارستانی ملک ستار کی ہے لیکن.......... استاد کے سامنے کچھ نہیں کہہ
البتہ اتنا ضرور کہا اس نے..........

"ملک ستار کہاں ہے استاد..........؟"

"پتہ نہیں وہ مری کالیا کہاں جامرا.......... یہاں تو لنکا میں سب باون گز کے ہیں۔
لے کر گیا تھا کہ گیتا کو لے کر آئے گا بس غائب ہوگیا رنگ رلیاں ہو رہی ہوں گی۔"

امتیاز خاموش ہوگیا بہت دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"میرے لئے کیا حکم ہے استاد۔"

"جاؤ.......... ہمیں کیا کرنا ہے۔ جاؤ ہمیں رونے دو..........!" وہ سسکی لے کر
امتیاز موقع سے فائدہ اٹھا کر وہاں سے کھسک آیا۔ عجیب ماحول تھا اسے بری طرح پکڑ کرا
لیکن واپسی میں سب اس طرح بے تعلق رہے تھے جیسے کوئی بات ہی نہ ہو.......... لیا
سے نکلنے کے بعد امتیاز کے دل میں سخت پریشانی پیدا ہوگئی محمود کو کہاں تلاش کیا جائے۔

اس پر کیا وہ ہانگ کانگ میں ہے یا کہیں چلا گیا ان باتوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔ بنکاک کو
چھوڑ بھی نہیں سکتا تھا نیا نیا کام سیٹ کیا تھا مجبوراً وہ بنکاک واپس چل پڑا۔

☆ .... ☆ .... ☆

ستار معمولی شخصیت نہیں تھی یہاں ہانگ کانگ میں ہی کئی ایسے نام اس کے پاس تھے
ذریعہ وہ بہت کچھ کرسکتا تھا لیکن جو حالت ہوگئی تھی اس کے بعد کسی سے رجوع نہیں
کسی کو کیا بتاتا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے گلاب کلی سے بھی
کیا تھا گلاب کلی مذاق اڑانے پر تل جاتا تو خودکشی ہی کرنی پڑتی۔ اس سے بڑے دعوے
آیا تھا اور پھر وہ سرپھرا آدمی تھا۔ اگر کسی بات پر طیش میں آجاتا تو ملک ستار جانتا تھا کہ
میں وہ اس سے مقابلہ نہیں کرسکتا ہے۔

تال میں اس کی بہترین دیکھ بھال ہو رہی تھی اس کی وجہ وہ رقومات تھیں جو اس نے
ب وغیرہ کی شکل میں ہسپتال کو دیدی تھیں۔ جب تک ہسپتال میں ہے کوئی مشکل نہیں
اس کے بعد رقم منگوائے بغیر کوئی چارہ کار نہیں تھا نہ جانے کب تک یہاں رہنا پڑے
ل وغیرہ کے اخراجات بھی مسلسل ہو رہے تھے اس نے نرس سے کہا۔ "نرس مجھے ایک
ا چاہئے جو میرے باہر کے کچھ کام کر دے جب تک میں ہسپتال میں ہوں اسے میرے
کی حیثیت سے حاصل کرلو.......... معقول معاوضہ دیدوں گا۔"

دکے سر.......... کل میں ایک لڑکے کو لے آؤں گی۔ تعلیم یافتہ اور اچھی کارکردگی کا
ہے۔"

سرے دن وہ ایک مستعد نوجوان کو لے آئی جس کا نام ویران تھا ملک ستار نے اسے کچھ
ھائے پھر اس سے دو خط تحریر کرائے پہلا خط اس نے ملک جبار کو لکھوایا جس کا متن یہ

ائی جی.......... آداب
پ نے مجھے یہاں بھیج کر میری خبر ہی نہ لی.......... میں بے یار و مددگار یہاں پڑا ہوں کیا
میں آپ اس قدر بے اختیار ہوگئے کہ ابھی تک میرا کیس ختم نہیں کراسکے۔ میں وطن
انا چاہتا ہوں مجھے لکھئے میرے لئے آپ کیا کر رہے ہیں اس کے علاوہ میرے پاس خرچہ
تم ہوگیا ہے آپ فوراً مجھے ایک معقول رقم بھیجیں مجھے اشد ضرورت ہے باقی سب خیریت

پ کا بھائی

دسرا خط اس نے اپنے ایک خاص دوست یار علی کو لکھا۔

ار علی

میں اس وقت ملک سے باہر ہوں اور کچھ ضروری کاموں میں الجھا ہوا ہوں۔ تجھے ایک ک
ہے بھولا کو اپنے پاس بلا۔ اسے ان دو عورتوں کے بارے میں معلوم ہے جنہیں ان کے گ
اٹھانا ہے اس سے کہہ دینا کہ ملک جی نے تجھے جن دو عورتوں کے گھر بھیجا تھا وہیں کام کرنا
عورتوں کے ساتھ ایک بچہ بھی ہے اس کا جو دل چاہے کرو............ دونوں کو اٹھا کر اقبا
لے جاؤ اور سخت پہرے میں رکھو پولیس کو بھنک نہ لگنے پائے۔ کھانے پینے کی تکلیف نہ
دینا خرچہ خود کرلینا میں ادا کردوں گا یہ کام ضرور ہونا چاہئے۔ کام کر کے مجھے اس پتے پر خبر د

ملک ستار

ملک نے اسے اپنے ہوٹل کا پتہ دیدیا تھا............ دونوں خط مناسب طریقے سے پو
دیئے گئے۔ چند روز کے بعد ملک جبار کا جواب وصول ہوگیا۔ لکھا تھا۔

چھوٹے بھائی

او تجھے کیا ہوگیا ہے بالکل ہی پاگل ہے کیا۔ تو جو کچھ کر کے گیا ہے وہ معمولی ہے کیا و
کے ہوگئے ہم لوگ، خفیہ والے ہر جگہ پیچھے لگے رہتے ہیں، فیکٹریوں کی الگ نگرانی ہو
سارے اکاؤنٹ چیک ہو رہے ہیں خفیہ والے اندر اندر کارروائی کر رہے ہیں اور یہاں م
وزیر تو نہیں لگا ہوں کہ سارے معاملات ٹھیک کرلوں۔ ابھی کچھ نہیں ہوسکتا مجھے اپنی عز
مشکل ہو رہی ہے۔ سارے جاننے والے آنکھ چرا رہے ہیں اور آرام سے رہ اور زیادہ خط
کر............ رقم بھیج رہا ہوں............ خیال رکھنا۔

ملک جبار

"نوپینز نوگینز!" ملک ستار کی غراہٹ ابھری۔

☆ .... ☆ .... ☆

ملک ستار سے نجات مل گئی تھی فیروز خان کا فون کئی بار آچکا تھا وہ بھابی اور بہن
مخاطب کرتا تھا اور اس کے انداز میں بڑی شرافت ہوتی تھی۔ ایسے حالات میں یہ سہارا غنیمت
تھا گھر میں اللہ کے فضل سے بہت کچھ تھا، اخراجات کی کوئی پریشانی نہیں تھی لیکن دل خال
دو ہی مرد تھے گھر کے دونوں روپوش تھے بینش اپنا درد چھپائے رکھتی تھی کہ سیما............
نہ ہو جائے۔ کوئی جملہ ایسا نہ کہتی تھی کہ بہن کے دل کو چوٹ لگے۔ ریاض سے بڑی شکای
اسے ایسا چھوڑ دیا تھا اس نے کہ پلٹ کر خبر نہیں لی تھی۔ غور کرتی تو سینے میں درد ہونے لگ
کیا ہوگیا ریاض کو............ زیادہ میل ملاقات نہیں تھی لے دے کر بس امتیاز کا گھر تھا بھی
وغیرہ آجاتی تھی کبھی وہ ان کے گھر چلے جاتے اور بس۔

سیما نے ایک دن اس کے آنسو دیکھ لئے اور دلسوزی سے بولی۔

"بھابی............ کیا بات ہے؟"

"نہیں سیما............"
"ے نہیں بتاؤ گی۔"
"یا چھوڑ دیا ان دونوں نے ہمیں سیما............ محمود تو کبھی کبھی خبر لے لیتا ہے مگر
............"
"ں............ ریاض بھیا اب زیادتی کر رہے ہیں۔"
"یرے دل میں تو ایک خیال آتا ہے سیما۔"
"یا بھابی۔"
"نہیں نہ تو نوید یاد آتا ہے............ نہ میں............ باہر تو بہت سے جاتے ہیں مگر ایسے تو
ول جاتے............ ہوسکتا ہے کہیں اور دل لگ گیا ہو ان کا............!"
ما سوچ میں ڈوب گئی............! دیر تک کچھ نہ بولی تو بینش نے چونک کر کہا۔ "برا مان گئی
بات کا۔"
"نہیں بھابی ایسی بات نہ کرو۔"
"تو چپ ہوگئی............؟"
"سوچ رہی ہوں بھابی۔"
"کیا سوچ رہی ہے؟"
"کیا ریاض بھیا ایسے ہوسکتے ہیں۔"
"ایسے نہیں تھے تبھی تو یہ خیال دل میں آتا ہے۔"
"کیا کریں بھابی کچھ بھی تو نہیں کرسکتے۔"
"اسی لئے تو آنسو نکل آتے ہیں سمجھ میں نہیں آتا سیما کیا ہوگا۔" پھر محمود کا خط ملا............
بھاری رقم موصول ہوئی محمود کا خط باعث تقویت بھی تھا اور پریشان کن بھی دونوں نے کئی
پڑھا۔
"اس سے ریاض بھائی جی کی خیریت تو پتہ چل گئی بھابی۔"
"مگر یہ محمود ملک سے باہر کیوں جا رہا ہے۔"
"اللہ جانے............ لیکن وہ اگر بھیا کے پاس چلے جائیں تو اچھا ہے۔" سیما نے کہا۔
"پھر وہ بھی ہماری خبر نہیں لے گا۔ وہ بھی ریاض کی طرح ہمیں بھول جائے گا۔"
"نہیں بھابی............ ایسے نہ کہیں۔"
"نہ جانے کیوں سیما............ ان دنوں میرا دل بہت خراب ہونے لگا ہے یوں لگتا ہے جیسے
سانے ہمیں چھوڑ دیا ہے سب گھروں میں مرد ہوتے ہیں کمائی بھی کرتے ہیں گھروں کی ذمے
ل بھی اٹھاتے ہیں مگر عورتوں کو ایسے بے سہارا نہیں چھوڑ دیتے محلے میں کوئی نہیں پوچھتا۔
نکلو تو لوگ اشارے کرتے ہیں۔"
یما خاموشی ہوگئی تھی۔

رقم بینک میں ڈال دی گئی ان دنوں کچھ زیادہ ہی اداسی تھی۔ پھر ایک رات کسی نے درو
بجایا.......... دونوں چونک پڑیں.......... "کون ہو سکتا ہے بھابی۔"
"پتہ نہیں.......... آؤ دیکھیں رات ہو چکی ہے۔" دونوں دروازے کے پاس پہنچ گئیں
"کون ہے ....؟" بینش نے پوچھا
"دروازہ کھولو باجی.......... کام ہے۔" ایک نرم اور شریفانہ آواز سنائی دی بینش نے درو
کھولا تو کسی نے زور سے دروازے کو دھکا دیا بینش دروازے کے پاس کھڑی تھی دروازے
دھکے سے وہ نوید سمیت گر پڑی کئی آدمی دھڑ دھڑاتے اندر گھس آئے ان میں بھولا کو انہوں
صاف پہچان لیا تھا۔
"اٹھاؤ جلدی کرو۔" کسی دوسری آواز نے کہا اور دو آدمیوں نے انہیں دبوچ لیا۔ نوید ب
کے ہاتھوں سے نکل گیا تھا دونوں ہذیانی آواز میں چیخنے لگیں۔
"بچاؤ.......... ہائے بچاؤ.......... بچاؤ۔"
"او منہ بند کروان کا۔" دوسری آواز نے غرا کر کہا.......... اور انہیں دبوچنے والے ا
منہ بھینچنے کی کوشش کرنے لگے دونوں جان توڑ کر مدافعت کر رہی تھیں اور ان کی گرفت سے
کی کوشش کر رہی تھیں وہ ان کا منہ بند نہیں کر سکے تھے۔ محلے کے کچھ گھر روشن ہوئے مگر
باہر نہیں نکلا۔
انہیں دبوچنے والے ایک گاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے اور دونوں حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ ر
تھیں۔ پھر اچانک ہی ایک اور گاڑی کی ہیڈ لائٹس نظر آئیں اور ساتھ ہی پستول سے
ہوا.......... نشانہ بڑا سچا تھا بھولا کی پنڈلی کی ہڈی کے پرخچے اڑ گئے۔ وہ اچھل کر دو آدمیوں پر
اور سیما ان کی گرفت سے نکل گئی.......... دوسرا نشانہ بھی کامیابی سے لگایا گیا اور اس بار
دونوں میں سے ایک شکار ہو گیا جو بینش کو اٹھائے ہوئے تھے.......... لیکن وہ لنگڑاتا ہوا بھاگا
گاڑی میں گھس گیا.........." باقی بھی گاڑی میں گھس گئے تھے پھر گاڑی اسٹارٹ ہو کر
ہو گئی۔
بینش اور سیما بھاگ کر گھر میں گھس گئیں بینش نے روتے ہوئے نوید کو گود میں اٹھا
دونوں چیخ چیخ کر رو رہی تھیں بری طرح کانپ رہی تھیں۔ فائر کرنے والی گاڑی بھولا کے پاس ر
گئی جو ٹانگ پکڑے زمین پر تڑپ رہا تھا گاڑی سے فیروز خان نیچے اترا اس کے ہاتھ میں پستول تھ
گھروں کے دروازے جلدی سے بند ہو گئے۔
فیروز خان نے خونی نظروں سے ان بند دروازوں کو دیکھا اور پھر بھولا کی دوسری ٹانگ پکڑ
گھسیٹتا ہوا اسے مکان کے اندر لے آیا۔ اس نے کہا "گھبرایئے نہیں بھابی.......... گھبراؤ نہیں
بہن خدا کا شکر ہے میں ٹھیک وقت پر آگیا۔"
انہوں نے فیروز خان کو پہچان لیا.......... فیروز خان بولا ۔ دیکھ لوں گا ایک ا
کو..........! دروازہ بند کر دو سیما.......... اس کتے کو پہچانتی ہیں بھابی۔"

ہاں.........." بینش کی آواز ابھری.......... فیروز خان نے بھولا کو ایک ٹھوکر ماری لیکن
آواز نہیں نکلی۔ وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ فیروز خان نے کہا۔
"آپ کا فون ٹھیک ہے۔"
"ہاں"
"آپ یہاں رکیں.......... میں فون کر لوں۔" فیروز خان نے کہا اور ان سے معلوم کر کے
الے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس نے زمان کو فون کر کے صورت حال بتائی اور کہا "زمان
ے ایک ایمبولینس منگوا لو.......... اور یہاں آجاؤ۔
"میں آ رہا ہوں" زمان نے کہا.......... اور فیروز نے فون بند کر دیا بینش اور سیما اب بھی
رہی تھیں۔ فیروز خان ان کے پاس آیا۔
"حوصلہ کریں بھابی حوصلہ کرو سیما بیٹی میں تمہارا بھائی زندہ ہوں۔ اللہ نے میری زبان کی لاج
لی۔ بس اتفاق سے ادھر آنکلا تھا اکثر آپ لوگوں کے گھر کے چکر مارتا رہتا ہوں ملک ستار کی
میں آج بھی بس ادھر سے گزرتا چلا جاتا.......... مگر ٹھیک وقت سے آگیا' کون ہے یہ
..........؟"
"بھولا ہے اس کا نام.........."
"آپ کیسے جانتی ہیں اسے اوہو یاد آگیا.......... او ہو.......... یہ کتا ملک ستار کا آدمی ہے
.... اس کا مطلب ہے۔" فیروز خان کو ڈولی کی باتیں یاد آگئی تھیں وہ پرخیال انداز میں
ش ہو گیا۔"
"ٹھیک ہے بھابی.......... کوئی اور ٹھکانہ ہے بھروسے کا۔ نہیں ہے تو میں انتظام کر دوں گا۔"
"نہیں بھیا جی.......... ٹھکانہ ہے ہمارا.......... ہمیں امتیاز کے گھر پہنچا دو۔ ابھی بھیا جی
.... ابھی۔"
"ہاں ہاں آپ ایسا کرو اپنا ضروری سامان باندھ لو.......... بس قیمتی سامان اٹھا لو..........
بعد میں لے لینا.......... میں اسے پولیس کے حوالے کر دوں پھر آپ کو جہاں آپ کہیں گی
چادوں گا۔"
کچھ دیر کے بعد ایس پی زمان آگیا۔ اس کے ساتھ ایمبولینس بھی آگئی تھی بے ہوش بھولا کو
لیس ہسپتال بھیج دیا گیا۔ زمان نے بینش اور سیما کا بیان لکھوا کر ان سے دستخط کرائے پولیس
الوں نے محلے کے گھر کھلوائے اور زمان نے ان میں سے کئی کی پٹائی کر دی۔
"آپ لوگ اتنے بے غیرت ہو گئے ہیں کہ محلے کی اکیلی بہو بیٹیوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے
اغوا ہوتے دیکھتے رہے۔"
"ایک دن کی بات ہو تو کوئی ساتھ دے افسر صاحب یہاں تو روز پولیس کچہری ہوتی ہے۔
ڑے آتے ہیں۔ ایک بھائی گھر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ دوسرے کے پیچھے آج تک پولیس لگی ہوئی
ہے کس کس سے دشمنی لیں ہم لوگ۔"

"آپ لوگوں سے تو میں تھانے میں بات کروں گا.......... بٹھا لو ان لوگوں کو میں..........!" زمان نے غصے سے کہا.......... پھر فیروز سے بولا۔

"ان لوگوں کا کیا کرو گے..........؟"

"میں انہیں ایک محفوظ جگہ پہنچائے دیتا ہوں پھر جہاں کہو آ جاؤں۔"

"تھانے آ جانا.......... وہیں بات کریں گے۔ میں یہاں پہرہ لگائے دیتا ہوں۔"

فیروز خان نے بینش اور سیما کو گاڑی میں بٹھایا اور ان کے بتانے پر گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا جگہ پہنچ گیا جہاں امتیاز رہتا تھا۔ انہیں امتیاز کے گھر پر اتارتے ہوئے اس نے کہا۔

"میں یہاں بھی آپ کی خبر گیری کروں گا بھابی آپ ڈریں نہیں.......... جائیے... دروازہ کھلوایئے آپ اندر چلی جائیں گی تب واپس جاؤں گا.........." پھر فیروز خان اس تک وہاں کھڑا رہا تھا جب تک وہ دونوں اندر داخل نہیں ہوگئی تھیں۔

ہسپتال میں بھولا کی ٹانگ پر پلاستر کر دیا گیا تھا اور وہ ہوش میں آگیا تھا۔ علاقے کے میں کیس رجسٹر کرانے کے بعد ایس پی زمان اور فیروز خان ساتھ ساتھ ہسپتال پہنچے تھے۔

"تم ضرورت سے زیادہ سرگرم نہیں ہوگئے فیروز خان۔" زمان نے مسکراتے ہوئے ک
فیروز خان کے چہرے پر آگ سلگ اٹھی..........! اس نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"لوگ اس کی مجبوری پر توجہ دیئے بغیر اسے فاحشہ کہہ سکتے ہیں زمان لیکن میں........ اس کی موت کے بعد اسے فرشتوں کا مقام دیتا ہوں۔ میں اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹ
جب تک اس کا سوالیہ نگاہیں مطمئن ہو کر جھک نہ جائیں۔"

"کس کی..........؟" زمان حیرت سے بولا۔

"ڈولی کی" فیروز خان نے جواب دیا اور زمان خاموش ہوگیا۔

بھولا نے انہیں خوفزدہ نظروں سے دیکھا تو فیروز خان نے کہا۔

"یہ مت سمجھنا کہ تمہاری ٹانگ پر پلاستر اس لئے چڑھایا گیا ہے کہ تم بچ جاؤ........ اس لئے زندہ رکھا گیا ہے کہ تم اصل بات بتاؤ.......... اور اگر تم نے زبان نہ کھولی تمہیں زہر کا انجکشن دے کر یہیں ختم کر دوں گا۔" فیروز خان نے کہا۔

"مجھے معاف کر دیں صاحب.......... میرا قصور نہیں ہے۔"

"تم پہلے بھی ان عورتوں کو پریشان کرتے رہے ہو۔"

"نہیں وہ ملک جی کے حکم پر ایسا کیا تھا۔"

"کہاں ہے ملک ستار۔"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"پھر انہیں اغواء کرنے کا حکم کس نے دیا تھا۔"

"یار علی نے کہا تھا کہ یہ ملک جی کا حکم ہے۔"

"یار علی کون ہے۔"

ر علی کون ہے۔"

ک جی کا آدمی ہے۔"

واء کے وقت تمہارے ساتھ تھا۔"

ں.........!"

اں ملے گا..........؟"

یں ٹھکانے ہیں اس کے۔"

تے بتاؤ" فیروز خان غرا کر بولا.......... اور بھولا پتے بتانے لگا۔

ور جو کچھ کہہ رہے ہو سچ ہے"

اں صاحب جی۔"

وز خان نے زمان سے کہا۔ "ہمت کرو گے زمان..........!"

یسی باتیں کرتے ہو یار.......... یہ میرا فرض ہے اٹھو پہلے نفری تیار کرتے ہیں.......... رات چھاپے ماریں گے۔" زمان نے کہا اور دونوں دلوں میں آتش فشاں روشن کئے اپنی اٹھ گئے۔

☆.......... ☆.......... ☆

ولیس گاڑیوں نے یار علی کے پہلے ٹھکانے پر ریڈ کیا یہ ایک گھنی آبادی میں بنا ہوا خوبصورت تھا۔ لیکن اس پہلے مرحلے پر ہی انہیں زبردست کامیابی حاصل ہوئی انہیں دور سے ہی یار علی ک کی ایک کار میں بیٹھا ہوا نظر آگیا تھا۔ وہ شاید بدحواس تھا کیونکہ پولیس کو دیکھتے ہی اس ائرنگ شروع کر دی تھی۔ اگلی موبائل کو نقصان پہنچا اور گاڑیاں رک گئیں۔ پولیس کے جوان ودنے اور پوزیشن لینے لگے لیکن اس کے ساتھ ہی یار علی نے گاڑی اسٹارٹ کر کے دوڑا زمان نے ایک انسپکٹر کو ہدایات دیں اور خود موبائل میں بیٹھ کر سیاہ رنگ کی گاڑی کے پیچھے یا۔ عقبی حصے میں بیٹھے لوگوں نے کار کی کھڑکیوں سے ہاتھ نکال کر فائرنگ شروع کر دی اور کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیل گئے فیروز خان بائیک لہرا کر ان کے نشانوں سے بچ رہا تھا ے شدید خطرہ تھا۔ ایس پی نے ایک اور ماتحت کا حکم دیا۔

"ہوائی فائرنگ کرو تاکہ وہ گھبراہٹ میں صحیح نشانہ نہ لے سکیں۔" فوراً ہی اس ہدایت پر عمل ا ہوگیا.......... فیروز خان اپنے جنون میں تھا اس نے بھی اپنا پستول نکال لیا تھا لیکن ابھی وہ فائر نہیں کرسکا تھا۔ پھر کار ایک کھلی سڑک سے ہٹ کر ایک گلی میں داخل ہوگئی اور ں کو رکنا پڑا کار تو گلی سے نکل سکتی تھی لیکن موبائل کے لئے اس میں داخلہ مشکل تھا۔ البتہ ز خان کو بہترین چانس مل گیا۔ مڑتے ہوئے وہ لوگ فائرنگ نہ کرسکے اسی وقت فیروز خان نے کے ٹائر کا نشانہ لیا اور کامیاب ہوگیا۔ کار گلی میں لگے ہوئے پول سے ٹکرائی اور پول ٹیڑھا

ہوگیا بجلی کے تار آپس میں ٹکرا کر اسپارک کرنے لگے۔ زمان یہ دیکھ کر کانسٹیبلوں کو ہدایت د
خود بھی نیچے کودا اور کار کی طرف دوڑ پڑا۔ کانسٹیبلوں نے برق رفتاری سے کار کو چاروں طرف
گھیرلیا۔ یار علی کو اس کے تین ساتھیوں کے ساتھ گرفتار کرلیا گیا۔ یہ رہائشی علاقہ تھا تمام
بھاگ دوڑ اور فائرنگ سے لوگ جاگ گئے اور خوفزدہ نظروں سے اپنی بالکونیوں اور دروازو
جھانک کر یہ کارروائی دیکھنے لگے۔ بہرحال یار علی فرار نہیں ہوسکا تھا۔ مجرموں کی مشکیں
انہیں موبائل پر پہنچا دیا گیا پھر کار کا جائزہ لیا گیا اسے زیادہ نقصان نہیں پہنچا تھا۔ لیکن اس
لیتے ہوئے ایک اور کام ہوگیا۔ کار سے ہیروئن کا ذخیرہ اور کرنسی سے بھرا ہوا ایک بیگ بر
تھا۔

"ویری گڈ.......... کام ہوگیا اس کا۔" ایس پی زمان نے مسرور لہجے میں کہا پھر موبا
پر بنگلے پر تعینات پولیس افسر سے بات کرنے لگا۔

"سر یہاں سے اسلحہ اور ہیروئن برآمد ہوئی ہے اہل محلہ ہمارا ساتھ دے رہے ہیں پانچ
گرفتار ہوئے ہیں۔"

"مکان پر پہرہ چھوڑ دو.......... بندوں کو لے کر ہیڈ کوارٹر پہنچو۔" زمان نے حکم دیا
اس کارروائی میں کافی وقت لگ گیا کار کے گرد پہرہ چھوڑ کر زمان نے موبائل پر فوٹوگر
ضروری عملے کو طلب کرکے ہدایات دیں۔ پھر مجرموں کو لے کر چل پڑا فیروز خان ساتھ تھا۔
ہیڈ کوارٹر پہنچ کر زمان نے کہا۔" فیروز ایک کپ چائے پی لیں پھر ان لوگوں کو دیکھیں
دونوں ایس پی آفس میں داخل ہوگئے۔ زمان نے اردلی کو چائے کے لئے کہا پھر فیروز خان کو
مسکرانے لگا۔ "تمہیں.......... واقعی پولیس میں ہونا چاہئے تھا کہاں ایکسائز میں جاپھنسے۔"

"زمان ایک بات سوچ رہا ہوں میں۔"

"بتاؤ.......... کیا.......... ؟" زمان نے کہا۔

"کیس کی نوعیت بدل دو۔"

"کیا مطلب ؟" زمان نے بھنویں سکوڑ کر کہا۔

"میرے خیال میں بات بہت آگے نکل گئی ہے یار علی کے پاس سے ہیروئن اور کرنسی
تعداد برآمد ہوئی ہے پھر اس کی رہائش گاہ سے پولیس پر فائرنگ ہوئی ہے وغیرہ یہ سارا
اسے ایک خطرناک مجرم ظاہر کرنے کے لئے کافی ہیں۔ بھولا کو اس کا ساتھی دکھا سکتے ہیں
کیس میں اسے گردن تک پھانسا جاسکتا ہے۔ اغواء کیس نہ بناؤ تو اچھا ہے۔"

"ہوں.......... وجہ.......... ؟" زمان پر خیال لہجے میں بولا۔

"دو فائدے ہوں گے پہلی بات تو یہ کہ معاملہ براہ راست جبار اور ستار تک نہیں پہنچے
ہم یار علی سے اس بارے میں معلومات بھی حاصل کرلیں گے۔ مگر اس کی گرفتاری ہیروئن
میں دکھائی جائے گی سمجھ رہے ہو نا میری بات وہ دونوں فورا اس معاملے میں نہیں کودیں۔
کے علاوہ میں ان معصوم عورتوں کو عدالتوں میں نہیں گھسیٹنا چاہتا۔"

دد کی بہن اور بھابی کو..........؟"

.... زمان اب تو ہم سب کو معلوم ہوچکا ہے کہ محمود اس کیس میں کچھ بھی نہیں
ان لوگوں نے قربانی کا بکرا بنایا ہے چونکہ وہ بہت نچلی سطح کا کارندہ تھا اس لئے بے چارے
کوئی دفاع نہیں تھا۔ یہ بات معلوم ہونے کے بعد اگر اس کے گھر والوں کے ساتھ یہ
ہو جائے تو کیا حرج ہے۔"

یک ہے ویسے ایک بات ہے اگر یار علی ان لوگوں کے لئے کام کر رہا ہے تو انہیں تشویش
یکن وہ یہی سمجھیں گے کہ وہ دوسرے معاملے میں پکڑا گیا ہے۔"

لکل.......... وہ بے چاریاں پریشان ہونے سے بچ جائیں گے۔"

ھے اعتراض نہیں ہیں۔"

کریہ۔" فیروز خان نے کہا پھر چائے آگئی اور چائے کے دوران اچانک فیروز خان کو کچھ یاد
ں نے چونک کر کہا۔ "بھولا نے یار علی کے تین ٹھکانے بتائے تھے۔

ہاں۔"

وہ دونوں ٹھکانے بھی چیک کرنے چاہیئے تھے۔"

تھوڑی دیر میں ان کی رپورٹ بھی ملے گی۔" زمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اوہو کارروائی کی تھی۔"

ہاں' دو ڈی ایس پی وہاں بھی ریڈ کریں گے بلکہ کر چکے ہوں گے۔"

گڈ..........! تو پھر اب چلیں۔" فیروز خان بولا۔

وہاں کی رپورٹ کا انتظار نہ کریں۔"

دیر ہو جائے گی اس سے پہلے کہ جبار گروپ اس معاملے میں کوئی مداخلت کرلے ہمیں یار
ے تفتیش کرلینی چاہئے۔ یہاں ہدایت دیدو کہ جیسے ہی وہاں سے رپورٹ ملے تمہیں پہنچا دی
ے۔"

او کے اٹھو.........." زمان نے کہا اور دونوں اٹھ کر چل پڑے یار علی اور اس کے ساتھی
اپ کر دیئے گئے تھے ایس پی نے یار علی کو ریڈ روم میں طلب کرلیا۔ اور چند لمحات کے بعد
کاری عقوبت خانے میں آگیا۔ اندر آتے ہی اس نے کہا۔

ایس پی صاحب.......... میں ایک معزز آدمی ہوں۔ ٹیکس دیتا ہوں مجھے جس طرح گرفتار
یا ہے اس پر میں احتجاج کرتا ہوں براہ کرم مجھے فون کرنے کی سہولت دی جائے۔"

"کسے فون کرو گے.......... ؟" فیروز خان نے پوچھا۔

"یہ جواب تمہیں دوں.......... ؟" یار علی بولا۔

"میں نے ہی سوال کیا ہے۔"

"کس حیثیت سے میں تمہیں جانتا ہوں تم ایکسائز کے آدمی ہو۔"

"ویری گڈ.......... بڑی اچھی معلومات ہیں تمہاری۔"

"فیروز خان مسکرا کر بولا۔"
"کسے فون کرو گے.........؟" اس بار زمان نے پوچھا۔
"بتاؤں گا نہیں۔"
تو پھر فون بھی نہیں کرسکتے......... بتانا ضروری ہے۔"
زمان بولا۔
"سوچ لیجئے ایس پی صاحب جو کچھ ہوا ہے وہ اپنی جگہ لیکن معاملہ آپس میں ہی نمٹ
اچھا ہے۔"
"ان لوگوں کو باہر بھیج دو زمان......... پلیز۔" فیروز خان نے وہاں موجود کانسٹیبلو
بارے میں کہا اور زمان چونک کر اسے دیکھنے لگا پھر سرگوشی میں بولا۔
"نہیں فیروز......... جذباتی نہ ہو......... ابتداء میں یہ لوگ ایسی ہی باتیں کرتے
ابھی ٹھیک ہو جائے گا۔"
"پلیز زمان" فیروز بھی لجاجت سے بولا لیکن زمان اس کی آنکھوں میں اترے خون کو
تھا اس نے فیروز کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے تھپکتے ہوئے کہا۔
"ریلیکس جانی......... ریلیکس۔" پھر اس نے وہاں موجود دوسرے افراد سے کہا
جگہوں پر اور ریڈ ہوا ہے مجھے وہاں کی رپورٹ دو......... باہر جاؤ۔" ان کے جانے کے بعد
نے یار علی سے کہا۔
"اور کیا کاروبار ہیں تمہارے۔"
"کون کون تمہارے ساتھ اس کاروبار میں شریک ہے۔"
"اتنے بڑے بڑے لوگ کہ آپ سنیں گے تو میری گرفتاری پر آپ کو افسوس ہوگا۔"
"اس گھر کی عورتوں کو اغوا کرنے کی کوشش کیوں کر رہے تھے۔"
"کون عورتیں......... کیسا اغواء" یار علی حیرت سے بولا۔
"زمان........." فیروز نے بل کھاتے ہوئے کہا۔
"ہوں دروازہ بند کردو.........!" زمان آہستہ سے بولا اور فیروز نے لپک کر دروازہ
دیا۔ یار علی فیروز کو دیکھنے لگا پھر بولا۔
"ایک بات کان کھول کر سن لو......... بات تم خراب کر رہے ہو میں نہیں۔ بات بگڑ
سنبھالنے کے لئے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کروں گا۔" فیروز اس کے قریب پہنچ گیا پھر اس
علی کے بال پکڑے اور اسے پوری قوت سے دیوار سے دے مارا۔

☆ .... ☆ .... ☆

اچانک اس وقت بینش اور سیما کو اس حال میں دیکھ کر روبینہ وغیرہ حیران رہ گئیں لیکن

ے ہوئے چہرے اور آنسوؤں میں ڈوبے رخسار دیکھ کر وہ فوراً سنبھل گئیں اندر آکر دونوں
ار رونے لگیں تھیں۔ زبیدہ نے بیقرار ہو کر انہیں سینے سے لگا لیا اور ان سے احوال
بینش نے روتے ہوئے ساری تفصیل بتائی تو زبیدہ نے کہا۔
ا انہیں غارت کرے کون کم بخت تھے۔ ضرور محلے داروں کی حرکت ہوگی پتہ چل گیا ہوگا
لڑکیاں ہیں پریشان کریں۔ تم نے بڑا اچھا کیا بچیو کہ یہاں چلی آئیں تالا لگا دو گھر کو اب
ں نہیں جانے دوں گی۔ کوئی کم بخت یہاں آکر دیکھے خون پی جاؤں گی ان......... بس
و اب تم۔"
ی جان ہمارا کوئی نہیں ہے۔" بینش نے روتے ہوئے کہا۔
ارے ہوتے ہوئے بھی یہ کہہ رہی ہو......... نابیٹی نا......... رشتے کبھی بنتے ہوں گے
ے۔ اب نہیں ہوتے خون کے رشتے اب تو محبت کے رشتے ہوتے ہیں۔ بس جس کے لئے
ے دل میں جگہ ہو وہی اپنا ہوتا ہے۔
ینہ اور شانو تو خوشی سے پاگل ہوگئی تھیں صبح کو شانو نے کہا۔
بینش بھابی جی نوید تو اب میرا ہوگیا......... آپ سب اس کی طرف سے بے فکر ہو
بس اس وقت تک یہ آپ کے پاس رہے گا جب تک میں اسکول میں رہوں گی۔ اس کے
ب کی چھٹی۔"
ٹھیک ہے شانو........." ارے سیما ہم نوید کا دودھ لانا بھول گئے۔"
ہائے بھابی یاد ہی نہ رہا۔"
تو کیا ہوا بازار میں نہیں ملے گا کیا۔" روبینہ نے کہا۔
ہاں مل تو جائے گا.........۔"
میں جا کر لے آتی ہوں مجھے بتا دیجئے کونسا ہے۔"
تم اکیلی جاؤ گی.........!"
اس سے کیا ہوگا......... میں چلی جاؤں گی۔ عام طور سے چلی جاتی ہوں۔" بینش نے
تفصیل بتائی اور روبینہ بازار چل پڑی جو خاص دکان بینش نے بتائی تھی وہاں سے دودھ کے
لے کر روبینہ واپس چل پڑی اور رکشہ کی تلاش میں سڑک کے کنارے آکھڑی ہوئی۔ زیادہ
ں گزری تھی کہ ایک کار اس کے سامنے سے گزری چند گز آگے نکل کر اس کے بریک لگے
ریورس ہو کر روبینہ کے پاس آرکی۔
"ہائے شاہدہ .... آؤ بھئی۔ گاڑی حاضر ہے۔" روبینہ کانپ گئی وہ لفنگا تھا۔ روبینہ نے
ا ہوئی نظروں سے ادھر ادھر دیکھا آس پاس کوئی موجود نہیں تھا۔ وہ نیچے اتر آیا۔
"کب سے تمہیں تلاش کر رہا ہوں اپنا اتہ پتہ ہی دیدو.........!"
"تمہارا دماغ خراب ہے۔" روبینہ نے ہمت کر کے کہا۔
"تم نہیں ہوگیا ہے شاہدہ......... تمہارے لئے۔"

"میرا نام شاہدہ نہیں ہے سمجھے۔"

"چلو اصل نام بتا دو .... مگر یہاں نہیں۔ آؤ بیٹھو کہیں بیٹھ کر چائے پیئیں گے۔"

"تم یہاں سے دفع ہو جاؤ .... ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔"

"آج نہیں سوئٹ .... آج تو تمہیں چلنا پڑے گا کم آن..........!" وہ آگے
روبینہ کے حلق سے چیخ نکل گئی وہ کئی قدم پیچھے ہٹی۔ اس وقت ایک گزرتی ہوئی گاڑی ر
ڈرائیور گاڑی سے نیچے اتر آیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی ایک لڑکی بھی بیساکھی کے سہار
اتری اور بیساکھی کے ذریعہ تیز تیز چلتی ہوئی ان کی طرف آنے لگی۔ نوجوان ڈرائیور سے
تھا۔

"تجھے کیا تکلیف ہے بھئی.......... میری منگیتر ہے ہمارا جھگڑا ہوگیا ہے۔ ہم جانیں ہ
جانے۔ جاؤ دفع ہو جاؤ.......... ورنہ ....۔"

"مسٹر احتشام ....!" بیساکھی والی لڑکی نے نوجوان کو آواز دی اور وہ اچھل پڑا....
ادھر روبینہ کو بھی یہ آواز شناسا لگی تھی نوجوان اور روبینہ نے ایک ساتھ ہی بیساکھی والی
دیکھا اور روبینہ کے حلق سے آواز نکل گئی۔

"حریم ...."

حریم نوجوان سے بولی۔ "کیا بات ہے احتشام صاحب .... کیا کر رہے ہیں آپ۔"

"جی .... وہ کچھ نہیں۔ یہ .... یہ خاتون میری ایک شناسا کی ہم شکل ہیں ا
معلومات کر رہا تھا کہ یہ غلط فہمی کی شکار ہوگئیں۔ میں نے تو .... کمال ہے ذرا
پوچھ لی تو بگڑ گئیں۔ عجیب دماغ ہوتا ہے ان لڑکیوں کا۔"

نوجوان کار کی طرف بڑھ گیا.......... اور پھر کار میں بیٹھ کر نو دو گیارہ ہوگیا۔

"بکواس کر رہا تھا بی بی .... پہلے کچھ اور کہہ رہا تھا۔"
ڈرائیور نے کہا۔

"تم جاؤ فضل دین میں رکشہ سے چلی جاؤں گی.......... جاؤ تم۔" حریم نے کہا اور ا
گردن جھکا کر آگے بڑھ گیا۔

"حریم تم .... تم یہاں۔" روبینہ نے کہا۔

"یہ تم سے کیا بکواس کر رہا تھا۔" حریم نے پوچھا۔

"کئی بار پریشان کر چکا ہے آج سختی پر تل گیا تھا۔"

"اب نہیں کرے گا .... میں ٹھیک کر لوں گی۔" حریم نے کہا

"تم اسے جانتی ہو ....؟"۔

"ہاں .... یہ بتاؤ .... میرے ساتھ کسی ہوٹل میں بیٹھ کر چائے پیو گی یا
گی۔"

"ہوٹل .... چائے..........!" روبینہ حیرت سے بولی۔

مجھ سے بات کرنا پسند کروگی یا نہیں اگر نہیں تو رکشہ روکوں تمہارے لئے ....!"
نے کہا

حریم .... میرے ساتھ .... گھر چلوگی۔" روبینہ نے کہا۔

تمہارے گھر..........؟"

ہاں۔"

تم کہوگی تو ضرور چلوں گی۔"

سچ ....؟" روبینہ نے مسرت سے کہا۔

ہاں .... کیوں نہیں۔"

"تو پھر چلو .... وہ رکشہ آ رہا ہے۔" روبینہ نے رکشہ کو اشارہ کر کے کہا۔
رکشا میں بیٹھ کر حریم نے کہا۔ "احتشام غزالی صاحب کا بھتیجا ہے اوباش اور آوارہ مزاج
...... مگر غزالی صاحب سے اس کی جان نکلتی ہے اب اس کی جان نکل رہی ہوگی..........!"

"غزالی صاحب کون ہیں..........؟"

"میرے باس .... میں معذرت کرتی ہوں خیر چھوڑو .... چچی جان کیسی ہیں۔ شانو
ا حال ہے امتیاز بھی ملے تھے ایک دن مجھے۔"

"بتایا نہیں بھیا نے مگر تم ملازمت کرتی ہو ....؟" روبینہ نے کہا۔

"ہاں روبینہ .... اور بہت خوش ہوں۔" حریم نے کہا اور پھر رکشہ والے کو ایک طرف
نے کے لئے کہا۔

"تمہیں ہمارے گھر کا پتہ یاد ہے۔" روبینہ بولی اور حریم مسکرانے لگی۔

☆ .... ☆ .... ☆

محمود نے اس دوران بہت کچھ سوچا تھا بینش وغیرہ کے لئے اچھی خاصی رقم بھیج دی تھی بہن
ر بھالی بہت کفایت شعار تھیں طویل عرصہ کے لئے فراغت ہوگئی تھی۔ ملک ستار سے بھی
رضی نجات مل ہی گئی تھی مزید کسر اس نے پوری کر دی تھی چنانچہ اب وہاں وہ لوگ سکون سے
ت گزار سکتی تھیں۔ باقی تمام سوچوں کا یہ نتیجہ تھا کہ ہمت اور ذہانت سے جینا ہے۔ ملک ستار کا
لاب کلی سے تعلق ہے اور گلاب کلی ان علاقوں میں بااثر ہے چنانچہ ابھی ان سے جھگڑا نہیں
ول لیا جاسکتا۔ ہاں ممکن ہے کبھی ان کا سامنا کرنے کی پوزیشن میں آسکے لیکن اس کے لئے سخت
بدوجہد کرنی ہوگی۔

کیمپنگ میں کافی وقت گزارنے کے بعد اس نے امتیاز کو تلاش کرنے کے بارے میں سوچا
...... اور ایک شام نانا کے علاقے کی طرف چل پڑا .... اس علاقے کو آسانی سے منی
پاکستان کہا جاسکتا ہے۔ پورے علاقے میں زیادہ تر پاکستانی آباد ہیں یا پھر سکھ اور ہندوستان کے

دوسرے باشندے یہاں کی دنیا ہی عجیب ہے۔ ٹوپی بازوں کی شعبدہ گری' جنرل پوسٹ آفس
آس پاس کی ہنگامہ خیزیاں لیکن وہیں اسے "رسیا" بھی نظر آیا۔ یہ گلاب کلی کا خاص آدمی تھا
بے حد خطرناک تھا محمود کو اندازہ ہوگیا کہ یہاں رکنا خطرناک ہے رسیا نے اسے دیکھ لیا تو بات
جائے گی۔ چنانچہ وہ وہاں سے چل پڑا پھر اس رات اس نے یہ فیصلہ کیا کہ بنکاک میں رہنا خطر
ہے ابتدائی وقت اگر بنکاک کے نواح میں گزار لیا جائے تو بہتر ہوگا۔ پتایا' بیچ' چنگ مائی' یا
پوری ایسی جگہیں ہیں جہاں کھپت ہوسکتی ہے چنانچہ ان علاقوں میں سے کسی ایک علاقے میں
بہتر رہے گا چنانچہ دوسرے دن وہ کنچنا پوری چل پڑا۔ سخت گھنی آبادی غربت و مسائل میں
.... چھوٹے چھوٹے لاتعداد ہوٹل یہاں بکھرے ہوئے تھے۔ ان میں قیام کا بندوبست بھ
لیکن جس چھوٹے سے ہوٹل میں اس نے قیام کیا اس کے مالک کو دیکھ کر اسے حیرت کے ر
خوشی بھی ہوئی تھی۔ وہ ایک ہندوستانی مسلمان تھا۔

"میاں بھائی کاں کے رہنے والے ہو۔ شکل سے تو اپنے اپنے لگتے ہو۔"

"پاکستانی ہوں .... لاہور سے تعلق ہے۔"

"مولا رحم کرے سیر سپاٹے کو آئے ہو ....؟"

"ہاں بس .... نوکری کی تلاش میں نکلا ہوں ....!"

محمود نے جواب دیا اور وہ ہنس پڑا۔

"میاں کنچنا پوری میں نوکری۔ بے کسی نے ترمڑی ماری ہے تمہیں **بھینے** ابے کس۔
سن لیا کہ یہاں نوکری مل سکتی ہے۔ ماں اچھے بھائی کمرے کا کرایہ نقد دیا ہے کہ نئ
..........؟"

"جی ہاں ایک ہفتے کا کرایہ نقد دے دیا ہے" محمود نے اوپری ہونٹ بھینچ کر جواب دیا۔

"مولا خوش رکھے۔ دوسرے ہفتے میں کیا کرو گے..........؟"

"چار چھ قتل کر کے جیل چلا جاؤں گا وہاں رہائش بھی ملے گی روٹی بھی۔" محمود نے جواب
.... اور ہوٹل کے مالک کا منہ کھلا پھر بند ہوگیا .... پھر وہ خوفزدہ سے انداز میں
لگا پھر بولا۔

"ماں کائے کو مسخرے پن کی باتیں کررئے ہو۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ کہہ رہا ہو
.... یہاں نوکری نئیں ملے گی تمہیں ویسے تمہاری مرضی سے **بھینے**۔"

"آپ کا کیا نام ہے ....؟"

"شدن خان .... ولد عطن خان رمپوریئے ہیں ہم مگر یہاں بارہ سال ہوگئے۔ اللہ ک
فضل سے دال روٹی چل گئی ہے۔"

"آپ اطمینان رکھیں خان صاحب .... قتل کرنے کی ضرورت ہوئی تو آپ کو قت
نہیں کروں گا کرائے کے پیسے نہ ہوئے تو ہوٹل کا کمرہ چھوڑ دوں گا۔"

"مولا خوش رکھے بھائی میاں۔"

نچنا پوری چھوٹا سا خوبصورت علاقہ تھا۔ زندگی کے مسائل اپنی جگہ لیکن قدرت نے اپنے
ی فراخدلی سے اسے دیدیئے تھے محمود نے پورا علاقہ گھوم لیا اور اسے اندازہ ہوگیا کہ کچھ
ں آسانی سے گزارا جاسکتا ہے لیکن اس کے علاوہ یہاں کچھ نہیں ہے۔ بہرحال ایسے
اظر تھے کہ وہ ان میں کھوگیا۔ شام کو شدن خان آجاتے تھے مزے کا آدمی تھا اور دلچسپ
ا تھا۔ دو ہفتے یہاں گزر گئے پھر محمود نے یہ جگہ چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا۔ شدن خان سے
چھا تو وہ چونک پڑے۔

رہے **بھینے** .... کاں چلے ....؟"

کری کی تلاش میں یہاں واقعی نوکری نہیں ہے۔"

ن خان آرزدہ ہوگئے۔

بے کائے کو دل توڑ دیئے ہو.......... بڑی یاد اللہ ہوگئی ہے ایک بات کہیں برا تو نیئں
"

یں شدن خان .... کہیے "

ر اپنا دھندہ تو تمہیں معلوم ہے بس دال چٹنی ہو جاتی ہے بھائی اچھے اگر ٹیبلوں کا کام
ر تو مل جل کر گزار لیں گے۔ رہائش اور کھانا فری .... کوئی بھن کا بھیا ٹپ دیدے
ا تھوڑے بھوت پیسے ہم بھی دیدیں گے۔ دیکھو برا مت مانیو .... کوئی بڑھیا نوکری
ملے اس دن ہمیں بتا دیجیو خوشی سے مان لیں گے۔"

حمود نے کچھ سوچا .... پھر بولا۔" تمہارے اوپر بوجھ تو نہیں بنوں گا۔"

وسرے کو بھی دینا ہوتا ہے تمہیں دیدیں گے بوجھ کائے کا..........!"

ود نے ویٹر کا کام سنبھال لیا۔ عارضی فکریں تو دور ہوں ملک ستار اور گلاب کلی پرسکون ہو
ں کے بعد منزل کی تلاش میں نکلوں گا یہ وقت گزارنے کے لئے یہ جگہ بہترین ہے۔

☆ .... ☆ .... ☆

ستے میں روبینہ نے مختصرا حریم کو تفصیل بتا دی تھی' گو کہ مکمل وضاحت تو نہیں ہوسکی
لن تھوڑا بہت حریم کی سمجھ میں آگیا تھا۔ یہ بھی طے ہوگیا تھا کہ احتشام کا واقعہ گھر میں نہ
ئے خواہ مخواہ فضا مکدر ہو جائے گی' حریم نے یہ اطمینان تو دلا دیا تھا کہ غزالی صاحب سے کہہ
نام کا بندوبست کر دیا جائے گا اور روبینہ کو دوبارہ احتشام کی شکل نظر نہیں آئے گی۔ بہرحال
ے کچھ فاصلے پر دونوں رکشہ سے اتر گئیں۔ دروازہ کھلا تو زبیدہ حریم کو دیکھ کر ششدر رہ گئی
ں پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔ بینش اور سیما بھی زبیدہ کے پاس موجود تھیں۔ شانو'
لے ہوئے چھت پر چڑھی ہوئی تھی۔ حریم نے زبیدہ کو سلام کیا تو زبیدہ کی آنکھیں ڈبڈبا
.... آگے بڑھی اور حریم کا سر سینے سے لگا لیا۔ بینش اور سیما بھی دلچسپی سے حریم کو

دیکھ رہی تھیں اور دونوں ہی استقبالیہ انداز میں کھڑی ہوگئی تھی۔
حریم نے انہیں بھی اسلام کیا اور بولی ....
"آپ کا تعارف ہو چکا ہے مجھ سے' میرا نام حریم ہے اور میں روبینہ کی کزن ہوں۔"
"آیئے حریم بیٹھئے .... سیما نے کہا اور حریم بیٹھ گئی پھر وہ زبیدہ سے اس کی خی
معلوم کرنے لگی۔
"اماں امتیاز بھائی سے حریم کی ملاقات ہوئی تھی' انہوں نے ہمیں نہیں بتایا۔"
"کیا بتاتا بیچارہ حریم تم ٹھیک ہو..........؟"
"بہت زیادہ ٹھیک ہوں چچی جان' نوکری کر رہی ہوں" حریم نے جواب دیا۔
"ایں ....۔"
"جی ہاں' ایک رسالے کے دفتر میں' اللہ کا شکر ہے بڑی اچھی گزر رہی ہے۔"
"بھائی غلام حسین کیسے ہیں اور رحمت بی بی' سب لوگ ٹھیک ہیں نا۔" حریم بے اختیار
پڑی پھر بولی۔
"جی ہاں' ضرورت سے کچھ زیادہ ہی ٹھیک ہیں۔"
"کیا مطلب ....؟"
"مطلب اگر بتانا شروع کر دوں چچی جان تو کوئی ہرج نہیں ہے..........؟" زبیدہ نہ
والے انداز میں حریم کی صورت دیکھنے لگی تو حریم نے مسکرا کر کہا۔
"چلیں چھوڑیں' کیا باتیں لے بیٹھیں یہ بتایئے آپ لوگ خوش تو ہیں' امتیاز نوکری پر
گئے ہیں' سچ چچی جان اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کوئی نہیں ہے' میں آپ کو مبارک با
چاہتی تھی' لیکن ہمت نہیں پڑی' کیا کہا جائے چچی جان یہ بزرگ کبھی کبھی اس طرح چورا
مارتے ہیں کہ اولادیں بس سوچتی ہی رہ جائیں کہ کریں تو کیا کریں۔"
حریم ایک دم بدلی ہوئی محسوس ہو رہی تھی' پہلے وہ ایک شرمائی لجائی معصوم سی لڑکی لگتی
لیکن اب اس کے اندر اس قدر اعتماد بیدار ہوگیا تھا کہ حیرانی ہوتی تھی' روبینہ بھی مسکرا رہی
اس نے کہا۔ "اماں آپ باتیں کریں' میں حریم کے لئے چائے وغیرہ بناؤں۔"
"نہیں بھئی اس کی طلب نہیں ہو رہی ہے' تم کچن میں چلی جاؤ گی' تھوڑی دیر بیٹھو
چھوڑ دو چائے گھر جا کر پی لوں گی۔"
"نہیں بس ....؟"
"آپ بیٹھئے میں چائے بنا کر لاتی ہوں ...." بینش نے کہا اور منع کرنے کے باو
اپنی جگہ سے اٹھ گئی اب یہ گھر تو ان کے لئے مستقل ٹھکانہ تھا ہی' سیما' نوید کو لئے دودھ
چلی گئی' حریم نے مسکرا کر کہا۔
"دونوں بہت اچھی ہیں اور اب چونکہ میرے قدم اس جانب اٹھ گئے ہیں اور ایک مر
آنے کی جھجک ٹوٹ گئی ہے اس لئے میں اکثر آتی رہوں گی' یہ گھر تو میرے لئے بڑی اہ

" حریم کے ان الفاظ پر روبینہ اور زبیدہ دونوں ہی کچھ عجیب سی کیفیت کا شکار ہوگئیں
نے ہنس کر کہا۔
ھے چچی جان اب وقت ذرا سا بدل گیا ہے' میں نے اپنی وہ کینچلی اتار کر پھینک دی ہے'
مجھے لپیٹ دیا گیا تھا' نہ مجھ سے میری مرضی پوچھی گئی نہ کوئی ایسی بات ہوئی جس میں
بھی میرا نقطہ نظر سامنے آتا اس لئے اب میں بہت کھل کر بات کرنے لگی ہوں۔ چچی جان
سمجھتی ہیں کہ میں اپنے والد صاحب قبلہ کے طرز عمل سے متاثر ہوئی ہوں تو خدا کے
یہ خیال اپنے دل سے نکال دیجئے۔ ہاں روبینہ کے لئے میں افسردہ ہوں' لیکن بہت اچھا ہوا چچی
یقین کیجئے بہت ہی اچھا ہوا' بھائی جمال حسین روبینہ کے قابل نہیں تھے' جہاں تک میرا
کاش کوئی مجھ سے میری مرضی پوچھ لیتا' امتیاز کو میں نے ہمیشہ دوسری نگاہ سے دیکھا ہے۔
نے جب بھی ان کے بارے میں سوچا' آپ یقین کیجئے کھانا پینا مجھ پر حرام ہوگیا۔ چچی جان
اپنوں کو ہی ماریں۔ آپ خود سوچیے وٹے سٹے کے چکر میں بیچارے امتیاز ایک لنگڑی کا
ئے زندگی گزار دیتے' خدا کی قسم امتیاز جیسا شریف شخص کبھی زبان سے کچھ نہ کہتا۔ لیکن
ے لئے بھائی قربان ہو جاتا اور یہ اچھی بات نہیں ہوتی' میرے اور امتیاز کے درمیان دوستی
ن کا ایک رشتہ قائم' ہے اور رہے گا اگر وہ ہو جاتا جو آپ لوگ چاہتے تھے تو آپ یقین
نہ میں خوش رہتی نہ امتیاز۔"
یدہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے حریم کو دیکھ رہی تھی اس نے آہستہ سے کہا۔
کیا کہوں بیٹی اور کیا نہ کہوں' بہرحال رشتے آسمانوں میں بنتے ہیں۔ مجھے تو بھائی غلام حسین
کوئی گلہ نہیں ہے اگر چودھری صاحب زندہ ہوتے اور ان کے درمیان یہ مسئلہ کسی نہ
ل میں طے ہو جاتا تو بھلا کسی کو کیا اعتراض ہوتا' چلو اللہ جو کرتا ہے بہتر ہی کرتا ہے کیا ہو
'کیا کر رہے ہیں سب لوگ' بھائی غلام حسین تو ٹھیک ہیں نا۔"
بالکل ٹھیک نہیں ہیں۔" حریم نے کہا اور ہنس پڑی۔
کیا مطلب ....؟"
بڑے مزے کی باتیں ہوئی ہیں چچی جان' اب میں آپ کو سناؤں گی تو آپ کو بھی مزہ آ
گا۔"
خدا تجھے خوش رکھے بچی' بالکل ہی بدل گئی ہے' اوے میں تو تیری آواز بھی اب سن رہی
ورنہ کہاں کھلتی تھی میرے سامنے۔"
کہا نا چچی جان' کینچلی سے نکل گئی ہوں' غلام حسین صاحب کی کہانی ختم ہوگئی ہے۔
لڑکے کی شادی ایک مالدار گھرانے میں کر دی ہے اور مالدار گھرانے کی بہو بیٹے کو رخصت کر
لے گئی ہے اب نہ بیٹا ملتا ہے نہ بہو۔ بہو تو شروع سے ملی ہی نہیں مالدار گھرانے کی جو تھی۔
ان کے سارے خواب پورے ہوگئے' بیٹے کو بہت بڑا انعام دے دیا انہوں نے' لیکن خود اپنا
کو بیٹھے اب اٹھوائی کھٹوائی لئے پڑے رہتے ہیں کبھی بیٹے کو کوستے ہیں اور کبھی اپنے مقدر

کو۔"

"خدا خیر کرے شادی ہوگئی جمال حسین کی۔"

"ایسی ویسی کیا زبردست شادی ہوئی ہے' لیکن اس شادی میں جناب غلام حسین صاحب ایک معزز مہمان تھے اور۔اپنے معزز بیٹے کو رخصت کرنے کے بعد اب دن رات پڑے اسے ہمیں گالیاں دیتے رہتے ہیں۔" حریم نے کہا اور ہنس پڑی۔ روبینہ خاموشی سے اٹھ کر چائے چلی گئی تھی حریم نے کہا۔

"چچی جان! آپ سوچ رہی ہوں گی کہ میں کتنی بدتمیز ہوں' لیکن آپ کو تو یہ تفصیل بتا تھی البتہ آپ یقین کریں میں بڑی خوش ہوں' بھائی آدمی کو سمجھ کر بات کرنی چاہئے' میں کسی طور اس حیثیت کے قابل نہیں تھی اور خدا کا شکر ہے کہ یہ معاملہ خوش اسلوبی سے حل ہوگیا زبیدہ ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئی۔ بینش اور سیما نے جان بوجھ کر ان لوگوں کو تنہائی دی تھی چائے میں وہ بھی شریک ہوگئیں اور حریم کا ان سے مکمل تعارف کرایا گیا' لیکن پھر بھی کچھ باتیں رہ گئیں جن کے بارے میں فوری طور پر اسے بتانا ضروری نہیں تھا' البتہ روبینہ ان لوگ سے اتنی مخلص تھی کہ ان سے کچھ چھپا نہیں سکتی تھی۔ غرض یہ کہ حریم کافی دیر تک بیٹھی پھر کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھ کر بولی۔

"اچھا روبینہ اب اجازت دو.......... وقت زیادہ ہو جائے گا' پھر آؤں گی۔" چچی جان بڑا چاہتا تھا آنے کو .... اب راستہ کھل گیا ہے۔"

"میں رکشہ منگوائے دیتی ہوں" روبینہ نے کہا .... نکڑ سے رکشہ منگوایا گیا اور چلی گئی .... بہت سے خیالات دلوں میں چھوڑ کر۔

☆ .... ☆ .... ☆

زمان خاموش نظروں سے یار علی کا جائزہ لے رہا تھا۔ یار علی دیوار سے ٹکرا کر نیچے گر اس کے چہرے پر تکلیف کے ساتھ غصے کے آثار بھی نظر آئے تھے۔

"یہ پولیس ہیڈ کوارٹر ہے یہاں قانون کی رکھوالی ہوتی ہے لیکن جو شخص مجھے مار رہا ہے کا تعلق پولیس سے نہیں ہے اور ایک معزز افسر خاموشی سے یہ دیکھ رہا ہے۔"

"اس کے کہنے پر زبان کھول دو تو بہتر ہے یار علی.......... ورنہ میرا ہاتھ تم پر اٹھ گیا یہاں سے زندہ نہیں نکل سکو گے۔" زمان نے طیش میں آکر کہا۔

"کمال ہے صاحب .... ساری روایتیں آنکھوں کے سامنے آرہی ہیں مگر ہمیں پھانسی نہیں ہوگی نا ....!"

"یہ سب بعد کی بات ہے۔"

"نہیں ہم یہ کہہ رہے تھے کہ ہمارا کھاتہ بھی کھل گیا ہے۔ آپ بھی سن لیں ایس پی صاحب

ان کی عمر پوری ہوگئی۔" یار علی نے فیروز خان کی طرف اشارہ کر کے کہا اور فیروز خان نے بالوں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔

ار لے جوان جگہ جگہ کی بات ہے۔"

روز خان جنونی ہوگیا اس نے بری طرح یار علی کی دھنائی شروع کر دی۔ یار علی پٹتا رہا پھر باچھوں سے خون پونچھتا ہوا بولا۔ "ایک اجازت تو دیدو ایس پی صاحب ہم بھی نکال لیں۔ بلاوجہ یہ خود کو ہم سے طاقتور سمجھ لے گا۔"

یہ اجازت میں تمہیں دیتا ہوں یار علی۔"

تو پھر یہ لے جوان۔" یار علی نے پوری قوت سے فیروز خان کے پیٹ پر لات رسید کر دی روز خان تیار تھا۔ لات اس کے پیٹ پر نہ پڑی بلکہ اسے فیروز خان نے ہاتھوں میں سنبھالا ڑ کر یار علی کو زمین پر گرا دیا۔ پھر اسی ٹانگ پر اس نے بوٹ کی کئی ٹھوکریں ماریں اور اشت کے باوجود یار علی کے حلق سے چیخیں نکل گئیں۔ فیروز خان نے پھر اسے کھڑا کر دیا۔

ہاں .... شروع ہو جاؤ۔" فیروز خان بولا لیکن یار علی کھڑا نہ رہ سکا .... اور گر .... فیروز نے پھر اسے بالوں سے پکڑ کر کھڑا کیا اور بولا ۔ "اجازت مل گئی ہے .... ر یار علی .... چل حملہ کر نہیں تو ....!" فیروز نے پھر اسے کئی ٹھوکریں ماریں چیخنے لگا۔

بات یہاں تک پہنچ گئی ہے زمان صاحب تو اب مجھے اجازت چاہئے کہ اسے ختم کر دوں۔ یہ ٹا باہر گیا تو ہم دونوں کے لئے مشکل بنے گا۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی فیروز نے زمان کو آنکھ تھی زمان نے صورت حال کو سمجھ کر کہا۔

ٹھیک ہے اگر یہ زبان نہ کھولے تو تمہاری مرضی جو دل چاہے کرو .... ہم اسے مفرور یں گے کوئی روزنامچہ تو ابھی تیار نہیں ہوا ہے۔"

شکریہ ایس پی" فیروز بھی خونخوار انداز میں یار علی کی طرف پلٹا لیکن ان الفاظ پر یار علی کے پست ہوگئے وہ دونوں ہاتھ سامنے کر کے بولا۔

دیکھو .... ہماری کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے جرائم تو بہت سے لوگ کرتے ہیں تم انہیں مارتے۔ بولو کیا چاہتے ہو مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہو۔"

یہ دھندہ کب سے کر رہے ہو۔"

بہت عرصہ گزر گیا۔"

پشت پر کون ہے..........؟"

شریک کوئی بھی نہیں۔ بس ضرورت پڑنے پر بہت سے کام آ جاتے ہیں کوئی خاص نام نہیں کچھ لے اور کچھ دے پر بات چلتی ہے ان کے کام ہم کر دیتے ہیں .... ہمارے وہ۔"

باہر دستک ہوئی تو زمان نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روک دیا .... پھر دروازہ کھول کر باہر کی سے بات کی اور بولا۔ "ایک منٹ کے لئے باہر آؤ..........!" فیروز باہر نکل آیا تو زمان

نے کہا۔ "تم کام جاری رکھو اور سنو .... جذباتی نہ ہونا کام سمجھداری سے ہو جائے
ہے یہ بات ذہن میں رکھنا کہ ڈولی کا قاتل یہ نہیں ہے۔"
"میں خیال رکھوں گا .... اطمینان رکھو۔" فیروز نے جواب دیا اور واپس آکر دروا
کر دیا۔
"ہاں یار علی .... آگے بولو۔"
"مجھے بس ایک بات بتا دو" یار علی بولا۔
"ہوں ....پوچھو۔"
"تمہارا اس معاملے سے کیا تعلق ہے.........؟"
"میرا تعلق .... تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا یار علی .... یہ بتاؤ تم بھو
ساتھ مل کر ان عورتوں کو اغواء کرنے کی کوشش کیوں کر رہے تھے.........؟"
"ایں ....؟" یار علی حیرت سے بولا۔
"جواب دو۔"
"خدا کی قسم .... مجھے نہیں معلوم تھا کہ ان کا تم سے کوئی تعلق ہے تو یہ کھیل
سے شروع ہوا ہے۔"
"چالاکی دکھا رہے ہو .... وہیں سے واپسی پر تم فرار ہو رہے تھے کیونکہ بھولا
گرفت میں آگیا تھا۔"
"ہاں یہ سچ ہے .... میں نے سوچا کہ کہیں وہ مصیبت ہی نہ بن جائے بس میں
کر وہاں سے ایک اور اڈے پر جا رہا تھا۔"
"انہیں اغواء کیوں کر رہے تھے.........؟"
"دیکھو......... میں نام بتا بھی دوں تو تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا......... میری
یقین کرو۔"
"کیوں ....؟"
"اس لئے کہ جس کے لئے میں کام کر رہا تھا اس کا نام تمہیں معلوم ہو جائے تو تم اس
نہیں بگاڑ سکو گے۔ اول تو وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرے گا اور مجھے جھوٹا قرار د
گا......... دوسرے یہاں کوئی میری اور تمہاری بات نہیں مانے گا۔"
"نام بتاؤ ...."
"تمہاری مرضی۔ ملک ستار کو جانتے ہو۔ ملک ستار اور ملک جبار بھائی ہیں۔"
فیروز خان کی آنکھوں میں آتش فشاں ابلنے لگا......... اس نے غرا کر کہا "بولتے رہو
"اس کام کے لئے ملک ستار نے کہا تھا......... بھولا کو پتہ معلوم تھا وہ مجھے وہاں
تھا۔"
"ملک ستار کہاں ہے.........؟"

کانگ ....!" یار علی نے جواب دیا۔
ہڑی سے اتر رہے ہو۔"
یں سچ کہہ رہا ہوں .... اس نے مجھے ہانگ کانگ سے یہ ہدایت دی ہے۔"
تمہیں زندہ دفن کر دوں گا .... بتاؤ .... وہ کہاں ہے۔" فیروز خان کو اس
یقین نہیں آ رہا تھا اسی وقت .... دروازے پر دوبارہ دستک ہوئی اور پھر زمان اندر

ستار کا پتہ چل گیا ہے فیروز ...." اس نے کہا۔
ز زمان کی صورت دیکھنے لگا۔ زمان نے کہا "اس کے دوسرے اڈوں کی تلاشی مکمل ہوگئی
ئی افراد گرفتار ہوئے ہیں۔ منشیات کے ذخیرے بھی برآمد ہوئے ہیں۔ ایک اڈے سے یہ
ملا ہے جو اس کے نام ہے۔" زمان نے ایک خط فیروز کو دیا اور فیروز وہ خط پڑھنے لگا۔ خط
ہ کچھ بولنے ہی والا تھا کہ زمان بول پڑا۔
س طرح ہمارا یہ خیال تو غلط ثابت ہوگیا کہ وہ عورتیں ان کے گروہ سے تعلق رکھتی ہیں۔
ں ہے انہیں لاک اپ سے نکال دو۔"
روز نے زمان کو دیکھا تو زمان نے اسے آنکھ مار دی۔ فیروز فوراً بولا "ٹھیک ہے کسی غیر
آدمی سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ کیا ملک گروپ منشیات کی
کے سلسلے میں ان کی سرپرستی کرتا ہے۔"
یہ کیا کہتا ہے ....؟" زمان بولا
پوچھنا ہے اس سے۔" فیروز نے کہا اور یار علی کی طرف دیکھنے لگا۔
ہاں .... وہ میرے سرپرست ہیں میں انہیں کے بل پر کام کرتا ہوں۔"
ٹھیک ہے اسے لاک اپ میں بند کرائے دیتے ہیں۔ پھر انہیں دیکھیں گے۔" زمان نے کہا
نوں نے یار علی کے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ دیکھی جو ایک لمحے کے لئے آکر گم
تھی۔ زمان نے اپنے ماتحتوں کو بلا کر یار علی کے لئے ہدایات دیں دونوں وہاں سے نکل کر
کی طرف چل پڑے۔
زمان نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔" ہر چند کہ اصل مسئلہ محمود کی بھابی اور بہن کی وجہ
شروع ہوا ہے لیکن اب انہیں اس چکر سے محفوظ رکھنا ہے تو پھر انہیں سرے سے ہی نکال
ے بھی منشیات اتنی بڑی تعداد میں برآمد ہوئی ہے کہ نارکوٹکس والے حیران رہ جائیں گے۔
منشیات ہی کو بیس بنائے لیتا ہوں ویسے میرا دعویٰ ہے کہ ملک گروپ کم از کم منشیات کے
میں ملوث نہیں ہے۔"
"مجھے اندازہ ہے اس نے ہمیں مس گائیڈ کیا ہے تاکہ ملک گروپ کے سہارے یہ بھی گلو
ا حاصل کر لئے۔"
"سو فیصد یہی بات ہے اسی لئے میں نے اس تاثر کو ختم کرنے کی .... کوشش کی

تھی۔"

"میں سمجھ گیا تھا"

"لاؤ وہ خط نکالو .... تو ملک ستار ہانگ کانگ جا بیٹھا ہے۔" زمان نے کہا اور فیروز نے خط نکال کر میز پر پھیلا دیا۔ خط کو کئی بار پڑھا گیا ہانگ کانگ کے اس ہوٹل کے پتے کو خاص طور سے دیکھا گیا پھر فیروز خان بولا۔

"کیا خیال ہے میں ہانگ کانگ روانہ ہو جاؤں۔"

"کیا کرو گے............؟" زمان چونک کر بولا اور فیروز خان کے چہرے پر خوفناک تاثرا پھیل گئے۔

"وہ .... جو کرنا چاہتا ہوں۔"

"تمہاری عمر کا تقاضا۔ لیکن میں تمہیں کوئی حماقت نہیں کرنے دوں گا۔ ہر کام کے کچھ ق ہوتے ہیں حکومتی تعاون کے بغیر تم اسے گرفتار نہیں کرسکو گے کسی غیرقانونی عمل سے تم حکو ہانگ کانگ کے مجرم بن جاؤ گے اور لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ ہم اسے گرفتار بھی کریں .... سزا بھی دیں گے سب کچھ ہوگا لیکن طریقے کے ساتھ۔"

"صبر مشکل ہو رہا ہے زمان۔"

"میں جانتا ہوں اس کے باوجود صبر کرنا ہوگا۔ ملک ستار اکیلا اس کیس میں ملوث نہیں ملک جبار بھی برابر کا شریک ہے۔ دونوں مجرم ہاتھ آنے چاہئیں۔

"ایسا ہوسکے گا............؟"

"تاریخ گواہ ہے میری جان ورنہ نہ قانونی ادارے ہوتے نہ قانون۔"

"پھر اب ....؟"

"کچھ نہیں' یہ صرف منشیات کی اسمگلنگ کا کیس ہے اور کچھ نہیں اصل بات صاف ہو ہے آہستہ آہستہ کام جاری رکھیں گے اور پھر کامیاب حملہ کریں گے۔"

فیروز گہری گہری سانسیں لے کر خاموش ہوگیا تھا۔

☆ .... ☆ .... ☆

امتیاز ہانگ کانگ سے بنکاک آگیا اس کے کارکنوں نے مقامی کام بہتر طریقے سے سنبھال تھا یوسف' کریم بھائی' شوکت' اور نعیم اس کے خاص ساتھیوں میں سے تھے۔ اس گروپ نے ساکھ بنائی تھی۔ سب پڑھے لکھے جوان تھے اور خوش اسلوبی سے اپنا کام کرنا جانتے تھے امتیاز کی فطرت نے انھیں اس کا دوست بھی بنا دیا تھا۔ امتیاز سے بہت پہلے سے پھیری لگانے والے کا کرتے تھے جان پہچان کافی تھی چنانچہ کچھ نئے لوگوں سے رابطے ہوئے۔ امتیاز ہانگ کانگ واپس پہنچا تو شوکت اور نعیم نے اس کے سامنے کچھ نئی تجاویز پیش کر دیں۔ "چو نام" مارکیٹ

وک بیوپاری تھے جو امتیاز سے ڈیل کرنا چاہتے تھے اور چونکہ اس مختصر وقت میں اس کی ا بہت بہتر انداز میں سامنے آئی تھی اس لئے شوکت اور نعیم کی معرفت ان بیوپاریوں نے ے ملاقات کی اور بالآخر یہ طے پایا کہ وہ اسے کریڈٹ پر مال دیں گے جسے وہ ہینڈ بیگز کے لے جانے کے لئے بنڈل تیار کرائے گا اور کھیپیوں کے حوالے کر دے گا۔ اپنا منافع باقی ادائیگیاں کر دی جائیں گی اس طرح وہ خود کھیپیے کی بجائے کھیپیں لگوانے کا درجہ حاصل کرسکتا ہے۔ امتیاز نے غور کر کے اس صورت حال کو قبول کرلیا۔ بس ذرا رکار تھی' لیکن اس کے بعد ترقی کے بہترین راستے کھل جاتے اور جب اس وشت میں نکل تھا تو پھر اس سے گریز ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ امتیاز نے یہ کام شروع کر دیا بابے مارکیٹ اور ے مال منگا کر اس نے فوری طور پر اس کی پیکنگ شروع کرا دی اور اپنے قابل اعتماد ں کو اس میں شریک کرلیا کہ اکیلے یہ منافع کھانا نادانی ہوتی ہے اس طرح وہ کچھ زیادہ ہی ۔ ہوگیا۔ اپنے اس کام سے چند لمحات کے لئے فرصت نکال کر وہ دوسری باتوں کے بارے ی سوچ لیتا تھا محمود سے اسے دہرا لگاؤ تھا پہلا تو دوستی کا لگاؤ کہ یہ سچ تھا کہ محمود نے ہی ہانگ کانگ میں وہ مدد فراہم کی تھی جس کی بناء پر آج وہ بنکاک میں موجود تھا۔ ورنہ شاید ی مرحلے پر اسے ایسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا کہ ان سے نکل پانا اس کے لئے ممکن نہیں پھر یہ بھی تقدیر کا ایک دلچسپ کھیل تھا اور ایسے ہی کھیل انسانی زندگی میں خوبصورت گلکاریاں تے ہیں کہ سیما محمود کی بہن نکلی اور سیما امتیاز کے دل میں جاگزیں تھی۔ لیکن غم روزگار غم پر حاوی تھا' البتہ اطمینان کے ساتھ کہ آنے والا وقت زندگی میں بہتری پیدا کرے گا ...... البتہ محمود کی گمشدگی تشویشناک تھی اور استاد گلاب کلی نے جو کچھ بتایا تھا وہ الجھنوں کا ۔ لیکن بنکاک میں اپنے کاروبار کو بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا اس بار تو وطن واپسی میں بھی کافی ۔ لگ گیا تھا' حالانکہ زبیدہ وغیرہ کو بتا دیا تھا کہ اب ذرا مصروفیت بڑھ گئی ہے اس لئے جلدی ی آنا جانا نہیں ہوسکے گا لیکن موجودہ صورتحال اس سے بھی زیادہ قابل غور تھی' کیونکہ اب تو ا بنکاک میں قدم جمائے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا تھا' جو ذمہ داری اس نے قبول کرلی تھی وہ نہایت فع بخش اور ترقی کی جانب لے جانے والی تھی لیکن اس کے لئے اس کی اپنی موجودگی بڑی ری تھی کیونکہ یہی کامیابی کا راز تھا .... لیکن پھر بھی اس نے وقت نکال ہی لیا اب ذرا ر واپس جا کر والدہ اور بہنوں کو مکمل طور سے اس بات سے آگاہ کرنا ضروری ہے کہ اس کی ی اب طویل عرصے کے بعد ہوا کرے گی لیکن بہت جلد وہ اپنے اہل خاندان کے لئے وہ مقام ل کر لے گا جس میں اسے آسانی ہو جائے اور وہ اپنی بہنوں کا بہتر مستقبل تلاش کرے اور ہ اپنے لئے بھی کچھ نہ کچھ ضرور کرے .... بہرحال بہت سی الجھنیں بھی تھیں بہت سی مانیاں بھی۔

گھر واپس پہنچ گیا اور گھر کے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ کھولنے والی شانو تھی' امتیاز کو ہ کر خوشی سے دیوانی ہوگئی' ایک نعرہ باہر لگایا اور ایک اندر جا کر اور اس کے بعد سب ہی باہر

نکل پڑے۔ لیکن باہر آنے والوں میں بینش اور سیما کو دیکھ کر امتیاز کو ایک خوشگوار حیرت کا
ہوا۔ ماں سے ملا' بینش کو سلام کیا' سیما سے خیریت پوچھی' روبینہ اور شانو کو گلے لگایا اور خو
میں گھرا ہوا اندر جابیٹھا۔ بینش اور سیما کے چہرے پر ایک عجیب سی خجالت نظر آرہی تھی' ا
ان کی خیریت پوچھی تو زبیدہ نے کہا۔

"ہاں بیٹا خیریت سے ہیں .... میں نے انہیں یہیں بلالیا ہے' اکیلی وہاں پڑی رہتی
ہزار مشکلات ہزار الجھنیں' بھلا کیسے چھوڑ سکتی تھی انہیں وہاں ....؟"

"ارے کیا واقعی' بھابی اور سیما نے اس عقلمندی کا اظہار کر دیا ہے میں تو بہت پہلے یہ
لیکن ہمت نہیں پڑتی تھی' سوچتا تھا کہ کیا کہیں گی' ہمارا گھر نہیں ہے کیا' ہم تمہارے در پر
آپڑیں۔ حالانکہ ایسی بات نہیں ہے بھابی محمود میرا جتنا پیارا دوست ہے اور آپ لوگوں سے
جتنا لگاؤ ہے اس کے تحت میں یہ کہہ سکتا تھا لیکن ذرا کم ہمت ہوں۔"

"محمود کے الفاظ نے بینش اور سیما دونوں ہی کو سہارا دیا' کوئی ایسی بات نہیں کہی تھ
سے توہین کا احساس ہو بلکہ بے پناہ خوشی کا اظہار کیا گیا تھا' چنانچہ ان کی ہمت بندھی۔ بینش
کہا۔

"بھیا ہم پر زمین تنگ کر دی گئی ہے ان کم بختوں نے ہمارا ناک میں دم کر دیا ہے۔"

"کس نے بھابی' مجھے نام بتایئے..........."

"کسی کا نام نہیں بتاسکتے بس' اللہ ہی بہتر جانتا ہے نجانے کیا ہوا ہے ہمارے ساتھ۔"
ساری تفصیل امتیاز کو بتائی گئی اور امتیاز پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا سوچنے لگا کہ محمو
بارے میں انہیں کیا بتائے اور کیا نہ بتائے۔ یہ بے چارے تو خود ہی مشکل کے مارے تھے لی
کیا قصہ تھا' کون لوگ تھے جو انہیں اغواء کرنا چاہتے تھے ملک ستار تو اب بھی ہانگ کانگ
موجود تھا اور واپس نہیں آیا تھا لیکن بینش نے محمود کا خط امتیاز کو دیا اور یہ امتیاز کی دوسری
مشکلات کا حل بھی تھا اس نے محمود کا خط تفصیل سے پڑھا اور بہت سے نتیجے اخذ کرنے لگا ا
سے اسے تمام تر صورت حال کا احساس ہو رہا تھا۔ ہرچند کہ محمود نے اپنے اس خط میں اب
پتہ نہیں چلنے دیا تھا کہ یہ خط اس نے کہاں سے لکھا ہے اور اپنے بھائی ریاض کے پاس جا
اظہار کر کے اس نے یہ بھی ظاہر کر دیا تھا کہ وہ زیادہ عرصے تک غائب رہے گا۔ یہ بہت
سوالات اس کے ذہن میں گردش کر رہے تھے لیکن ان کا جواب ان خواتین سے لینا مشکل تھا
سیما کو اپنے اتنے قریب محسوس کر کے وہ ایک عجیب سی کیفیت محسوس کر رہا تھا' رات کے
پر سب لوگ یکجا تھے۔ صبح کا ناشتہ ساتھ ہی تھا اور اس کے بعد پورا دن اتنی یکجائیت لاتعداد
کا باعث تھی' زبیدہ نے حریم کی آمد کے بارے میں بتایا اور روبینہ پوچھ بیٹھی۔

"وہ کہیں آپ سے ملی تھی بھیا ....؟"

"ہاں .... حریم نے واقعی اپنے آپ کو ایک دم بدل لیا ہے بہت ہی مختلف نظر آ
تھی گو میری ملاقات طویل نہیں رہی .... لیکن میں نے محسوس کیا کہ اس نے اپنے آ

نظم کرلیا ہے۔"
ملازمت کرنے لگی ہے اور اچھی ملازمت ہے۔" پھر زبیدہ نے غلام حسین کے گھر کی
ت بتائیں اور امتیاز پھیکی سی ہنسی کے ساتھ خاموش ہوگیا۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس
ا۔

"چچا غلام حسین بے چارے خود اپنے ہی جال میں پھنس گئے' لیکن ہمیں کیا ہر گھر کے اپنے
معاملات ہوتے ہیں' بہرحال ان کی کہانی ہمارے ہاں سے ختم ہوگئی ہے حریم اچھی لڑکی ہے۔
ی آجایا کرے تو آپ لوگ اس کی خاطر مدارت کر دیا کریں کوئی ضرورت ہو تو بے شک
کردیں۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

"ہاں بیٹا تم ٹھیک کہتے ہو وہ کہانی اب واقعی ختم ہوچکی ہے۔"
سیما کی قربت سے زندگی کا لطف حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے امتیاز نے انہیں سیر
نے کی پیش کش کر دی۔ واپس جانا تھا' یہی لمحات ساتھ لے جانے ہوں گے تاکہ تنہائیوں میں
رت یادیں ذہن و دل میں ساتھ ساتھ رہیں۔ شانو تو یہ سن کر اچھل ہی پڑی کہ سب لوگ
رک جارہے ہیں۔ امتیاز نے تیاریاں کرلی تھیں بینش اور سیما عجیب سی کیفیت کا شکار تھیں۔
دوسرے کا گھر تھا اور یہاں بڑے آرام سے رہ رہی تھیں لیکن ذہن پر بوجھ تو تھا وسیع و
جلو پارک میں امتیاز اس موقع کا متلاشی رہا کہ سیما کے ساتھ کچھ تنہائی مل سکے۔ دوسرے
کو تو یہ احساس نہیں تھا لیکن وقت نے یہ لمحات مہیا کر دیئے شانو بینش اور روبینہ کے ساتھ
نے نکل گئی تھی۔ زبیدہ آرام سے بیٹھی ہوئی تھی اور سیما اتفاق سے کچھ الگ ہوگئی تھی اسی
امتیاز اس کے پاس پہنچ گیا' یوں لگا جیسے سیما اس کی خواہش مند ہو' اس کے چہرے پر دل آویز
راہٹ پھیل گئی اور اس نے محبت بھری نگاہوں سے امتیاز کو دیکھا ان نگاہوں میں جو سکون اور
بت تھی اس نے امتیاز کے دل میں لاتعداد گلاب کھلا دیئے۔

"یہ میری آرزو تھی سیما کہ تھوڑی سی تنہائی نصیب ہو۔"
سیما نے مسکرا کر اسے دیکھا .... پھر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ امتیاز نے کہا۔ "سب لوگوں
مجھ سے تعاون کیا ہے۔"

"آپ کی فرمائش پر ....؟"

"نہیں شاید میرے دل کی آواز سن لی تھی انہوں نے۔" سیما ہنس پڑی پھر بولی۔ "نجانے ایسی
تمنا کیسے کرلی جاتی ہیں ....؟"

"خودبخود ہو جاتی ہیں سیما۔ سیما میں کچھ کہنا چاہتا ہوں وقت نہیں ہے میرے پاس۔ بھروسہ
ہے وقت پر کہ اس کے بعد بھی وہ مجھے اس کی اجازت دے گا۔ سیما اس دن جب مجھے پاگل
کر آپ لوگ بھاگ نکلی تھیں' میرا کچھ آپ کے پاس رہ گیا تھا اور وہ آج تک ہے' یہ الگ
ہے کہ میں نے اس پر کبھی اپنا دعویٰ نہیں کیا تھا .... میں جانتا تھا کہ جو کچھ میں آپ کو
بیٹھا ہوں آپ کو اس کی خبر بھی نہیں ہوگی اور اس دیئے کی کوئی پذیرائی نہیں ہوگی لیکن

وقت نے میری تھوڑی سی پوزیشن صاف کر دی ہے آپ کی نگاہوں میں اس کے باوجود م
آپ کے درمیان اتنے فاصلے رہے اور ہیں کہ شاید بہت کم موقع مل سکے مجھے آپ سے
بات کہنے کا' سیما میں آپ سے محبت کرنے لگا ہوں' میں یہ نہیں کہتا کہ آپ جوابی طور پر
کریں' بس آپ تک یہ خبر پہنچا دینا چاہتا تھا۔"

الفاظ جو کچھ بھی تھے لیکن انداز جو کچھ تھا اس نے سیما کو ہنسنے پر مجبور کر دیا اور اۃ
دیکھنے لگا پھر بولا۔

"ہنسی خوشی کی علامت ہے لیکن مذاق اڑانے کے لئے بھی ہنسا جاتا ہے۔ کم از کم اتنا
کہ مذاق اڑا رہی ہیں میرا..........؟"

"نہیں آپ نے یہ کیسے سوچ لیا لیکن آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ بڑے مزے
ہے۔"

"یعنی یہ کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں..........؟"

"نہیں آپ کے کہنے کا انداز"

"ناپسند ہے..........؟"

"نہیں بس.........."

"سیما کیا مستقبل میں کسی شریفانہ طریقے سے آپ کی قربت کی آرزو
ہوں..........؟"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ؟"

"برا مان رہی ہیں..........؟"

"نہیں نا.........."

"تو پھر..........؟"

"یہ سب میرے سوچنے اور میرے کرنے کے کام ہیں کیا؟"

"نہیں.......... محمود میرے دوست ہیں دل و جان سے چاہتا ہوں انہیں بھی......
دوستی اور کچھ ان کا آپ سے رشتہ' سیما اگر میں وقت ملنے پر اظہار دل کر دوں تو آپ کو
تو نہیں ہو
گا..........؟"

سیما نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا پھر بولی۔ "آپ وقت کی کمی کا رونا رو چکے ہیں اس
آپ کو پریشان نہیں کروں گی.......... ہاں اگر بھیا بھابی خوشی سے تیار ہوگئے تو میری خو
ٹھکانہ نہیں ہوگا۔"

یہ الفاظ کسی آبشار سے گرتے ہوئے مترنم پانی کی آواز تھے' امتیاز ان میں کھو کر رہ گیا
کی آمد نے اسے خوابوں سے چونکا دیا۔

"جلدی آیئے سیما باجی' جلدی آیئے امتیاز بھیا.......... ذرا دیکھئے وہاں کتنا خوبصور

ارے توبہ اتنا خوبصورت ہرن تو میں نے اپنی کتابوں میں بھی نہیں دیکھا' آیئے نا..........۔"
ما کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹنے لگی اور سیما اس کے ساتھ چل پڑی.......... امتیاز بھی اس کے ساتھ
ہی تھا۔

یہ ایک حسین دن تھا جس نے واقعی زندگی میں نئے چراغ روشن کئے تھے بہرحال یہ دن برق
ی سے گزر گیا اور واپسی ہوگئی' سب ہی کے چہرے خوشی سے گلنار تھے اس سے پہلے بھی کئی
ہانگ کانگ اور بنکاک سے آچکا تھا لیکن اس بار گھر میں جو بہار آئی تھی.......... وہ اس
یروں میں بیڑیاں بن رہی تھی.......... لیکن بالآخر جانا تھا ابھی نئے نئے کام کا آغاز ہوا تھا
...... ساری باتیں اپنی جگہ لیکن امتیاز نے اسے حقیقتوں سے دور رکھا تھا.......... واپسی کی
ں ہونے لگیں اور واپسی کا احساس تو امتیاز کے دل میں ہی تھا لیکن سیما کے چہرے سے اس کا
ر ہو رہا تھا اور امتیاز اس اظہار کو محسوس کر رہا تھا مجبوری۔ اب تو اتنا موقع بھی نہیں مل رہا تھا
وہ سیما سے تسلی کے کچھ الفاظ ہی کہہ سکتا اس نے سیما کے انداز میں وہ محبوبیت پوری طرح
ں کی تھی وہ کسی اپنے سے ذہنی رابطے کے بعد خودبخود وجود میں اتر آتی ہے۔ بہرحال اسے
ہ تو ہونا ہی تھا اور تقریباً تمام ہی تیاریاں مکمل ہوچکی تھیں۔ ٹکٹ کنفرم کرانے اور کمال الدین
، ملنے کے لئے وہ گھر سے باہر نکلا اور اپنے مخصوص انداز میں چلتا ہوا پیدل ہی بہت دور تک
آیا۔ وہ خان صاحب اپنی جگہ موجود نہیں تھے جو اس کے بہترین دوست تھے۔ نجانے کہاں
گئے تھے کسی سے معلوم بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ویسے بھی وہ کبھی کبھی اپنے شہر جایا کرتے
۔ امتیاز فٹ پاتھ پر چلا جا رہا تھا کہ کسی نے اسے آواز دے کر روکا۔

"آپ کا نام امتیاز ہے..........؟" امتیاز نے پلٹ کر دیکھا ایک اجنبی صورت نگاہوں کے
نے تھی قدر آور شخصیت نوجوان اور خوبصورت نجانے کیوں امتیاز کو ایک ہلکا سا احساس یہ ہوا
اس نے اس شخص کو کہیں دیکھا ہے۔ وہ چند قدم آگے بڑھا اور مسکراتا ہوا بولا۔

"اس طرح آپ کو سڑک پر روکنے کے لئے معافی چاہتا ہوں' لیکن آپ کا کچھ وقت لینا بڑا
دری ہے میرا نام فیروز خان ہے۔"

☆.......... ☆.......... ☆

جمال حسین کو زندگی کے تمام عیشات حاصل ہوگئے تھے شاندار بنگلہ جس میں وہ تنہا اپنی بیوی
کے ساتھ رہتا تھا۔ ہر کام کے لئے ملازم' دفتر جانے کے لئے کار.......... اور پھر دفتر میں اسے
مقام حاصل تھا وہ بھی دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ خود ملازمت کرتا تھا اور ملازمت کرنے والوں
ذہنی کیفیت سے واقف تھا۔ اب وہ باس تھا بہت سے اسٹاف کا اور اس کی جس طرح عزت کی
تی تھی وہ اسے بہت بھلی لگتی تھی۔ لیکن اس کی تنہائیاں بے سکون تھیں' ان تمام چیزوں کو
کھنے والا کون ہے غلام حسین' حریم' رحمت بی بی جس نے ہمیشہ اسے بڑا آدمی بننے کی دعائیں دی

تھیں۔ ماں باپ بھی اتنے معصوم ہوتے ہیں اپنی محبت میں ایسی دعائیں مانگ بیٹھتے ہیں جو ان
حق میں بہتر نہیں ہوتیں بڑا آدمی بن کر وہ ان سے کتنا دور ہوگیا ہے۔ دیکھ کر خوش ہونے وا
میں کوئی بھی تو نہیں رہا' چاند سی بہو کی آرزو کرتے ہیں یہ لوگ اور چاند سی بہو بیٹے کو چاند
لے جاتی ہے اور اس کے بعد ان کے پاس حسرتوں کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ یہ سب کچھ ے
وہ نہیں ہے جو ہوش کے پہلے لمحے سے اس وقت تک ساتھ رہے تھے جب تک نورین زندگی
شامل نہیں ہوئی تھیں۔ نورین عیش پسند تھی شادی ہونے کے بعد اس کے مشغلے بدل گئے
بارہا جمال حسین نے محسوس کیا تھا کہ بڑی بڑی پارٹیوں میں جب نورین اس کے ساتھ شریک
ہے تو اس کی حیثیت ہمیشہ دو نمبر کی ہوتی ہے نورین اور بابو ارشاد کے تمام ہی شناسا یہ بات ج
تھے کہ بابو ارشاد نے بیٹی کے لئے ایک نوجوان خرید لیا ہے اور اسے شوہر کے طور پر بخش
ہے.......... نورین کا انداز بھی ایسا ہی ہوتا تھا۔ عام حالات میں تو وہ جمال سے ذرا بہتر انداز
گفتگو کرلیا کرتی تھی لیکن اپنی دوستوں کے سامنے ہوتی تو اس طرح اترا کر جمال کو احکامات
تھی' وہ سوچتا تھا کہ صرف ایک اعلیٰ درجے کے ائیرکنڈیشنڈ کمرے میں سونے کے لئے' ائیرکنڈ
کار میں سفر کرنے کے لئے' ایک دفتر میں ملازموں کا سلام لینے کے لئے اس نے اپنی شخصیت
کس قدر ہلکا کرلیا ہے کہ کوئی اسے صرف اپنے استعمال کی چیز سمجھتا ہے اور ماں باپ اتنی دور
گئے ہیں کہ اب ان کا تصور بھی عجیب لگتا ہے' اکثر کبھی کبھی رات کی تنہائیوں میں وہ ماضی
میں کھو جاتا تھا اور اس وقت ایک ایک کردار اس کی نگاہوں کے سامنے آ جاتا تھا۔ اپنی
کارروائیوں کا احساس بھی ہوتا تھا' کئی بار چودھری نواز اور اس کے گھرانے کے بارے میں
سوچا تھا اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ روبینہ سے اسے بہت زیادہ ذہنی لگاؤ نہیں تھا..........
بارہا اس نے روبینہ کے سامنے بیٹھ کر اسے جھوٹے دلاسے دیئے تھے اور یہ ظاہر کیا تھا جیسے
والدین کے کئے ہوئے فیصلوں سے کوئی اختلاف نہ ہو۔ چودھری نواز بہت اچھا انسان تھا زبیدا
بڑی محبت سے پیش آتی تھیں۔ روبینہ کی گھٹی گھٹی آنکھوں میں بھی اس کے لئے پسندیدگی کا
ہوتا تھا لیکن اس نے ہمیشہ غلام حسین سے تعاون کیا یہاں تک کہ اس مظلوم خاندان کی زمین
پیسہ بھی یہ لوگ کھا گئے۔ جب یہ تمام باتیں سوچتا تو جمال حسین کو غصے کا احساس ہوتا' کہ
شخص نے ہمیشہ ہی گھر پر ایک نامناسب حکمرانی قائم رکھی تھی۔ ہمیشہ اپنے مفاد کے بارے میں
تھا حریم بیچاری بھی غلام حسین کے غلط فیصلوں کا شکار ہوگئی تھی امتیاز نے انکار تو نہیں کیا تھا
شادی سے' وہ بھی ٹھکانے لگ جاتی اور اب .... اب غلام حسین کیا کریں گے۔ یہ را
بند ہوگیا۔ یہ تمام سوچیں جب ذہن میں جاگزیں ہوتیں تو دل کو ایک شدید جھنجھلاہٹ کا اح
ہوتا تھا اور اس کے بعد اس کا دل چاہتا تھا کہ اپنے ماحول سے بغاوت کر دے' نورین سے
جھنجھلایا جھنجھلایا رہتا تھا۔ ایسی ہی ایک رات گزری تھی اور اتفاق یہ تھا کہ دوسرا دن چھٹی کا
تھا.......... دفتر بند تھے اور اسے گھر پر ہی رہنا تھا۔ صبح کا آغاز ہوگیا۔ ملازم نے چائے کی
پیش کی' نورین سو رہی تھی' بہت دیر تک وہ نورین کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا اور پھر اس

کا کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھا تو وہ لڑھک کر نیچے جاگرا اس کی آواز سے نورین کی آنکھ کھل گئی
نے گردن گھما کر ادھر دیکھا اور ناخوشگوار لہجے میں بولی۔"
"یہ کیا شور مچا رکھا ہے تم نے' سونے بھی نہیں دیتے ٹھیک سے' ابھی کیا وقت ہوا ہے' میری
ٹوٹ گئی اب دن بھر سر میں درد رہے گا۔"
"دیوار پر لگی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھو جاگنے کا وقت ہوگیا ہے..........!"
"ہاں بے وقوفوں کے جاگنے کا۔" نورین نے جواب دیا۔
"گویا تم مجھے بے وقوف کہنا چاہتی ہو..........؟"
"میں کہتی ہوں کر کیا رہے تھے..........؟"
"چائے پی رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ بیگم صاحبہ بھی جاگ جائیں تو چائے پی لیں۔"
"اُفوہ کیا بدذوقی ہے میری خوب صورت نیند توڑ دی"
"تو پھر ایسا کرو نورین کہ میرا بیڈ روم بدل دو میں تو خود بھی تنہا کمرے میں الگ سونا چاہتا
ں۔"
نورین نے چونک کر اسے دیکھا' تھوڑی سی کھسکی' تکیئے سے لگی اور جمال حسین کو بغور دیکھتی
ں۔ پھر بولی ....
"خوشی سے سوسکتے ہو میں نے کب منع کیا ہے' تم کیا سمجھتے ہو' تم اتنی ہی دلکش شخصیت کے
ں ہو کہ میں تمہاری قربت کے لئے بے چین رہوں جمال حسین صاحب ہوش کی دوا کیجئے۔
لتے ہوئے سوچ سمجھ لیا کریں آخر یہ مجھ سے الگ ہونے کی آرزو آپ کے دل میں کیسے پیدا
ئی۔"
"اس لئے محترمہ نورین کہ میں آپ کے یہ نخرے برداشت نہیں کرسکتا۔ میں جاگا ہوا ہوں
ر جاگنے کا صحیح وقت ہے آپ محو خواب ہیں اور اس بات پر ناراض ہوئی ہیں کہ میں کیوں جاگ
یا۔"
"میں اس بات پر ناراض نہیں ہوئی کہ آپ کیوں جاگ گئے اس بات پر ناراض ہوں آپ
ے کہ ذرا آداب سیکھئے' برتن اس طرح نہیں پھینکے جاتے۔"
"آپ بہت ادب و آداب سے واقف ہیں' مجھے اس کا بخوبی اندازہ ہے۔"
"نہیں ہے آپ کو اندازہ .... آپ صرف اپنے معیار کے مطابق سوچتے ہیں۔"
"نورین دماغ درست نہیں ہے کیا۔"
"ہوش و حواس قائم کرو اگر ابھی تک نیند میں ڈوبی ہوئی ہو تو جاؤ واش روم میں جا کر اپنے
پ کو درست کرو' شوہروں سے بات کرنے کے یہ طریقے نہیں ہوتے۔"
"شوہر سے بات کرنے کے طریقے .... ٹھیک ویری گڈ .... ویری گڈ..........
ٹر جمال حسین کیا رات کو کوئی بھیانک خواب دیکھا ہے آپ نے۔ کچھ زیادہ دماغ اونچا نہیں ہو
ہلے آپ ایسا کریں فی الحال یہاں سے کہیں چلے جائیں تاکہ آپ آگے نہ بڑھیں۔ سمجھ رہے ہیں

آپ۔ بہتر ہے کہ مجھے مزید کچھ سمجھانے پر مجبور نہیں کریں۔" نورین نے چادر پھینکی' بستر سے پاؤں نیچے اتارے اور تیزی سے چلتی ہوئی واش روم میں جاگھسی۔ جمال حسین کے تن بدن میں آگ لگ رہی تھی۔ وہ نورین کے زہریلے الفاظ پر غور کر رہا تھا۔ اس سے زیادہ توہین اور کیا ہوسکتی ہے اس سے زیادہ بے عزتی اور کیا ہوگی۔ چند الفاظ میں اس نے جمال حسین کی پوری تصویر کھینچ کر اسکے سامنے رکھ دی تھی۔ لیکن اس تصویر سے منحرف بھی نہیں ہوا جاسکتا تھا۔ بات تقریباً سچ ہی ہے' وہ غصے سے جھلتا ہوا اس کمرے سے ہی نکل آیا اور اس خوبصورت کوٹھی کے ایک دور افتادہ حصے میں جا بیٹھا۔ کیا کروں' کیا کرنا چاہئے مجھے' ایک طرف غلام حسین بھی شدت پسندی پر آمادہ ہوگئے ہیں' گھر میں داخلہ تک ممنوع قرار دے دیا ہے انہوں نے میرا اور ادھر یہ بے سکونی بے عزتی۔ وہ جانے کب تک بیٹھا جھلتا رہا' سوچتا رہا۔ آج ماں باپ اور بہن کچھ زیادہ ہی یاد آ رہے تھے بہت غور و خوض کرنے کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ وہاں جائے گا دماغ ٹھنڈا رکھے گا۔ غلام حسین سے گفتگو کرے گا۔ کوئی بہتر حل نکالے گا اس سلسلے میں نورین کی بدتمیزی حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اسے کنٹرول میں آنا ضروری ہے ورنہ کچھ غلط بھی ہوسکتا ہے۔

دوسرے واش روم میں جاکر اس نے غسل کیا۔ لباس وغیرہ تبدیل کیا اور پھر نورین سے ملے بغیر کوٹھی سے باہر نکل آیا۔ باہر جانے کے لئے اس نے گاڑی بھی نہیں لی تھی۔ تھوڑے فاصلے پر جاکر ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر چل پڑا۔

☆ .... ☆ .... ☆

محمود کو کبھی کبھی ہنسی آنے لگتی تھی اس چھوٹی سی سرائے میں وہ بیرے کا کام کرتا تھا۔ مستقبل کے لئے نہ جانے کیسے کیسے خواب سجائے تھے اور یہ ان خوابوں کی حسین تعبیر تھی۔ لیکن ہر حال میں خوش رہنے کا نسخہ سب سے بہتر ہوتا ہے وقت کے فیصلوں کو ماننا ہی پڑتا ہے وقت نے ایسے بہت سے فیصلے کر دیئے تھے جو خوشگوار نہیں تھے۔

"ماں بھینے.......... جوانی ایسے ہی کاٹ دو گے۔" شدن خان نے ایک دن موڈ میں کہا۔

"جوانی.......... محمود ہنس پڑا

"ماں ایسے تو نہ کہو .... مولا کے کرم سے انگارے ہو رہے ہو پورے کے پورے .... برے دھندوں میں بھی نئیں ہو۔ اکیلے کیسے جیئو گے..........؟"

"جی رہا ہوں خان صاحب۔"

"بات سنو ہماری کہیں دل وِل لگ جائے تو مولا قسم میرے کو بتا دیو .... تیرا بڑا بن کر بیاہ لاؤں آں .... قول نبھا کر دکھا دوں گا مردوں کی طریوں۔"

"شکریہ شدن بھائی.......... دل لگا تو ضرور بتا دوں گا۔"

"کیا بتاتا شدن خان کو .... جس سے دل لگا تھا وہ جاچکا تھا اور اب جینے کے بہانوں کے

چارہ نہیں تھا۔

شام ایک گاہک آیا تھا جوان آدمی تھا کافی اسمارٹ نظر آتا تھا۔ اس پائے کا نہیں تھا کہ ...وں پر قیام کرے۔ شدن خان کے پاس آکھڑا ہوا۔

رہنے کی جگہ ملے گی..........؟" اس نے کہا۔

کلیجے میں پیارے بھائی' کوئی منع کرنے کی بات ہے۔"

تو مجھے جگہ دیدیو .... پیسوں کی فکر مت کرو..........؟"

فکر کرتے تو لکھ پتی ہوتے پیارے .... ماں بھائی بننے .... جگہ دکھا دو دکھا دو

اں کو کیا نام ہے شہزادے ....؟"

نام .... پیٹر۔" اس نے جواب دیا محمود کو فوراً اندازہ ہوگیا کہ اس نے غلط نام بتایا ہے ...ے اس سے غرض نہیں تھی البتہ شدن خان نے چونک کر کہا تھا۔

عیسائی ہو بچے ....؟"

تمہیں کوئی اعتراض ہے ....؟" وہ مسکرا کر بولا۔

مجھے کاہے کو اعتراض ہوتا۔"

پھر جگہ بتا دو باقی سب ٹھیک ہے۔"

یقیناً یہ جگہ آپ کے قابل نہیں ہے۔" کمرہ دکھاتے ہوئے محمود نے مسکرا کر کہا اور پیٹر کراسے دیکھنے لگا پھر مسکرا کر بولا۔

جگہ تو تمہارے قابل بھی نہیں ہے دوست مگر تم بھی گزار رہے ہو نا.......... چلو چھوڑو ٹھیک جگہ ہے مجھے ایسی ہی جگہ چاہئے تھی۔"

محمود ایک لمحے کے لئے چونکا پھر اس نے خود کو سنبھال لیا اور بولا۔ "کھانے وغیرہ کے لئے کوئی ...ن..........۔"

"جو خود کھاؤ مجھے بھی کھلا دیا کرو' البتہ اگر چائے اچھی مل جایا کرے تو کیا بات ہے اور ہاں ...ا کا مالک اچھا آدمی ہے پیسوں وغیرہ کی بات بھی نہیں کی اس نے۔ سنو یہ پیسے رکھو جو مانگے ...۔ مجھے کئی دن یہاں گزارنے ہیں .... او کے۔"

"جی سر..........!"

شدن خان ہر حال میں مست آدمی تھے اسے کوئی پروا نہیں تھی لیکن محمود کو اندازہ ہوگیا تھا پیٹر اس کا جو بھی نام ہے بہت تیز آدمی ہے اس نے ایک لمحے میں محمود کو تاڑ لیا تھا۔

"کھانا کون پکاتا ہے" رات کے کھانے کے بعد اس نے پوچھا۔

اس گھر کا مالک۔

"واہ.......... اچھا کھانا ہے تمہیں کس وقت فرصت مل جاتی ہے۔"

"ہر وقت فرصت ہے۔"

"رات کو جب سونے جاؤ تو کچھ دیر کے لئے میرے پاس آجانا باتیں کریں گے۔" رات کو

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔" میں نے تمہارے بارے میں غلط تو نہیں کہا تھا پڑھے لکھے آ
معلوم ہوتے ہیں لیکن تعجب کی بات نہیں ہے۔ کنچنا پوری میں ہی نہیں' بلکہ بنکاک کے ،
سے نواحی علاقوں میں جیسے پتایا' بینچ' چنگ مائی' پسنی کان' وغیرہ میں بیشمار پاکستانی' بنگلہ دیش
انڈین اسی طرح اپنوں کا شکار ہو کر بیرے' کک اور گائیڈ کے کام کر رہے ہیں اس امید پر
بالا آخر کوئی ٹوپی باز انہیں باڈر عبور کرا کے آسٹریلیا اور جاپان بھجوا دے گا لیکن ان بدنصیبوں کو
نہیں معلوم کہ آسٹریلیا اور جاپان میں بھی اب ان کے لئے دروازے بند ہوچکے ہیں۔

محمود نے گردن جھکالی اس حد تک غنیمت تھا وہ اگر یہ سوچ رہا ہے تو ٹھیک ہے۔"
میرے دوست ایک مشورہ دوں ....۔" اس نے کہا اور محمود اسے دیکھنے لگا۔ "آسٹریلیا
جاپان جانے کا ارادہ ترک کردو۔"

"محمود نے ایک بار پھر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا' وہ محمود کو غور سے دیکھ رہا تھا پھر
نے کہا۔ "اس سے بہت بہتر ہے کہ تم مے سوٹ چلے جاؤ۔"

"مے سوٹ ....؟" محمود نے چونک کر کہا۔

"ہاں اگر اس کے بارے میں نہیں جانتے تو میں بتاتا ہوں ایک تھائی قصبہ ہے لیکن یہ
پتھروں کی اسمگلنگ کے زبردست امکانات ہیں اگر اس موقع سے فائدہ اٹھا سکتے ہو تو ضرور اٹھ
.... زندگی بن جائے گی۔"

محمود کے ذہن میں سناٹا سا آگیا .... بڑے کام کی بات بتائی تھی اس نے ....
پر غور کیا جاسکتا ہے تاہم اس نے پیٹر سے کچھ نہ کہا پیٹر دیر تک اس سے بات کرتا رہا پھر مسکر
بولا۔ "تمہارا بے حد شکریہ' تم سے باتیں کر کے بڑا دل بہل گیا ہے اب مجھے نیند آ رہی ہے
بھی سو جاؤ۔" محمود اپنے کمرے میں آگیا لیکن وہ اپنے بستر پر بہت دیر تک جاگتا رہا تھا۔ پیٹر کی
اس کے دل میں چبھ گئی تھی۔ مے سوٹ واقعی اسے سوٹ کرتا تھا قسمت آزمانے میں کیا
ہے زندگی میں کچھ تو کرنا ہے تھوڑے سے پیسے بھی موجود تھے آگے بڑھنا مشکل نہیں ہوگا۔

پیٹر ایک پراسرار آدمی تھا دوسری صبح وہ نکل گیا تھا اور پھر خاصی رات گئے واپس آیا تھا
کھانا کھا کر سوگیا تھا۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی اس کا یہی معمول رہا لیکن تیسری رات ہنگامہ
خیز ثابت ہوئی تھی۔ پیٹر نے آج رات کھانا بھی نہیں کھایا تھا وہ کچھ متفکر نظر آ رہا تھا۔

"میں نے باہر کھانا کھالیا ہے تھیک یو اب سونا .... چاہتا ہوں تم بھی آرام کرو۔"

آدھی رات کا وقت تھا جب کسی نے محمود کو جھنجوڑ کر جگا دیا۔ کمرے میں گہری تاریکی چھائی
ہوئی تھی۔ محمود لائٹ آف کر کے سویا تھا وہ چونک کر اٹھا تو اسے آواز سنائی دی۔

"نہیں چیخنے کی کوشش مت کرنا .... میں پیٹر ہوں .... مجھے چھپاؤ.......... ورنہ
میں قتل کر دیا جاؤں گا۔"

"کون ہے کیا بات ہے۔" محمود نے سرگوشی کی۔

"اوہ.......... دیکھو .... وہ شاید ادھر ہی آ رہے ہیں .... اوہ ہری اپ

ہری اپ۔" وہ جلدی سے محمود کے پلنگ کے نیچے گھس گیا۔ محمود نے ایک لمحے میں
...ل کر پلنگ چھوڑ دیا۔ اس کے ذہن نے سرعت سے کام کیا.......... اور اس نے برق
...ے اپنے کمرے کی عقبی کھڑکی کھول دی جس میں سلاخیں نہیں تھیں۔ اس وقت بہت
...ے دھڑ دھڑ کرتے ہوئے اندر گھس آئے کسی نے لائٹ کا سوئچ آن کرلیا.......... اور
...شنی سے محمود کی آنکھیں بند ہوگئیں پھر اس نے کسی کی آواز سنی "ارے ....

...الفاظ نے محمود کو ساکت کر دیا تھا۔ یک نہ شد دو شد' شاید انہی لمحات میں کہتے ہیں۔
...لمحے اس نے آنکھیں کھول دیں انہیں دیکھا اور پہچان لیا یہ بھی گلاب کلی کے آدمی تھے
...و جانتے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔
...ود کوئی یہاں آیا تھا؟"
...ید' لیکن کون تھا؟" محمود نے بھی بے اختیار پوچھا۔
...ے نہیں معلوم۔ میں نے زور سے کھڑکی کھلنے کی آواز سنی تھی۔ کوئی اس کھڑکی کو کھول کر
...طرف کودا تھا اور میں اسے پکڑنے کے لئے اٹھا تھا کہ تم لوگ آگئے.........." محمود کے
...ر وہ کھڑکی کی طرف متوجہ ہوئے پھر ان میں سے دو آدمی کھڑکی میں داخل ہو کر دوسری
...گئے۔
...محمود' دیکھیں۔" باقی دو افراد نے کہا اور محمود فوراً آگے بڑھ کر کھڑکی سے باہر نکل گیا۔
...ا دونوں کے ساتھ باہر آکر دیر تک ادھر ادھر دوڑتا رہا تھا اور اس دوران اندازہ بھی لگاتا
...ان لوگوں کا رویہ کیا ہے۔ اسے احساس ہوا تھا کہ کسی نے اس پر کوئی خاص توجہ نہیں
...س کا مطلب تھا کہ وہ حالات نہیں جانتے۔
...ا گیا.......... اب ہاتھ آنا مشکل ہے۔" کافی بھاگ دوڑ کے بعد ان میں سے ایک نے

...ا کون..........؟" محمود نے پوچھا۔
...یا تھا نا ایف گروپ کا آدمی تھا استاد آج کل ایف گروپ کا خون پینے میں مصروف ہے
... کا نقصان پہنچایا ہے ان لوگوں نے۔ ویسے استاد کے ستارے گردش میں ہیں نقصان پر
...ر رہا ہے مگر تم یہاں کیا کر رہے ہو..........؟ کیا استاد نے بھیجا ہے ....؟"
...ا یار میرے ساتھ بھی عجیب چکر چل رہا ہے۔"
...د نے گہری سانس لے کر کہا۔
...ل۔"
...پھر کسی طرح چائے پلوا دو.......... نہ جانے کب سے خوار ہو رہے ہیں۔" محمود نے
...بھرلی اب اسے یقین ہوگیا تھا کہ یہ لوگ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ کمرے سے
...پتہ چلا کہ کسی کو اس ہنگامے کی خبر ہی نہیں ہے شدن خان اپنے کمرے میں آرام سے

سو رہے تھے اور ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ محمود نے خود ہی چائے تیار کی اور سموسے بھی لے آیا۔ اس کے دل میں شدید تجسس تھا کہ پیٹر پلنگ کے نیچے سے نکل گیا ہے یا نہیں۔ کہیں اب نہ پھنس جائے بہرحال اس نے تو پورا موقع دیا تھا۔ کمرے میں داخل ہوا تو ان چاروں کو اوندھا سیدھا پڑے پایا۔ وہ بری طرح تھکے ہوئے تھے۔

"یار کیا......... تم خود ہی لے آئے.........؟"

"بنائی بھی خود ہے۔"

"لاجواب اچھا ہوٹل ہے کرایہ کیا دیتے ہو.........؟"

"بہت معمولی"

"کب سے یہاں ہو۔" ایک نے چائے سڑپتے ہوئے کہا۔

"زیادہ دن نہیں ہوئے۔ استاد کا کیا حال ہے.........؟"

"ویسے تو ٹھیک ہے مگر آج کل نقصان بہت ہو رہا ہے آتش بنا ہوا ہے۔"

"ملک ستار اس کے پاس ہے.........؟"

"دیکھا نہیں ویسے بھی وہ تو ہوٹل میں رہتا ہے۔" "اس آدمی کے ساتھ کیا سلوک کرنا.........؟" "صاف کرنا تھا اسے" مگر نکل گیا۔ اب ہاتھ آنا مشکل ہے۔"

"کل دن میں دیکھیں گے۔" محمود نے ٹٹولنے کے لئے کہا۔

"نہیں، صبح کو پوکٹ روانہ ہونا ہے۔"

"پوکٹ.........؟" محمود سوالیہ انداز میں بولا۔

"ہاں......... جزیرہ پوکٹ۔" ان لوگوں نے چائے ختم کرلی پھر سب اٹھ گئے۔

"ٹھیک ہے محمود، کب تک یہاں قیام ہے تمہارا.........؟"

"ابھی تو بہت عرصے لگے گا۔ کوئی خدمت ہو تو بتاؤ۔" محمود نے کہا۔

"نہیں یار تمہارا شکریہ وہ نکل گیا اب ہاتھ نہیں آئے گا ہمارا صبح پوکٹ جانا ضروری ہے۔"

"کوئی تصویر یا نام پتہ دے جاؤ، کوئی خبر ملی تو استاد کو اطلاع کر دوں گا۔"

"بولو.........؟"

"اس واقعہ کو بھول جاؤ......... یہاں کچھ نہیں ہوا......... نہ ہماری تم سے ملاقات ہوئی۔ استاد کو جانتے ہی ہو........." محمود ہنسنے لگا پھر بولا۔

"ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔" پھر وہ ان سب کو باہر تک چھوڑنے آیا تھا جب وہ نگاہ سے اوجھل ہوگئے تو وہ تیزی سے اندر آیا۔ پلنگ کے نیچے جھانک کر دیکھا پیٹر موجود نہیں تھا۔ نکل کر اس نے پیٹر کے کمرے کو دیکھا......... دروازہ کھلا ہوا تھا لیکن پیٹر یہاں بھی نہیں تھا ساتھ ہی اس کا سامان بھی غائب تھا۔ پیٹر کو یہی کرنا چاہئے تھا۔ محمود نے دل میں سوچا پھر وہ اپنے کمرے میں آکر بستر پر لیٹ گیا۔ خطرے کی گھنٹی بج گئی تھی حالانکہ وہ لوگ کہہ کر گئے تھے کہ

کا استاد سے تذکرہ نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن کسی پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ جگہ مخدوش ہے۔ کسی بھی وقت کچھ ہو سکتا ہے۔ نیند آنکھوں سے دور چلی گئی تھی سوچوں کے بھنور پڑ تھے ایک راستہ نظر آیا ہے سوٹ، برمی باڈر پر اگر پتھروں کی سمگلنگ کے راستے کھل جائیں کمائی ہو سکتی ہے۔ یہ تو کرنا ہے بہت ذمے داریاں ہیں جو ہر قیمت پر پوری کرنی ہوں گی۔ بیرا کر کے لمحات تو گزارے جاسکتے ہیں دقت نہیں۔ پھر شدن خان ذہن میں آئے۔ محبت کرنے سان تھا۔ اسے کچھ بتایا تو پچاس باتیں کرے گا۔ خاموشی سے نکل جانا بہتر ہوگا۔ دوسری صبح خان نے جگایا تھا۔ "ماں چاند میاں پونے دس بج آئے ہیں خیر تو ہے، پنڈا تو ٹھیک ہے میں وچا بخار تو نئیں ہوگیا۔"

"نہیں خان صاحب۔ معافی چاہتا ہوں۔ رات دیر سے آنکھ لگی تھی اس لئے جلدی نہ جاگ "

"اماں تو مافی تلافی کرنے کو کون کہہ رہا ہے چائے بنالی ہے لاتے ہیں تمہارے لئے۔"

"ارے نہیں میں منہ دھوکر آرہا ہوں ابھی۔" محمود نے کہا پھر اسے چائے دیتے ہوئے شدن نے کہا۔

"ماں ایک خبر سن لو......... وہ پیٹر بھائی پھوٹ لئے......... سامان بھی غائب ہے پتہ نئیں بھوڑی پھس گئی حالانکہ پیسے تو ان کے ہی نکلتے ہیں ہماری طرف.........۔"

"اچھا........." محمود نے حیرت کا اظہار کیا۔ "کوئی ایمرجنسی ہوگئی ہوگی۔"

"بس یار خان ایسی ہی باتیں احتیاط دلاتی ہیں یہ سسرا دھندہ ہی ایسا ہے نئے نئے چمٹے آتے انسان تو انسان ہی ہے دل لگ جاتا ہے مگر کوئی کسی کا نئیں ہوتا.........!"

محمود کے دل کو دھکا لگا تھا۔ کل بے چارے شدن خان یہی بات اس کے بارے میں سوچ ہے ہوں گے اور کسی سے کہہ بھی نہ پائیں گے لیکن مجبوریاں.........!

دن میں اس نے سارے کام بڑی خوش اسلوبی سے کئے تھے اور شدن خان سے باتیں کرتا رہا پھر رات بھی سوتے جاگتے گزار دی اور صبح اس وقت ہوٹل سے نکل آیا جب سورج پوری ح طلوع نہیں ہوا تھا.........!

☆ .... ☆ .... ☆

ٹیکسی نے اسے گھر کے دروازے پر اتار دیا تھا۔ گھر کی طرف جاتے ہوئے وہ لڑکھڑا رہا تھا ایک زم کا احساس ہو رہا تھا۔ دستک دی تو غلام حسین نے دروازہ کھولا تھا......... جمال کو دیکھ کر لیے لمحے ساکت کھڑے رہے پھر دروازے سے واپس پلٹ گئے۔ دروازہ چھوڑ دینے کا مطلب یہ تھا کہ وہ اندر آسکتا ہے لیکن پھر وہ اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔ باورچی خانے سے رحمت بی بی کی آواز ابھری۔

"کون ہے چودھری صاحب..........؟" جمال خود باورچی خانے کے سامنے پہنچ گیا۔
"میں ہوں اماں۔" جمال حسین نے کہا اور اس کی آواز سن کر رحمت بی بی کے ہاتھ سے چم
چھوٹ گیا اس نے جمال حسین کو دیکھا اور مامتا بے اختیار ہوگئی۔ وہ جمال سے لپٹ گئی تھی جمال
خاموشی کھڑا رہا.......... نہ جانے کب حریم بھی پیچھے آکھڑی ہوئی تھی جمال نے اسے دیکھا تو اس
نے سلام کیا۔ جمال نے ہاتھ بڑھا کر اس کے سر پر رکھ دیا۔
"حریم تیرے ابا کہاں ہیں۔" رحمت بی بی نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔
"دروازہ ابا نے ہی کھولا تھا۔"
"کچھ بولے تو نہیں..........؟"
"نہیں۔"
"کیسا ہے تو.......... بہو کیسی ہے آ.......... میں ذرا چولہا بجھا دوں" رحمت بی بی نے
پھر سب والان میں آگئے جو اب ٹی وی لاؤنج بن گیا تھا۔ "بہو کیسی ہے..........؟" رحمت بی
نے پھر پوچھا۔
"بس، سب ٹھیک ہی ہے اماں تم لوگ اپنے بارے میں بتاؤ.......... میں اباجی سے بات ک
چاہتا ہوں۔ کوئی ترکیب ہو سکتی ہے ان سے بات کرنے کی..........؟"
"کیوں نہیں ہو سکتی۔ میں جاتی ہوں ان کے پاس۔" حریم بیساکھی سنبھال کر اٹھ کھڑی ہوئ
جمال نے اسے دیکھ کر گہری سانس لی تھی رحمت بی بی نے تشویش بھری نظروں سے غلام حسی
کے کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا پھر بولیں۔
"کوئی خاص بات ہوگئی ہے جمال۔ تو خوش نہیں نظر آ رہا ہے۔"
"تم سب سے دور ہی تو ہونا چاہتا تھا میں.......... تم سے الگ ہو کر خوش نہیں ہوں گا تو
ہوں گا..........!" جمال حسین بھاری آواز میں بولا۔
"تو پھر..........؟"
"کچھ نہیں اماں.......... بس.......... کسی کو قصوروار بنا دینا سب سے آسان کام ہے۔
نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے۔ میں فیصلہ کرنا چاہتا ہوں اماں۔"
"میں تو کچھ بھی نہیں سمجھی بیٹا..........! مگر مجھے لگتا ہے تو خوش نہیں ہے۔" رحمت بی
بولی۔ اتنی دیر میں حریم نے غلام حسین کے کمرے کے دروازے سے آواز لگائی۔
"جمال بھیا.......... اماں آؤ..........! دونوں حیرانی سے اٹھ گئے حریم نے نہ جانے کونسا
مار دیا تھا.......... بہرحال دونوں اندر داخل ہوگئے۔ غلام حسین نے جمال حسین پر نظر نہیں
تھی حریم نے کہا۔ "بیٹھو بھیا.......... کیا کہنا چاہتے ہو اباجی سے بیٹھو اماں۔"
"اباجی میں اپنا قصور جاننا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے پر بیشک کتنا ہی ناراض ہوں مجھے گالیاں د
مگر مجھے میرا قصور بتا دیں۔ مجھے بتائیں اباجی میں نے بابو ارشاد کی بیٹی سے شادی کی فرمائش
تھی.......... آپ نے مجھ سے کہا میں نے مان لیا۔ آپ نے کہا سب سنبھال لیں گے

لیا مجھے تو ان چالاک لوگوں کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ نکاح کے وقت اگر آپ مجھ سے کہتے
نہ کر تو میں منع کر دیتا بعد میں آپ جو بھی کہتے ہیں کرتا مجھ سے کچھ کہا بھی نہیں آپ
رے نکال دیا۔ گھر آنے سے منع کر دیا۔"
نے ان کی غلامی شروع کر دی تھی جمال حسین۔" غلام حسین بھرائی ہوئی آواز میں

ف اتنا بتا دو اباجی.......... تم نے کسی کام کے لئے مجھ سے کہا اور میں نے منع کیا۔"
تیری بھی کچھ عقل ہے۔"
بے وقوف سمجھ کر ہی کچھ بتا دیتے اباجی..........!" جمال حسین نے کہا اور غلام حسین
نے لگے۔ دیر تک خاموش رہے پھر بولے۔ "جو کہوں گا مانے گا..........؟"
لے بھی آپ جو کہتے مانتا..........؟"
طیاں مجھ سے بھی ہوئی ہیں مانتا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ بابو ارشاد ذرا دیر سے پینترے
یں گے.......... مگر.......... وہ چالاکی کر گئے انہوں نے فوراً ہی دھوبی پاٹ مار
.... لیکن پتر، پہلے بھی سارے داؤ تیرے ذریعے مارتا، اب بھی یہی ہو سکتا ہے اور مجھے کسی
سے دشمنی نہیں ہے مگر بابو ارشاد نے ہم سے ہمارے سارے حقوق چھین لئے خیر تو ادھر
لیا ہو رہا ہے ادھر..........؟"
چھ نہیں اباجی انہوں نے اپنی بیٹی کو جو کچھ دیا ہے وہ ہمارے پاس ہے۔ مجھے انہوں نے
روبار کا جنرل منیجر بنا دیا ہے۔ کار میں سفر کرتا ہوں دنیا سلام کرتی ہے مجھے مگر تم لوگوں کا
ھوٹ گیا ہے۔"
تیری بیوی تیرے قبضے میں ہے..........؟" غلام حسین نے پوچھا۔
وہ بابو ارشاد کی بیٹی ہے انہوں نے مجھے اپنے اسٹاف پر حکم چلانے کے اختیارات دے رکھے
ن اس کے بدلے مجھے ان کی بیٹی کے احکامات ماننے کی ہدایت ہے۔"
اور تو مانتا ہے..........؟"۔
نہیں ماننا چاہتا ابا۔"
اب میں جو کہوں گا کر لے گا..........؟"
کہا ناں.......... پہلے بھی کہتے تو انکار نہ کرتا..........!" جمال حسین نے کہا اور غلام
سر جھکا کر سوچنے لگے پھر بولے۔" اس وقت کہاں سے آیا ہے..........؟
"گھر سے"
"اسے معلوم ہے کہ تو یہاں آیا ہے۔"
"نہیں"
"تو پھر ایسا کر بیٹا کہ دوپہر کے بعد اسے فون کرنا کہ تو یہاں ہے کہہ دینا دو چار دن یہیں رہے
دفتر سے چھٹی کر کے آرام کرے گا۔ وہ کچھ اور کہے تو کہہ دینا وہ بھی یہاں آ جائے۔ ورنہ

جہاں چاہے چلی جائے۔"

"اس کے بعد ابا جی..........؟"

"او بعد کی باتیں مجھ پر چھوڑ دے فکر کیوں کرتا ہے۔ میں زندہ ہوں۔"

ٹھیک ہے ابا جی.......... اماں مجھے ناشتہ دو بھوک لگی ہے۔"

"میرے لئے بھی لاؤ بھئی بہت دن کے بعد سب مل کر ناشتہ کریں گے آج تو حریم کی چھٹی ہے۔"

"حریم کی چھٹی..........؟" جمال حسین حیرت سے بولا اور غلام حسین اسے حریم کی نو کے بارے میں بتانے لگے۔ رحمت بی بی اٹھ کر کچن کی طرف چلی گئی تھی۔

☆ .... ☆ .... ☆

"جی فرمایئے..........؟" امتیاز نے کہا وہ یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس نے اسے دیکھا ہے۔

"وہ کچھ فاصلے پر میری کار کھڑی ہوئی ہے میں آپ کو ساتھ لے کر کسی پرسکون گوشے جاؤں گا ہم دونوں چائے پیتے ہوئے گفتگو کریں گے۔"

"کیسی گفتگو..........؟"

"آپ مشکوک نہ ہوں۔ یہ میرا سروس کارڈ ہے میرا تعلق کسٹم انٹیلی جنس سے ہے۔ آپ شاید علم ہو کہ دو خواتین کو میں نے آپ کے گھر پہنچایا ہے۔ ان میں سے ایک محمود کی بہن ایک بھابی۔"

"اوہ فیروز خان صاحب.......... آپ ہیں.......... ویسے بھی میں نے آپ کو دیکھا ہے" امتیاز کو یاد آگیا محمود اسے کالی بلی کہتا تھا اور اس سے بھاگتا تھا۔"

"آپ ضرور مصروف ہوں گے لیکن میں آپ کا کچھ وقت لوں گا.......... اسے ایک دو خواہش بھی سمجھ لیجئے اور سرکاری ضرورت بھی مجھے یقین ہے آپ تعاون کریں گے۔"

"ضرور لیکن میرا گھر یہاں سے زیادہ دور نہیں۔"

"گھر میں یہ گفتگو مناسب نہ رہے گی۔"

"ٹھیک ہے جیسا آپ پسند کریں۔" امتیاز نے کہا اور اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا کچھ دیر بعد دونوں ایک پرسکون ریستوران میں داخل ہو کر کرسیوں پر جا بیٹھے۔"

چائے کا آرڈر دے کر فیروز خان نے کہا..........

"مسٹر امتیاز میں آپ سے صرف ایک سوال کروں گا اس کا جواب مل جانے کے بعد پہلے آپ کو ایک اہم تفصیل بتاؤں گا اور اگر آپ نے مجھ سے اتفاق کرلیا تو پھر آپ سے کچھ تفصیل معلوم کروں گا۔"

"بہتر..........!" امتیاز نے سنبھل کر کہا۔ محمود سے آپ کا کیا رشتہ ہے۔"

"محمود میرا بہترین دوست ہے اور دوستی کا رشتہ کبھی کبھی تمام رشتوں پر بھاری ہوتا ہے۔"

"میں آپ سے پورا اتفاق کرتا ہوں۔ امتیاز صاحب اپنے پیشے کے بارے میں آپ کو بتا چکا بہت عرصے سے کچھ ایسے لوگوں کی تاک میں تھا جو جعلی دوائیں، کاسمیٹکس اور دوسری کچھ بنا کر مارکیٹ میں فروخت کرتے تھے اور حکومت کو اربوں روپے کا نقصان پہنچا رہے تھے۔ کی سرگرمیاں مشکوک تھیں۔ اس کا تعاقب کر کے میں ان جعلی فیکٹریوں تک پہنچا اور ان پر ں کی مدد سے چھاپے مارے لیکن ان کے اصل مالکان نے محمود کو نشانہ بنا کر فرار کرا دیا اور و بچا گئے۔ پولیس محمود کو مجرم سمجھتی رہی لیکن میں نے اس کے ماضی اور حیثیت کو منظر عام ر ثابت کر دیا کہ اصل مجرم وہ نہیں ہے بلکہ دو بہت بڑے لوگ ملک ستار اور ملک جبار اس اصل ذمے دار ہیں۔ اس سلسلے میں امتیاز صاحب میں نے اپنی عزت، اپنی زندگی داؤ پر لگا دی ایک مظلوم ہستی کی زندگی.........." فیروز خان کی آواز میں لرزش پیدا ہوئی پھر اس نے خود سنبھال لیا۔ "ڈولی نے صرف میری وجہ سے جان دیدی۔"

"ڈولی کون تھی..........؟" امتیاز نے پوچھا.......... اور فیروز خان نے ڈولی کی داستان سنائی ے کے بعد آخر تک کی پوری کہانی اسے سنا دی.......... پھر بولا۔

"مسٹر امتیاز.......... سرکاری فرائض سرانجام دیتے ہوئے بعض کیس ایسے بھی ہوتے ہیں جو مل رہ جاتے ہیں۔ لیکن یہ کام سرکاری نہیں.......... ذاتی ہے۔ اب ملک کے بارے میں شاف ہوا ہے کہ وہ ہانگ کانگ میں ہے۔" "بالکل درست اطلاع ہے" امتیاز نے پرجوش لہجے کہا۔

"اور محمود..........؟" فیروز خان نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"فیروز خان صاحب حقیقت عیاں ہونے کے بعد میں آپ سے ایک لفظ جھوٹ کہنا گناہ سمجھتا ں۔ محمود کچھ دنوں پہلے ہانگ کانگ میں تھا اب نہیں ہے اس کے ثبوت کے طور پر میں ابھی پ کے ساتھ چلوں گا اور اس کا ایک تازہ ترین خط آپ کو پیش کروں گا جو اس نے اپنی بھابی اور بہن کو لکھا ہے۔ غالباً اسے ملک ستار کی وجہ سے وہاں سے فرار ہونا پڑا ہے۔"

"کیا مطلب..........؟"

"میں نے اسے ملک ستار کے بارے میں تفصیل بتائی تھی۔" امتیاز نے فیروز خان کو تفصیل تائی جس میں گلاب کلی کے بارے میں بھی سب کچھ شامل تھا۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ ملک ستار گلاب کلی کا دوست ہے اور گلاب کلی ہانگ کانگ کا خطرناک غنڈہ ہے۔ فیروز خان غور کرتا رہا پھر بولا۔

"آپ کے بارے میں بھی مجھے کچھ معلومات حاصل ہیں، مسٹر امتیاز..........!"

"ہاں میں ٹیکسی لگاتا ہوں۔"

"میرے لئے کچھ کام کریں گے۔"

"ضرور کروں گا فیروز خان صاحب۔"

"محمود کو تلاش کریں اسے بتائیں کہ وہ آسانی سے بچ جائے گا اور اسے ملک ستار کے کاروبا
کے سلسلے میں وعدہ معاف گواہ بنا دیا جائے گا.......... اس کے علاوہ مجھے ملک ستار کے بارے م
مکمل رپورٹ دیں۔ میں اس پر ہاتھ ڈالنا چاہتا ہوں۔"

امتیاز نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یوں سمجھیں فیروز خان صاحب کہ اب یہ آپ کا
نہیں میرا بھی کام ہے۔ ایک قومی خدمت بھی اور اس سے میرے دوست کی گلو خاصی بھی
جائے گی میں خلوص دل سے تیار ہوں۔ اس کے ساتھ ہی آپ کا شکر گزار بھی ہوں کہ آپ
میری دو محترم ہستیوں کی مدد بھی کی اگر آپ مناسب سمجھیں تو میرے ساتھ گھر تک تکلیف کر
میں محمود کا وہ خط آپ کو دکھا دوں۔"

"مجھے صرف اس کا مضمون سنا دیں کیا لکھا ہے اس نے؟" فیروز خان نے کہا اور امتیاز
اسے خط کا ماخذ سنا دیا فیروز خان افسوس کرنے لگا پھر بولا۔ "بہرحال اس نے ان لوگوں کے لئے کا
کیا تھا۔ اسے اندازہ ہو جانا چاہئے تھا کہ یہ کیسے لوگ ہیں۔ خیر مسٹر امتیاز اب مجھے ہانگ کانگ
آپ کی رپورٹ کا انتظار رہے گا یہ رپورٹ آپ مجھے کہاں دیں گے اور اس کا طریق کار
ہوگا۔"

"اس کا تعین آپ کردیں۔"

"سادہ اور آسان۔ میرے فلیٹ کا پتہ لے لیں اور خط کے ذریعہ اطلاع دیں۔"

"مناسب بس ایک مسلسل زحمت آپ کو دوں گا فیروز خان صاحب۔"

"ضرور..........!"

"میرے گھر پر تھوڑی سی نظر رکھیں۔"

"خلوص دل سے"

"محمود کے بارے میں آپ کے علم میں آچکا ہے کہ اس کے اہل خاندان اصل بات نہی
جانتے اور سمجھتے ہیں کہ وہ کراچی میں ہے یہی کیفیت میری ہے۔"

"کیا مطلب"

"مختصراً میرے بارے میں بھی سن لیجئے۔ داتا نگری میں رہنے والوں نے مجھے برائی سے نہ بچ
دیا۔ نیک راہیں میرے لئے بند ہوگئیں اور جب باپ کو کھو چکا تو میں نے یہ راستے اپنائے۔"
امتیاز نے اسے اپنی کہانی سنائی.......... پھر بولا۔ "اب ماں اور بہنیں یہ سمجھتی ہیں کہ میں بھ
کراچی میں ملازمت کرتا ہوں حقیقت کسی کو معلوم نہیں ہے۔"

"اوہ..........!" فیروز خان نے افسردگی سے کہا۔ کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا۔ "ہاں ہوتا ہے
بہت کچھ ہوتا ہے۔"

"فیروز خان صاحب.......... کیا یہ ممکن نہیں کہ میں آپ کو اپنی والدہ سے ملا دوں۔"

"ایسا ہو جائے تو بہتر ہوگا۔"

پھر زحمت کیجئے۔ محمود کا خط بھی آپ کو دکھا دوں گا اب یہ ضروری ہوگیا ہے۔"
کے۔" فیروز خان نے کہا پھر دونوں ریستوران سے اٹھ گئے۔

☆..........☆..........☆

ستار نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا دیر تک دیکھتا رہا۔ زخموں سے ٹیپ ہٹا دیئے گئے تھے
نشان رہ گئے تھے انہوں نے چہرے کو بے حد بدنما کر دیا تھا۔ چہرے کے یہ نشان تو پلاسٹک
سے ٹھیک ہوسکتے تھے لیکن دونوں ٹانگوں میں سے ایک ٹانگ مکمل طور سے ضائع ہوگئی
نکہ پنڈلی کی ہڈی درمیان سے چور چور ہوگئی تھی سرجنوں نے مہارت سے وہ کرچیاں نکال
ں لیکن آپریشن سے ٹانگ چھوٹی ہوگئی تھی اور ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ بالآخر یہ سوکھ جائے

ک ستار اپنے زندگی کے اس خسارے کو کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔ دولت کی کوئی کمی نہیں
ہر برے سے برا کام کرسکتا تھا ہر شے خرید سکتا تھا ملک جبار نے اس دوران مزید رقم بھیجی
ر اس کے ساتھ ہی مقامی طور پر رقم کا ایسا بندوبست کرلیا تھا کہ اسے کبھی رقم کی کمی نہ
۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اسے لکھا تھا کہ مارکیٹ کا سروے کرے اور وہیں اپنے لئے کوئی
بنانے کی کوشش کرے یہاں ابھی کچھ نہیں ہوسکتا۔ ستار اسے کیسے بتاتا کہ ایک معمولی لڑکی
لئے وہ اپنی ٹانگ کھو بیٹھا ہے۔ خود کو دیکھ کر اس کے وجود میں جہنم سلگ اٹھتا تھا۔ بہت غور
رہا تھا کہ کیا کرے ایک ہی خیال دل میں آتا تھا گلاب کلی کے سوا کسی کا سہارا نہیں لیا
۔ وہی محمود کا شناسا ہے وہی کام آسکتا ہے لیکن اس کے لئے گلاب کلی کو تھوڑی بہت
ت بتانی پڑے گی۔ ہلکے سے ہیرپھیر کے ساتھ اسے محمود کے خلاف اکسانا پڑے گا۔ اسے یار
کے جواب کا بھی انتظار تھا۔ یار علی وہ آدمی تھا جو کسی زمانے میں بہت معمولی حیثیت رکھتا تھا
بار اسے سزا ہوگئی تھی ملک ستار نے نہ صرف اس کی سزا ختم کرا دی بلکہ اسے مالی سہارا بھی
۔ اور یار علی اس سہارے سے اسٹیبلش ہوا تھا۔ بعد میں اس نے اپنا منشیات کا کاروبار خوب
لیا تھا وہ پوری طرح ملک کا تابعدار تھا اور اس کے لئے ہر کام کرسکتا تھا۔ لیکن پتہ نہیں کیوں
نے اس کام کی تکمیل کی اطلاع نہیں دی تھی۔

بہرحال اب صحت یاب ہوگیا تھا۔ ہسپتال میں صرف ریسٹ کر رہا تھا ویرن بہت اچھا معاون
ت ہوا تھا۔ ہر کام آسکتا تھا یہ بات ویرن نے اس سے کہی تھی۔ ملک ستار نے اسے مستقل
ف رکھ لیا تھا۔ بالآخر اس نے ڈاکٹر سے مشورہ کیا۔

"ہاں آپ ٹھیک ہوچکے ہیں ہسپتال میں آپ کے لئے اور کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کو ٹرو
س کے ساتھ چلنا ہوگا تھکن ہو جائے تو وہیل چیئر استعمال کرسکتے ہیں ویسے آپ جرمنی کی ایک
م سے رابطہ کریں میں آپ کو اس کا لٹریچر دے دوں گا یہ فرم مختلف قسم کی مصنوعی ٹانگیں بناتی

ہے ممکن ہے آپ کے لئے وہ کچھ کرسکے۔"

"آپ مجھے لٹریچر دیدیجئے۔ میں جرمنی چلا جاؤں گا۔"

"او کے۔" ملک ستار ہسپتال سے ہوٹل منتقل ہوگیا ویرن ساتھ تھا کیفیت بہت بدل گئی
صحت بھی خراب ہوگئی تھی زیادہ سوچتا تو چکر آنے لگتے تھے۔ بری حالت میں تھا آخر کار فیصلہ
کہ گلاب کلی سے ہی ملے ویرن کو ساتھ لے کر چل پڑا۔

گلاب کلی اسے دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا۔ "ملک جی یہ تم ہی ہو............؟"

"ہاں گلاب کلی یہ میں ہی ہوں۔"

"کیا ہوائی جہاز سے گر پڑے تھے۔" گلاب کلی نے کہا اور ٹھٹھا لگا کر ہنس پڑا۔ ملک
اسے سنجیدہ نظروں سے دیکھتا رہا............ پھر بولا۔"

"مذاق اڑا رہے ہو میرا گلاب کلی معذور ہوگیا ہوں میں۔"

"مر کہاں گئے تھے، کوئی خیر خبر تو دے دیتے۔ دو دن میں تو یہ سب کچھ نہ ہوا ہوگا۔ ہوا
تھا۔" گلاب کلی نے سوال کیا چند لوگ اس کے قریب بیٹھے ہوئے تھے اور گلاب کلی ان سے با
کر رہا تھا اس نے انہیں نظرانداز کر دیا اور ملک ستار سے بولا۔

"تم تو محمود کو لے کر گئے تھے گیتا کی تلاش میں، لگتا ہے گیتا کو تلاش کرتے کرتے
بھارت میں جاپھنسے، کیوں............؟"

"محمود! گلاب کلی تمہیں علم ہے کہ محمود اس وقت کہاں............؟"

"لے کر تم گئے تھے بیرن، پوچھ ہم سے رہے ہو............؟"

"اس کے بعد اس کی کوئی خیر خبر ملی............؟"

"نہیں............ ہم تو تمہاری ہی خیر خبر کے چکر میں تھے............ اور پھر ہم نے اس
تمہیں اور بھی تلاش نہیں کیا کہ ان دنوں ذرا ہمارے ستارے گردش میں پھنسے ہوئے ہیں۔ دیا
بھی یہ دن ستاروں کے حساب سے ہمارے لئے برے دن ہیں کم بخت ماروں نے ناک میں دم
رکھا ہے برداشت کر رہے ہیں، ورنہ جی تو یہ چاہے ہے کہ قتل عام کرا دیں ان علاقوا
میں............ ارے کیا بتائیں تمہیں، چاروں طرف سے یلغار ہو رہی ہے لگتا ہے ہانگ کانگ
بنکاک، سنگاپور اور آس پاس کے سارے صرف گلاب کلی کے چکر میں ہی پھنس گئے ہیں اور مل
یہ طے کر بیٹھے ہیں کہ گلاب کلی کے گروہ کو ختم کردیں۔ لیکن ایسا ہوگا نہیں ملک جی، جب ت
اپنی اصلیت پر نہیں آ رہے نہیں آ رہے۔ آگئے تو کم بختوں کا جینا مشکل ہو جائے گا............
اب انہیں دیکھو کوئی کام کر کے ہی نہیں دے رہا۔ ایف گروپ کی تلاش میں نکلے ہوئے
کروڑوں روپے کا نقصان پہنچایا ہے ہمیں، ہیروں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جس کی ادائیگی ہم کرچ
تھے اور جس کے لئے ہم نے مشرقِ وسطیٰ میں گاہک بھی تلاش کر لئے تھے۔ ایف گروپ وا
لے اڑے............ اور یہ کم بخت مارے ان کے ایک بھی آدمی کو تلاش نہیں کرسکے کیا کہیں
نہ کہیں بس کچھ ہی دن جا رہے ہیں کہ ہم آئے منظر عام پر، پھر دیکھ لینا ملک جی مگر چھوڑو تمہار

ھنی بن گئی ہے میں کہتی ہوں یہ ہوا کیا............؟"۔

"محمود مجھے دھوکہ دے کر یہاں سے لے گیا تھا، میں نے تو یہ سمجھا تھا کہ وہ مجھے گیتا کا پتہ بتا
گا لیکن اس کا منصوبہ کچھ اور تھا، دھوکہ دے کر مجھے لے گیا اور پھر ایک ویران جگہ مجھ پر
ر دیا اور دھوکے سے حملہ کیا تھا استاد، مار کھا گیا، شدید زخمی کر دیا اس نے مجھے۔ پولیس
نے ہسپتال پہنچایا جان بوجھ کر دوستوں میں تمہارا نام نہیں لیا تھا کہ بلاوجہ تمہیں بھی پریشانی
آج ہی ہسپتال سے فارغ ہو کر ہوٹل پہنچا ہوں۔"

"افسوس ہوا ملک جی، بڑے ملک جی کو پتہ چل گیا............؟"

"نہیں بتایا انہیں............ تمہیں بھی نہیں بتانا چاہتا تھا استاد مگر کیا کروں، ہانگ کانگ میں تم
زیادہ میرا دوست اور کون ہے۔"

"ارے تم فکر مت کرو، ہم نے تو پکڑوالیا تھا اس کمینے کو زبان کھلوا لیتے، تم نے اسے ہم
مانگا تو ہم نے دیدیا۔ نہیں تو یہیں اس کا حساب کتاب ختم کر دیتے، دیکھو یہ ہوتے ہیں اپنے
ے تمہاری حالت واقعی کافی خراب ہے۔ محمود کو ہم تلاش کرالیں گے اس کی فکر مت
.... تم بتاؤ تمہارے لئے کیا کریں............؟"

"میرے لئے یہی کرو گلاب کلی کہ محمود کو ایک بار تلاش کر کے میرے حوالے کر دو۔"

"یہ کام ہم کریں گے............!"

"میں اس کے لئے سب کچھ خرچ کرنے کو تیار ہوں جو مانگو گے دوں گا، لیکن بس ایک بار
ے میری تحویل میں دے دو۔"

"ارے تم سے کیا مانگیں گے ملک جی، ٹوٹے پھوٹے آدمیوں سے تو ہم ویسے ہی کچھ نہیں
لیتے دوستی کے نام پر تمہارا یہ کام کر دیں گے فکر مت کرو۔

ملک ستار کافی دیر تک وہاں رہا، وہ تو شکر ہے کہ اس وقت گلاب کلی کو امتیاز یاد نہیں آیا تھا
جو محمود کی تلاش میں آیا ہوا تھا۔ ورنہ امتیاز کا ٹھکانہ تو ملک ستار کو معلوم ہو ہی سکتا تھا گلاب کلی
نے اسے کافی دلاسے دیئے اور اس کے بعد ملک ستار نے واپسی کی اجازت مانگ لی۔ گلاب کلی ذرا
تکلف قسم کا آدمی تھا۔ محمود کے بارے میں اس نے وعدہ تو کرلیا تھا لیکن بس اس تصور کے ساتھ
کہ محمود ہاتھ لگے تو گیتا کا بھی پتہ چل جائے گا۔ ملک ستار وہاں سے چلا آیا۔ کہیں اور جانے کا
کوئی تصور دل میں نہیں تھا۔ اپنے ہوٹل ہی واپس آگیا۔ ویرن اس کا بہترین معاون ثابت ہوا تھا۔
پھر ویرن ہی نے دو آدمیوں کے آنے کی اطلاع دی تھی اور ملک ستار نے انہیں اندر بلوالیا تھا۔
ان دو آدمیوں کو اس نے تھوڑی ہی دیر قبل استاد گلاب کلی کے پاس دیکھا تھا استاد گلاب کلی کے
ساتھیوں میں ہی سے تھے ملک ستار نے انہیں دیکھ کر کہا۔

"ہاں کیا بات ہے، میرا خیال ہے ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے تم لوگوں کو دیکھا تھا۔"

"جی ملک صاحب ہم گلاب کلی کے خادموں میں سے ہیں انہوں نے کچھ وقت پہلے آپ سے
ف گروپ کے بارے میں کوئی تذکرہ کیا تھا۔"

"ہاں تو پھر............؟"

"ہم لوگ ایف گروپ کے ایک ممبر کی تلاش میں کپنجا پوری گئے تھے۔ کپنجا پوری کے ایک پسماندہ علاقے میں ہم اس آدمی کو تلاش کرتے ہوئے ایک ہوٹل میں جاگھسے تھے اور اس ہوٹل میں ملک صاحب ہم نے محمود کو دیکھا تھا۔ نا صرف دیکھا تھا بلکہ اس سے ہماری اچھی خاصی ملاقات بھی رہی اس وقت ہمیں یہ بات معلوم نہیں تھی کہ استاد کو محمود کی تلاش ہے ورنہ ہم اسے وہیں پکڑ لیتے۔ چھوٹا سا ایک ہوٹل ہے جس میں وہ ایک کمرے میں رہ رہا ہے۔" ملک ستار اچھل پڑا تھا۔

"تم سچ کہہ رہے ہو............؟"

"ملک جی استاد کے پاس سے سیدھے آپ کے پاس آ رہے ہیں اور معاف کیجئے لالچ میں آئے ہیں۔"

"لالچ............؟"

"ہاں............ انعام کے لالچ میں گلاب کلی ہمیں شہر چنگ مائی بھیج رہا ہے۔ کپنجا پوری وہاں سے زیادہ دور نہیں ہے اور ہمیں وہ ہوٹل معلوم ہے جہاں محمود رہتا ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔ تم کب چنگ مائی جا رہے ہو۔"

"کل صبح............!"

"کتنے آدمی............؟"

"چار"

"میں تمہیں منہ مانگا معاوضہ دوں گا۔ دوسرے اخراجات جو بھی ہوں گے وہ ادا کروں گا۔ گلاب کلی سے بتانے کی ضرورت بھی نہیں میں بھی زبان نہیں کھولوں گا۔ تم مجھے کپنجا پوری لے جانے کے انتظامات کرو، محمود کو قبضے میں کرنے کے بعد میرے سامنے پیش کرنا ہے اور پھر میری ہدایت پر عمل کرنا ہے مجھ سے اس پوری ڈیل کا معاوضہ طے کرلو۔"

"بیس ہزار ڈالر دیدیں ملک صاحب۔ پانچ پانچ ہزار آپس میں تقسیم کرلیں گے۔"

"منظور ہے۔"

"تو پھر کل دس بجے ہم آپ کو ساتھ لے لیں گے۔ تیار رہیں۔"

"میں تیار ملوں گا............!" ملک ستار نے جواب دیا۔

☆ .... ☆ .... ☆

محمود نے نئے سفر کا آغاز کر دیا تھا مے سوٹ جاکر تقدیر آزمانا چاہتا تھا۔ ہو سکتا ہے وقت ساتھ دے جائے۔ امنگیں مرچکی تھیں جذبے زندہ تھے باقی کیا رکھا ہے۔ ریور سوائے سے اسٹیمر کا سفر، پھر والا پھونگ سے ریلوے میں، پتایا بیچ، چھولبری اس کے بعد قدرتی حسن سے مالا مال مے سوٹ

چھوٹا سا پرسکون گاؤں۔ جہاں زندگی ٹھہر گئی تھی تاحد نگاہ سبزہ زار بکھرے ہوئے۔ کھیتوں میں ، برنگی رس بھریاں، گیت گاتی ہوئی "صائم اور صائم پو" کی کہانیاں میں الجھی ہوئی مے سوٹ بوجھ بجھکڑ "کائی" سے ملاقات ہوئی جو انگریزی زبان جانتا تھا۔

"ٹورسٹ............؟" اس نے کہا۔

"ہاں"

"جگہ چاہئے............؟"

"ہاں"

"میرے ساتھ آؤ............!" وہ اکڑ کر بولا اور محمود کو لمبی لمبی بانسوں کی نلکیوں سے تمباکو والے مرد اور عورتوں کے علاقے میں لے گیا۔ بانس کو یہاں کچھ زیادہ ہی اہمیت حاصل تھی نکہ یہاں بانسوں کے چھوٹے بڑے گھر بنے ہوئے تھے ان میں کہیں کہیں احاطے بھی تھے۔ نے محمود کے قیام کے لئے بات کرلی پھر بولا۔ "تمہارا بندوست ہوگیا ہے آٹھ باہیٹ روزانہ ز ہوں گے کھانا بھی ملے گا اور اگر کھانا نہ کھاؤ تو چار باہیٹ دینے ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے میں کھانا نہیں کھاؤں گا"

"پانچ باہیٹ مجھے دو۔" کائی بے تکلفی سے بولا۔

"وہ کس لئے............؟"

"میرا کمیشن۔" وہ سکون سے بولا، پھر کہنے لگا۔ "اس کے علاوہ میں بہترین گائیڈ ہوں پورے تے کے بارے میں جتنا میں جانتا ہوں کوئی اور نہیں جانتا ہوگا۔"

"تمہیں گائیڈ کی حیثیت سے حاصل کرنے کی کیا قیمت ہوگی۔"

"صرف دو باہیٹ روزانہ۔"

"تب تم کل میرے پاس آجانا۔" محمود نے اسے پانچ باہیٹ دے کر کہا اور وہ سلام کر کے گیا۔

بانس کی چھوٹی سی لیکن بے حد خوبصورت جھونپڑی محمود کو بے حد پسند آئی تھی۔ زمین پر ۔ گدا پڑا ہوا تھا جو مونجھ کا بنا ہوا تھا اس میں مونجھ کے تنکے بھرے ہوئے تھیں گدے کا اونچا تکئے کے طور پر استعمال کئے جانے کے لئے تھا۔ ان لوگوں کی خوراک استعمال کرنے کا سوال ہی ں پیدا ہوتا تھا لیکن پیٹ کا دوزخ ہر طرح بھرا جاسکتا ہے۔

رات کو بستر پر لیٹ کر محمود کی نگاہیں مستقبل کا جائزہ لینے لگیں۔ ماضی کا ہر نقش تاریک تھا اتنی تاریکیوں سے اب دل ----- دہنے لگا تھا خواہ مخواہ اداس ہونے سے کوئی فائدہ نہیں ۔ اس نے آگے کے بارے میں سوچا پیٹر نے مے سوٹ میں پتھروں کی اسمگلنگ کا اشارہ کیا تھا کام میں شمولیت کے امکانات پر غور کرتا رہا۔ کیا طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے آسانی سے تو کام ل مل سکتا کسی کا سہارا بھی نہیں ہے لیکن کائی بہت چالاک آدمی ہے۔ اسے محمود نے بلاوجہ یڈ کے طور پر نہیں بلایا تھا اصل میں وہ اس سے معلومات چاہتا تھا۔

دوسرے دن کائی آگیا۔ "تم تیار ہو مسٹر.........؟"

"ہاں"

"تو پھر چلو.........!" کائی نے کہا۔ مے سوٹ میں تھا ہی کیا بری بارڈر بالکل قریب تھا مگر کائی چالاکی سے اپنا دوسرا دن پکا کر رہا تھا۔ اس نے یہاں کی لوک داستانیں سنائیں اور ایسی کچھ جگہوں کا تذکرہ کیا جسے وہ دوسرے دن دکھانے والا تھا۔ محمود، خود بھی گہرے انداز میں ہر چیز کا جائزہ لے رہا تھا اس نے بے حد ذہانت سے کائی سے کچھ سوالات بھی کر ڈالے تھے جو پتھروں کے کھیل سے متعلق تھے۔ کائی نے سادگی سے اس کے بارے میں تفصیل بتائی۔ شاؤلی نامی جگہ اسمگلروں کا گڑھ تھی۔ شاؤلی بظاہر **مچھلیوں** کی منڈی تھی لیکن وہاں کے دو تین چکر لگانے کے بعد محمود کو اندازہ ہوگیا کہ یہاں کے گندے اور گنجلک ریستورانوں میں بڑے بڑے ماسٹرز نظر آتے ہیں۔ لیکن ان سے رابطہ کس طرح ممکن ہو.........؟" اس دن بھی وہ شاؤلی میں گھوم رہا تھا کہ کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور پھر ایک آواز سنائی دی۔"

"مسٹر محمود........"

گلاب کلی کے آدمیوں کا خوف ہمیشہ دامن گیر رہتا تھا۔ اس لئے اس وقت بھی سناٹے میں رہ گیا۔ پھر گردن گھما کر دیکھا اور پیٹر کو پہچان لیا۔ پیٹر مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ بولا۔ "یہ پوچھنا تو بالکل حماقت ہے کہ تم نے کیسے پہچانا آؤ کسی ریستوران میں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

محمود کو ایک عجیب سے سکون کا احساس ہوا تھا پیٹر نے چائے کے لئے کہا پھر بولا۔ "یہاں کب پہنچے.........؟"

"دو تین دن ہوئے۔"

"اگر میرے اندازہ غلط نہیں ہے تو میری بات تمہاری سمجھ میں آگئی ہے۔ مے سوٹ میں تمہاری موجودگی یہی ظاہر کرتی ہے۔"

"آپ کا خیال درست ہے مسٹر پیٹر۔"

"پیٹر" مسکرایا پھر بولا۔ چلو ٹھیک ہے ناموں میں کیا رکھا ہے ہاں تو کوئی کام بنا.........؟"

"بالکل نہیں" محمود مسکرا کر بولا۔

"خوشی ہوئی۔" پیٹر نے کہا اور محمود چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ "خوشی یوں ہوئی کہ مجھے تمہارا قرض چکانے کا موقع ملا۔ میں تمہارا کام کر دوں گا۔ لاکڑ کے گروہ میں کام کرو اس کا طریقہ کار سب سے بہتر ہے۔ وہ اپنے آدمیوں کو تنخواہ نہیں کمیشن دیتا ہے جتنی محنت کرو کمالو۔ ایک طرح سے اس کے گروہ کے لوگ اس کے شیئر ہولڈر ہوتے ہیں۔"

محمود نے شکر گزار نگاہوں سے اسے دیکھ کر کچھ بولنا چاہا تو وہ جلدی سے بولا۔ "نہیں ڈیئر......... شکریہ نہ ادا کرنا تمہارا قرض بہت بھاری تھا یوں سمجھ لو زندگی بچ گئی تھی میری

.... ویسے وہ لوگ تمہیں جانتے تھے۔"

"ہاں۔"

"کیسے.........؟" پیٹر نے پوچھا۔

"گلاب کلی کے ساتھ کچھ عرصہ کام کرچکا ہوں۔"

"اوہو تب تو یہ کام آسانی سے کر لو گے اسے کیوں چھوڑ دیا"

"دشمنی ہوگئی تھی۔"

"پھر اس کے آدمیوں کا رویہ تمہارے ساتھ اچھا کیوں تھا.........؟"

"انہیں اس دشمنی کے بارے میں نہیں معلوم تھا۔" محمود نے کہا اور پیٹر اسے پرخیال نظروں یکھنے لگا پھر بولا۔

"تب تو ایک پنتھ دو کاج ہوگئے تم نے اس لئے بھی کینچنا پوری چھوڑا ہوگا۔ چلو ٹھیک ہے یرا بہترین دوست ہے وہ تمہاری عزت بھی کرے گا اور تحفظ بھی دے گا۔ گلاب کلی سے اس ی دشمنی ہے۔ صبح میں اس سے بات کر لوں گا کل مجھے اس ریستوران میں مل جانا۔ دیکھ ہو یہاں تمہارے کتنے ہم وطن ہیں ایک سے ایک فنکار چٹکیوں میں کہیں سے کہیں پہنچا والے اعلیٰ سے اعلیٰ ٹوپی باز۔"

دوسرے دن پیٹر نے اسے واسکو سے ملایا۔ وہ دیسی عیسائی تھا لاکڑ کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ اس ما

"جتنا کام اتنا مال......... اور کیش......... ادھار بالکل بند ہماری پہلی شرط......... مال نہیں چھوڑو گے۔ چھوڑ دیا تو قرض چکانا ہوگا یا جان ہم دیں گے بے ایمانی سب سے بڑا جرم ..... منظور.........؟"

"منظور........." محمود مسکرا کر بولا۔

"لو یہ گلے میں پہن لو......... تمہاری شناخت ہو جائے گی۔" واسکو نے ایک تعویذ جیسی ے دی جس میں کالا دھاگا بندھا ہوا تھا۔

پیٹر چلا گیا......... محمود نے وہیں قیام کیا تھا پھر وہ پتھروں کی پہلی کھیپ لے کر چل پڑا۔ میکا کویا اس کے ساتھ تھے۔ یہ دو مقامی باشندے تھے اور جڑواں بھائی تھے بری باڈر کے دوسری ۔ انہیں دو آسٹریلوی باشندے ملے جنہوں نے انہیں دو لاکھ ڈالر دیئے اور دشوار گزار راستوں ل سفر کر کے کوئی سات گھنٹوں میں ان کی واپسی ہوئی۔ پتھروں کے کام کا پہلا کمیشن سات سو ڈالر محمود کو ملا......... ساتھ میں واسکو نے کہا۔" اب ایک ہفتہ آرام کرو......... کیانہ نا عیش گاہ ہے۔ وہاں سب کچھ ہے۔ ٹھیک ساتویں دن تیار ہو کر آ جانا محمود نے گردن ہلا

☆ .... ☆ .... ☆

بینش اور سیما امتیاز کے ساتھ فیروز خان کو دیکھ کر حیران بھی ہوئی تھی اور خوش بھی ا
نوجوان نے ان کی بے لوث مدد کی تھی اور اس کی وجہ سے انہیں ایک بڑے حادثے سے بچنے
موقع ملا تھا۔ چنانچہ وہ اس کی بہت عزتی کرتی تھیں۔ امتیاز کے گھر میں فیروز خان کی بہت اچھ
پذیرائی ہوئی۔ امتیاز نے سب ہی سے اس کی ملاقات کرائی اب اسے بھی زندگی کا کچھ تجربہ حاص
ہوگیا تھا اور اچھے برے کی تمیز بھی ہوگئی تھی۔ فیروز خان کے بارے میں اس کا اندازہ تھا کہ
ایک نیک سیرت انسان ہے۔ محمود کا خط بھی بینش سے لے کر فیروز کو دکھایا گیا اور فیروز خان بہ
دیر تک اس پر غور کرتا رہا.......... بہرحال امتیاز نے ان لوگوں سے کہا کہ اس نے فیروز خان ۔
درخواست کی ہے کہ وہ کبھی کبھی ان لوگوں کی خیریت معلوم کرتا رہے' زبیدہ نے اسے بڑ
دعائیں دیں اور پھر تھوڑی سی رسمی باتوں کے بعد فیروز خان وہاں سے رخصت ہوگیا۔ لیکن وہ ا
شخصیت کے بڑے اچھے اثرات چھوڑ گیا تھا جنہیں نجانے کون کون محسوس کر رہا تھا۔ اب اس ۔
بعد امتیاز کو فوراً ہی بنکاک روانہ ہونا تھا۔ تمام لوگوں کو ہدایات دینے کے بعد بالآخر وہ بنکاک چ
پڑا۔ یہاں اس نے جو ذمہ داریاں سنبھالی تھیں وہ اس کے شاندار مستقبل کی جانب اشارہ کر
تھیں اور اب جن حالات کو اس نے قبول کرلیا تھا انہی کے تحت وہ آگے بڑھنے کا خواہش مند
لیکن دل میں محمود کے لئے بھی بڑا جذبہ تھا۔ حالات بہتری کی جانب اشارہ کر رہے تھے۔ ملک ست
اگر فیروز خان کے ہاتھ آ جائے تو محمود کی پوزیشن صاف ہو جائے گی اور پھر جیسا کہ فیروز خان ۔
کہا ہے کہ محمود وعدہ معاف گواہ کی حیثیت سے گلو خلاصی حاصل کرسکتا ہے تو اس سے اچھی تو ا
کوئی بات ہی نہیں تھی۔ ایک حسین مستقبل کا تصور لئے ہوئے وہ بنکاک پہنچ گیا اور یہاں آ
اپنے کاروبار میں مصروف ہوگیا۔ اس کے کارکن اب بہت موثر طریقے سے اس کے کاروبار
آگے بڑھا رہے تھے اور وہ ایک اچھی ساکھ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ کاروبار کا جائزہ ۔
کے بعد اس نے ہانگ کانگ روانگی کا بندوبست کیا اور پھر ہانگ کانگ پہنچ گیا گلاب کلی سے پچھ
ملاقات میں بڑی اچھی گفتگو رہی تھی اس بار بھی امتیاز بہتر منصوبوں کے ساتھ وہاں پہنچا تھا ا
گلاب کلی سے ایک ایسے انداز میں ملا تھا کہ گلاب کلی نے اس کی بڑی پذیرائی کی وہی معمول
وہی انداز' لیکن گلاب کلی بڑا بجھا بجھا نظر آ رہا تھا۔ امتیاز سے لاہور کے حالات پوچھے بہت
باتیں کیں اور پھر امتیاز کو موقع مل گیا کیونکہ محمود کا تذکرہ نکل آیا تھا گلاب کلی نے دانت پ
ہوئے کہا۔

"وہ فتنہ کم بخت مارا' ایسا تیز نکلے گا' ہمیں تو اندازہ ہی نہیں تھا ارے جانتے ہو اس نے ملک
کا کیا کیا..........؟"

"ہاں ہمیں تو ان پر ہنسی آتی ہے جو ہم جیسے نہ ہوتے ہوئے بھی ہم سے بدتر ہیں محمود۔
وہ مار لگائی ملک ستار کو کہ اب ذرا صورت دیکھو اور پہچان کر دکھا دو۔

امتیاز کے اندر مسرت کی ایک لہر بیدار ہوئی لیکن اس نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"کیا مطلب استاد.........."

"ٹانگوں سے معذور ہوگیا ہے گال ادھڑ گئے ہیں' بدن پر اتنے زخم ہیں کہ شاید اب وہ کسی
سامنے بدن دکھانے کی ہمت بھی نہیں کرسکتا۔ محمود نے اس کی لٹیا ڈبو دی۔"

"مگر کیسے استاد؟" امتیاز نے لہجے کو حیران بنا کر پوچھا اور گلاب کلی نے اسے پوری کہانی سنا
امتیاز نے افسردگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"محمود کوئی اچھا انسان نہیں تھا استاد' جس کا کھایا اسی کی تھالی میں چھید کیا' کبھی کسی کا اس
ساتھ نہیں دیا جس میں کوئی غرض شامل نہ ہو۔ ملک ستار سے میرا کوئی خاص تعلق نہیں ہے
مجھے سخت افسوس ہوا ہے' محمود اس کا نمک خوار تھا اور نمک خواروں کے ساتھ ملک ستار
جو سلوک کیا وہ قابل تحسین ہے لیکن محمود کا ہاتھ ملک ستار پر اٹھ گیا اس سے زیادہ شرمناک
اور کوئی نہیں ہو سکتی۔"

"نوپینز' نو گینز مائی ڈیر" عقب سے آواز آئی اور امتیاز چونک کر پلٹ پڑا۔ ملک ستار
تھا اور اس نے شاید امتیاز کی باتیں بھی سن لی تھیں۔ امتیاز کی آنکھوں میں تاسف پیدا ہوگیا وہ
اختیار کھڑا ہوگیا تھا۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر انتہائی احترام کے لہجے میں کہا۔

"آپ ہی کی باتیں ہو رہی تھیں ملک صاحب' کیا کہوں اور کیا نہ کہوں' استاد نے تفصیل بتائی
میرا خون کھول رہا ہے حالانکہ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ میرا بھلا آپ سے کیا رشتہ' بلکہ
بار محمود کی بہن اور بھابی کی وجہ سے میں نے آپ کے ساتھ تھوڑی سی بدتمیزی بھی کی تھی
وہ ایک وقتی تاثر تھا' ورنہ بعد میں آپ کی حقیقت معلوم ہونے کے بعد مجھے سخت شرمندگی
تھی۔ بہرحال اب مجھے یہ اندازہ ہوگیا کہ اگر کوئی کسی کے ساتھ برا کرتا ہے تو اس برائی کا
اسے مل ہی جاتا ہے۔"

"بہرحال فرق تو ہوتا ہے ناڈیئر امتیاز ہم میں اور اس میں فرق ہے' اسے لمحاتی طور پر یہ موقع
یا دھوکے سے وار کر کے اس نے ہمیں زخمی کر دیا اور اس کے بعد اپنے دل کی بھڑاس نکالتا
لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ہم نے اس کے لئے جو منصوبہ بنایا ہے بس ذرا اس کی تکمیل ہو
نے دو۔ یہاں کتنی دیر رہو گے گلاب کلی کے پاس..........؟"

"نہیں بس میں تو ہانگ کانگ آیا تھا' استاد سے کچھ ایسی عقیدت ہوگئی ہے کہ ان سے ملے
جانے کو دل نہیں چاہا تو سلام کرنے آگیا۔"

"تو پھر آؤ ہمارے ساتھ .... تھوڑا سا وقت ہمارے ساتھ بھی گزارو۔" ملک ستار نے

"استاد اگر اجازت دے دیں.........."

"نہیں میاں جیتے رہو' آتے جاتے رہا کرو اور اگر ہم سے کوئی کام ہو تو بے دھڑک بتا دینا۔
غدار نے تو ہم سے غداری کر ہی ڈالی ہے لیکن ہم بھی دھن کے پکے ہیں' ہم سے دشمنی
لے کر ان علاقوں میں کوئی جی نہیں سکا ہے۔ دیر بے شک ہو جاتی ہے لیکن کام بہرحال چل

ہی جاتے ہیں۔"

"جی استاد.........؟"

پھر اس کے بعد ملک ستار اسے ساتھ لئے ہوئے اپنے ہوٹل پہنچ گیا تھا"........... ہوٹل :
اس نے امتیاز کے لئے کھانے پینے کی کچھ اشیاء منگوائیں اور بولا۔

"پاکستان آتے جاتے رہتے ہوگے.........؟"

"جی ملک صاحب عموماً آنا جانا رہتا ہے آپ کو بتا چکا ہوں کہ کام کیا کر رہا ہوں' ویسے ا
اطلاع دوں آپ کو' محمود سے میری کوئی دشمنی نہیں تھی' بلکہ بہت دور کی رشتہ داری ہ
لیکن اس دور میں رشتے ناتوں کا پاس کوئی نہیں کرتا اور سب اپنی اپنی دھن میں مست رہتے ہی
میں نے ہمیشہ محمود کے گھر کا خیال رکھا لیکن کیا مجال جو محمود نے کبھی اس کی پذیرائی کی ہو۔ ا
حادثہ ہوا تھا ابھی چند روز قبل محمود کے گھر میں مجھے تو خیر پتہ نہیں چل سکا چونکہ میں یہاں تھ
میرا مطلب ہے بنکاک میں' محمود کی بہن اور بھابی کو اغوا کرنے کی کوشش کی گئی تھی گولیاں چلیں
پولیس مقابلہ ہوا اور پولیس نے یار علی نامی ایک بدمعاش کو پکڑ لیا........... لیکن دونوں عورتوں
کوئی پتہ نہیں چل سکا شاید انہیں اغوا کر کے کہیں سے کہیں پہنچا دیا گیا۔"

ملک ستار بری طرح سے اچھل پڑا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے امتیاز کو دیکھ رہا تھا پھر ا
نے آہستہ سے کہا۔

"ذرا تفصیل سے بتاؤ.........؟"

"بس اتنی ہی تفصیل ہے' پولیس شاید ان عورتوں کا سراغ لگانے کی کوشش کر رہی ہے۔"

"یار علی گرفتار ہوگیا ہے..........؟"

"ہاں سنا یہی تھا.......... اور یہ بھی سنا ہے کہ وہ ڈرگس کا اسمگلر ہے اب پتہ نہیں آگے
ہوا کیا نہیں.......... لیکن وہ دونوں عورتیں لاپتہ ہیں۔"

"تم تو اس کے عزیز ہو امتیاز' کیا تمہیں ایسے لوگوں کا پتہ نہیں معلوم جہاں وہ عورتیں جا
روپوش ہو سکتی ہیں.........؟"

"ایک دو گھرانے ایسے ہیں جن کے متعلق یہ بات کہی جاسکتی ہے۔"

"پاکستان کب جاؤ گے..........؟"

"ابھی دو چار دن پہلے ہی آیا ہوں ملک صاحب' کیوں خیریت..........؟"

"ایک ٹرپ میرے نام پر لگالو.......... ذرا کچھ معلومات بھی کرانی ہیں تم سے' بے فکر
جتنا خرچہ ہوگا میں ادا کروں گا۔"

"کیسی باتیں کرتے ہیں ملک صاحب آپ میرے ہم وطن بھی ہیں اور ایک اچھے انسان
آپ حکم دیں گے تو کیا آپ سے کوئی معاوضہ لوں گا۔"

"نہیں.......... دولت کی میرے پاس کوئی کمی نہیں ہے تم اس کی بالکل فکر نہ کرو۔
تھوڑی سی معلومات چاہتا ہوں۔"

"آپ بتا دیجئے مجھے۔ کیا معلومات" امتیاز نے کہا اور ملک ستار گہری سوچ میں ڈوب گیا پھر
ن نے گردن اٹھا کر کہا۔

"راز داری شرط ہے برت سکو گے..........؟"

"میں آپ کی عزت بھی کرتا ہوں اور محمود نے جو یہ حرکت کی ہے اس پر افسردہ بھی ہوں۔
پ کی شاندار شخصیت اس نے تباہ کر دی۔"

"میں اسے جس طرح تباہ کروں گا اسے دنیا دیکھے گی۔ یہ میرا عہد ہے۔"

"مجھے بتایئے ملک صاحب میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"پاکستان چلے جاؤ۔ تمہیں ایک پتہ دیتا ہوں یہاں تمہیں نادر علی ملے گا اس سے کہو کہ
.... مگر نہیں میں تمہیں اس کے نام پرچہ دوں گا۔ بس یہ پرچہ اسے دے دینا اور بتانا کہ وہ
کیا کہتا ہے۔"

"ٹھیک ہے ملک صاحب میں بہت جلد یہ کام کر دوں گا۔"

ملک نے ایک پرچہ لکھ کر اسے دیدیا ساتھ ہی ایک بڑی رقم کا چیک بھی دیا جو اخراجات کے
ام پر تھا پھر کہا کہ وہ انتظار کرے گا اور امتیاز اس سے رخصت ہو کر نکل آیا۔ وہ محمود کے لئے
ریشان تھا ہانگ کانگ میں جہاں محمود سے ملنے کے امکانات ہوسکتے تھے وہاں تلاش کرنے کے بعد
ایوس ہو کر وہ بنکاک چل پڑا۔

☆.......... ☆.......... ☆

نورین جلتی ہوئی اپنے گھر پہنچی تھی بابو ارشاد ابھی ابھی باہر سے واپس آئے تھے اور بیوی سے
باتیں کر رہے تھے بیٹی کو دیکھ کر خوش ہوئے پھر اسے تنہا پاکر حیران اور اس کا سرخ چہرہ دیکھ کر
پریشان۔

"خیریت.......... جمال کہاں ہے..........؟"

"جہنم میں" نورین نے کہا۔

"اچھا.......... ہم سے پوچھے بغیر ہی چلا گیا" بابو ارشاد نے مسکرا کر کہا۔

"آپ مذاق کر رہے ہیں ڈیڈی میری زندگی کو جہنم بنا کر آپ ہنس رہے ہیں۔"

"اوہ.......... ریلیکس ہو جاؤ نورین ہمارے پاس آئی ہو تم۔ تمہاری ہر مشکل کا حل ہماری
ٹھی میں ہے کیا ہوا' کیا بات ہے۔ بھئی کوئی ٹھنڈا مشروب منگاؤ ہماری بیٹی کے لئے۔"

"زہر منگائیں میرے لئے اور کچھ نہیں چاہئے مجھے۔"

"نہیں بیٹی وہ ہم نے تمہارے دشمنوں کے لئے محفوظ کر رکھا ہے۔ مگر بات تو بتاؤ کیا ہوا
ہے..........؟"

"آپ نے آخر اس نالی کے کیڑے کو میری تقدیر کا مالک کیوں بنا دیا کیا خوبی دیکھی تھی آپ

نے اس میں..........؟"

"بات کیا ہوئی ہے اگر تم وہ بتا دو تو بہتر ہے' اپنی کہانی سنائے جا رہی ہو..........؟"

"ڈیڈی وہ کسی طور اس قابل نہیں ہے کہ اسے عزت کا کوئی مقام دیا جائے وہ اس شاندار کوٹھی میں الجھتا ہے۔ ہر وقت اپنے ماں باپ کو منہ بنائے یاد کرتا ہے۔ اس کا موڈ ٹھیک نہیں رہتا۔ مقصد یہی ہے اس کا کہ اسکے والدین کو اسی کوٹھی میں بلا لیا جائے اور میں اس کوٹھی کو آگ لگا دینا پسند کرتی ہوں اس کے بجائے کہ وہ گندگی میرے قریب آ کر رہے۔ ڈیڈی کوئی اسٹیٹس ہے اس کا کوئی مقام ہے آپ خود بتائیے' وہ جاہل مرد اور عورت اور وہ لنگڑی لڑکی میرے ساتھ رہے گی میرے رشتہ داروں کی حیثیت سے۔ میں ڈوب نہیں مروں گی اس تصور سے" نورین جھلائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"ہوں.......... گویا ہماری کوششیں ابھی تک کامیابی کی منزل میں داخل نہیں ہوئی ہیں.......... اصل میں نورین یہ ایک نظریہ تھا۔ تمہارے لئے اپنے معیار کا کوئی رشتہ تلاش کر سکتے تھے لیکن میں نے تمہارے مزاج کو سامنے رکھا۔ تم حاکمیت پسند کرتی ہو تمہیں اپنے سے نچلے درجے کا کوئی شوہر ہی سوٹ کر سکتا تھا جو تمہاری ہر بات کو سنتا اور یہ سوچ کر تم سے دبا رہتا کہ تمہاری وجہ سے اسے عزت اور دولت ملی ہے بس یہ نظریہ تھا میرا اور جمال حسین ایک جانی پہچانی شخصیت تھی' پتہ نہیں کس قسم کا لڑکا ہے۔ لیکن فکر نہ کرو میں اس کے سر سے سرکشی کا بھوت اتار دوں گا ہے کہاں وہ..........؟"

"بدتمیزی کرتا ہے وہ مجھ سے.......... مجھے اپنی محکوم بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔ اس کی مرضی سے اٹھوں۔ اس کی مرضی سے بیٹھوں۔ اس کی مرضی سے جاگوں اور سوؤں' کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اس کا خون کر دوں بھلا کوئی مجھے اپنا محکوم بنا کر رکھ سکتا ہے..........؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا بیٹے' کہاں ہے وہ..........؟"

"مجھے نہیں پتہ' مجھ سے بدتمیزی کر کے صبح ہی صبح نکل گیا تھا میں شام تک اس کا انتظار کرتی رہی لیکن واپس نہیں آیا..........؟"۔ آفس بھی نہیں آیا کہاں گیا وہ۔

"اسی نالی میں اور کہاں.......... ماں باپ کے قدموں تلے بیٹھا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے یوں کرو انتظار کر لو' شاید رات تک واپس آ جائے تم یہیں رکو' میں کوٹھی فون کئے دیتا ہوں' جیسے ہی وہ آئے گا ملازم اطلاع دیں گے اور اگر وہ نہ آئے تو ہم انتظار کر لیتے ہیں ایک دو دن کے بعد دیکھیں گے اسے۔"

"آپ اسے سمجھا دیجئے ڈیڈی اس کے بعد اگر اس نے مجھ سے کوئی بدتمیزی کی تو.......... تو .... میں ایک لمحہ اس کے ساتھ گزارہ نہیں کر سکوں گی آپ سوچ لیجئے اچھی طرح کچھ کر بیٹھوں گی میں۔"

"ارے نہیں بیٹے اس کی کیا مجال اگر وہ زندہ رہنا چاہتا ہے عزت سے شان کے ساتھ تو اسے تمہاری خدمت گزاری کرنا ہوگی تمہارے احکامات کی پابندی کرنی ہوگی' ورنہ میں اسے واپس اس

بھیج دوں گا جہاں سے اسے اٹھا کر لایا تھا اسے تمہیں طلاق دینا ہوگی۔"

"میں طلاق اس بدنما شادی سے زیادہ پسند کروں گی ڈیڈی۔" لاڈلی بیٹی نے کہا اور باپ اسے لیاں دینے لگا۔

وہ رات' دوسرا دن' دوسری رات اور پھر تیسرا دن آ گیا۔ جمال حسین کی جانب سے کسی قسم کوئی کارروائی نہیں ہوئی تھی۔ تب بابو ارشاد نے بیگم سے تیار ہونے کے لئے کہا نورین ساتھ تھی وہ بھی ضد کر کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گئی اور تین افراد کا یہ قافلہ کیل کانٹے سے س ہو کر غلام حسین کے گھر کی جانب چل پڑا۔ شاندار کار غلام حسین کے گھر کے دروازے پر ی۔ غلام حسین جمال اور رحمت بی بی گھر پر ہی موجود تھے حریم اپنی ڈیوٹی پر چلی گئی تھی۔ دستک ینے پر غلام حسین نے دروازہ کھولا.......... بابو ارشاد اس مسکراہٹ کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"تشریف لائیے بابو ارشاد آئیے' دلہن بیگم" غلام حسین نے کہا اور سب کو لئے ہوئے اندر اخل ہوئے۔

"جمال حسین کہاں ہے" بابو ارشاد نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ابھی جاگا ہے شاید غسل کر رہا ہے۔"

"وہ تین دن سے گھر کیوں نہیں آیا..........؟"

"میکے آیا ہوا ہے آپ تو اسے الٹا رخصت کر کے لے گئے ہیں بابو ارشاد۔" غلام حسین کم ہیں تھے۔

"اس نے یہ خیال بھی نہیں کیا کہ نورین اکیلی ہوگی..........؟"

"یہ خیال تو آپ نے بھی نہیں کیا بابو ارشاد.......... آپ نے خود ان بے چاروں کو اکیلا کر یا۔ دلہنیں رخصت ہو کر سسرال جاتی ہیں ساس سسر اور نندوں کے ساتھ رہتی ہیں۔ دس دیکھنے الے ہوتے ہیں' مردوں کا کیا ہے وہ باہر بھی رہتے ہیں دوستوں میں بھی وقت گزارتے ہیں۔ ہر قت بیوی کے پلو سے تو نہیں بندھے رہتے۔"

"غلام حسین تمہیں اپنے بیٹے کا مستقبل عزیز نہیں ہے یہ پسند نہیں ہے تمہیں کہ تمہارا بیٹا شاندار کوٹھی میں رہے شاندار کاروں میں سفر کرے ایک اعلیٰ حیثیت کا مالک ہو۔"

"بیشک مجھے بیٹے کا مستقبل عزیز ہے لیکن بیٹا اس سے زیادہ عزیز ہے بابو ارشاد .... آپ نے مجھ سے میرا بیٹا بھی چھین لیا۔"

"سوچ لیں غلام حسین۔"

"میں نے تو پہلے ہی سوچ لیا تھا بابو ارشاد بھول میں تم ہی تھے۔ تم نے سوچا تھا کہ آسانی سے میری زندگی بھر کی کمائی پر قبضہ جما لو گے۔ لیکن مجھے معلوم تھا کہ یہ عارضی بات ہے گھٹنے پیٹ کی طرف ہی جھکیں گے۔"

"وہ ہے کہاں میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"مجھ سے بات کرو........... میں اس کا باپ ہوں۔"
"کیا چاہتے ہو تم آخر...........؟" بابو ارشاد نے کہا۔
"جو ہمارے معاشرے میں ہوتا ہے وہ........... اب تو ہم تمہاری اس کوٹھی میں بھی نہیں رہنا چاہتے۔ تمہاری بیٹی کی شادی میرے بیٹے سے ہوئی ہے یہ میری بہو کی سسرال ہے۔ اس سے کہو شریف زادیوں کی طرح چادر میں لپٹ کر اس گھر میں آئے یہاں رہے میری بیوی کے ساتھ مل کر گھر کے کام کرے۔ کچن میں کھانا پکائے گھر کی صفائی کرے' اپنے شوہر کی دیکھ بھال کرے اور آرام سے یہاں رہے بعد میں ہمارا دل چاہا تو ہم تمہاری اس کوٹھی کے بارے میں سوچ لیں گے..........."
نورین غصے کی شدت سے کھڑی ہوگئی۔" میں اس کوڑے دان میں تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی سمجھے آپ لوگ۔"
"تو اپنے باپ کی شکل پر تھوک دو بیٹی........... کیونکہ اسی نے تمہارے لئے یہ کوڑے دان پسند کیا تھا۔" غلام حسین بولے۔
"جمال حسین کہاں ہے اسے بلاؤ..........." بابو ارشاد نے کہا۔
"جہاں بھی ہے خوش ہے تمہیں جو کچھ کہنا ہے مجھ سے کہو۔"
"نوبت طلاق تک پہنچ سکتی ہے غلام حسین"
"ہوتا ہے ایسا بھی ہوتا ہے۔"
"آپ کو مہر ادا کرنا ہوگا۔"
"مقدمہ کر دینا قانون ہمیں بھی معلوم ہے۔"
"اٹھئے ڈیڈی میں خود ان لوگوں کو سیدھا کر دوں گی کیا سمجھا ہے انہوں نے اپنے آپ کو۔" نورین نے غصے سے بپھر کر کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔
"ہمارے معاشرے میں ابھی مرد' عورتوں کو سیدھا کرنے کے لئے جوتا بھی سنبھال لیتے ہیں دلہن بیگم اور ان پر کسی قانون کا اطلاق نہیں ہوتا........... سوچ لو........... جمال حسین بھی مرد ہے۔"
"آؤ........... بابو ارشاد نے کہا اور بیٹی اور بیوی کے ساتھ باہر نکل گئے جمال حسین نے شاید جان بوجھ کر اپنا غسل لمبا کر دیا تھا...........!

☆ .... ☆ .... ☆

فیروز خان امتیاز کے گھر سے باہر نکل آیا۔ ایک ماحول تھا اس گھر میں ایک اپنائیت تھی حالانکہ کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام نہیں دیا تھا اس نے لیکن بینش اور سیما نے اس کا بڑا مان مانا تھا اور پھر امتیاز کے گھر میں ایک بزرگ عورت ایک چھوٹی بچی اور ایک ایسا چہرہ جسے دیکھ کر نجانے ذہن

ماضی کی کونسی گرہ کھل جاتی تھی۔ یہ روبینہ تھی امتیاز کی بہن کبھی کسی زمانے میں بچپن میں بستی میں جب فیروز خان ایک بھرے پرے گھر والا تھا۔ عمر بھی بہت چھوٹی تھی ایک لڑکی تھی اس کے ساتھ کھیلتی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کی چاہا کرتے تھے بہت وقت انہوں نے ساتھ گزارا تھا عمر اس منزل میں نہیں آئی تھی جب عہد و پیمان کا دور شروع ہوتا ہے لیکن دلوں میں ایک دوسرے کے لئے شاید ایسے ہی کچھ احساسات تھے پھر یوں ہوا کہ وہ ہمیشہ کے لئے بچھڑ گئی۔ سانپ نے کاٹ لیا تھا اسے........... اور جب اس کی تدفین کر دی گئی تو فیروز خان مہینوں تک خاموش رہا تھا۔ اگر بچپن کی عمر نہ ہوتی تو نجانے کیا کیا کہانیاں بن جاتیں۔ وقت گزرتا چلا گیا اس کے اپنے بھی اس سے دور ہوگئے' سب ختم ہوگئے اور فیروز' فیروز خان بن گیا۔ ایک تنہا گھر میں زندگی گزارنے والا اپنے قرض اور اپنے مقصد کے لئے جینے والا مزاج بدل گیا تھا' حالات بدل گئے تھے۔ ڈولی نے ذہن کے پردوں کو چھوا تھا لیکن اس شکل میں نہیں ایک ضرورت کے تحت اس کی جانب قدم بڑھائے تھے اور پھر کچھ جذباتی رشتے ہوگئے تھے۔ ڈولی بھی روپوش ہوگئی تھی لیکن آج یہ چہرہ یہ چہرہ ماضی کے بہت سے باب کھول رہا تھا۔ اس چہرے میں پشینہ کی جھلکیاں تھیں اور پشینہ وہ ہستی تھی جو فیروز خان کے ذہن میں رہتی تھی' نہ وہ سوئی تھی' نہ مری تھی نجانے کتنا وقت فیروز خان نے اس بارے میں سوچتے ہوئے لگایا اور اس کے بعد اس کے اندر فرض کا احساس جاگ اٹھا۔ یہ سب کچھ تو زندگی کی علامتیں ہیں۔ زندگی میں یہ سب کچھ نہ ہو تو مزا ہی نہیں رہتا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی فرض وہ احساس جو زندہ رکھتا ہے اس کی تکمیل سب سے پہلے ضروری ہوتی ہے تقدیر اس کا ساتھ دے رہی تھی ملک جبار نے ملک سے باہر جانا چھوڑ دیا تھا اور حالات کی نگرانی کر رہا تھا۔ زمان نے کئی بار ملک جبار کی پراسرار کارروائیوں کے بارے میں تفصیلات بتائی تھی لیکن کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہوسکا تھا جس کی بنیاد پر ملک جبار ملک ستار کی گلو خلاصی کراسکتا۔ ڈولی کے قاتل کی حیثیت سے ملک ستار پر مہر لگ چکی تھی۔ مقتولہ کا اقبالی بیان موجود تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ایسے بہت سے شواہد بھی جو ملک ستار کو قاتل ثابت کرتے تھے۔ اس کے خلاف مقدمہ درج ہوگیا تھا۔ ایف آئی آر کٹ گئی تھی اور جب بھی اس کی گرفتاری ممکن ہوئی اسے گرفتار کیا جاسکتا تھا........... سرکاری کاغذات میں اسے ایک مفرور قاتل قرار دے دیا گیا تھا........... لیکن بس مسئلہ یہ تھا کہ وہ نگاہوں کے سامنے نہیں تھا اور کوئی بھی اس کے بارے میں بتانے والا موجود نہیں تھا۔ لیکن یار علی کی گرفتاری کے بعد بہت سے عقدے کھل گئے تھے ایک طرف زمان بھی اپنے کام میں مصروف تھا اور ادھر فیروز خان بھی۔ ملک ستار کا وہ خط یار علی سے مل چکا تھا اور اب محمود کا بھیجا ہوا خط بہت سی کہانیاں سنا رہا تھا چنانچہ فیروز خان زمان کی تلاش میں چل پڑا۔
زمان بہر طور ایک پولیس آفیسر تھا اس کی اپنی مصروفیات تھیں۔ فیروز خان فوراً ہی اسے نہ پاسکا لیکن اسی رات اس نے زمان خان کو اس کی رہائش گاہ پر جا لیا........... زمان اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا تھا۔

"میں نے تو پہلے بھی کہا تھا فیروز خان کہ تنہا آدمی ہو کبھی کبھی فرصت کے وقت نکل آیا کرو تاکہ تمہیں تھوڑی سی گھریلو زندگی تو ملے۔ نجانے اپنے آپ کو کہاں ایڈ جسٹ کیا ہے تم نے۔"

فیروز خان کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کسی قدر مغموم لہجے میں کہا۔

"یار جو کچھ قدرت نے چھین لیا ہے وہ انسان مجھے کیسے واپس کرسکتے ہیں۔"

"یہ تمہاری سوچ ہے قدرت کسی سے کچھ چھینتی نہیں وہ تو دینے والی ذات ہے خیر سناؤ کیا ہو رہا ہے............؟"

"اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہا ہوں............ سرکاری بھی اور ذاتی بھی............ ڈولی کا قرض جلد سے جلد اتار دینا چاہتا ہوں۔" فیروز خان نے کہا۔

"ملک جبار کو خدا کے فضل سے ہر جگہ ناکامی ہو رہی ہے میں نے تمہیں بتایا تھا کہ اس فائل آئی جی آفس منگوائی گئی تھی اس کے بعد وہ ہوم ڈیپارٹمنٹ چلی گئی تھی۔"

"ہاں بتایا تھا۔"

"وہ اب ریمارکس کے ساتھ واپس آگئی ہے اور ملک ستار کی غیر موجودگی میں اس پر مقدمہ چلانے کی ہدایت کر دی ہے بس اب ہم لوگ چالان پیش کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔"

"گڈ............ فیصلہ بھی اس کی عدم موجودگی میں ہو جائے گا۔"

"سو فیصد"

"کیا خیال ہے............ کیا فیصلہ ہوگا۔"

"سزائے موت صرف سزائے موت۔" زمان نے کہا اور فیروز خان کے چہرے پر مسرت کے آثار پھیل گئے۔

"اس سے کم کچھ نہیں ہونا چاہئے میں نے بھی کچھ کام کیا ہے۔"

"کیا............؟"

"ہانگ کانگ میں مجھے اس کی رہائش گاہ کا پتہ چل گیا ہے۔" فیروز خان نے بتایا اور زمان سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"کہاں............ کیسے............؟" وہ بولا اور فیروز خان نے اسے امتیاز کی کہانی سنا دی۔ زمان نے دلچسپی سے پوری تفصیل سنی پھر آہستہ سے بولا۔

"یہ تو بہترین بات ہوئی ہے............ امتیاز ہمارے لئے کام کرے گا۔"

"سو فیصد کرے گا"

"وہ کب جا رہا ہے............؟"

"بس جانے والا ہے"

"واپسی کب ہوگی............؟"

"آتا رہتا ہے"

"اس سے صحیح انفارمیشن حاصل کرو میں دوسری کوششیں کرتا ہوں۔"

"ہم اسے وہاں سے گرفتار کر کے لاسکتے ہیں۔"

"بالکل لاسکتے ہیں لیکن اس کے لئے انٹرپول کا سہارا لینا ہوگا ایک پوری کاروائی ہوتی ہے ایک طریقہ کار ہوتا ہے لیکن وہ میں کر لوں گا۔"

"تو پھر سمجھ لو کر امتیاز پوری طرح ہمارے لئے کام کرے گا۔"

"ملک ستار کے برے دن آہی گئے"............ زمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور میرے اچھے دن" فیروز خان مسکرا کر آہستہ سے بولا اس کی آنکھوں میں روبینہ کا چہرہ ابھر آیا تھا۔

☆............ ☆............ ☆

محمود کے جنوں کو راستہ ملا تھا وہ بے جگری سے کام کر رہا تھا بہت جلد اس نے واسکو کی نگاہ میں اپنا مقام بنا لیا اب وہ واسکو کا کمیشن ایجنٹ ہی نہیں رہا تھا بلکہ اس کا بہترین کارکن بن گیا تھا۔ اس کی کارکردگی بھی ہفتے وار نہیں رہی تھی بلکہ اب وہ لاکٹ گروہ کے اہم اور خاص کام بھی سرانجام دینے لگا تھا۔ چنانچہ کبھی پوکٹ، کبھی چنگ مائی، کبھی سوری مانگ............ بارہا اسے بنکاک میں رہنا پڑا تھا............ دوستیاں، دشمنیاں چل رہی تھیں کئی بار خطرناک حالات سے دو چار ہونا پڑا اب اسے لاکٹ گروہ کے اہم رکن کی حیثیت سے پہچانا جاتا تھا۔ البتہ ایک دن واسکو نے اس سے کہا تھا۔

"دیکھو جان اصول اصول ہوتے ہیں تم میری جان ہو اور جان کے لئے جان حاضر۔ جو دل چاہے کرو اور روپیہ کماؤ ایک کام کبھی نہ کرنا۔"

"کیا واسکو؟" محمود نے پوچھا۔

"ڈرگس میں کبھی ہاتھ نہ ڈالنا یہ سب سے خطرناک دھندہ ہوگا۔ سونا' ہیرے' جو دل چاہے ڈیل کر لو............ لیکن ڈرگس کو ہاتھ لگاؤ گے تو یوں سمجھو گے موت کو ہاتھ لگاؤ گے اور اگر کبھی ایسا کوئی کام ہوگیا تو یہ ہماری مجبوری ہوگی۔ پورے گروہ سے تمہیں کوئی نہیں پہچانے گا۔ ہم سب تم سے لاتعلقی کا اظہار کر دیں گے کیونکہ ڈرگس کے کسی مسئلے کو چھونا پورے گروہ کی موت کے مترادف ہوگا سمجھ رہے ہو نا میری بات............" محمود مسکرا دیا پھر اس نے کہا۔

"میری ضرورت چند افراد کے لئے ہے ڈیئر واسکو اور وہ ضرورت باآسانی پتھروں کی اس تجارت سے پوری ہوسکتی ہے تم مجھے کبھی لالچی انسان نہیں پاؤ گے۔"

"مجھے یقین بھی ہے اور اندازہ بھی لیکن ہوشیار کر دینا ضروری ہے کہیں سے بھی کوئی آفر ہوسکتی ہے جب کوئی بہت زیادہ سرگرم ہو جاتا ہے تو آپس میں بھی لوگ جلنے لگتے ہیں اس لئے اپنے آپ کو ہمیشہ چیک رکھنا۔"

"ٹھیک ہے۔"

ان دنوں بھی محمود بنکاک آیا ہوا تھا اور گولڈن ٹمپل کے پاس ایک جگہ ٹھہرا ہوا تھا۔ یہاں واسکو کے پوائنٹس مختلف علاقوں میں تھے۔ سوری وانگ روڈ، سولوم روڈ، ہوٹل ٹرڈو کو دوڑو، سلیم ریسٹورنٹ نجانے کہاں کہاں سے کام ہوتا تھا۔ غرض یہ کہ محمود اب اپنے آپ کو بہت پراعتماد محسوس کرتا تھا اور اس کا کام بخوبی جاری تھا۔ دل میں اگر کبھی کبھی کوئی حسرت ابھرتی تھی تو صرف یہ کہ جس طرح بھی بن پڑے امتیاز سے رابطہ قائم کرے گھر کی خیر خبر ملنا مشکل ہوگئی تھی۔ بنکاک میں اکثر کئی بار اس نے مختلف جگہوں پر امتیاز کو تلاش کیا تھا لیکن محتاط انداز میں۔ اس وقت بھی وہ والا پھونگ ریلوے اسٹیشن سے ایک برق رفتار کار میں جا رہا تھا کہ اچانک اس کی نگاہوں میں بجلی سی کوند گئی گزرتی ہوئی کہ کار سے اس نے امتیاز کو دیکھا تھا۔ نہ بینائی متاثر تھی اور نہ ہوش و حواس کا دھوکا تھا لیکن بدقسمتی یہ تھی کہ جس کار میں محمود جا رہا تھا اس کا تعاقب کیا جا رہا تھا۔ مقامی پولیس اس کار کو چیک کر چکی تھی۔

اس وقت اس کار میں بہت قیمتی پتھر موجود تھے جنہیں بنکاک کے ہوٹل پرو کو ڈورو سے حاصل کیا گیا تھا اور ایک مخصوص منزل پر انہیں پہنچانا تھا۔ نجانے کس طرح پولیس کو شبہ ہوگیا تھا کار کو روکنے کی کوشش کی گئی تھی لیکن محمود نے کار کو بھگانے کا اشارہ کر دیا تھا اور وہ پولیس کو ڈاج دے کر نکل جانا چاہتے تھے اس لئے محمود دل مسوس کر رہ گیا یہ وہ مرحلہ تھا جہاں کوئی خطرہ مول نہیں لیا جاسکتا تھا کیونکہ بات بقیہ ساتھیوں کی بھی تھی جو اس وقت بڑی مشکل کا شکار ہوگئے تھے۔

بالآخر کار شہری راستے سے باہر نکل آئی اور کچھ دور چلنے کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ اب پولیس کار تعاقب نہیں کر رہی ہے محمود نے اپنے ساتھی سے کہا۔

”کیا خیال ہے وہ لوگ بد دل ہو کر واپس چلے گئے............؟“

محمود کے مقامی ساتھی کاؤ نے کہا۔ ”مشکل ہے مقامی پولیس ایک جنجال ہوتی ہے اور اس طرح پیچھا نہیں چھوڑتی ہمیں چلتے رہنا چاہئے اور جیسے ہی کوئی موقع مل جائے گاڑی روک کر مختلف سمتوں کو نکل جانا چاہئے۔

”گاڑی کا کیا کرو گے............“

”جو کچھ بھی ہو............ لیکن اس وقت اس گاڑی کی نشاندہی کی جاسکتی ہے تم کیا سمجھتے ہو اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو پولیس کے ہیلی کاپٹر اب تک اپنے مستقر سے پرواز کر چکے ہوں گے۔“

محمود کا یہ ساتھی کافی پرانا اور تجربہ کار تھا وہ لوگ کافی فاصلہ طے کر چکے تھے اور اب کچھ فاصلے پر سے سوٹ کا علاقہ آنے والا تھا اس جگہ سے بائیں سمت ریور سرائے آ جاتا تھا اور ریور سرائے کے ساحل چھپنے کے لئے بہترین جگہ تھے برمی بارڈر کا علاقہ تھا............ اور یہاں لاتعداد چھوٹی چھوٹی بستیاں آباد تھیں۔ یہیں ایک جگہ گاڑی روکی گئی مال ایک شخص کی تحویل میں دیا گیا۔ طے یہ کیا گیا کہ کچھ لمحے انتظار کیا جائے اور اگر پولیس گاڑیاں یا ہیلی کاپٹر پہنچ جائیں تو انہیں ڈاج دیا جائے۔ جسے مال دیا گیا تھا وہ مال لے کر روانہ ہوگیا۔ لیکن تجربے کار لوگوں کا اندازہ درست تھا

ہی لمحوں میں آسمان سے ہیلی کاپٹروں کی چنگھاڑ ابھرنے لگی۔

”ہری اپ۔“ ایک آواز ابھری اور سب دوڑ پڑے۔ آس پاس کے علاقوں میں بھی لمبی اڑیوں کے جنگل پھیلے ہوئے تھے۔ وہ لوگ ان میں جا گھسے............ جن میں دوڑنا بھی مشکل کام ا۔ ہیلی کاپٹروں نے پہلے تو گاڑی کو نشانہ بنایا گولیوں کی تڑتڑاہٹ فضا میں ابھری اور گاڑی کے چے چکنا چور ہوگئے۔ پولیس آپریشن کا طریقہ جانتی تھی اور اسے معلوم تھا کہ یہاں آکر فرار ہونے الے کیا طریقہ کار اختیار کرتے ہیں چنانچہ تینوں ہیلی کاپٹر منتشر ہوگئے۔ پھر ہلتی ہوئی گھاس کو نشانہ ایا گیا اور کایا گولیوں سے چھلنی ہوگیا۔ وہ محمود کے ساتھ تھا محمود رک گیا کایا کے بدن نے اذیت ے عالم میں لہریں لیں پھر وہ ساکت ہوگیا۔

”کایا............!“ محمود نے اسے پکارا لیکن کایا بے جان ہو چکا تھا............ محمود گھاس میں اکت ہوگیا تھوڑے فاصلے پر دریا بہنے کی آواز سنائی دے رہی تھی اور محمود کے کان ہیلی کاپٹروں ی آوازوں پر لگے ہوئے تھے۔ اب اسے احساس ہوگیا تھا کہ یہ ہلتی ہوئی گھاس اس وقت سب ے زیادہ خطرناک ثابت ہو رہی ہے۔ لیکن اب وہ اس میں اتنی دور تک گھس آئے تھے کہ اس ے باہر نکلنا بھی ممکن نہیں تھا۔ محمود نے تیز رفتاری سے سوچتے ہوئے ایک فیصلہ کیا۔ اگر اس قت دریا میں چھلانگ لگا دی جائے تو بچا جاسکتا ہے۔ پانی کی آواز سے سمت کا اندازہ لگا کر اس نے یلی کاپٹر کی آوازیں سنیں اور پھر دوڑ لگا دی۔ ہیلی کاپٹر سے پورا جائزہ لیا جا رہا تھا۔ گولیوں کی ڑتڑاہٹ ابھری اور نہ جانے کتنے دہکتے انگارے محمود کے وجود میں اتر گئے اس نے اذیت سے ڑپتے ہوئے چھلانگ لگائی اور ساتھ چھوڑتی ہوئی ذہنی قوتوں نے بس اتنا ساتھ دیا کہ اسے اپنا وجود انی میں ڈوبتا محسوس ہوا۔

اس نے صورت حال کو محسوس کر کے پانی میں ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی لیکن دونوں بازو کٹے ہوئے لگ رہے تھے۔ اس کے حلق سے کراہیں نکلیں اور منہ میں پانی بھر گیا۔ سانس رک گئی اور دماغ بھاری ہوگیا۔ پھر رفتہ رفتہ زندگی بچانے کی جدوجہد ماند پڑ گئی اور وہ سو گیا۔

انسان سو جاتا ہے، لیکن قدرت ہمیشہ جاگتی رہتی ہے اور جب انسانی جدوجہد ماند پڑ جائے تو پھر اس عمل کا آغاز ہو جاتا ہے جو احکامات کا عمل ہے کہ کسے کتنی زندگی بخشی گئی اور کسے واپسی کا سفر کرنا ہے، سوئے ہوئے محمود کی آنکھ کھل گئی۔ روشنی کی ایک گستاخ کرن ایک ننھے سے سوراخ ے داخل ہو کر اس کی داہنی آنکھ میں گدگداہٹ پیدا کر رہی تھی۔ کہیں قریب ہی سے کسی خوبصورت سے جھرنے کے گرنے کی مدہم آواز ابھر رہی تھی۔ اس آواز میں کچھ بول تھے نہ سمجھ میں آنے والے لیکن میٹھے اور دلکش، محمود یہ بول نہ سمجھ پایا، آنکھ پر پڑنے والی روشنی اسے بے کل کر رہی تھی۔ ہوش و حواس کی منزل ابھی دور تھی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا، لیکن اس شوخ کرن سے بچنے کے لئے اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ تب ایک سرخ روشنی پورے دماغ میں پھیل گئی، یہ روشنی پپوٹے پر پڑنے والی کرن کی نتیجہ تھی۔ جب اس طرح اس شوخ کرن سے چھٹکارا نہ ملا تو محمود نے داہنا ہاتھ اٹھا کر آنکھ پر رکھنے کی کوشش کی، لیکن اچانک ہی یوں محسوس ہوا جیسے

پورے بدن میں چھریاں اتر گئی ہوں۔ شدید تکلیف نے اس کے سوئے ہوئے حواس بھی جگا دیئے بازو کو اسی جگہ چھوڑ دیا اور وحشت زدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ جاگے ہوئے حواس نے احساس دلایا کہ وہ کسی جھونپڑی میں ہے اور جھونپڑی کی ٹوٹی ہوئی چھت سے سورج کی یہ کرن گستاخیاں کر رہی ہے۔ لیکن یہ جھونپڑی کہاں سے آگئی اور بازوؤں کی یہ تکلیف رفتہ رفتہ اسے ماضی کے گزرے واقعات یاد آنے لگے اور وہ متوحش ہوگیا۔ یہ سرحدی محافظ کا کوئی ٹھکانہ تو نہیں ہوسکتا۔ جھونپڑی کا انداز بتاتا تھا کہ مخصوص طرز کی ہے اور بدن کے نیچے یہ میلا کچیلا سا گدا کسی مفلوک الحال گھرانے کا نقشہ پیش کرتا ہے، لیکن کون ....!

محمود سوچنے لگا، اس نے گردن گھما کر اپنے بازوؤں کو دیکھا۔ دونوں بازوؤں پر موٹا کپڑا لپٹا ہوا تھا، اور اس کپڑے کے نیچے بھی غالباً کچھ تھا جو محمود کی سمجھ میں نہیں آیا۔ ابھی وہ اپنے حواس کو تازہ کر کے تمام صورتحال سے واقفیت حاصل کر ہی رہا تھا کہ اچانک روشنی کا طوفان اندر داخل ہوگیا.......... سامنے کا دروازہ کھلا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی تیز روشنی اندر آئی اور پھر ایک شخص اس روشنی کے ساتھ ساتھ اور داخل ہوگیا۔ بری نسل کا بوڑھا آدمی تھا جسم پر میلا کچیلا لباس پہنے ہوئے محمود کو جاگتے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ آگے بڑھا اور اس نے بے اختیار کہا۔

"تمہیں ہوش آگیا ...." زبان انگریزی تھی اس لئے محمود نے فوراً ہی سمجھ لیا۔ وہ شخص ہمدردی سے محمود کے قریب بیٹھ گیا اور پیار بھرے لہجے میں بولا۔ "زیادہ تکلیف تو نہیں ہے۔"

"نہیں، بہت بہت شکریہ، لیکن آپ کون ہیں؟"

"میرا نام رزاق جا ہے، میں یہیں اسی بستی کا رہنے والا ہوں۔"

"میں یہاں کیسے آگیا؟" محمود نے سوال کیا۔

"دریا کے کنارے بے ہوش پڑے ملے تھے، جمیلہ بڑی مشکل سے تمہیں یہاں تک لائی ہے"

"اوہ ...." محمود نے ایک کربناک سانس لے کر کہا۔ اسے صورتحال کا ادراک ہو رہا تھا، زخمی ہو کر دریا میں گرا تھا اور دریا کی موجوں نے اسے سرحدی محافظوں سے بچا لیا تھا اور اس کے بعد یہ نیک لوگ اسے یہاں لے آئے، لیکن رزاق جابری مسلمان ہوتا ہے۔

وہ بوڑھا اپنی جگہ سے اٹھا اور بولا۔ "میں نے تمہارے لئے دودھ رکھا ہے ذرا گرم کر کے لا ہوں، تھوڑی دیر لگ جائے گی ...." محمود کے جواب کا انتظار کئے بغیر وہ باہر نکل گیا اور محمود گہری گہری سانسیں لے کر وقت کے اس نئے رخ کے بارے میں سوچنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد بوڑھا اندر داخل ہوا اس کے پیچھے پیچھے جو کوئی داخل ہوا اسے دیکھ کر محمود کے ذہن کو ایک بار پھر اتنا شدید جھٹکا لگا تھا کہ اس کا پورا بدن جھنجھنا کر رہ گیا۔ تصور نے ایک انوکھی شکل پیش کی تھی جس پر خواب میں بھی یقین نہ آئے، لیکن اس نے آنکھیں بند نہ کیں اور اس کی نگاہیں اس

ل پر گڑ گئیں۔ آہ غزل تھی، سو فیصد غزل تھی۔ اگر فرق تھا تو بس اتنا کہ یہ تندرست و توانا انی کی ہر دین سے آشنا بری لباس میں ملبوس تھی اور غزل کینسر کے خوفناک جالے میں لپٹ کر ڈابیاں کھو بیٹھی تھی، لیکن اس نے غزل کا یہ رنگ و روپ کیسے چرا لیا یہ نقوش اسے کہاں سے گئے۔ ایک مترنم آواز اس کے کانوں میں گونجی۔

ہم روح سفر ہیں، ہمیں ناموں سے نہ پہچان۔

پھر اور کسی نام سے آ جائیں گے ہم لوگ۔ غزل نے وعدہ کیا تھا اور اس نے اپنا وعدہ ایفا کر دیا ا۔ محمود نے آنکھیں بند کر لیں، اس کی آنکھوں کے کوروں سے آنسوؤں کے دو قطرے بہہ نکلے۔ وہ اپنا وعدہ پورا نہیں کر سکا تھا۔ لیکن غزل نے، غزل نے .... پھر اس نے وحشت زدہ انداز میں آنکھیں کھول دیں۔ یہ قصے کہانیوں کی باتیں تو ہو سکتی ہیں۔ کیا یہ صورت تصور ہے حقیقت، لیکن وہ چہرہ اب اس سے اتنا قریب تھا کہ حقیقت کو تصور سمجھنا ممکن نہیں تھا۔ محمود کا نفس تیز ہوگیا۔ تبھی نرم و نازک ہاتھ اس کی گردن کے نیچے جا لگے۔ بوڑھا رزاق جو اس کے لئے دودھ لایا تھا۔ لڑکی نے بڑے نرم سے انداز میں اس کا چہرہ تھوڑا سا اٹھایا اور پھر بے تکلف اس کے پیچھے کھسک کر بیٹھ گئی تاکہ اس کا چہرہ کچھ اٹھ جائے اور دودھ اس کے حلق سے نیچے اتر جائے۔ یہ اپنائیت یہ انداز تو زندگی بخش تھا، بھلا ایسے لمحات میں بازوؤں کی وہ تکلیف کہاں یاد رہ سکتی تھی۔ غزل مجسم ہو کر آگئی تھی اور وہ اس کی قربت سے سرشار تھا۔ گرم دودھ نے بدن میں زندگی کی لہریں دوڑا دیں، پتہ نہیں یہ گرم دودھ کی مسیحائی تھی یا اس حسین وجود کی جو اس کی روح میں بسا ہوا تھا۔ بڑی توانائی کا احساس ہوا اور چند لمحات کے بعد اسے پھر لٹا دیا گیا۔ وہ مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی..........

"یہ جمیلہ ہے۔ میری بیٹی ہم لوگ مونگ قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں، میں انگریز کرنل کا کک رہ چکا ہوں۔ وہیں سے میں نے انگریزی بھی سیکھی ہے اور تھوڑی بہت جمیلہ کو بھی سکھائی ہے، ہم لوگ بری مسلمان ہیں، یہ ہمارا تعارف ہے، تم کون ہو ....؟"

"محمود ...." محمود نے جواب دیا۔

"مسلمان ہو.........." رزاق جا جلدی سے بولا۔

"ہاں"

"یہ اچھی بات ہے ...." وہ پر مسرت لہجے میں بولا۔

پھر کہنے لگا۔ "باتیں کرو گے یا تھکن محسوس کر رہے ہو؟"

"باتیں کرنا چاہتا ہوں.........."

"تمہیں کیا ہوا تھا، تمہارے بازوؤں میں گولیاں لگی ہوئی تھیں میں نے یہ گولیاں نکال کر ان پر مرہم لگا دیا ہے اور خاص قسم کے پتوں سے تمہارے بازوؤں کو ڈھک کر کپڑا لپیٹ دیا ہے، یہ مرہم تمہیں چند روز میں صحت یاب کر دے گا.........."

"گولیاں نکال دی ہیں؟"

"ہاں۔ انگریز کرنل کے ساتھ رہ کر بہت سے ایسے کام سیکھے ہیں میں نے جو کبھی کبھی میرے کام آ جاتے ہیں' لیکن لیکن۔" بوڑھا مغموم انداز میں خاموش ہوگیا' لڑکی کے چہرے پر بھی کچھ افسردگی کے آثار پیدا ہوگئے تھے۔ محمود ان دونوں کی آفسردگی نہ سمجھ پایا لیکن فوراً ہی ساری باتیں پوچھ لینا خلاف آداب تھا۔ اس نے کچھ دیر توقف کیا۔ پھر بولا۔

"میں پتھروں کی اسمگلنگ کرتا ہوں۔ سرحدی پولیس کی گولیوں کا شکار ہوگیا تھا۔"

"مجھے اندازہ ہوگیا تھا۔" بوڑھا سرگوشی کے انداز میں بولا پھر سنبھل کر کہنے لگا" تم یہاں آرام سے رہو' جب تک بالکل تندرست نہ ہو جاؤ کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا میرا یہ کہا مان سکتے ہو؟"

محمود کے ہونٹوں پر پر تشکر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔ "ابھی تو میں ہلنے جلنے کے قابل بھی نہیں ہوں' لیکن آپ کی یہ محبت میرے لئے بڑی شکر گزاری کی حامل ہے آپ کا بے حد شکریہ بابا رزاق جا۔"

"جمیلہ مہمان کی دیکھ بھال میں کوئی کمی نہ ہو ...." لڑکی کی مسکراتی آنکھیں محمود کی جانب اٹھیں اور پھر ایک شوخ سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے گردن ہلا دی۔ رزاق جا باہر نکل گیا تھا' محمود اب پوری طرح اس لڑکی کے سراپے کا جائزہ لینے لگا' قدرت کے کھیل عجیب ہوتے ہیں۔ یہ بات اتنی زیادہ باعث حیرت نہیں تھی لیکن غزل کی ہم شکل اسے اس طرح ملے گی' کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا' باقی کہانیوں پر تو غور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا لیکن محمود یہ سوچ رہا تھا کہ زندگی کی اسی نئی کروٹ کو کیا کہے۔

جمیلہ خاموشی سے اس کے سامنے بیٹھی رہی' اس کے انداز سے پتہ چلتا ہے کہ فطرتاً شریر ہے۔ محمود نے ہی یہ خاموشی توڑی اور کہا ...."تم لوگوں کو میری وجہ سے تکلیف تو نہیں ہوگی۔"

"نہیں۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"بابا رزاق جا نے تمہیں انگریزی سکھا کر صحیح معنوں میں نئی زندگی سے روشناس کرایا ہے کیا تم انگریزی آسانی سے بول لیتی ہو ....؟"

ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر الجھن کے نقوش بیدار ہوئے۔ وہ چند لمحات سوچتی رہی اور محمود کو اندازہ ہوگیا کہ وہ واجبی سی انگریزی بول لیتی ہوگی' اس کی بات سمجھ نہیں پائی تو محمود پھر ہنس کر بولا۔

"کوئی بات نہیں تمہیں میرے یہاں رہنے سے تکلیف تو نہیں ہوگی...........؟"

"نہیں" اس نے جواب دیا اور ہنس پڑی۔ محمود اسے دیکھنے لگا۔ پھر بولا "تمہیں ہنسی کیوں آئی؟"

"تم بہت باتونی ہو۔" اس نے کہا اور کھلکھلا کر ہنسنے لگی محمود بھی اس کے ساتھ ہنس دیا۔ پھر بولا۔"تمہیں مجھے یہاں لانے میں بہت مشکل ہوئی ہوگی؟"

"ہاں" اس نے کہا۔

"سوری" محمود بولا .... اور وہ ایک دم چونک پڑی پھر جلدی سے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر بولی "نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔"

رات کو تنہائی میں محمود کا ذہن نجانے کیسی کیسی سوچوں میں جاگھرا اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنے آپ کو دھوکہ دینے والی بات ہے۔ جمیلہ غزل نہیں ہے بس اس کی ہم شکل ہے لیکن دل اس طرح مچل رہا تھا کہ اس دل پر قابو نہیں رہا تھا۔ غزل کی ہم شکل نے ایک بار پھر آنکھوں میں رنگین مناظر پیدا کر دیئے تھے' کیا جمیلہ غزل کی جگہ لے سکتی وہ سوچ رہا تھا۔

☆ .... ☆ .... ☆

امتیاز ہانگ کانگ سے بنکاک آگیا۔ محمود کے لئے وہ بہت پریشان تھا۔ محمود کہاں چلا گیا۔ تمام صورتحال تو معلوم ہوچکی تھی۔ محمود کیا فیصلہ کرسکتا ہے کیا واقعی اس نے ریاض کے پاس جانے کا فیصلہ کرلیا ہے' لیکن کسی نہ کسی شکل میں وہ امتیاز کو تو اس سے آگاہ کرتا۔ اسے صورتحال معلوم نہیں ہے۔ پتہ نہیں اس نے یہ علاقے چھوڑ دیئے ہیں یا یہیں ہے ادھر کاروبار ابھی اپنے قدموں پر کھڑا ہو رہا تھا اور اسے مارکیٹ کی ساکھ حاصل ہوتی جا رہی تھی۔ ایسی صورت میں ذرا یہ الجھنیں پیش آگئی تھیں' جن کی وجہ سے وہ ذہنی طور پر کچھ دقتیں محسوس کر رہا تھا۔ بہرحال کارندے اچھے تھے اور نیک نیتی سے کاروبار کو سنبھالے ہوئے تھے۔ فوری طور پر وطن واپس جانے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ لیکن دل کی گہرائیوں میں کچھ لہریں سی اٹھتی رہتی تھیں اور یہ تصور ابھر آتا تھا کہ ہم بیابان میں تھے اور گھر میں بہار آئی تھی۔

سیما کی آنکھوں میں محبت کی پرچھائیاں نظر آتی تھیں اور امتیاز نے اس کے سامنے دل کھول دیا تھا۔ محبوب جان اتنا قریب اور اتنا دور .... کبھی کبھی تو دل چاہنے لگتا تھا کہ واپس چلا جائے۔ اب حالات اتنے پریشان کن نہیں رہے تھے کیا وہ لاہور میں اپنا کوئی کام نہیں کرسکتا' چھوٹا موٹا کام ہی سہی لیکن دلدار تو قریب ہوتا۔ پھر وہ اپنے اس خیال پر خود ہی مسکرا دیتا۔ ابھی کیا ہی کیا ہے مارکیٹ کا کریڈٹ ہے اگر ادائیگی پر تل جائے تو سب کچھ اس میں نکل جائے۔ تھوڑے تھوڑے منافع سے کام چل رہا تھا کیونکہ دوسروں میں بھی یہ منافع تقسیم کرنا ہوتا تھا۔ بہرحال ان ساری الجھنوں میں مبتلا تھا۔ بنکاک آنے کے بعد سب سے پہلا کام اس نے یہ کیا کہ وہ لفافہ کھول کر دیکھا جو ملک ستار نے اسے دیا تھا۔ بڑی احتیاط سے اس نے یہ لفافہ کھول لیا تھا۔ اس میں سے ملک ستار کا خط نادر علی کے نام نکلا۔ لکھا تھا۔

ڈیئر نادر علی

بہت سے ایسے معاملات ہیں جن کے بارے میں تمہیں اس خط میں تفصیل سے نہیں لکھ سکتا۔ بس یوں سمجھ لو کہ زندگی میں پہلی بار میں

مشکلات کا شکار ہوا ہوں۔ زخمی بھی ہوا ہوں اور کافی تبدیلیاں آگئی ہیں میرے اندر .... لیکن بڑے بھائی جی کو اس بارے میں کچھ نہیں بتایا ہے میں نے ۔ یار علی کے سپرد ایک کام کیا تھا۔ میرا خیال ہے یار علی وہ کام کر نہیں پایا' خیر یہ ایک الگ بات ہے تمہیں علم ہوگا کہ یار علی گرفتار ہوگیا ہے میں بڑی مشکلوں کا شکار ہوں' وطن سے نکلنا پڑا ہے مجھے' اور اب وہاں میرے لئے بڑی مشکلات ہیں۔ یہاں آکر سنبھالا تو لے لیا ہے لیکن سوچ رہا ہوں کہ وطن سے کتنا دور ہوں۔ تم سے ایک مشورہ کرنا چاہتا ہوں' کچھ عرصے کے لئے میں کسی کو بتائے بغیر وطن واپس آنا چاہتا ہوں' جو کام بھائی جی نہیں کر پا رہے وہ خود کرنے کی کوشش کروں گا' میرے بھی اپنے تعلقات ہیں' مجھے بتاؤ کیا تم مجھے محفوظ رکھنے کے لئے کوئی جگہ فراہم کرسکتے ہو' پورے اعتماد اور راز داری کے ساتھ۔ یہ بندہ جسے میں یہ خط لے کر بھیج رہا ہوں اپنے اعتبار کا ہے ساری تفصیل اسے بتا دو۔ یہ ادھر آتا جاتا رہتا ہے اگر تم کہو گے کہ میں آجاؤں تو پھر میں اس کے ساتھ واپس آجاؤں گا۔

ملک ستار

امتیاز کے ذہن میں کھلبلی مچ گئی۔ یہ تو بڑا ہی اعلیٰ کام ہو رہا ہے۔ ملک ستار وطن واپس جا۔ گا اور .... اور .... اور سزا ملنی چاہئے اسے' محمود کی زندگی برباد کر دی۔ فیروز خان۔ جو کہانی سنائی تھی' وہ بھی بڑی دلدوز تھی۔ مجرم کو سزا دلوانا ہر شریف انسان کا فرض ہے اور پھر لوگ' باقی معاملات فیروز خان خود ہی طے کرے گا۔ بے اختیار دل بے قابو ہوگیا۔ وطن واپ جائے گا تو سیما سے ملاقات بھی ہوجائیگی حالانکہ آئے ہوئے زیادہ وقت نہیں گزارا تھا۔ بہرحال اپنے آپ کو باز نہیں رکھ سکا۔ جلدی جلدی انتظامات کئے' اس بار سب کے لئے خریداری بھی اور محمود کے بارے میں کوئی مفروضہ تلاش کرنے لگا اور پھر فیصلہ کرلیا کہ ان لوگوں کو مطمئن دے گا۔ چنانچہ کافی خریداری کر کے ایک پیکٹ محمود کی جانب سے بھی بنایا اور اس پر بھابی اور کا نام بھی لکھ دیا پھر غیر متوقع طور پر وہ گھر پہنچ گیا تھا اب اس کی گھر میں آمد کو بڑی مسرت نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ شانو اس سے فرمائشیں کرتی تھی' روبینہ بھی محبت سے کچھ نہ کچھ ہی دیا کرتی تھی۔ لیکن اس بار وہ نوید' بینش بھابی اور سیما کے لئے اپنی طرف سے بھی بہت کچھ تھا اور دوسرا پیکٹ بھی اس نے ان کے حوالے کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ محمود نے بھیجا ہے۔ بینش اور سیما دونوں ہی بے اختیار بول پڑیں۔

"محمود سے ملاقات ہوگئی ....؟"

"ہاں' وہ بالکل خیریت سے ہے اور بھابی وقت سے پہلے میں آپ کو یہ خوشخبری نہیں د چاہتا۔ لیکن خدا کی ذات سے امید رکھیئے یوں سمجھئے کہ بس تھوڑا عرصہ باقی رہ گیا ہے محمود لا

آ جائے گا.........."

دونوں مسرت سے سرشار ہوگئیں' ان جملوں نے انہیں نئی زندگی دی تھی۔ امکانات واقعی پیدا ئے تھے۔ اگر فیروز خان جیسا کہ اس نے کہا ہے کہ اس سارے معاملے کے لئے تیار ہو جائے محمود کی واپسی ممکن ہوسکتی ہے حالانکہ دل میں یہ تردد تھا کہ محمود آخر ہے کہاں؟

بہرحال امتیاز کی آمد سے گھر کی فضا میں ایک بہت ہی خوشگوار تبدیلی رونما ہوگئی تھی۔ پتہ چلا فیروز خان اس دوران دو دفعہ آچکا ہے۔ امتیاز کے فرشتوں کو بھی اندازہ نہیں تھا کہ فیروز خان نگاہوں میں روبینہ کے لئے کیا جذبات پیدا ہوگئے ہیں یا اسے یہ احساس بالکل نہیں تھا کہ فیروز کی آمد پر روبینہ کے چہرے پر ایک عجیب سی سرخی پھیل جاتی ہے۔ فیروز خان سے ملنے کا رام بنا ہی رہا تھا کہ شام کو ساڑھے پانچ بجے کے قریب دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے آگے کر دروازہ کھولا تو فیروز خان کی صورت نظر آئی جو اسے دیکھ کر عجیب سی کیفیت کا شکار ہوگیا ....

"اوہو امتیاز بھائی آئے ہوئے ہیں۔ کب آئے' مجھے تو اطلاع بھی نہیں دی.........."

"آؤ بھئی اندر آ جاؤ اب تم سے کوئی تکلف تو ہے نہیں مائی ڈیئر فیروز خان' سب لوگوں نے ی اتنی تعریفیں کی ہیں کہ میں تو تمہارے سامنے شرمسار ہوگیا ہوں۔" فیروز خان کے چہرے پر نان کے آثار نظر آئے۔ جھینپا جھینپا سا احساس مٹ گیا اور وہ اندر آگیا۔ واقعی اب اس گھر وہ بڑی بے تکلفی سے آنے لگا تھا۔ زبیدہ وغیرہ سے ہلکی پھلکی گفتگو ہوئی اور امتیاز اسے لے کر ے کمرے میں چلا گیا۔

فیروز خان نے کہا۔

"تمہاری اتنی جلد واپسی کو میں بڑی مشکوک نگاہوں سے دیکھ رہا ہوں امتیاز ....!"

"یقیناً .... میں بڑی مشکوک حالت میں واپس آیا ہوں۔"

"خیریت ....!"

"ملک ستار سے ملاقات ہوئی تھی پہلے یہ خط پڑھو امتیاز نے ملک ستار کا خط فیروز خان کے میں دے دیا اور فیروز خان اسے پڑھنے لگا۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی سرخی چھا گئی ۔ پھر اس نے چمکدار نگاہوں سے امتیاز کو دیکھا اور بولا۔

"یہ تو تم نے میری منزل بے حد آسان کر دی۔ ایس پی زمان صاحب کا کہنا تھا کہ انٹرپول سے بطہ قائم کرنے میں کافی دقتوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اس بات کے ات بھی ہیں کہ وہاں ہانگ کانگ میں ملک ستار کو ہماری ان کوششوں کا پتہ چل جائے یا پھر ا ملک جبار کو .... لیکن لیکن اس خط کے بعد .... میں سمجھ رہا ہوں ڈیئر امتیاز تم چھ کہنا چاہتے ہو .... البتہ مجھے صرف ایک احساس ہے۔"

"کیا" .... امتیاز نے سوال کیا ....

"تمہیں اس سلسلے میں بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

میں سمجھتا ہوں اس وقت تمہاری واپسی بھی اتنی جلدی اسی بنیاد پر ہوئی ہے۔"
"یقیناً فیروز خان .... لیکن میں بھی تمہیں بڑے صاف الفاظ میں یہ بتاؤں کہ میری تمام تر دلچسپیاں اس بات میں ہیں کہ محمود کی گلو خلاصی ہو جائے اور وہ وطن واپس آ جائے ویسے ایک اور انکشاف کرنا ہے تمہارے سامنے ....؟"
"کیا ....؟"
"ملک ستار محمود کے ہاتھ لگ گیا تھا اور کیونکہ میں محمود کو وہ تفصیل بتا چکا تھا جو ملک ستار سے متعلق تھی یعنی بینش اور سیما کے مسئلے میں جو کچھ اس نے کیا تھا' محمود نے ملک ستار سے انتقام لے لیا۔ وہ شدید زخمی ہوگیا تھا۔ محمود نے اس کے ہاتھ پاؤں توڑ کر رکھ دیئے ہیں اور چہرا بگاڑ دیا ہے اس کے بعد وہ وہاں سے فرار ہوگیا ہے کیونکہ ملک ستار کے وہاں خاصے اہم تعلقات ہیں اور محمود ہانگ کانگ میں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔"
"اوہ اس میں خوشی کی خبر بھی ہے اور تشویش کا پہلو بھی۔"
"محمود کا پتہ نہیں چل سکا..........؟"
"بالکل نہیں۔"
"خیر وہ ذہین آدمی ہے کسی نہ کسی طرح اپنا بچاؤ کر ہی لے گا لیکن تم وہاں تلاش کا سلسلہ بھی جاری رکھو اب یہ بتاؤ یہاں کیا کرنا ہے..........؟"
"میرا خیال ہے سب سے پہلے ہم اس خط کو ایسے ہی ایک لفافے میں منتقل کر کے لفافہ بند کئے دیتے ہیں اور پھر میں یہ خط نادر علی کو پہنچا دیتا ہوں۔ نادر علی جو کچھ بھی کہے گا اس کے بارے میں تمہیں آگاہ کر دوں گا۔" امتیاز نے کہا۔
"تھینک یو ویری مچ۔ میں ہر طرح تمہارے ساتھ ہوں' میری جہاں بھی مدد چاہو' حاضر ہوں۔"
"ضرورت نہیں پیش آئے گی اور اگر آئی تو پھر ظاہر ہے۔" امتیاز نے کہا۔ فیروز خان کو اس کے بعد بھی کافی دیر تک روکے رکھا گیا تھا۔ امتیاز کے ذہن میں ایسا کوئی تصور نہیں تھا.......... لیکن فیروز خان سے بلاوجہ ہی ایک محبت سی محسوس ہوتی تھی .... اس بار چونکہ آنا ہی ملک ستار کے سلسلے میں ہوا تھا۔ اس لئے دوسرے دن وہ نادر علی سے ملا۔ کافی تلاش کے بعد ہاتھ لگا تھا.......... اور بڑی پر تحسین نظروں سے امتیاز کو دیکھا تھا.......... جو کچھ تھا شکل و صورت سے نظر آتا تھا۔
"کیا بات ہے شہزادے۔ کیا ضرورت پیش آگئی ہماری۔"
"میں ہانگ کانگ سے آیا ہوں کسی کا پیغام لے کر .... یہ خط پڑھ لو..........!" امتیاز نے خط اسے دے دیا۔ خط پڑھ کر نادر علی کا رنگ بدل گیا۔ وہ امتیاز کو ساتھ لے کر ایک اندرونی کمرے میں داخل ہوگیا۔
"ملک جی کا پورا کیس مجھے معلوم ہے۔ ملک جی گھبرا کر باہر نکل گئے ہم جیسے جان نثاروں کو

رہی نہیں کیا۔ او میاں ان سے کہو یہاں بڑی نفری ہے جان لٹا دیں گے ان پر .... وہ نفری سے آ جائیں۔"
"آپ انہیں پرچہ لکھ دیں نادر صاحب۔"
"ٹھیک ہے تم لسی شسی پیو۔ کب جا رہے ہو؟"
"کل ہی چلا جاؤں گا" امتیاز نے جواب دیا .... نادر نے اسے جوابی خط دے دیا۔ امتیاز فیروز خان کے سامنے اسے پڑھا اور دونوں نے ایک منصوبہ ترتیب دے دیا۔ فیروز خان بولا۔
"مجھے فون پر خبر کر دینا۔ باقی بے فکر رہنا جو کریں گے خاموشی سے کریں گے۔ اور اس ان محمود مل جائے تو کیا بات ہے ورنہ بعد میں اسے کھل کر تلاش کریں گے فکر نہ کرنا۔"
"ٹھیک ہے۔"
زبیدہ اس کی واپسی کے پروگرام پر حیران رہ گئی تھی۔ "اتنی جلدی۔"
"جلدی آیا بھی تو ہوں اماں .... اور چند روز کے بعد پھر آنا ہے۔"
"سچ بتاؤں امتیاز .... میرا دل تو ایک منٹ کو نہیں چاہتا کہ تو میری آنکھوں سے دور ہو .... مگر مجبوری۔"
"مجبوریاں ہی تو سب کچھ کراتی ہیں اماں .... ورنہ کون اپنا گھر چھوڑتا ہے۔" اس بار تو سیما نے بھی زبان کھول دی تھی۔
"یہ کراچی آپ کو کچھ زیادہ پسند نہیں آیا ہے..........؟"
"نہیں بالکل نہیں .... کیوں پوچھ رہی ہیں آپ..........؟"
"بس .... بار بار جاتے جو ہیں .... بھیا بھی گئے تو واپس نہیں آئے آپ بھی بار چلے جاتے ہیں.........."
"واپس آ جاؤں.........." امتیاز نے مسکرا کر کہا اور سیما نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا .... پھر گردن ہلا کر بولی۔
"نہیں میرا یہ مطلب نہیں ہے' ہوسکے تو محمود بھائی کو بھی واپس لے کر آئیں' انہیں دیکھنے آنکھیں ترس گئی ہیں۔ آپ اب کب واپس آئیں گے؟"
"بس چند دنوں کے بعد سیما۔ کوئی چیز منگوانی ہے کراچی سے ....!"
"نہیں بس آپ آ جایئے۔" سیما نے گردن خم کر کے کہا اور درحقیقت امتیاز کا دل چاہنے لگا ہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر واپس ہی آ جائے۔ بس اس کے بعد شرم کی وجہ سے سیما کی زبان بس کھل سکی تھی۔
اس بار کا مشن ذرا مختلف تھا' جہاز کے سفر کے دوران امتیاز نجانے کیا کیا سوچتا رہا تھا۔ بہت ے سوال پریشان کرتے تھے' محمود کے لئے واقعی سب سے زیادہ دل الجھا ہوا تھا۔ اب جبکہ یہ امید ی تھی کہ شاید محمود کی گلو خلاصی ہو جائے' اسے لاہور آپس آنے کا موقع مل جائے تو محمود لاپتہ وگیا تھا۔ اسے تلاش کرنے کے لئے گلاب کلی کا سہارا بھی نہیں لیا جاسکتا تھا کیونکہ گلاب کلی خود

محمود کی دشمنی پر آمادہ ہوگیا تھا۔ بڑے الجھاؤ تھے ادھر ایک خطرناک آدمی سے براہ راست دشمنی مول لینی پڑ رہی تھی ملک ستار گرفتار ہونے کے بعد بھی کافی طاقتور ثابت ہوسکتا تھا۔ بہرحال خیال تو کرنا تھا۔ ملک ستار کو براہ راست دھوکہ دے رہا تھا' بنکاک پہنچا۔ وہاں کے معاملات دیکھے جو لین دین کرنا تھا وہ کیا .... اور پھر اپنے ساتھیوں سے اجازت لے کر ہانگ کانگ چل پڑا۔

☆ .... ☆ .... ☆

جمال حسین نے کئی بار دل کو ٹٹولا ۔ نورین سے تو پہلے بھی اتفاق نہیں تھا .... لیکن باپ کی خواہش' ان کے منصوبے' گھروالوں کا خیال اور پھر اپنی زندگی میں ایک پر عیش بہار کا تصور' ان ساری چیزوں نے مل کر جمال حسین کو پر چالیا تھا لیکن تجربہ بھیانک نکلا۔ گاڑی' بنگلہ' شاندار ملازمت بلکہ مالک کی حیثیت سے کام کرنا ۔ یہ ساری چیزیں بہت اچھی تھیں لیکن ان کے نتیجے میں ماں بہن اور باپ اس کے علاوہ آزادی کا چھن جانا' اسے گوارہ نہیں ہو سکا تھا۔ وہ سب سے محبت کرتا تھا۔ حریم سے بھی محبت تھی' ماں باپ کو بھی چاہتا تھا۔ کچھ اس طرح ان سے دور ہونا پڑا تھا کہ اپنے آپ کو قیدی سمجھنے پر مجبور ہوگیا تھا .... چنانچہ اب جب قید سے نکلا تو قیدخانے کی طرف کسی قیمت پر رخ کرنے کو جی نہ چاہا۔ بابو ارشاد کے تعلقات تھے۔ ابتداء میں چند افراد آئے' ان میں سے ایک آدھ نے بابو ارشاد کی طرف سے دھمکیاں بھی دیں.......... لیکن غلام حسین سینہ سپر ہو گئے۔

انہوں نے کہا..........

"اوئے دیکھ باؤ' بات یہ ہے کہ بابو ارشاد خود کو بڑا تیس مار خان سمجھ بیٹھا ہے' اوئے اسے اتنا کہہ دینا ہماری طرف سے کہ ہر غلط حرکت کے لئے ہم نے بھی بندوبست کر رکھا ہے۔ تھانے میں پہلے سے اطلاع دے دی ہے اس کے بارے میں کہ اگر ہم لوگوں کو کوئی نقصان پہنچے تو بابو ارشاد کی گردن پکڑی جائے اس سے یہ دشمنی ہوگئی ہے ہماری۔ اوئے اس سے کہہ دینا کہ جس طرح چاہے مقابلہ کرے .... بیٹے سے زیادہ اور کوئی چیز نہیں ہے ہمارے لئے ....!"

بابو ارشاد سمجھدار آدمی تھا۔ یہ جانتا تھا کہ دشمنی کے نتیجے برے ہی ہوتے ہیں۔ کچھ ادھر کے مرتے ہیں کچھ ادھر کے۔ بھلا ان تمام چیزوں کی کیا ضرورت تھی۔ بیٹی کو ٹٹولا تو بیٹی نے اس کا سارا تردد دور کر دیا۔ نورین کہنے لگی..........

"ڈیڈی اس آدمی کی شکل دیکھنا اب میرے لئے خودکشی کے مترادف ہے' مجھے نفرت ہے اس سے .... جو شخص میرے جوتے نہیں چاٹ سکتا' سمجھ لیجئے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔"

"اندازہ یہ ہوتا ہے نورین کہ وہ لوگ بھی اڑ گئے ہیں۔"

"تو جہنم میں جائیں' کیا اس دنیا میں طلاق کا رواج نہیں ہے۔ غلطی انسان سے ہو جاتی ہے ہمارا تجربہ غلط نکلا اور ڈیڈی یوں سمجھ لیجئے کہ نیچ انسان ہمیشہ نیچ ہی رہتا ہے۔ گندی نالی کے کیڑے

ل میں رکھ دیجئے۔ اس کا دم گھٹ جائے گا۔ آپ کو اس کا تجربہ ہونا چاہئے تھا میں تو کچھ بھی جانتی تھی۔ ان تمام چیزوں کے بارے میں لیکن بہرحال اب مجھے تجربہ ہوگیا ہے کہ ہم کسی انسان کو کبھی اعلیٰ نہیں بنا سکتے۔"

"تو پھر ایک ہی صورت ہے نورین کہ ہم اس سے طلاق کا مطالبہ کر دیں .... تم مہر کر دو وہ تمہیں طلاق دے دے گا۔" بابو ارشاد نے کہا۔

"لعنت بھیجتی ہوں ڈیڈی اس مہر پر' میری جوتیوں کی قیمت بھی نہیں کیا کرتا ہے ہمیں ....!"

"آپ فیصلہ کرنے سے کیوں گریز کر رہے ہیں ڈیڈی' بات آخری ہوچکی ہے۔"

بابو ارشاد نے بھی یہی فیصلہ کیا کہ خاموشی سے طلاق لے لی جائے' چنانچہ آخری ملاقات نے غلام حسین سے کی اور غلام حسین نے صاف صاف کہہ دیا کہ مہر کی معافی کا اسٹامپ ر دے دیا جائے۔ وہ طلاق نامہ لکھ کر بھجوا دیں گے۔ چنانچہ یہی ہوا' خاموشی سے یہ طلاق اور نورین اور جمال حسین دونوں ہی کی جان چھوٹ گئی۔ پتہ نہیں بابو ارشاد کے گھر میں اس کا کیا ردعمل ہوا تھا لیکن غلام حسین کا گھرانہ خوش تھا۔ جمال حسین بھی خوش نظر آ رہا تھا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بھیا یہ تو وہی بات ہوئی کہ پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا ۔"

"لعنت بھیجو ایسی بہار پر جس میں ایک بھی پھول نہ کھلے۔" جمال حسین نے کہا۔

"بڑا تجربہ ہوگیا آپ کو ....؟"

"نہ ہوتا .... تم سب سے علیحدہ کر دیا تھا ان کم بختوں نے مجھے' بس تم ملازمت چھوڑ

"ارے ارے میری ملازمت کا ان تمام باتوں سے کیا تعلق۔"

"نہیں میں پھر ملازمت تلاش کر لوں گا بلکہ ممکن ہوگا تو وہی اپنی پرانی ملازمت دیکھوں گا جا"

"پرانی تو اور بھی بہت سی چیزیں ہیں بھیا ان پر بھی کبھی غور کیا ....!"

"غور کر رہا ہوں حریم بہت غور کر رہا ہوں۔"

"مثلاً.........."

"میں سمجھ رہا ہوں تمہارا اشارہ کس جانب ہے..........؟"

"ایک بات کہوں بھیا ....!"

"ہاں بولو۔"

"اللہ ہم پر بہت مہربان ہے ہم نے جو گناہ کئے تھے ان کے سلسلے میں ایک معمولی سی سرزنش کے چھوڑ دیا گیا ہمیں ورنہ سزا تو بہت بڑی ملنی چاہئے تھی۔"

جمال حسین سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے شرمندگی سے کہا۔ "ہاں حریم مجھے واقعی دکھ ہے

لیکن تم جانتی ہو کہ فیصلہ ابو نے کیا تھا اور اگر ابو کسی معاملے میں اپنی مرضی ٹھونس دیں تو پھر کوئی کیا کر سکتا ہے ان کا۔"

"تو پھر روبینہ کے بارے میں کیا خیال ہے ....!"

"تم بتاؤ تمہارا امتیاز کے بارے میں کیا خیال ہے..........؟"

جمال نے کہا اور حریم مسکرا دی پھر بولی "بھیا سودا کرنا چاہتی ہوں آپ سے ایک.........."

"کرو.........."

"روبینہ کے سلسلے میں ہم دوبارہ کوشش کرسکتے ہیں' حالانکہ مجھے یہ سب کچھ بہت عجیب لگے گا لیکن میں پہلے بھی یہی تصور رکھتی تھی' البتہ زبان نہیں کھلتی تھی میری اب ذرا گھر سے باہر نکلی ہوں تو بولنا آگیا ہے۔ دیکھو بھیا امتیاز میرا بچپن کا دوست ہے لیکن شاید اس بات پر تم لوگوں کو یقین نہ ہو کہ وہ میرے لئے ہمیشہ ایک دوست کی حیثیت سے رہا ہے بلکہ جب تم لوگوں نے اسے میری زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا تھا تو یقین کرو کہ میرا دل اندر سے بہت پھڑپھڑایا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں تم لوگوں کو کیسے اس بات سے منع کروں۔"

"کیا مطلب۔۔" جمال حسین کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"دوستی اور محبت میں فرق ہوتا ہے' امتیاز ہمیشہ میرا دوست رہا ہے' شاید تمہیں اس بات پر تعجب ہو کہ میں ان کے گھر جا بھی چکی ہوں۔"

"کب..........!" جمال حسین نے تعجب سے پوچھا۔

"زیادہ دن نہیں ہوئے کئی بار جا چکی ہوں۔"

"ابو کو پتہ ہے..........!"

"نہیں تمہیں معلوم ہے ابو کو بتانا کتنا خطرناک ہوتا میرے لئے۔"

"اس گھر کے حالات بتاؤ..........!"

"بہت اچھے جا رہے ہیں وہ لوگ تم نے ویسے ہی اس گھر کو ٹھکرا دیا تھا۔ امتیاز نوکری پر لگ گئے ہیں۔ کراچی آنا جانا ہوتا ہے ان کا کچھ سپلائی وغیرہ کرتے ہیں۔ صحیح صورت حال تو میں نے پوچھی نہیں کیونکہ یہ میرا شعبہ نہیں تھا۔ چچی جان وغیرہ بھی بہت خوش ہیں کچھ مستقل مہمان بھی آگئے ہیں ان کے ہاں بہرحال بہت اچھا ماحول چل رہا ہے۔"

"روبینہ کا رشتہ تو کہیں طے نہیں ہوا..........؟"

"میرا خیال ہے ابھی تک نہیں۔"

"مگر حریم تم نے مجھے امتیاز کے سلسلے میں پریشان کر دیا ہے۔"

"کھل کر کہہ دیا ہے میں نے آپ سے' تصور تک نہ کریں اس بات کا۔"

"مگر ابو..........!"

"ابو کو کسی مناسب موقع پر سمجھانے کی کوشش کریں گے۔ میرا خیال ہے اب انہیں بھی کا
بڑی چوٹ لگ گئی ہے ہو سکتا ہے سمجھ میں آ جائے۔"

لام حسین سے بات ہوئی تو غلام حسین بھی نرم نظر آئے۔ رحمت بی بی کا چہرہ تو کھل اٹھا تھا ب غلام حسین نے کہا کر حریم وہاں شادی کرنے پر راضی نہیں ہے تو غلام حسین ایک بار ے سے اکھڑ گئے۔

"اواس کا تو دماغ خراب ہوگیا ہے۔ پاگل ہوگئی ہے۔ اس کی زبان کیسے کھل گئی نوکری کرنے ں سے کہہ دو کہ اس کے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق ہمیں حاصل ہے اسے نہیں۔"

"پہلی بار شاید حریم نے اپنے باپ کے سامنے زبان کھولی اور کہنے لگی۔ "آپ اپنے فیصلوں کا یکھ چکے ہیں ابو اس لئے اب میری تقدیر پر سیاہی لگانے کی کوشش نہ کریں۔" غلام حسین اچھلے خوب کودے لیکن بات سولہ آنے کھری تھی اس لئے خاموش ہوگئے البتہ تنہائی میں نے جمال حسین کو اپنے کمرے میں بلا کر کہا۔

"او بھئی ان لوگوں سے رابطہ قائم کرنے کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہمیں وہ رقم ادا کرنی پڑے گی ۔"

"جی ابو یہ تو ہے۔ ظاہر ہے آپ نئے سرے سے تعلقات ہموار کرنے جا رہے ہیں۔ اگر یہ بھی کھلی تو پھر آپ سمجھتے ہیں کہ کیا ہوگا۔"

"ہوں مگر پانچ لاکھ روپے کا نقصان"

"آپ اسے نقصان نہ سمجھیں ابو' ظاہر ہے ان میں سے کچھ نہ کچھ تو ہمارے پاس واپس آ ہی ئے گا تھوڑا بہت رہ گیا تو اسے دیکھ لیا جائے گا۔"

"بہت بڑا گھاٹا ہے' بھئی پھر ہمارے پاس رہ کیا جائے گا۔"

"ابو آپ کے پاس بہت کچھ ہے مجھے معلوم ہے۔"

"او خاک ہے کیا معلوم ہے تجھے بھئی ....؟"

"وہ بینک سے آپ کی بیلنس شیٹ آئی تھی کیا آپ کو نہیں ملی۔"

"اس کہاں ہے وہ .... اور تم لوگوں نے اسے کھول کر کیوں دیکھا..........؟"

"کھلی ہوئی تھی ابو .... جمال حسین نے مسکرا کر کہا۔

"اوں میاں ساری زندگی کی کمائی ہے یہ کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے پھر کیا فیصلہ کیا نے..........؟"

"میری تو رائے یہی ہے ابو بلکہ میں بتاؤں آپ آغاز یہیں سے کریں ہماری نیک نیتی سے ان وں کا دل بھی ڈھل جائے گا۔"

"مگر پانچ لاکھ روپے کا نقصان" غلام حسین کا دل ڈوبنے لگا تھا۔

☆ .... ☆ .... ☆

محمود سحرزدہ تھا اس نے خود کو سنبھالنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی لیکن دل بے قابو ہوگیا تھا

ابتدا میں تو وہ جمیلہ سے خوف زدہ رہنے لگا تھا لیکن یہ بری پھول بے حد معصوم تھا اس نے غزل
کی صورت چرالی تھی اور خود کو بے حد مضبوط کر لیا تھا پھر اس نے جس طرح محمود کی جان توڑ کر
خدمت کی تھی اس نے محمود کو پریشان کر دیا تھا۔ اسے احساس ہونے لگا کہ جمیلہ موتگ کو چھوڑنا
اب ممکن نہیں رہا ہے۔ بازوؤں کے زخم بھر چکے تھے سب کچھ ٹھیک تھا اور اسے اب یہ جگہ
چھوڑ دینی چاہئے تھی لیکن دل آمادہ نہیں ہوتا تھا پھر ایک دن رزاق جانے کہا۔

"تم مہمان ہو اجنبی ہو' مجھے تم سے کچھ کہنے کا حق نہیں ہے لیکن کہے بغیر چارہ کار بھی نہیں
میری بیٹی تمہیں چاہنے لگی ہے یہ میری کائنات ہے میرے دو بیٹے تھے جو پتھروں کی تجارت کرتے
تھے۔ انہیں سرحدی پولیس کی گولیاں کھا گئیں میں بوڑھا اس کی حفاظت نہیں کر سکتا کیا تم میری
مشکل کا حل بنوگے۔ اس سے نکاح کر لو۔"

محمود سناٹے میں رہ گیا بوڑھے نے کہا۔ "میں تم دونوں کو با آسانی بری سرحد عبور کرا دوں گا
مجھے یہ خفیہ راستے معلوم ہیں پتھروں کی تجارت میں کچھ نہیں رکھا۔ زندگی اس طرح کھونا مناسب
نہیں سوچ لینا اور مجھے اپنی پسند کا جواب دے دینا۔"

محمود نے اپنا دل ٹٹولا .... غزل مل گئی تھی زندہ سلامت تھی اسے دوبارہ قتل نہیں ہونا
چاہئے۔ جمیلہ کی کیفیت سے اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ اپنا دل اس پر نچھاور کر چکی ہے وہ چلا گیا
تو یہ پھول سوکھ جائے گا۔ اس شام وہ ٹہلتا ہوا بہت دور نکل آیا تھا۔ دماغ الجھا ہوا تھا پھر شام جھکے
جب وہ واپس پہنچا تو جھونپڑی سے کچھ فاصلے پر اسے ایک آواز سنائی دی۔

"ہوں تو تم یہاں چھپے ہوئے ہو۔" محمود چونک کر پلٹا اور اپنے سامنے نظر آنے والے چہرے
کو دیکھ کر پتھرا گیا۔

وہ گیتا تھی .... خوبصورت لباس میں ملبوس' خوشبوؤں میں بسی ہوئی اسمارٹ اور شاندار'
محمود کو بھونچکا دیکھ کر بولی۔

"یہ دلوں کے سودے ہیں مسٹر محمود ورنہ ان بے کراں وسعتوں میں تمہیں تلاش کرنا کتنا
مشکل کام تھا تمہیں اندازہ ہے........؟"

محمود نے خود کو سنبھال لیا پھر جبری مسکراہٹ سے بولا۔

"واقعی تم نے مجھے ششدر کر دیا ہے۔"

"یہاں رہتے ہوں۔"

"ہاں" محمود نے کہا۔

"جگہ اچھی ہے آؤ اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کریں گے تمہیں پتہ نہیں ہے ایتھنز سے واپسی
کے بعد میں نے تم پر کتنا وقت ضائع کیا ہے۔"

"یہاں تمہارے پاس کوئی جگہ ہے۔" محمود نے پریشان لہجے میں پوچھا۔ اس کا دل الٹ رہا تھا
اس کم بخت نے اسے یہاں کیسے تلاش کر لیا۔ بڑے تعجب کی بات تھی لیکن گیتا جیسی زہریلی
عورت سے وہ اچھی طرح واقف تھا۔ اس سے انحراف خطرناک ہو سکتا تھا چنانچہ وہ گیتا کے ساتھ

پلٹ پڑا گیتا مسکرا بولی۔

"تم جیسے لوگ اپنے لئے ٹھکانہ تلاش کر سکتے ہیں تو کیا رانا کرن سنگھ کے گروہ کے لئے کوئی
جگہ نہیں ہوگی۔"

محمود ان لوگوں کی پراسرار سرگرمیوں کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا' ایسی کسی جگہ کی
ودگی اس قدر تعجب خیز نہیں ہو سکتی تھی گیتا اطمینان سے وہاں بیٹھ گئی محمود اس جگہ کو دیکھ کر
نی انداز میں گردن ہلانے لگا۔ وہ خود کو گیتا سے گفتگو کے لئے تیار کر رہا تھا۔ گیتا نے کہا۔

"ایتھنز سے واپسی پر میں نجانے کیا کیا منصوبے بنا کر آئی تھی لیکن تمہیں موجود نہیں پایا اس
بعد بہت وقت تک تمہاری کھوج کرتی رہی۔ صورت حال کے مطابق میں نے اپنا دائرہ کار
ناد گلاب کلی کے گرد ہی مرکوز رکھا اور بالآخر سب کچھ معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس
بعد یہ سمجھ لو محمود کہ میں نے صرف اپنی ذہنی کاوشوں سے تمہیں تلاش کیا ہے۔ نجانے کہاں
ہاں گھومی ہوں ہر ایسی جگہ جہاں کوئی چھپ بھی سکے اور اپنا تھوڑا بہت کاروبار بھی چلا سکے اگر
را اندازہ غلط نہیں ہے تو یہاں مے سوٹ میں پتھروں کی تجارت کے علاوہ تم جیسے کسی شخص کے
لئے اور کوئی مناسب ذریعہ نہیں ہے۔"

"تم بے حد ذہین ہو گیتا........"

"تم کسی گروہ کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہو یا اپنے طور پر۔"

"نہیں میں واسکو کے لئے کام کر رہا ہوں۔"

"اوہو ویری گڈ واسکو اپنا ہی آدمی ہے ہمارے گروہ کا آپس میں الحاق ہے۔ ابھی واسکو کے
گروہ پر چھاپہ پڑا تھا اس کا کچھ نقصان بھی ہو گیا ہے۔"

"ہاں میں بھی اس وقت اس پارٹی میں شامل تھا جسے سرحدی محافظوں نے گھیر لیا تھا۔"

"اوہ مائی گاڈ .... تب تو پھر واسکو تم پر بھی فاتحہ پڑھ چکا ہوگا کیونکہ ہمارے علم کے مطابق
اس کے ساتھی مارے گئے تھے اور اس کا مال سرحدی محافظوں کی تحویل میں چلا گیا تھا۔ چلو ٹھیک
ہے واسکو کے لئے اب تم مردہ ہی رہو تو بہتر ہے۔ بات کبھی منظر عام پر آ گئی تو رانا کرن سنگھ اسے
سنبھالے گا تم اس سلسلے میں بالکل پریشان نہ ہونا۔"

محمود بڑے محتاط انداز میں اس سے گفتگو کر رہا تھا اور اب وہ پوری طرح سنبھل گیا تھا' اسے
بڑی ذہانت سے اس خطرناک معاملے کو کنٹرول کرنا تھا۔

گیتا بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "میں ایتھنز سے تمہارے لئے بہت سے تحائف
لے کر آئی تھی لیکن میرا دل خون ہو گیا تھا جب تم تلاش کے باوجود مجھے نہیں ملے ....
ایتھنز میں ہم نے جو کام کیا وہ مشترکہ تھا' رانا کرن سنگھ بھی یونان پہنچ گئے تھے اور موقع پا کر میں
نے ان سے تمہارے بارے میں گفتگو کر لی میں نے انہیں تمہارا پورا بیک گراؤنڈ بتایا اور رانا
صاحب تیار ہو گئے اصل میں وہ بہت محتاط آدمی ہیں لیکن جب انہیں اس بات کا علم ہوا کہ گلاب
کلی تمہارے خلاف ہو چکا ہے اور تمہارا گلاب کلی سے ایک رابطہ رہ چکا ہے تو رانا صاحب کے

برق رفتار ذہن نے ایک فیصلہ کیا میں تمہیں بتانے میں عار نہیں سمجھتی رانا کا خیال ہے کہ تمہارے ذریعے گلاب کلی کو شکار کرے گا اور تمہیں یہ بھی بتادوں میں کہ اگر یہ کام ہوگیا تو تم یو سمجھ لو کہ گروہ میں تمہارا ایک مقام ہوگا۔ اتنا بڑا مقام کہ تم تصور بھی نہیں کرسکتے تم بتانا تمہیں چاہئے.......... وہ سب کچھ مل جائے گا جو تمہارے تصور میں آئے .... محمود تمہاری مح میں اس طرح گرفتار ہوئی ہوں میں کہ نجانے کیا کیا کرنے کو تیار ہوں.......... ابھی تو کچھ ؛ نہیں کیا ہے میں نے تمہارے لئے۔"

"رانا میرے ذریعے گلاب کلی کو کیسے شکار کرے گا..........؟"

یہ منصوبہ رانا کے پاس ہے اور تمہیں ایک اور بہت بڑا اعزاز یہ دیا جائے گا کہ رانا خود سے ملاقات کرے گا بنکاک میں یا ہانگ کانگ یا سنگاپور میں اس کا فیصلہ بعد میں ہو جائے گا۔ ا تم تیاریاں کرو کن حماقتوں میں پڑے ہوئے ہو' تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے' اب تمہیں ایک کے لئے بھی نہیں چھوڑوں گی میں۔"

محمود کو چکر آ رہا تھا' وہ اب اپنے آپ کو کسی اور الجھن میں نہیں پھنسانا چاہتا تھا' چنانچہ گ کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کے سوا اسے اور کوئی چارہ نظر نہیں آیا۔ اس نے کہا۔" گیتا م تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں' کچھ کہنا چاہتا ہوں میں تم سے۔"

"کوئی خاص بات ہے۔" گیتا نے بھنویں اٹھا کر پوچھا۔

"ہاں بہت خاص بات"

"تو کہو ناگریز کیوں کر رہے ہو' ہچکچا کیوں رہے ہو۔"

"دیکھو گیتا برا مت ماننا میرے اور تمہارے درمیان سب سے پہلا مسئلہ تو مذہب کا ہے' م کسی غیرمذہب لڑکی کو اپنی زندگی میں شامل نہیں کرسکتا' بری فطرت کا انسان نہیں ہوں کہ تمہی دھوکہ دیتا رہوں' یہ میرے لئے ناممکن بات ہے۔"

"مگر میں تمہیں اس کا حل بتا چکی ہوں' محبت میں تو نجانے کیا کچھ قربان کر دیا جاتا ہے م اپنا دھرم قربان کر دوں گی تم پر تمہارے دھرم میں آ جاؤں گی کب منع کیا ہے میں نے۔"

"اس کے علاوہ بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں گیتا"

"بولو .... وہ بھی کہو" گیتا محبت بھرے انداز میں بولی۔

محمود شدید ہچکچاہٹ محسوس کر رہا تھا عورت کے بارے میں اسے زیادہ تجربہ نہیں تھا لیکہ ایک عام سی بات تھی کہ گیتا ایسی کسی شخصیت کو برداشت نہیں کرسکتی جو اس کی محبت پر حاوی جائے۔ لیکن محمود غزل کی ہمشکل کو چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ کچھ اس طرح وہ اس معمولی سی برمی لڑ کے عشق میں گرفتار ہوگیا تھا اس نے بہت دیر غور کرنے کے بعد کہا۔

"گیتا وطن میں ایک لڑکی سے محبت کرتا تھا۔ بلڈ کینسر کا شکار تھی وہ زندگی کی آخری سرحدو کو چھو رہی تھی میں نے اس سے بہت سے وعدے کئے تھے گیتا .... بہت سی قسمیں کھا تھیں میں نے اس سے' وہ خود بھی اپنے بارے میں جانتی تھی اور میں بھی جانتا تھا کہ وہ چرا

ری ہے زندگی اسے مہلت نہیں دے گی .... لیکن پھر بھی میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اری زندگی اس کا ساتھ دوں گا۔ گیتا وہ کہتی تھی کہ وہ میری اس محبت کو قائم ودائم رکھے گی۔ گیتا جھے یہاں غزل کی ہمشکل ایک ایسی لڑکی ملی ہے جسے اگر اس لڑکی کے ماں باپ بھی دیکھیں تو ہران رہ جائیں گیتا مجھے میری دنیا واپس مل گئی ہے' گیتا تم میری ایک بہترین دوست تو بن سکتی ہو لیکن جو میرے دل میں بسا ہوا ہے میں اسے نکال نہیں سکتا۔ گیتا میں تم سے شرمندہ بھی ہوں میں نے کبھی تم سے محبت کا اظہار نہیں کیا گیتا۔ بیماری کے عالم میں تم میری قریب آئیں تو میں اچھے ہرے کی شناخت نہیں رکھتا تھا تم نے مجھ پر اتنا احسان کیا کہ میرا رواں رواں تمہارا ممنون ہوگیا۔ گیتا ممنونیت اور محبت میں فرق ہوتا ہے میری آرزو ہے کہ تم صرف میری دوست بن جاؤ' گیتا اس دوستی کو ایسے نبھاؤں گا کہ لوگ دوستیوں کی کہانیاں بھول جائیں۔ لیکن مجھے' مجھے گیتا ....!"

محمود نے گیتا کے چہرے کو دیکھا اس کا چہرہ آگ کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھیں چمک رہی تھیں اور وہ کسی زخمی ناگن کی طرح بل کھا رہی تھی محمود کی زبان بند ہوگئی۔ گیتا کی آنکھوں میں انگارے رقصاں تھے دیر تک وہ سوچتی رہی اور اس کے بعد آہستہ سے بولی۔

"دیکھ محمود میرا ایک ماضی ہے ایک عجیب و غریب ماضی اس ماضی میں' میں نے اپنی فطرت کے زیر اثر جو کچھ کھو دیا ہے اگر اس کی تفصیل تمہیں بتاؤں تو تم اسے ایک کہانی سمجھو گے اس پر یقین نہیں کر پاؤ گے۔ لیکن ایک سچی کہانی ہے۔ بہت بڑے آدمی کی بیٹی ہوں میں لیکن بس اپنے مزاج کے مطابق ان سے میل نہیں کھا سکتی جو کچھ کر دیا ہے میں نے وہ اتنا ہے کہ شاید ہی کسی نے کیا ہو۔ بات صرف اتنی سی تھی کہ وہاں مجھے میری پسند کی کوئی چیز نہیں ملی تھی محمود میں امتیاز کی جانب راغب ہوئی لیکن یقین کرو مجھے یوں لگا جیسے میں ایک کمزور سہارا پکڑ رہی ہوں جیسے میرے دل میں وہ نہیں ہے جو میں سوچ رہی ہوں۔ پھر بھی میں امتیاز سے منسلک رہی اور جب اس نے مجھ سے اجتناب برتا تو مجھے برا نہیں لگا۔ محمود شاید میں تمہاری تلاش میں تھی اور جب تم مجھے مل گئے تو سکون کا ایک سمندر میرے سینے میں معجزن ہوگیا۔ محمود اس سمندر کے رخ کو بدلنا میرے لئے ممکن نہیں ہے میں زندگی میں ہمیشہ تشنہ کام رہی ہوں مجھے اپنی منزل کی تلاش ہمیشہ ہی رہی ہے اور میں نے تمہیں اپنی منزل سمجھ لیا ہے۔ محمود یہ میرا آخری قدم تھا اور اس کے بعد میں زندگی میں کچھ اور نہیں کروں گی سنو محمود میری فطرت بلیوں جیسی ہے' جو کھاتی نہیں ہیں تو لڑھکا دیتی ہیں .... وہ لڑکی زندہ نہیں رہ سکے گی محمود آئی ایم سوری' تم مجھے نہیں ملے تو کسی اور کو بھی نہیں مل سکو گے .... وہ اتنی جلدی ہلاک ہو جائے گی کہ تم سوچ بھی نہیں پاؤ گے.......... میں اتنی ایثار پسند نہیں ہوں میں اتنی فراخ دل اور صاحب ظرف نہیں ہوں۔ محمود بڑی محبت بڑی چاہ سے تمہیں یہاں تک لائی تھی لیکن اچانک ہی میرے دل میں تمہارے لئے غصے کا شدید طوفان اٹھا ہے تم جاؤ پلیز یہاں سے جاؤ اور سنو اگر تم میری نگاہوں سے اوجھل بھی ہوگئے تو میں تمہیں تلاش کر لوں گی یہ میرا وعدہ ہے .... لیکن تمہیں تلاش کر کے میں

تمہیں صرف یہ اطلاع دوں گی کہ وہ لڑکی مرچکی ہے جسے تم چاہتے ہو بس اس فطرت کی مالک ؛
میں جاؤ محمود پلیز چلے جاؤ' ورنہ کچھ برا ہو جائے گا۔ خود بھی سوچو اور مجھے بھی سوچنے کا موقع
جاؤ۔" گیتا کی آواز میں کچھ ایسی غراہٹ پیدا ہوگئی کہ محمود پھر وہاں نہیں رک سکا وہ شد
پریشانیوں کا شکار ہو کر واپس بوڑھے رزاق جا کی جھونپڑی کی جانب چل پڑا۔ لیکن تشویش
الجھنوں نے ایک بار پھر اس کے سر سے بلند ہو کر اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ گیتا کے بار
میں وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ کسی قسم کی لڑکی ہے لیکن جہاں تک اس کی اپنی ذہنی کیفیت
تعلق تھا گیتا جیسی بدکار اور جرائم پیشہ لڑکی کو وہ اپنی زندگی میں شامل کرنے کا تصور بھی نہیں کر
تھا۔ وہ کسی کو بھی اپنی زندگی میں جگہ نہیں دے سکتا تھا لیکن اسے غزل کے وہ الفاظ یاد تھے۔

ہم روح سفر ہیں ہمیں ناموں سے نہ پہچان
کل اور کسی نام سے آ جائیں گے ہم لوگ

اور وہ آگئی تھی' اس کا استقبال کرنا ضروری تھا محمود اس جذباتی لگن کو نہیں روک سکا
اب گیتا کا' کیا کرنا چاہئے۔ محمود کا ذہن الجھنوں میں گھرا رہا۔ جمیلہ موتگ کو اس نے کوئی احسا
نہیں ہونے دیا تھا لیکن بوڑھے رزاق جا سے دوسری صبح اس نے کہا۔
"بابا رزاق آپ کو اپنے بارے میں بہت کچھ بتا چکا ہوں میں' آپ نے مجھ سے کچھ کہا تھا
خلوص دل سے اس کے لئے تیار ہوں .... لیکن کچھ انتظار کرنا پڑے گا یہ انتظار ضرو
ہے' مجھے جانا ہے کچھ عرصے کے لئے' واپس آؤں گا تو آپ کی اس خواہش کی تکمیل کروں گا
انتظار کریں۔"

رزاق جانے اسے ممنون نگاہوں سے دیکھا تھا جمیلہ ان تمام الجھنوں سے بے نیاز زندگی
معصوم معصوم کیفیتوں کا شکار ہر چیز سے بے نیاز .... محمود نے اسے کچھ بھی نہیں بتایا
اسے یقین تھا کہ بوڑھے رزاق جا اس وعدے کے بعد بیٹی کو سنبھالے رکھے گا۔
پھر دن کو تقریباً ساڑھے گیارہ بجے جب وہ جھونپڑی سے باہر نکلا تو تھوڑے فاصلے پر ا
درخت کے سائے میں اس نے گیتا کو کھڑے ہوئے پایا گیتا کو دیکھ کر وہ چونک پڑا اور آہستہ آہ
اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے گیتا کے پا
چھوٹے سائز کی ایک خوفناک رائفل دیکھی گیتا عجیب سے انداز میں بولی۔
"یہ آٹومیٹک رائفل اتنی خوفناک ہے کہ تم تصور بھی نہیں کرسکتے محمود .... یہاں
علاقوں میں ہتھیار کا تصور ایک عجیب نوعیت رکھتا ہے۔ اگر یہ میرے پاس سے برآمد ہو جائے
میرا سزا سے بچنا مشکل ہو جائے گا لیکن دیکھ لو یہ اس وقت میرے پاس موجود ہے اور میں ا
لڑکی کو بھی دیکھ چکی ہوں .... وہ کئی گھنٹے میری اس رائفل کے نشانے پر رہی ہے لیکن
سے ملاقات کئے بغیر مجھے کچھ نہیں کرنا تھا میں نے بمشکل اپنے آپ کو اپنے تصور کی اسی سر
سے روکا ہے جو یہ کہتی تھی کہ محمود کا دل اگر کسی جانب مائل ہے اور تجھ سے تیرا مقام چھینا جا
ہے تو اس خیال کو بھی فنا کر دے لیکن محمود۔"

"بس بس.......... بہت زیادہ جذباتی نہ ہو گیتا۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ وہ ایک جذباتی
شش تھی اور میں اس کا شکار ہوگیا تھا لیکن رات کو میں نے حقیقتوں پر غور کیا ہے زندگی صرف
ن کے ساتھ نہیں گزر سکتی تم جیسی چاہنے والی کسی شخصیت کو ذہن سے نکال کر پھینکنا آسان کام
ہوتا اگر تم مجھے اس کا موقع دے بھی دیتیں تو شاید یہ احساس مجھے ہمیشہ تڑپائے رکھتا کہ میں نے
ے ایسی چاہنے والی کے پیار کو ٹھکرا دیا۔"
بدلتے چہرے اس طرح کبھی نگاہوں کے سامنے نہ آئے ہوں گے جس طرح محمود نے اچانک
نا کے تاثرات کو بدلتے دیکھا تھا وہ وفور مسرت سے محمود کے قریب پہنچ گئی اور اس کا بازو پکڑ کر

"تو تم نے .... تو تم نے ....!"
"ہاں گیتا۔ میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔"
"تھینک یو محمود' تھینک یو .... تھینک یو ویری مچ۔ چلو اب نہ رکو ہم بنکاک چل
ہے ہیں اور بے فکر ہو کر چلو ذرہ برابر فکر نہ کرو اپنی تمام فکریں مجھے سونپ دو۔" محمود نے
نکھیں بند کر کے گردن ہلا دی تھی۔

☆ .... ☆ .... ☆

امتیاز کے ذہن میں لاکھوں وسوسے تھے' جو کام اس نے بنکاک میں شروع کیا تھا وہ آہستہ آہستہ ترقی پاتا جا رہا تھا۔ مستقبل کی امیدیں بندھ گئی تھیں۔ بہتری کے امکانات واضح ہوگئے تھے گو ابھی کوئی بہت بڑی دولت اکٹھی نہیں کرلی تھی اس نے' کریڈٹ پر مال اٹھا رہا تھا۔ چند ساتھی شریک کر لئے تھے' جو بہتری کے ساتھ اس سے تعاون کر رہے تھے۔ ان کا پورا پورا حصہ نکالا ج رہا تھا' امتیاز کو اس کا حصہ مل جاتا تھا' لیکن اتنا نہیں کہ ابھی وہ اپنے آپ کو بہت بڑی حیثیت ک مالک سمجھ لے۔ ابھی تو اس کے لئے ایک طویل عرصہ درکار تھا۔ ہاں جو ساکھ کما رہا تھا' وہ مستقبل میں بہتر ساتھ دینے والی تھی لیکن دل کے تقاضے بھی تھے محمود کی دوستی اور سیما کا تصور جو بہرطو محمود سے منسلک تھا یہ دونوں چیزیں اس کے اپنے لئے بھی انتہائی اہمیت رکھتی تھیں' بے شک محمود نگاہوں سے اوجھل تھا لیکن حالات یہ بتا رہے تھے کہ اگر امتیاز کی کاوشیں کامیاب ہو جائیں ا محمود کی گلو خلاصی ہو جائے گی اور سیما کی زندگی میں بھائی کی بہاریں آ جائیں گی۔ تب وہ محمو سے درخواست کرے گا کہ اس کی بہاریں اسے واپس دے دے اور اس کے لئے ضروری تھا ک اپنے کام کو کسی قدر پس پشت ڈال کر پہلے وہ ملک ستار کے خطرے کو ختم کردے۔ ہانگ کانگ پہ اور ملک ستار کے ہوٹل میں داخل ہوگیا۔ ملک ستار اپنے کمرے میں موجود تھا دستک دینے پ دروازہ کھلا اور ملک ستار نے امتیاز کو دیکھا تو خوشی سے کھل اٹھا اس کے منہ سے آہستہ سے آوا نکلی۔

"نو پینز نو گینز"

امتیاز نے اپنے آپ کو سنبھالا اور مسکراتا ہوا داخل ہوگیا ملک ستار نے اس سے گرمجوشی ۔ مصافحہ کیا تھا۔

"تمہاری واپسی اور تمہارے چہرے کے تاثرات اس بات کی غمازی کرتے ہیں جو خبر بھ تمہارے پاس ہے وہ اچھی ہے۔"

"امتیاز نے نادر علی کا دیا ہوا لفافہ ملک ستار کے سامنے کر دیا اور ملک ستار بے صبری ۔ اسے کھول کر پڑھنے لگا پھر اس کا چہرہ کھل اٹھا اور اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بھائی جی نے جلد بازی کر ڈالی تھی اور مجھ سے بھی حماقت ہوئی۔ اپنے دوستوں کو ٹٹولنے بجائے میں بھائی جی کی باتوں میں آگیا حالانکہ وہاں ایسے بہت سے لوگ موجود ہیں جو میرے ۔ جان کی بازی لگا سکتے ہیں اور یار امتیاز میرے یار کا کچھ پتا چلا.........؟"

"کون ....؟"

"یار علی کی بات کر رہا ہوں"

"نادر علی سے ہی بات ہوئی تھی نادر علی کا کہنا ہے کہ کہیں سے یار علی کی مخبری ہوگئی اور وہ نی منشیات کے ساتھ پکڑا گیا ہے۔"

"دیکھ لیں گے بچائیں گے اسے بھی ہمارا یار ہے اور بھی بہت کچھ دیکھنا ہے سمجھا امتیاز اور ت کچھ دیکھنا ہے مگر میرے یار ایک تکلیف اور دوں گا تمہیں۔ تم نے وہ چیک کیش کرالیا تھا ....؟"

"نہیں ملک صاحب وہ آپ کا عمل تھا آپ کی محبت تھی لیکن دوستی کا معاوضہ نہیں لیا جاتا .... پتہ نہیں آپ نے یہ بات کیوں نہیں سوچی۔"

ملک ستار اسے دیکھ کر مسکرانے لگا پھر آہستہ سے بولا۔ "ٹھیک کہتے ہو نو پینز' نو گینز تو کہہ یہ رہا تھا میں کہ تمہیں میرے ساتھ ہی چلنا ہوگا۔ اب بار بار یہ نہیں کہوں گا کہ تمہارے نقصانات کا ذمہ دار میں ہوں۔ دوستی کی بات کی ہے نا تم نے تو ملک کی دوستی بھی دیکھ لینا۔"

"ٹھیک ہے ملک صاحب' مجھے اعتراض نہیں ہے"

امتیاز نے کہا اور اس کے بعد ملک ستار وطن واپسی کے منصوبے پر اس سے گفتگو کرنے لگا یہاں تک کہ ایک پروگرام طے ہوگیا امتیاز نے اپنے ذہن میں بھی ایک پروگرام ترتیب دے لیا تھا وطن واپس جانا ہے جو کام ذمے لیا ہے اس کی تکمیل کرنی ہے لیکن اس بار گھر والوں سے نہیں ملے گا بلکہ ایسے ....انتظامات کرے گا کہ فوری طور پر اس کام کی تکمیل کے بعد واپسی ممکن ہو جائے ملک ستار نے اسے اپنے ساتھ ہی ہوٹل میں ٹھہرایا تھا اور صرف ٹیلی فون پر کام کرتا رہا تھا یہاں تک کہ دونوں کے ٹکٹ آگئے اور اس کے فورا بعد امتیاز نے ملک ستار سے تھوڑی سی خریداری کی اجازت مانگی بازار سے خریداری بھی کی لیکن اصل کام کچھ اور ہی تھا جو اس نے بڑی احتیاط اور کاوشوں کے ساتھ کر ڈالا تھا۔ بالآخر ایک طیارہ دونوں کو لے کر پاکستان چل پڑا۔ ملک ستار عجیب عجیب سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا بہت سے خیالات دل میں تھے اس نے سوچا تھا کہ کافی وقت خاموشی سے نادر علی کے ساتھ گزارے گا حالات کا جائزہ لے گا اور اس کے بعد ملک جبار کو اطلاع دے گا۔ لیکن اس سے پہلے یار علی کی گلو خلاصی اپنے ہی ذرائع سے کرائے گا اور اس کے لئے اس نے کئی نام ذہن میں سوچ لئے تھے۔ پھر یہ پتہ چلے گا کہ محمود کی بھابی اور بہن کہاں ہیں۔ محمود کا انتقام انہی سے لیا جائے گا۔ راستے میں وہ نجانے امتیاز سے کیا کیا باتیں کرتا چلا آیا تھا۔ امتیاز اپنے دل و دماغ کو قابو میں رکھنے کی سخت کوشش کر رہا تھا اب تک ایسے کسی سنسنی خیز مرحلے سے نہیں گزرا تھا۔ طیارے نے رن دے چھوا تو امتیاز کانپ کر رہ گیا' بہرحال اس کے بعد جو تھوڑا بہت وقت گزرا وہ بڑی عجیب و غریب کیفیات میں گزرا تھا۔ دونوں ائیر پورٹ سے باہر آگئے۔ ملک ستار نے اپنا حلیہ کچھ اس طرح کا بنا لیا تھا کہ اس کے قریبی جاننے والے بھی اسے نہ

پہچان سکیں' ویسے بھی ایک لنگڑا آدمی ملک ستار نہیں ہوسکتا تھا اس لئے اسے اطمینان تھا
ایئرپورٹ سے باہر آئے تو سیاہ رنگ کی ایک قیمتی کار قریب آکر رک گئی اس سے ایک آدمی
اترا اور اس نے پچھلا دروازہ کھول دیا۔ ملک ستار خاموشی سے اندر بیٹھ گیا امتیاز ڈرائیور کے
بیٹھ گیا تھا ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی تو ملک ستار بولا۔

"میں نے تجھے پہچان لیا ہے نادر علی .... تیرا شکریہ میرے یار۔"

"اور میں نے بھی تمہیں پہچان لیا ہے ملک جی تم نے اپنے یاروں پر بھروسہ نہیں کیا یہ حلیہ بنا لیا تم نے ملک جی۔"

نادر علی مغموم لہجے میں بولا۔

"بس نادر علی۔ نو پیبز نو گینز" ملک ستار پھیکی مسکراہٹ سے بولا۔

کار نادر علی کی رہائش گاہ پر جارکی اور وہاں بہت سے لوگوں نے ان کا استقبال کیا۔

"یہ سب جلوس بنا کر تمہیں لانا چاہتے تھے ملک جی۔ میں نے بڑی مشکل سے روکا اور کہ ملک جی یہاں آ جائیں تو خوب جشن منا لینا سب آپ کے جان نثار ہیں۔"

"اور یار .... ایسے تو سچ مچ میرا جلوس نکل جاتا .... اب تم اس شریف آدمی اس کے گھر بھجوانے کا بندوبست کر دو یہ ہمارے جشن میں شریک نہیں ہوسکے گا۔" ملک نے امتیاز کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"جو حکم ملک جی۔" نادر علی نے اپنے ایک آدمی کو آواز دے کر کار کی چابی اسے دی امتیاز کو اس کی مطلوبہ جگہ پر چھوڑنے کا حکم دیا۔ سیاہ کار امتیاز کو لے کر واپس چل پڑی۔ ابھی نے سوگز کا فاصلہ طے کیا تھا کہ اچانک جشن کا آغاز ہوگیا پولیس کو شاید امتیاز کے وہاں سے نکلنے کا انتظار تھا جیسے ہی وہ پولیس کے نشانے سے ہٹا۔ پولیس نے ریڈ کر دیا۔

"ارے یہ کیا ہوا۔" کار کے ڈرائیور نے کار روک دی۔ پھر پیچھے دیکھ کر آہستہ سے بو
"پولیس" پھر وہ برق رفتاری سے نیچے اترتے ہوئے بولا۔" سوری .... تم اپنی حفاظت کرو .... کہیں سے مخبری ہوگئی ہے۔"

وہ پستول نکال کر واپس دوڑ پڑا امتیاز نے بھی کار سے اتر کر ایک محفوظ جگہ تلاش کر لی گو
کا تبادلہ شروع ہوگیا تھا اور فائرنگ میں شدت پیدا ہونے لگی .... فیروز خان نے کام
پلان بنایا تھا اور بڑے مناسب طریقے سے سارا انتظام کیا تھا بہرحال اب امتیاز نے یہاں رکنا منا
نہیں سمجھا اور گولیوں کی گھن گرج پیچھے چھوڑ کر بہت دور نکل آیا گھر جانے کو بہت دل چاہ
لیکن مناسب نہیں تھا۔ وہ اس کی سرگرمیوں سے مشکوک ہو جائیں گے جو تھوڑا بہت سامان
تھا وہ بھی گاڑی میں پڑا رہ گیا تھا لیکن وہ خریداری گھر کے لئے تھی بھی نہیں وہ تو ملک ستا
اطمینان دلانے کے لئے تھی اور اسی کے بہانے باہر آکر امتیاز نے فیروز خان کو اطلاع د
بات کیا تھا۔

پھر ایک ہوٹل ہی کا رخ کیا تھا اور اسے ایک کمرہ مل گیا تھا کیا عجیب زندگی ہے ہنگامہ
ہنگامہ صرف ہنگامہ .... خطرناک لوگ' خطرناک ماحول......... اور ایک لاہور
.... سرسبز و شاداب .... سکون کا سمندر .... جہاں سیما کی ....
وں کا سرور ہے اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ ہے۔ ماں ہے' بہنیں ہیں' بے اختیار اس کا دل
ہڑانے لگا سب کچھ چھوڑ دوں۔ واپس آ جاؤں یہاں .... کیا یہ ممکن ہے .... پتہ
فیروز خان کو کامیابی حاصل ہوئی یا نہیں۔ خدا ہی جانے .... یہاں انتظار نہیں کیا جاسکتا
واپسی ضروری ہے جو کچھ پتہ چلے گا بعد میں ہی پتہ چلے گا ....!

دوسرے دن کے اخبارات میں کچھ نہیں تھا اس نے سارے اخبارات خرید کر دیکھ ڈالے۔
خبر نہیں ملی......... پھر اس نے یونہی فیروز خان کو اس کے گھر فون کیا اور فون ریسیو ہوگیا
ونک پڑا۔

"ہیلو خان ...."

"کون .... امتیاز بھائی"

"سب خیریت ہے.........؟" امتیاز نے پوچھا۔

"او خیر ہے میرے دوست گرفتاریاں ہوگئیں وہ شدید زخمی ہوگیا ہے اور موت کے خوف سے
لمان بھی ہوگیا ہے۔ اس نے سارے بیان دے ڈالے سارا کام بن گیا ہمارا۔"

"اخبار نے کوئی خبر نہیں چھاپی۔"

"خبریں روکی گئی ہیں آدھے گھنٹے کے بعد ہم ملک جبار کو گرفتار کرنے جا رہے ہیں اس کے
کا بیان مل گیا ہے اب بچ کر دکھائے وہ تیس مار خان۔"

"تم تو بہت مصروف رہو گے ....؟"

"ہاں دوست .... پروگرام کے مطابق تم واپس بنکاک چلے جاؤ محمود کلیر ہوگیا ہے اسے

ے۔"

"او کے فیروز خان پھر واپسی میں ہی ملاقات ہوگی۔"

"او کے ....!" فیروز خان نے فون بند کر دیا امتیاز کے دل میں مسرت کی لہریں اٹھ رہی
ں۔

☆ .... ☆ .... ☆

محمود گپتا کے ساتھ بنکاک آگیا اسے ایک بھری پری سڑک کی شاندار عمارت کے ایک فلیٹ
مل گئی تھی وہ بے حد مسرور نظر آ رہی تھی۔

"یہ تمہارا فلیٹ ہے۔" محمود نے پوچھا۔
"یہی سمجھ لو .... ہمارے پاس ہر جگہ اپنی رہائشی جگہیں ہیں ہوٹل ہمارے لئے خطرناک
ہوتے ہیں۔"
"باہر کی دنیا میرے لئے بھی خطرناک ہے تمہیں معلوم ہے۔"
"یہاں ہر آسائش موجود ہے تم اطمینان سے یہاں قیام کرو۔ تمہیں بس اس وقت تک یہ
رہنا پڑے گا جب تک رانا صاحب بنکاک نہ آئیں۔ محمود میں نے پورا پروگرام بنا لیا ہے۔
صاحب تمہیں اپنے گروہ میں شامل کرلیں گے تم ان کے پروگرام کے تحت گلاب کلی کو ٹریپ
گے کام ہو جائے پھر ہم یونان نکل چلیں گے رانا صاحب مارکیٹ بنا رہے ہیں اور پھر.......
وہاں ہم یکجا ہو جائیں گے۔"
"رانا صاحب کو اعتراض نہیں ہوگا۔"
"وہ صرف کام پسند کرتے ہیں .... باقی کون کیا کر رہا ہے انہیں اس سے غرض نہیں۔
گیتا پھر کسی کام سے چلی گئی تھی محمود بالکونی میں کھڑا ہوا تھا سامنے بہت بڑی مارکیٹ
کاروبار جاری تھا۔ طرح طرح کے لوگ نظر آ رہے تھے۔ پھر ان ہی میں اس نے امتیاز کو دیکھا
امتیاز بالکل سامنے والی عمارت کے ایک اسٹور میں داخل ہوا تھا۔ محمود دیوانہ ہوگیا۔ اس بری ط
بھاگ کر وہ فلیٹ سے باہر نکلا کہ گرتے گرتے بچا۔ سڑک بھی اس نے پاگلوں کی طرح عبور
تھی۔ اسے خدشہ تھا کہ امتیاز نکل نہ جائے۔ پھراتی انداز میں وہ اسٹور میں داخل ہوا تھا.......
اور لوگ چونک چونک کر اسے دیکھنے لگے تھے تو اسے امتیاز نظر آگیا۔ وہ ایک بڑی میز کے
بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے کچھ فائل بکھرے ہوئے تھے۔ بھاگ دوڑ کو محسوس کر کے اس
بھی گردن اٹھائی۔ پھر اس کی کیفیت بھی محمود سے مختلف نہیں ہوئی تھی دونوں پاگلوں کی
ایک دوسرے سے لپٹ گئے تھے محمود کے دل میں تو بس اس کے مل جانے کی خوشی تھی
امتیاز کے دل میں بہت سی داستانیں چھپی ہوئی تھیں۔
"یہاں کیا کر رہے ہو.........؟ محمود نے پوچھا۔
یہ میرا اسٹور ہے۔"
"تمہارا........." محمود مسرت سے بولا۔
"ہاں"
"مبارک میرے دوست، میں تم سے طویل گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"
"میری رہائش گاہ بھی اس کے اوپر ہے۔"
"کہاں.........؟"
"آؤ تمہیں دکھا دوں"
"دکھا دو امتیاز اس کے بعد میں جاؤں گا اور دوبارہ تمہارے پاس واپس آؤں گا۔"

"کیا مطلب"
"وہ سامنے والی بلڈنگ کے ایک فلیٹ میں ہوں۔ ایک لمبی کہانی کے ساتھ تمہیں بالکونی سے
ا تھا اور اس طرف بھاگ آیا ہوں۔ دوبارہ ذرا اطمینان کے ساتھ آ جاؤں گا۔"
"کوئی اور بھی ہے تمہارے ساتھ ....؟"
"ہاں"
"کون ہے؟"
"بعد میں بتاؤں گا۔"
"چلو" .... امتیاز نے کہا .... اور دونوں اٹھ گئے.........!
امتیاز کا کمرہ دیکھ کر محمود واپس فلیٹ میں آیا۔ باہر جانے والا لباس تبدیل کیا۔ گیتا کے نام ایک
ہ چھوڑا جس میں اس نے لکھا کہ اکتاہٹ کا شکار ہو کر باہر جا رہا ہوں وہ فکر نہ کرے۔ اس کے
ر فلیٹ کو لاک کر کے باہر نکل آیا۔
امتیاز بے چینی سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ محمود کو دیکھ کر مسکرایا اور بولا "کس کے ساتھ
........."
"گیتا کے۔" محمود کے انکشاف پر امتیاز چونک پڑا۔
"تو اس نے ابھی تک تمہارا پیچھا نہیں چھوڑا؟"
"نہیں۔"
"مجھے تفصیل بتاؤ محمود .... اس وقت سے اب تک کی تفصیل بتاؤ جب تم نے ملک
ار کا حلیہ خراب کر کے اسے ہسپتال پہنچا دیا تھا........."
محمود کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی .... اس نے کہا۔ "میں جانتا تھا کہ تم حالات
ے بے خبر نہ رہو گے۔ میرے تفصیل بتانے سے پہلے بس تم یہ بتا دو کہ سیما، بھابی اور نوید کیسا
ہے۔"
"بالکل ٹھیک ہیں۔ بے حد مطمئن۔"
"شکریہ۔ میرے بارے میں بس یہ سمجھ لو کہ دشمنوں سے چھپتا پھر رہا ہوں۔" محمود نے تمام
ستان سنائی .... پھرے سوٹ میں زخمی ہو جانے تک کی کہانی سنا کر رک گیا۔ پھر پھیکی سی
کراہٹ سے بولا۔ "اور وہاں مجھے غزل مل گئی.........۔"
"کون!" امتیاز اچھل پڑا۔
"خدا کی قسم غزل!" محمود نے کہا پھر اسے جمیلہ مونگ کی کہانی سنائی اور اس کے بعد گیتا کے
بارہ پہنچ جانے سے یہاں تک کی کی تفصیل، امتیاز مسرور بھی ہوگیا تھا اور متفکر بھی۔
"خیر اب تم مجھے سناؤ۔ تمہارا یہ سٹور دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔ بالآخر تم نے اپنا
ام پالیا۔"

"مقام .... شاید لیکن میری خوشیوں کا مرکز دور ہے۔ اب دل تھام کر میری داستان سنو۔" اس کے بعد امتیاز نے ڈرامائی انداز میں ملک ستار سے ملاقات' اس کی خواہشیں گلاب کلی کی دوستی کا دور آخر میں ملک ستار کی گرفتاری اور فیروز خان کی پیشکش تک کی داستان دوہرای دی۔ محمود جذباتی ہوگیا۔ وہ شدت جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور امتیاز سے لپٹ کر بری طرح رو پڑا۔

"ارے .... ارے.......... نہیں محمود .... نہیں میری جان .... میں تمہارا ہوں' ہم سب تمہارے ہیں۔ سب خوش ہیں اب تم ان کے درمیان جاسکو گے۔ ہم سب ساتھ رہیں گے۔ میں بھی یہ سب چھوڑ دوں گا۔ محمود اب مجھے دنیا میں رہنے کا سلیقہ آگیا ہے۔"

"بہت مجبور ہوگیا تھا میں امتیاز .... بہن بھائی کو بھلانے کی کوشش کر رہا تھا مگر نہیں بھول پاتا تھا' مرحوم ریاض بھائی کی روح سے شرمندہ تھا میں۔ میں ان کی بیوی اور بچے کی حفاظت نہیں کرپایا تھا۔"

امتیاز کے ذہن کو شدید جھٹکا لگا۔ اس کے منہ سے پھٹی پھٹی آواز نکلی "مرحوم؟"

"ہاں۔ میری بدنصیبی نے مجھ سے میرا بھائی چھین لیا۔ وہ سعودی عرب میں ایک حادثے کا شکار ہو کر چل بسے تھے۔ لیکن میں بیمار بھابی کو یہ بتانے کی ہمت کبھی نہ کر سکا۔ ان کے نام سے خط لکھتا رہا۔ چیزیں اور رقم بھیجتا رہا۔ آواز بنا کر فون کرتا تھا۔ میرے اندر یہ جرات کبھی نہ پیدا ہوسکی کہ میں حقیقت بتا سکتا۔"

"اوہ خدایا.......... بینش بھابی مسلسل اپنے شوہر سے شاکی ہیں۔ خدایا۔" امتیاز کو بے حد رنج ہوا تھا۔ پھر وہ دکھ بھرے لہجے میں بولا۔ "خوشیوں اور غموں کے امتزاج کا نام دنیا ہے۔ ہم مل کر انہیں سنبھالیں گے۔ میرا دل بھی اکتا گیا ہے یہاں سے۔"

"گیتا کے لئے کیا کریں۔ وہ صاحب اختیار ہے اور ...."

ہم اسے ٹھکانے لگا دیں گے۔ میں نے اس کے لئے ترکیب سوچ لی ہے محمود ...."
امتیاز نے کہا۔

"کیا"

"گلاب کلی کو اس کے راستے پر لگا دیتے ہیں۔"

"کیا مطلب" .... محمود حیرت سے بولا۔

"تم نے بتایا ہے کہ راناکرن یہاں آنے والا ہے۔"

"ہاں۔"

"اور تمہاری اس سے ملاقات ہوگی۔"

"گیتا یہی کہتی ہے۔"

"جب راناکرن سنگھ یہاں آئے گا تو گلاب کلی اس کا استقبال کرے گا۔ پھر وہ جانے اور را

سنگھ۔"

محمود سوچ میں ڈوب گیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے نقوش پھیل گئے۔ پھر وہ آہستہ سے

"مگر کیسے.........."

"جیسے ملک ستار فیروز خان کے ہتھے چڑھا۔"

"یعنی ....!"

"یہ کام میں کروں گا۔" امتیاز نے کہا۔

"مگر کیسے..........؟"

"آسان سی بات ہے۔ تمہارا پیغام لے کر ہانگ کانگ چلا جاتا ہوں گلاب کلی کو باور کرانے کی شش کروں گا کہ سارا چکر ملک ستار نے چلایا تھا اور اس نے محمود کو سزا دینے کے لئے گلاب کو گیتا کی کہانی سنا دی تھی۔ اب محمود نے پیغام بھجوایا ہے کہ وہ اپنی وفاداری کا ثبوت دینا چاہتا ۔ اور راناکرن سنگھ اور گیتا کو استاد کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔" امتیاز نے کہا اور محمود کے ے پر سنسنی پھیل گئی۔

"آگ کا کھیل ہے امتیاز..........!"

"آگ ہی سے تو کھیلتے رہے ہیں میرے دوست' تھوڑا سا اور سہی یقین کرو میں نے یہ سب ہ بڑی محنت سے بنایا ہے لیکن مجھے اس سے نفرت ہے میرا تصور تو کچھ اور ہی تھا۔"

امتیاز پھیکے لہجے میں بولا۔

"کیا..........؟"

"زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری۔ میں اس شمع کو پھر سے روشن کرنا چاہتا ہوں محمود۔" ے شبہ نہیں ہونا چاہئے میں آج ہی کسی وقت ہانگ کانگ نکل جاتا ہوں۔"

"امتیاز' سخت احتیاط برتنی ہوگی۔" محمود تشویش سے بولا۔

"میں جانتا ہوں .... اسے میری اور تمہاری ملاقات کا اندازہ نہ ہونے پائے۔ واپس ؤں گا تو موقع پاکر ملاقات کریں گے اور میں تمہیں تفصیل بتا دوں گا۔"

"محمود واپس آیا تو اپنا لکھا پرچہ اسے وہیں مل گیا گیتا واپس نہیں آئی تھی۔ وہ رات ہی کو ہں لوٹی پھر دوسرے اور تیسرے دن امتیاز محمود کو نظر آیا۔ چوتھے دن محمود نے اسے بالکونی سے یکھا گیتا موجود تھی۔ وہ بے چینی سے انتظار کرتا رہا خوش بختی نے ساتھ دیا گیتا چلی گئی تھی۔ محمود یاز کی طرف دوڑ گیا .... دونوں نے مختصر ملاقات کی اور امتیاز نے بتایا۔

"استاد گلاب کلی بہت پرجوش ہوگیا ہے۔ وہ اپنی پوری بٹالین جمع کر لایا ہے اور اس وقت یں بنکاک میں موجود ہے اسے راناکرن سنگھ کا انتظار ہے۔"

"میری طرف سے دل صاف ہوگیا اس کا۔"

"آئینے کی طرح"

"یار بڑی سنسنی محسوس کر رہا ہوں۔ دیکھو کیا ہوتا ہے۔"

"بس ہوشیار رہو اور مجھے مکمل اطلاع دو .... اب جاؤ جہاں تک ہوسکے اسے یہ نہیں پتہ چلنا چاہئے کہ میری تم سے ملاقات ہے۔"

محمود واپس آگیا پھر چھٹے دن گیتا نے اسے بتایا۔" محمود .... رانا آج رات آ رہا ہے۔"

محمود نے شدید سنسنی محسوس کی تھی لیکن ان لمحات میں خود کو سنبھالنے میں ہی جیت تھی۔ گیتا نے اس کی کیفیت سے بے نیاز ہو کر کہا۔ " وہ بنگلہ دیش سے آ رہا ہے صرف رات کو یہاں رکے گا۔ صبح مالدیپ چلا جائے گا........... تمہاری اس سے رات کو ہی ملاقات ہو جائے گی۔"

"کیا وہ یہیں آئے گا اس فلیٹ پر" محمود نے پوچھا اور گیتا ہنسنے لگی پھر بولی۔

"یہاں بھی آسکتا تھا کیونکہ یہ میرا فلیٹ ہے' لیکن وہ ایک اور جگہ قیام کرے گا' تمہیں شاید اس کا اندازہ نہیں ہے محمود کہ رانا کرن سنگھ کس پائے کا آدمی ہے۔ یہاں وہ گلاب کلی سے آسانی سے نمٹ لیتا ہے' لیکن اس کے لوگ پھیلے ہوئے ہیں۔ گلاب کلی نے مقامی طور پر اپنے لئے کافی انتظامات کرلئے ہیں جبکہ وہ درحقیقت بنگلور میں اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کئے ہوئے ہیں اور وہاں سے دنیا کے کئی ملکوں کے لئے کام کرتا ہے۔"

"تو پھر ہم اس کا استقبال کرنے چلیں گے۔" محمود نے کہا۔

"نہیں تم نہ جانا' نجانے کون کون اس کے ساتھ ہوگا میں اسے لینے ایئرپورٹ جاؤں گی اور پھر اس سے احکامات لے کر واپس آ جاؤں گی۔ پھر ہم دونوں چلیں گے۔

"ٹھیک ہے۔" محمود نے جواب دیا۔

صورتحال حق میں جا رہی تھی........... رات کو گیتا تیار ہو کر چلی گئی۔ اس نے محمود پر مکمل اعتبار کرلیا تھا عورت کی بہت سی خوبیاں اس کے اندر تھیں اور بہت سی نہیں تھیں۔ اعتبار کرنے کے بعد اس کی اپنی شخصیت ماند پڑگئی تھی اور وہ اس معیار پر کام نہیں کر رہی تھی جس معیار کی وہ عورت تھی' بہرحال اس کے جانے کے بعد محمود نے فوراً ہی امتیاز کے اسٹور کی جانب رخ کیا اور ہانپتا کانپتا اس کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ امتیاز موجود تھا اور اپنے آدمیوں کے ساتھ حساب کتاب کر رہا تھا۔ اس نے بھی بنکاک چھوڑنے کا مکمل فیصلہ کرلیا تھا اور اس طرح کے انتظامات کر لئے تھے کہ باقی لوگ اس کے جمائے ہوئے کاروبار کو سنبھال لیں اب یہاں سے دل اچاٹ ہوگیا تھا۔ محمود کو دیکھ کر وہ بھی پرجوش ہوگیا۔

"وہ آ رہا ہے اور وہ اسے لینے گئی ہے پہلے وہ اس کی رہائش گاہ پر جائے گی جہاں وہ قیام کرے گا بعد میں واپس آکر مجھے اپنے ساتھ لے جائے گی۔"

"ویری گڈ' گویا ہم تمہارا تعاقب کر کے صحیح جگہ پہنچ سکتے ہیں۔"

"ہاں"

"واپس جاؤ! استاد بالکل تیار ہے اور میں نے اسے تمام صورتحال سے آگاہ کر دیا ہے' جاؤ

ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں ٹیلی فون وغیرہ کرے اور تم فلیٹ پر موجود نہ ہو۔"

"تم صورت حال سمجھ گئے ہو...........؟"

"مکمل۔"

"او کے" محمود نے کہا اور پھر فلیٹ پر واپس آگیا تقریباً تین گھنٹے کے بعد گیتا آئی تھی مطمئن ر پرسکون تھی۔

"تیار ہو جاؤ اس نے تمہیں طلب کیا ہے۔" وہ بولی اور محمود تیار ہونے لگا اس نے لباس بدیل کیا اور پھر دونوں کار میں بیٹھ کر چل پڑے۔

"ایک بار پھر تم سے کہہ رہی ہوں کہ رانا کرن سنگھ کی براہ راست تم سے ملاقات تمہارے لئے اعزاز ہے' وہ شاید یہاں نہ آتا لیکن مجھ سے کیا ہوا وعدہ پورا کرنے کے لئے آگیا ہے بہت یننٹ آدمی ہے تمہیں مل کر خوشی ہوگی روایتی قسم کا باس نہیں ہے۔"

اور یہ حقیقت بھی تھی۔ رانا کرن سنگھ نے آگے بڑھ کر محمود سے ہاتھ ملایا تھا' لمبے قد کا بہت اسمارٹ سکھ تھا اور سکھوں کے بارے میں جو کہانیاں گڑھ لی گئی ہیں ان میں سے کسی کہانی سے س کا تعلق معلوم نہیں ہوتا تھا۔ محمود کو بیٹھنے کا اشارہ کر کے بولا۔

"گڈ........... گڈ لکنگ' تم مجھے بے حد پسند آئے اور پھر گیتا نے تمہارے بارے میں جتنی تعریفیں کر دی ہیں اس سے تمہاری شخصیت میرے لئے اجنبی نہیں رہی' سنو محمود' میں اس ہاتھ ے اور اس ہاتھ لے والا آدمی ہوں میرے لئے کچھ کرو گے تو میں تمہارے لئے کچھ کروں گا۔ نطرہ مول لئے بغیر زندگی کا کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم گلاب کلی کے ساتھ مل جاؤ ور جو واقعات ماضی میں پیش آچکے ہیں۔ ان کا ازالہ اس طرح کرو کہ رادھے چرن کا مال اسے دلوا دو یہ مال تم کیسے اس تک پہنچاؤ گے وہ میں بتاؤں گا۔ رادھے چرن بھی اس کا حریف ہے اور ان نوں گلاب کلی کو چاروں طرف سے مار پڑ رہی ہے۔ اگر رادھے چرن کا مال اس کے ہاتھ آگیا تو وہ تمہیں اپنا سب سے گہرا دوست بنا لے گا اور اس کے بعد تمہیں پتہ ہے کہ تمہیں کیا کرنا ہے تمہیں صرف یہ کرنا ہے کہ اس کے کاروباری راز مجھے دو' اور یہ کام کم از کم تمہیں دو مہینے تک کرنا ہوگا' گیتا ہر طرح تمہارا ساتھ دے گی۔ اس نے مجھے بتا دیا ہے کہ وہ تمہیں پسند کرتی ہے اور یں اپنے کارکنوں کے ذاتی معاملات میں مداخلت نہیں کرتا۔ گیتا اپنے ہر عمل کے لئے آزاد ہے میرے لئے کچھ کر دو گے تو سمجھ لو کہ تمہیں میرے گروہ میں بہترین مقام مل جائے گا اور ابھی جب تم میرے گروہ کے لوگوں سے ملاقات کرو گے تو تمہیں اس بات کا اندازہ ہو جائے گا کہ جو میرے ساتھ شامل ہوتا ہے وہ پھر کبھی کہیں اور جانے کے بارے میں نہیں سوچتا تو تم سے مجھے بس یہی بات کرنی تھی۔ میں زیادہ وقت کے زیاں کا قائل نہیں ہوں' گیتا مہمان کے لئے کچھ بندوبست کرو۔"

"سر آپ سے مل کر مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے آپ مطمئن رہیں...........میں۔"

لیکن اس کے بعد ان میں سے کوئی بھی مطمئن نہیں رہ سکا۔ اچانک ہی کچھ افراد دھڑ دھڑاتے ہوئے اندر گھس آئے تھے اور گلاب کلی کی آواز سنائی دی تھی۔

"ہاں رے سسروا رے بڑا عقل مند سمجھتا تھا خود کو ارے تو اور عقلمند.......... گلاب کلی کے مقابلے پر آیا تھا مگر بکرے کی ماں کب تک خیر مناسکتی ہے۔ اب **ذبحہ** ہوگا میرے ہاتھ سے" گلاب کلی نے کہا اور پستول نکال کر رانا کرن سنگھ پر فائر کر دیا نشانہ دل کا لیا گیا تھا لیکن رانا نے پھرتی سے خود کو بچایا پھر بھی گولی اس کے بازو میں پیوست ہوگئی۔ اسی وقت عمارت میں دھڑا دھڑ گولیاں چلنے لگیں گلاب کلی کے منہ سے ایک نعرہ مستانہ نکلا۔

"دما دم مست قلندر.........." اور اس کے بعد ہی دمادم شروع ہوگئی بلکہ دھنا دھن شروع ہوگئی۔ چاروں طرف سے گولیاں چل پڑی تھیں محمود ایک گوشے میں سمٹ گیا تھا۔ گیتا کی پھرتی اس کے لئے قابل دید تھی۔ گیتا نے فوراً ہی ایک جانب چھلانگ لگا کر ایک رائفل اٹھالی تھی اور سیدھی ہی ہوئی تھی کہ گلاب کلی کی گولی اس کے سینے پر پڑی اور گیتا کے سینے سے خون کا فوارہ بہہ نکلا.......... ادھر رانا کرن سنگھ نے زخمی ہونے کے باوجود گلاب کلی پر چھلانگ لگائی تھی لیکن گلاب کلی اپنی طرز کا انوکھا انسان تھا۔ رانا کرن سنگھ جیسے اسمارٹ اور طاقتور آدمی کی ٹکر سے وہ اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں اور رانا خود ہی نیچے گر پڑا۔

گلاب کلی نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور بولا۔ "رانا غیر جگہ ہے اپنا گھر ہوتا تو تجھے پانی پلا پلا کر مارتے۔ مگر تجھ جیسے ناگ کو پانی پلانا بھی گناہ ہے۔" اس نے پستول سیدھا کیا اور پھر رانا کے بدن سے کئی سوراخ خون اگلنے لگے۔ لیکن جو سب سے خوفناک بات ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ باہر سے پولیس گاڑیوں کے سائرن سنائی دینے لگے تھے۔ یہ بات محمود نے نہیں سوچی تھی..........

گیتا کا کام تمام ہوچکا تھا اور وہ سرد پڑگئی تھی۔ لیکن اگر پولیس نے یہاں محمود کو دھرلیا تو پھر گلو خلاصی مشکل ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ پھرتی سے باہر بھاگا اب بھی گولیاں چل رہی تھیں اور سنسنی خیز مقابلہ ہو رہا تھا۔ محمود ایک دیوار پر چڑھا چھت پر پہنچا اور پھر دوڑتا ہوا چھت سے دوسری جانب جا نکلا۔ جونہی اس نے نیچے چھلانگ لگائی ایک آواز سنائی دی۔

"ادھر آجاؤ محمود میں یہاں ہوں۔" یہ آواز امتیاز کے سوا کسی کی نہیں تھی۔ امتیاز تیار کھڑا ہوا تھا' نجانے اسے کیسے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ محمود اسی سمت سے یہاں آئے گا.......... محمود اس کے قریب پہنچ گیا تو امتیاز نے اس کا ہاتھ پکڑا اور دوڑنے لگا.......... پھر وہ ایک کار تک پہنچے اور امتیاز نے پھرتی سے کار کا دروازہ کھول کر کہا۔

"بیٹھو" محمود بادل نخواستہ اندر بیٹھ گیا تھا۔

☆ .... ☆ .... ☆

فیروز خان مٹھائی لے کر امتیاز کے گھر پہنچا تھا۔ اس گھر میں اس نے بہت مختصر وقت میں اپنا ام بنالیا تھا۔ زبیدہ اسے محبت بھری نظروں سے دیکھتی تھی اور نجانے اس کے دل میں کیا کیا یالات آتے تھے۔ روبینہ کی پھوٹی ہوئی تقدیر کے تار اگر اس نوجوان سے جڑ جائیں تو یہی سمجھا ئے گا کہ خدا کو بہتری منظور تھی جو جمال حسین جیسے لالچی انسان سے نجات مل گئی۔ فیروز خان نے بینش اور سیما کو بتایا کہ ملک ستار قدرت کے انتقام کا شکار ہوگیا وہ مقابلے میں زخمی ہوا اور قال کر گیا اور اس کا بھائی ملک جبار جیل میں ہے یہ مٹھائی اس گلوخلاصی کے سلسلے میں ہے۔

"محمود واپس نہیں آئے گا بھائی جی۔" بینش نے حسرت سے پوچھا۔

"اللہ پر بھروسہ رکھیں بھابی جی اللہ سب ٹھیک کردے گا' ویسے آپ کچھ نڈھال نظر آ رہی ں..........؟"

"بھائی بہت بیمار ہیں بھائی جی رات کو بہت طبیعت بگڑ گئی تھی پسینے میں نہا گئی تھیں۔ ویسے یاض بھائی نے بھی کمال ہی کر دیا لگتا ہے ہمیں بھول ہی گئے۔"

"انہوں نے اپنا کوئی بندوبست کرلیا ہے' اب مجھے یقین ہوگیا ہے وہ.......... وہ اب شاید ں.........." بینش سسکنے لگی۔

"ارے نہیں بھابی.......... ہم جو ہیں ریاض بھائی سعودی عرب میں ہوں یا جرمنی میں یا ریکہ میں۔ آپ ہمیں پتہ دیں ہم وہاں سے گرفتار کر کے لائیں گے انہیں ان کا پتہ معلوم ہے ہما؟ گھر پر ہے۔ ہوسکتا ہے کوئی خط وغیرہ یا فون آیا ہو ہم تو یہاں تھے ایسا کریں بھابی آج گھر لیں صفائی وغیرہ بھی کرلیں گے.......... پھر واپس آ جائیں گے۔"

"تمہاری مرضی ہے" بینش راضی ہوگئی۔

"چلئے میں آپ لوگوں کو وہاں چھوڑ دوں گا' ویسے اب میں وہاں رہنے نہیں دوں گا آپ ُوں کو.......... آپ کے محلے وار اچھے نہیں ہیں۔"

"ہم خود انہیں وہاں نہیں رہنے دیں گے۔" زبیدہ نے کہا روبینہ اور شانو بھی ماں کی اجازت ے ساتھ گئی تھیں۔ بینش اور سیما بہت دن کے بعد گھر میں داخل ہوئی تھیں گیس بجلی اور فون کے بل پڑے ہوئے تھے۔ لیکن بینش نے ایک بڑا لفافہ بھی دیکھا جس پر ایک مونو گرام چھپا ہوا ا۔

"ان کی کمپنی کا لفافہ۔" بینش کے منہ سے نکلا اور اس نے جھپٹ کر لفافہ اٹھا لیا پھر وہ اسے لے کر تیزی سے اندر چل پڑی۔

"بھابی مجھے بھی دکھایئے' دکھایئے بھابی۔" سیما نے کہا۔

"میں پڑھ لوں' ابھی دیتی ہوں۔" بینش نے کہا سیما گھر کی ابتر حالت کو دیکھ رہی تھی بل وغیرہ کے اماؤنٹ دیکھ رہی تھی کہ فیروز نے کہا۔

"یہ بل وغیرہ مجھے دے دیں میں بھر دوں گا۔" فیروز کے منہ سے یہ الفاظ ادا ہی ہوئے تھے

کہ بینش کی دلدوز چیخ ابھری۔

"سیما.......... سی..........ما" ایسی کربناک آواز تھی کہ سب دوڑ پڑے۔ بینش سینے پر ہاتھ رکھے زمین پر بیٹھی ہوئی تھی، چہرہ سرخ انگارہ ہو رہا تھا گردن کی رگیں پھول رہی تھیں، آنکھیں آخری حد تک پھٹی ہوئی تھیں۔ لفافہ زمین پر پڑا ہوا تھا اور اس کا پرچہ بینش کے ہاتھ میں بھنچا ہوا تھا۔

"بھابی، بھابی کیا ہوگیا..........؟" سیما چیخی.......... فیروز خان بھی اندر آگیا تھا۔ بینش کی حالت دیکھ کر گھبرا گیا۔

"سنبھالو انہیں، ہسپتال لے جانا ہوگا، شاید ہارٹ اٹیک ہوا ہے.........." شانو نے نوید کو گود میں لے لیا، سیما اور روبینہ نے پسینے میں ڈوبی نیم غشی کی کیفیت کی شکار بینش کو بمشکل باہر کار تک پہنچایا۔ فیروز نے سب کو بٹھالیا تھا ساتھ میں اس نے وہ لفافہ اور کاغذ اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ پھر وہ طوفانی رفتار سے کار دوڑانے لگا۔ سیما روبینہ وغیرہ رو رہی تھیں سیما نے ڈاکٹر سہیل کے کلینک کے بارے میں بتایا اور فیروز کلینک پہنچ گیا۔ ڈاکٹر سہیل نے بینش کی کیفیت دیکھی اور جلدی جلدی اسٹاف کو ہدایات دینے لگا۔ بینش کو تھیٹر میں لے جایا گیا تھا سب شدید پریشانی سے باہر بیٹھ گئے تھے۔

"کیا ہوگیا بھابی کو..........؟" سیما روتے ہوئے بولی فیروز خان وہاں سے آگے بڑھ گیا تھا۔ پھر اس نے وہ پرچہ پڑھا جو ایک سعودی کمپنی کے لیٹر پیڈ پر ٹائپ کیا ہوا تھا.......... لکھا تھا۔

"مسز ریاض احمد ولد ممتاز احمد"

"آپ نے ابھی تک اپنے مرحوم شوہر ریاض احمد کے واجبات کا کلیم داخل نہیں کیا براہ کرم اپنے وکیل کی وساطت سے اپنا کلیم ہمیں بھجوا دیجئے۔ ہم مرحوم ریاض احمد کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اس کے تمام واجبات ادا کرنا چاہتے ہیں۔" نیچے کمپنی کے ڈائریکٹر کے دستخط تھے۔

فیروز خان سناٹے میں رہ گیا تھا۔ اسی وقت ایک نرس فیروز خان کے پاس پہنچ گئی۔" مسٹر فیروز خان..........؟"

"جی"

"ڈاکٹر سہیل آپ کو بلا رہے ہیں۔"

"چلئے خیریت..........؟"

"ادھر سے آیئے وہ آپریشن تھیٹر کے پیچھے کے حصے میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔" نرس نے کہا.......... اور فیروز کے قدم لڑکھڑانے لگے بمشکل تمام وہ یہ فاصلہ طے کر سکا تھا۔ ڈاکٹر سہیل خاموش اور افسردہ کھڑا تھا۔

"خیریت ڈاکٹر..........؟"

"سوری مسٹر فیروز بھابی اس دنیا سے چلی گئیں۔"

"او مائی گاڈ..........!" فیروز کے منہ سے نکلا۔

☆ .... ☆ .... ☆

امتیاز نے اندھا دھند گاڑی دوڑا دی تھی گاڑی جب گلی سے نکل کر سڑک پر آئی تو ایک
س کار کو اس پر شبہ ہوگیا۔ کار نے رخ تبدیل کیا اور سائرن بجاتی ہوئی ان کی گاڑی کے پیچھے
پڑی۔ امتیاز ایک لمحے کے لئے بوکھلا گیا تھا لیکن اس نے رفتار بڑھا دی۔ محمود کو بھی اس
ناک صورتحال کا احساس ہوگیا تھا وہ پلٹ کر پیچھے دیکھتا رہا۔ امتیاز خاموشی سے ہونٹ بھینچے برق
ری سے کار دوڑا رہا تھا اور کسی ایسی جگہ کی تلاش میں تھا جہاں وہ تعاقب میں آنے والی کار کو
دے کر کسی طرح اس سے اپنا پیچھا چھڑائے۔ بہت دیر تک یہ دوڑ جاری رہی اور پھر کچھ
ر کی مہربانی اور کچھ امتیاز کی حاضر دماغی کام آگئی۔ سیدھے جاتے جاتے امتیاز اچانک بائیں سمت
آنے والی ایک ذیلی سڑک پر مڑ گیا اور پھر اندر ہی اندر گلیوں سے گزرتا ہوا ایک ایسی جگہ نکل
جہاں ایک اعلیٰ درجے کا ہوٹل تھا۔ پولیس کار جھونک میں سیدھی نکل گئی تھی لیکن اس کے
اسے واپس پلٹنے میں دیر نہیں لگی۔ البتہ اس دوران امتیاز گلیوں میں غائب ہوچکا تھا۔ ہوٹل
قریب پہنچ کر اس نے کار بڑے صبر و سکون کے ساتھ ہوٹل کے پارکنگ لاٹ پر کھڑی کی۔
برق رفتاری سے اتر آیا تھا۔ دونوں نے اپنے حلیے درست کیا اوز کاروں کے درمیان سے
تے ہوئے ہوٹل کے دوسرے گیٹ سے باہر نکل کر کافی فاصلے پر موجود ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف جا
ے تھے تو انہوں نے پولیس کار کو مختلف راستوں سے گزرنے کے بعد ہوٹل کے قریب آتے
ے دیکھا لیکن اب صورت حال ان کے قابو میں آگئی تھی چنانچہ امتیاز نے ایک ٹیکسی روکی اور
ے اطمینان انداز میں اس کا دروازہ کھول کر محمود کو اندر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر خود بھی بیٹھ گیا
ئیور سے اس نے کہا۔

"ے سوٹ.........." محمود چونک کر امتیاز کو دیکھنے لگا تھا۔ ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا
۔ مقامی آدمی تھا اپنے کام سے کام رکھنے والا ٹیکسی سڑک پر دوڑتی رہی محمود نے کہا۔

"ے سوٹ کیوں..........؟"

"کیوں تم نے غزل بھابی سے وعدہ نہیں کیا تھا۔" امتیاز بولا اور محمود ایک عجیب سے تاثر میں
ب گیا۔

"لیکن امتیاز..........؟"

"ہاں بول.........."

"تم اپنا جمع جمایا کاروبار..........؟"

"نہیں ڈیئر کاروبار اس دوستی سے زیادہ قیمتی نہیں ہے۔ میں نے اپنے جہاز جلا دیئے ہیں، اب

تو دل اچاٹ ہوگیا ہے یہاں سے۔ اب جس طرح بھی بن پڑے گا وطن واپس چلیں گے خدا کا فضل ہے کہ اب حالات اتنے برے نہیں ہیں کچھ نہ کچھ کرلیں گے یار' اب دنیا کو برتنا آگیا ہے۔" محمود ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگیا تھا۔

بالآخر یہ سفر طے ہوا ٹیکسی ڈرائیور کو بل ادا کرنے کے بعد محمود اور امتیاز اس جانب چل پڑے جہاں جھونپڑیوں کا ایک طویل سلسلہ تھا اور انہی میں بوڑھا رزاق جا رہتا تھا۔ دونوں راستے میں باتیں کرتے ہوئے آئے تھے' سوتے ہوئے رزاق جا کو جگا کر محمود نے اس سے معذرت کی لیکن رزاق جا دیوانہ وار محمود سے لپٹ گیا تھا پھر وہ زور زور سے جمیلہ کو آوازیں دینے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"جمیلہ محمود آگیا ہے دیکھ لے میری پیش گوئی سچ ثابت ہوئی تو کہتی تھی کہ وہ نہیں آئے گا۔ وہ چلا گیا' اب نہیں آئے گا وہ لیکن میرا تجربہ کہتا تھا وہ ضرور آئے گا۔ وہ بہت بیمار ہے محمود وہ تمہارے لئے بہت بیمار ہے۔" رزاق جا کے انداز سے محسوس ہو رہا تھا جیسے محمود کی واپسی اس کے لئے بھی غیر متوقع ہے۔

جمیلہ آگئی۔ اس کے چہرے کی شگفتگی رخصت ہوگئی تھی بال بکھرے ہوئے تھے ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہوئی تھیں۔ اس وقت تو اتنی مماثلت تھی غزل سے کہ محمود کے بدن میں تھرتھری دوڑ گئی۔ اسے احساس ہوا کہ اگر وہ ایک طویل عرصہ واپس نہ آتا تو جمیلہ بھی اس سفر پر چل پڑتی جسے طے کر کے غزل نے نئی دنیا اپنالی تھی۔ وہ خاموش کھڑی محمود کو دیکھتی رہی تب محمود نے مسکرا کر کہا۔

"جمیلہ.......... ہم بھوکے ہیں کچھ کھلاؤ گی نہیں۔"

"ہیں.......... ہاں..........ہاں" اس کے چہرے پر ہیجان دھوپ چھاؤں کے اس امتزاج کو نہ کسی مصور کی مہارت نقش کرسکتی تھی نہ کسی ادیب کا قلم اسے تحریر کرسکتا ہے۔

"لاتی ہوں.......... لاتی ہوں" وہ اس طرح بدحواس ہو کر پلٹی کہ کئی جگہ ٹھوکریں کھائی۔ رزاق جا قمیض کی آستین سے آنسو خشک کر رہا تھا۔

دوسری صبح امتیاز نے رزاق جا سے بات کی۔ "بابا صاحب میں محمود کے لئے آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ آپ جمیلہ کا نکاح میرے بھائی محمود سے کردیں۔ ہم کون ہیں کیا ہیں یہ سب رہنے دیں بسم اللہ کے نام کو درمیان میں لا کر اتنا کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی بیٹی کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی وہ عزت اور احترام کے ساتھ رہے گی۔"

بوڑھے رزاق جا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔ "نہیں بیٹے اللہ کے نام کے حوالے سے تمہاری یہ پیشکش قبول کرتا ہوں اور سب کچھ اس پر چھوڑ دیتا ہوں بات ختم ہوگئی۔"

"تو پھر آپ قاضی کا بندوبست کر لیجئے ہم خاموشی سے نکاح کریں گے اور میں اپنی بھابی کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ آپ نے شاید محمود سے کہا تھا کہ آپ ہمیں برمی سرحد عبور کرا دیں گے ہماری تو یہ خواہش ہے کہ آپ بھی ہمارے ساتھ ہی چلیں کیا یہ ممکن ہے..........؟"

"تم تینوں کو نہ صرف برمی سرحد عبور کرا دوں گا بلکہ ایک ایسے شخص کے حوالے کر دوں گا جو برما سے تمہاری پاکستان واپسی کا بندوبست اتنی آسانی سے کر دے گا کہ تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی' جہاں تک میرا معاملہ ہے تو بس بیٹے' بیٹیاں اللہ کے نام کے سائے میں رخصت کر دی جاتی ہیں۔ ماں باپ ان کا پیچھا کبھی نہیں کرتے اس لئے میری بات رہنے دو۔ اصل میں میرے دونوں بیٹے بھی پتھروں کی تجارت کرتے تھے اور اس تجارت میں وہ مارے گئے' لیکن ان کے حوالے سے کچھ ایسے لوگوں سے میرا تعلق ہوگیا جو باپ ہی کی طرح میری عزت کرتے ہیں اور میرے کسی کام سے انکار نہیں کرتے۔ یہ بھی ایک سچائی ہے بیٹے کہ میرے ذریعہ معاش میں یہ عمل بھی شامل ہے۔ لوگ سرحد عبور کرنا چاہتے ہیں میں ان کی مدد کر دیتا ہوں اور اس کے بدلے مجھے کچھ رقم مل جاتی ہے میں اپنی بیٹی کو نئی زندگی دینے پر تم لوگوں کو دعاؤں ہی کا تحفہ دے سکتا ہوں' ورنہ یہ بھی میرے بیٹوں کی طرح اس کائنات کی وسعتوں میں گم ہو جاتی' کھو جاتی۔ رزاق جا رونے لگا۔ امتیاز نے اسے بہت سی تسلیاں دیں محمود کے خاندان کے بارے میں بتایا اپنے بارے میں بتایا۔

بالآخر ایک معمر شخص کو لایا گیا اور محمود کو سامنے بٹھا کر رزاق جا کی بیٹی سے محمود کا نکاح کر دیا گیا۔ جمیلہ مونگ کے چہرے کی رونقیں واپس آگئی تھیں اور محمود کی آنکھوں میں بھی امتیاز نے پہلی بار ایک ایسی انوکھی چمک دیکھی تھی جو اس سے پہلے کبھی نظر نہیں آئی تھی۔ اس کے بعد کی کہانی خوابوں کی کہانی تھی چاروں طرف خوفناک وسوسے رقصاں تھے۔ دہشت کا ماحول تھا بہت سے دشمن بنا لئے تھے انہوں نے جن میں مقامی پولیس بھی شامل تھی ہر لمحہ خوف کا لمحہ تھا۔ لیکن بوڑھا رزاق جا ان لوگوں کو سلامتی کے نام پر بیٹی کا جہیز دے رہا تھا۔ اس نے بڑا موثر بندوبست کیا اور یہ لوگ برمی سرحد عبور کر گئے پھر وہاں سے نئے دور کی کہانی شروع ہوئی جو پاکستان کی سرحدوں پر جا کر ختم ہوئی اور ایک بار پھر لاہور کی سرزمین کو چھو رہے تھے ایک نئے کردار کے ساتھ' بھولا بھٹکا' معصوم معصوم سا ہر چیز کو حیرت سے دیکھتا ہوا لیکن یہ حیرت اس وقت ایک لامتناہی سکون میں تبدیل ہو جاتی جب یہ نگاہیں محمود کی جانب اٹھتیں۔

☆ .... ☆ .... ☆

فیروز خان بہت باہمت تھا اتنا دلیر کہ ایس پی زمان بھی اس کی بے جگری کا اعتراف کرتا تھا لیکن یہ لمحات ایسے تھے کہ اس کے حوصلے بھی پست ہوگئے تھے۔ بینش یوں دیکھتے دیکھتے چلی گئی تھی کہ گمان بھی نہ ہوا۔ سیما کو کیسے خبر دی جائے یہ دہرا صدمہ کہیں اس کی جان ہی نہ لے لے۔ ڈاکٹر سہیل خود بھی پریشان تھا وہ فیروز خان کو ایک طرف لے گیا اور اسے بٹھاتا ہوا بولا۔

"میں بینش بھابی کا بہت عرصے سے علاج کر رہا ہوں۔ ان کے دل کے دو والو بہت عرصہ سے

متاثر تھے لیکن تشویش ناک حد تک نہیں میں ان کا جو علاج کر رہا تھا اس سے ان کی حالت تقریباً درست ہوگئی تھی نجانے یہ سب کچھ اچانک کیسے ہوا حملہ اتنا شدید تھا کہ ان کا کمزور دل برداشت نہیں کرسکا' کچھ بتاسکتے ہیں مسٹر فیروز خان کہ کوئی ایسی بات ہوئی جس کے اثرات اس قدر شدید ہوئے۔"

"ہاں ڈاکٹر۔" فیروز خان نے ٹھنڈی سانس لے کر وہ خط ڈاکٹر سہیل کے حوالے کر دیا اور ڈاکٹر سہیل جلدی جلدی خط پڑھنے لگا پھر اس کے حلق سے آہستہ سے آواز نکلی۔ "اوہ میرے خدا اب بات صاف ہوگئی یہ ہوا ہے ویسے محمود کے انداز سے پتہ چلتا تھا کہ اسے ریاض بھائی کے بارے میں کچھ علم ہے اسے ہمت کرنی چاہئے تھی بتا دینا چاہئے تھا اسے بینش بھابی کو۔ خود میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ ریاض بھائی جاکر واپس ہی نہیں پلٹے۔ ایک ناقابل یقین سانحہ تھا......... مگر سیما......... اف محمود بھی نہیں ہے یہ تو بڑا مشکل مرحلہ پیش آگیا۔ نہیں فیروز خان صاحب سیما کو یہ دہرا صدمہ شدید نقصان پہنچاسکتا ہے۔" ڈاکٹر سہیل وغیرہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ وہی نرس ان کے پاس آگئی اور تشویش زدہ لہجے میں بولی۔

"سر ان عورتوں کی حالت بہت خراب ہوگئی ہے جو ان صاحب کے ساتھ آئی تھیں........."

"کیسے' کیا........." ڈاکٹر سہیل متوحش لہجے میں بولا۔

"سر ڈیڈ باڈی باہر نکالی گئی تو انہوں نے دیکھ لیا۔"

سہیل اور فیروز خان اس طرف دوڑے تھے' سیما بلک بلک کر رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔

"نہیں بینش بھابی یہ بے وفائی ہے ہم دونوں تو ہمیشہ ساتھ رہنے کا عہد کر چکے تھے......... نہیں بینش بھابی آپ نہیں جاسکتیں' میرا کیا ہوگا بینش بھابی سب نے چھوڑ دیا ہے مجھے تنہا' سب نے چھوڑ دیا ہے مجھے' بینش بھابی میں کیا کروں گی نوید کیا کرے گا۔ بھیا بھی نہیں ہیں' بھائی بھی ہم لوگوں کو چھوڑ کر اپنی دنیا الگ بسا چکے ہیں۔ بینش بھابی مجھے بتاؤ میں کیا کروں' کیا کروں میں.........؟"

بات خودبخود کھل گئی تھی اس مرحلے کا ایک حصہ طے ہو چکا تھا۔ سیما کو ریاض کی موت کا علم نہیں تھا' یہ بات چھپالینا ہی بہتر سمجھا گیا۔ اتنا ہی کافی تھا کہ وہ دل و جان کے قریب رہنے والی بھابی کو کھوچکی تھی۔ بہرحال اس کے بعد کے مراحل بڑے غم ناک تھے بینش کو سپردخاک کر دیا گیا۔ فیروز خان نے وہ انسانی فرض ادا کیا جسے مشکل ہی سے ادا کیا جاتا ہے حالانکہ یہ انسانی زندگی کا ایک حصہ ہے تمام کام تکمیل کے مراحل سے گزر گئے وہ خط فیروز خان نے اپنے پاس محفوظ کر لیا تھا' کسی کو بھی اس کی اطلاع نہیں دی گئی۔ بینش کی موت کے جھگڑے میں سیما کو بھی اس خط کا احساس نہیں رہا تھا جسے پڑھنے کے بعد بینش کی یہ حالت ہوئی تھی زبیدہ' روبینہ اور خود فیروز خان

و ہر طرح سے سنبھالے ہوئے تھے اور اس کی دلجوئی کر رہے تھے لیکن ایسے حادثوں پر قرار ی سے آتا ہے بڑے پریشان کن مراحل میں یہ وقت گزر رہا تھا اور کبھی کبھی فیروز خان ا تھا کہ انسان کس طرح دوسرے انسانوں میں ضم ہو جاتا ہے کہ اس کی مشکل اپنی مشکل اس اپنا غم محسوس ہوتا ہے لیکن یہی تو انسانی زندگی ہے؟

پھر کئی دن گزر گئے اور اس شام فیروز خان اپنے فلیٹ پر موجود اپنے معمولات سے فراغت ل کرنے کے بعد ان لوگوں کے گھر جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ اس دروازہ کھولا تو ایسے عجیب چہرے دیکھے جنہیں دیکھ کر یقین نہ آئے۔ امتیاز تھا' محمود تھا' دونوں سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ فیروز خان بے اختیار ہوگیا اس نے دونوں سے پرجوش مصافحہ کیا اور ں اندر لے آیا۔

امتیاز کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"تمہارے ملزم کو لے آیا ہوں فیروز خان........."

"کیسے ہیں مسٹر محمود آپ.........؟"

"ٹھیک ہوں۔" محمود مضمحل مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"واپسی کب ہوئی امتیاز.........؟"

"کل رات"

"گھر ہو آئے.........؟"

"نہیں ایک مقامی ہوٹل میں قیام کیا ہے تم سے ملاقات کے بعد ہی باقی کام کئے جائیں گے۔ تمہیں واقعات سنانا چاہتا ہوں پہلے تم سے مشورہ ضروری تھا اس کے بعد ہی محمود کو منظرعام پر ممکن تھا۔"

"اطمینان کے ساتھ بیٹھو کیا واقعات ہیں۔" فیروز خان نے کہا اور امتیاز نے مختصراً واقعات کی یل بتا دی جمیلہ مونگ کی داستان بھی اس میں شامل تھی۔

"کیا واقعی وہ غزل کی ہم شکل ہے۔"

"ہو بہو' اب یہ بتاؤ کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

"نہیں امتیاز......... ملک جبار کے خلاف اتنی بدعنوانیاں سامنے آئی ہیں کہ وہ سر سے پیر ۔ دلدل میں غرق ہوچکا ہے ملک ستار تو حقیقی عدالت میں جاچکا ہے نہ جانے اس کے دل میں ری وقت میں کیا آئی کہ وہ محمود کی پوزیشن بالکل صاف کر گیا۔ پیروی کے درمیان محمود کو بس صفائی میں بیان دینا ہوگا باقی کام میں نے زمان سے مل کر کرلیا ہے۔ اس طرف سے تم لوگ فکر رہو......... مگر کچھ اور پریشان کن واقعات ہیں جن کے بارے میں تمہیں علم نہیں۔"

"کیا.........؟ خیریت........." امتیاز نے پوچھا۔

"ایک منٹ۔" فیروز خان نے کہا پھر الماری سے وہ خط اور لفافہ نکال کر محمود کو

دیدیا.......... اور محمود تعجب سے اسے دیکھنے لگا پھر چونک پڑا.......... اور پھر جلدی جلدی
پڑھنے لگا۔ فیروز خان محمود کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ محمود نے خط پڑھنے کے بعد تشویش
لہجے میں کہا۔" اس کا کسی کو علم تو نہیں ہوا۔"
"آپ کو اپنے بھائی کی موت کا علم تھا محمود..........؟"
"ہاں فیروز صاحب۔ یہ غم میں طویل عرصہ سے اپنے سینے میں چھپائے ہوئے تھا میں اتنی ہ
کبھی نہ کرسکا کہ بھابی اور سیما کو.........." محمود گلوگیر لہجے میں بولا۔
"یہ آپ پر فرض تھا محمود صاحب۔ آپ کو ہمت کرنی چاہیئے تھے۔ آپ بینش بھابی کے ا
غم کو سنبھال سکتے تھے۔ اگر آپ یہ ہمت کرلیتے تو.......... تو آج آپ کو یہ غمناک خبر نہ
پڑتی۔"
"کک.......... کیا مطلب..........؟"
"یہ خط بینش بھابی کو ملا تھا وہ برداشت نہ کرسکیں اور ان کا انتقال ہوگیا۔"
محمود سکتے میں رہ گیا امتیاز نے خط امتیاز کے ہاتھ سے چھین کر پڑھا.......... اور وہ
سناٹے میں رہ گیا۔ محمود بچوں کی طرح بلک پڑا تھا۔ "آہ کیا بربادی ہوئی ہے ہماری..........
بھابی بہت اچھی تھیں امتیاز میری ماں تھیں وہ.......... اتنا پیار تھا ان میں کہ.......... کہ" م
خوب رویا.......... پھر اس کی حالت سنبھلی تو فیروز خان نے کہا۔
"مین نے سیما کو خط کی ہوا نہیں لگنے دی.......... وہ اب بھی اپنے بے وفا بھائی کو برا
کہتی ہے۔ اسے اس خط کا علم ہے لیکن میں نے اداکاری کر کے اس کی گمشدگی کی کہانی سنا
ہے میرے خیال میں اسے طویل عرصہ تک اس دوسرے حادثے کا علم نہیں ہونا چاہیئے..........
کسی مناسب موقع پر.......... اور محمود آپ کو یہ ذمے داری پوری کرنی ہے۔
محمود نے روتے ہوئے گردن ہلا دی تھی۔ فیروز خان نے کہا
"وہ لڑکی کہاں ہے۔"
"ہوٹل میں"
"یہ چھوٹا سا فلیٹ تمہارا اپنا ہے میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ میری آرزو ہے کہ تم لوً
مجھے غیر نہ سمجھو۔ جمیلہ مونگ کو یہاں لے آؤ مجھے اس کا بھائی تصور کرلو۔ رفتہ رفتہ صورتحال
انکشاف کر کے ہم حالات کو ہموار کرلیں گے۔" فیروز خان بہت دیر تک انہیں ہدایات دیتا رہا
روتا رہا پھر بولا۔
"بھابی نے مجھے اپنے روبرو شرمندہ ہونے سے بچالیا.......... ریاض بھیا کے غم کے آ
کبھی ان کی وجہ سے نہ بہا سکا اور اس غم کو سینے میں چھپائے ان سے جھوٹ بولتا
لیکن..........
بھابی۔"

امتیاز نے محمود کو دلاسہ دیا اور بولا۔
محمود "آپ کو چٹان بن کر ہر طرح کے حالات کا سامنا کرنا ہے۔ اب ہم پہلے جمیلہ کو ہوٹل
یہاں لے آتے ہیں اس کے بعد ہم تینوں چلیں گے۔ محمود خود کو سنبھالے رکھنا۔"
"ہاں.......... سنبھالنا ہے نوید.......... میرے بھائی بھابی کی نشانی..........
..........!" محمود رندھی ہوئی آواز میں بولا۔

گھر میں کہرام مچ گیا۔ سیما بھائی کے سینے سے چمٹ کر بلکتی رہی پھر بے ہوش ہوگئی۔ سب ہی
ہے تھے سیما کو ہوش میں لایا گیا۔ محمود کے آ جانے سے بہت اچھے اثرات ہوئے تھے اس
.... اس نے کہا۔
"آپ بھی ہم سے بے وفائی کر رہے تھے بھائی جی.......... بڑے بھیا نے تو بھابی کو مار دیا۔
خیال ہے جو خط بھابی نے پڑھا وہ بھیا کا ہی تھا۔ نہ جانے کہاں کھو گیا.......... ضرور اس میں
بھیا نے انہیں طلاق نامہ لکھ کر بھیجا ہوگا۔ بتایا ہو گا کہ انہوں نے دوسری شادی کر لی ہے۔
نفرت ہوگئی ہے ان سے.......... وہ.......... میری بینش بھابی کے قاتل ہیں۔ اب میں ان
بھی نہیں ملوں گی۔ اول تو وہ آئیں گے نہیں اگر آئے بھی تو ہم ان سے کہہ دیں گے کہ
ان سے اب کوئی تعلق نہیں ہے۔"
"ہاں سیما.......... ایسا ہی کریں گے ہم۔" محمود نے اپنا غم دباتے ہوئے کہا۔
"آپ پھر کراچی چلے جاؤ گے بھائی جی..........؟"
"بالکل نہیں اب میں کبھی نہیں جاؤں گا..........؟"
محمود نے اپنے گھر جانا چاہا تو زبیدہ نے کہا۔ "ہمیں یہ احساس دلانا چاہتے ہو محمود کہ ہم غیر ہیں
ے کوئی نہیں ہیں۔ اب تم سے دور رہنے کو دل نہیں چاہتا.......... چلے جانا اپنے گھر ہم
روکیں گے مگر جلدی کیا ہے۔"
"نہیں ماں جی.......... آپ جو حکم دیں گی وہی ہوگا۔"
وقت کا مرہم لاجواب ہوتا ہے وقت گزرا تو دلوں سے غم بھی دور ہوتا گیا۔ خوب رونق ہوگئی
زبیدہ نے اس دوران جمع کی ہوئی خاصی رقم امتیاز کو دے کر کہا کہ اب وہ کہیں نہ جائے اور
کے ساتھ مل کر کوئی کاروبار کرے۔ اس سلسلے میں پلاننگ ہونے لگی۔ جمیلہ مونگ کے
ف کی ذمے دار فیروز خان کو سونپی گئی۔ اس شخص نے تو اس گھر کے پورے نظام کو سنبھال
تھا چنانچہ اس نے بڑے دلچسپ پیرائے میں جمیلہ کے بارے میں انکشاف کیا اور بتایا کہ غزل
ں واپس آگئی ہے.......... اور اس نے محمود سے شادی کر لی ہے۔ اپنے دعوے کے ثبوت
جب اس نے جمیلہ کو سب کے سامنے پیش کیا تو سب ششدر رہ گئے.......... بڑی سنسنی
گئی.......... پھر تھوڑی سی سچی تھوڑی سی جھوٹی کہانی کے ساتھ جمیلہ کی تفصیل بتائی گئی تو

سیما اس پر نثار ہوگئی۔ اس نے جمیلہ کو گلے سے لگا کر کہا کہ اسے اپنی بینش بھابی اور غزل ایک ساتھ مل گئی ہیں۔ اس سلسلے میں کچھ رسمیں بھی ادا کی گئیں اور جمیلہ موتگ کو محمود کی دلہن کے طور پر قبول کرلیا .... امتیاز نے اپنا کمرہ حجلہ عروسی کے طور پر پیش کر دیا تھا۔ پھر فیروز خا بہترین راز دار قرار پایا اور اس نے محمود سے امتیاز اور سیما کے بارے میں بات کی........... محمو نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم نے امتیاز سے بات کرلی ہے۔"

"اس کے بغیر تم سے کہہ سکتا تھا۔"

"خدا کی قسم کئی بار یہ خیال میرے دل میں آیا تھا........... سیما تمہاری بھی بہن ہے مجھے اعتراض نہیں ہے۔"

"یار........... ہم لاوارثوں کے بھی کام آ جاؤ........... ہمیں بھی انسانوں میں شمار کرلو۔ فیروز خان نے مسخرے پن سے کہا۔

"کیا مطلب۔" محمود نے کہا۔

"ہمارا شجرہ نصب بھی برا نہیں ہے اپنے اس خاندان میں ہمیں بھی شامل کرلو........... اگر ممکن ہوسکے تو روبینہ سے........... اور دل کی بات کس سے کہیں۔"

"ایں........... " محمود حیران رہ گیا پھر وہ قہقہے لگانے لگا اور بولا۔" تو خان صاحب یہ چکر رہے تھے ایک طرف محمود نے سیما کے رشتے کی منظوری دی تو دوسری طرف زبیدہ کو بھی رو اور فیروز خان کے رشتے کے لئے تیار کرلیا۔ امتیاز نے بھی انکار نہیں کیا تھا۔ فیروز خان تو اب ا گھر کا ایک فرد بن ہی چکا تھا چنانچہ یہ مرحلہ بھی بخوشی اسلوبی سے طے ہوگیا........... اور ذہن میں مستقبل کے پروگرام بننے لگے لیکن سب سے دلچسپ لمحات اس وقت آئے جب چودھری غا حسین بیوی اور بیٹی اور بیٹے کے ساتھ اچانک وارد ہوئے۔ رومال سے آنسو پونچھتے ہوئے آ تھے' بہرحال یہاں ان کی پذیرائی ہوئی تھی۔

"کئی دن سے چودھری نواز خواب میں آ رہا تھا کہتا تھا غلام حسین ٹوٹے ہوئے رشتوں کو سے جوڑ لے۔ یہ تو نے کیا بے وقوفی کی........... آج ہمت کر کے آ ہی گیا۔ پھر یہ رقم تمہیں پہنچانی تھی۔ تمہاری امانت تھی وہ تمہیں زمین تو یاد ہوگی پانچ لاکھ کی بیچ دی میں نے۔ سنبھ یہ رقم۔" غلام حسین نے پانچ لاکھ روپے زبیدہ کو دے دیئے پھر بولے۔

"زبیدہ بہن جو غلطی ہوگئی اسے معاف کر دو........... بس اب دیر نہ کرو........... روبینہ مجھے دیدو اور اپنی حریم کو گھر لے آؤ۔"

"دیر ہوگئی بھائی جی........... ان دونوں کے تو رشتے ہو بھی گئے........... اللہ کو یہی منظور تھا جوڑیاں تو آسمان میں بنتی ہیں........... اب تو دونوں خیر سے فارغ ہوگئے۔" زبیدہ نے کہا۔

"ایں...........؟" غلام حسین پر آسمان ٹوٹ پڑا وہ کراہتے ہوئے گھر واپس آئے۔

او...........او تمہارا بیڑہ غرق ہو جائے' او خدا تمہیں غرق کرے' او آخری گھاؤ بھی لگا دیا میرے دل پر .... او تمہاری صورتوں پر پھٹکار پانچ لاکھ نکلوا دیئے........... اور رحمت........... زہر دیدے مجھے........... او تم مرجاؤ سارے کے سارے۔" انہیں سچ مچ بخار آگیا تھا۔ حریم نے ماں سے کہا۔" اسے کہتے ہیں جیسی کرنی ویسی بھرنی۔"

سارے گھر پر سوگ طاری ہوگیا۔ جمال حسین الگ منہ لپیٹ کر پڑگیا تھا۔ لیکن حریم اس سوگ میں شریک نہیں تھی۔ البتہ اپنے کمرے میں آکر اس نے امتیاز کی تصویر نکالی اسے دیکھتی رہی........... پھر اس کی آنکھوں سے دو آنسو تصویر پر گرے اور اس نے تصویر اپنی الماری کی تجوری کے آخری حصے میں رکھتے ہوئے کہا۔

"خدا تمہیں خوش رکھے امتیاز........... خدا تمہیں گرہن سے بچائے۔" اس نے الماری بند کر دی اور بستر پر آکر لیٹ گئی...........!"

(ختم شد)